اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور

اللہ ان لوگوں کا ولی ہے جو ایمان لائے۔ نکالتا ہے ان کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں ایام مبارکہ برائے استفادہ خاص و عام کتاب مستطاب

نور ایمان

مصنفہ

عالیجناب خانبہادر مولانا مولوی شیخ احمد

صاحب وکیل و سکرٹری

انجمن [illegible]

بار ہفتم نقل از مطبوعہ بار ششم زیور طبع یافت

باہتمام سید منیر حسن منیر زیدی الواسطی دہلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلحمدُ لِلّٰہِ وَالصَّلوٰۃُ عَلٰی نَبِیّہٖ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ المُتَاَدِّبِینَ بِاٰدَابِہٖ اَمّا بعد
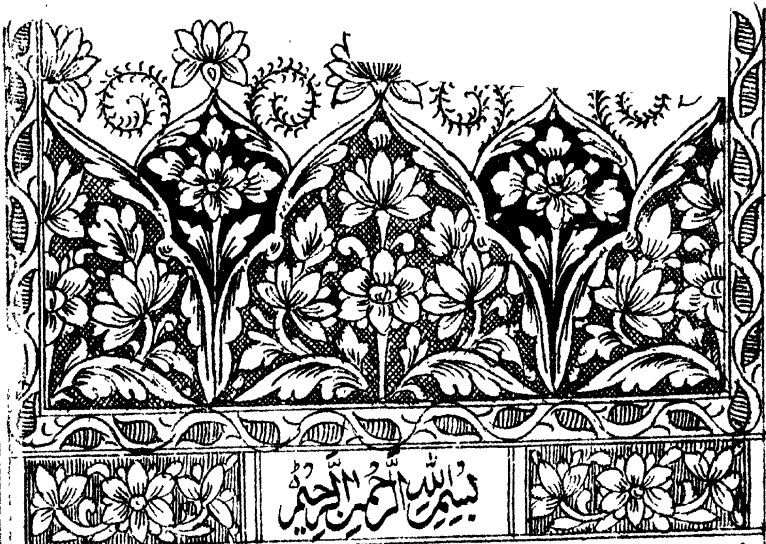
آہنگ نیا سوز نیا دُھن نیا ہے — قائل ہیں حنا دل بھی کہ یہ رنگ نیا ہے
جوہر نظر آنے لگے کھلتا گیا کس بل — شمشیرِ حقیقت پہ چھیٹی ہو گئی صیقل
یہ تیغ وہ ہے سان پہ جو چڑھتی گئی ہے — ہر بار جلا اور برِش بڑھتی گئی ہے

سید علی رضا اور شیخ محی الدین دو لڑکے پٹنہ کالج میں طالب علم تھے دونوں لڑکے نہایت مہذب اور اپنے مذہب میں پکے۔ انٹرینس کلاس میں ساتھ ساتھ پڑھتے تھے جس روز سنہ ۱۸۹۴ عیسوی میں انٹرینس کا امتحان ختم ہوا۔ دونوں لڑکے شام کے وقت بانکی پور کے میدان کی طرف سیر کے لئے گئے۔ اور قریب مغرب آپس میں یوں باتیں کرنے لگے۔ ہر ایک نام کے بعد الفاظ "نے کہا" محذوف ہیں۔

محی الدین۔ بھائی اقلیدس کی اشکال کتابی کا تو ہم نے جواب دیدیا مگر افسوس ڈیڈکشن ایک بھی نہ بنا با ایں ہمہ اگر حق تعالےٰ نے الجبرا کے جھونکے سے بچا لیا تو کسی درجے میں ضرور پاس کریں گے۔

علی رضا:۔ میں نے تو دو ڈیڈکشن بنائے ہیں مگر ابھی تک ان کو جانچا نہیں ہے کہ جواب صحیح ہیں یا غلط غالباً صحیح ہوں۔ الجبرا کے سوالات بیشک مشکل تھے مگر میں ہر وقت متوقع افضال الٰہی رہتا ہوں اَلسَّعیُ مِنّی وَالاِتمَامُ مِنَ اللّٰہِ۔

محی الدین:۔ لو بھائی اب آفتاب غروب ہوگیا میں نماز مغرب پڑھ لیتا ہوں۔

علی رضا:۔ بسم اللہ در کارِ خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست۔

محی الدین:۔ پھر آپ کب پڑھیں گے۔

علی رضا:۔ میں گھر پہنچکر اطمینان سے پڑھوں گا۔ میری شرع شریف نے طاعتِ الٰہی کے وقت کو

وسیع رکھا ہے۔ میری شریعت میں مغرب کا وقت اس وقت سے نصف اللیل تک ہو یہ بھی ایک آسانی ہے جس کو ہم لوگ اللہ کی رحمت سمجھتے ہیں۔

محی الدین:- آپ کے مذہب میں آسانی تو بہت ہو مگر۔۔۔۔ بھئی نماز کا وقت گزرا جاتا ہے۔ نماز پڑھ لوں تو عرض کروں گا۔ اللہ اکبر۔۔۔۔ سلام علیکم ورحمۃ اللہ

علی رضا:- لیجئے اب تو نماز سے آپنے فراغت پائی میں مشتاق ہوں کہ مگر کے بعد کیا کہنا چاہتے تھے؟

محی الدین:- بھائی میں کچھ کہنا چاہتا تھا مگر نہ کہنا انسب سمجھتا ہوں۔

علی رضا:- کیوں۔ کیوں؟

محی الدین:- بھائی خیال ہوتا ہے کہ شاید تم خفا ہو جاؤ۔ مذہبی چھیڑ چھاڑ اچھی نہیں۔ اس قسم کی گفتگو میں جوشش آہی جاتا ہے۔

علی رضا:- استغفر اللہ۔ کیا آپ میرے مزاج سے واقف نہیں ہیں خفا کیوں ہونے لگا؟ مجھ سے قسم لے لیجئے کہ اگر آپ گالیاں بھی دیں گے تو میں بُرا نہ مانوں گا آپ اپنے قلب کو دیکھ لیں

محی الدین:- اچھا تو میں قسماً کہتا ہوں کہ تم تہذیب سے بلا لفاظیت جو کچھ کہو گے میں بگوش دل سنوں گا اور برا نہ مانوں گا۔

علی رضا:- تہذیب اور بے لفظی کی شرط بے ضرور ہے۔ انشاء اللہ میں احاطۂ تہذیب سے کبھی باہر نہ جاؤنگا بلکہ تم کو استثنیٰ دیتا ہوں کہ جی طرح جس زبان میں دل چاہے باتیں کرو اور کوئی دقیقہ اپنے خیالات کا اٹھا نہ رکھوں گا۔

محی الدین:- بھئی جزاک اللہ خیر میں بھی یہی چاہتا تھا کہ تم سے پوست کندہ باتیں کر کے تم کو راہ راست پر لاؤں۔ بلکہ یہ خیال میرے دل میں بہت روز دن سے تھا مگر تہذیب مانع تھی۔

علی رضا:- ضرور ضرور۔ بسم اللہ جو کچھ فرمانا ہو فرمایئے۔

محی الدین:- دیکھئے آپ وعدہ فرما چکے ہیں برا نہ مانئے گا۔ میں کہنے کو چاہتا تھا کہ آپ کے مذہب میں آسانی تو ہے۔ مگر آپ کا مذہب ہی کیا ہے؟

آپ کا مذہب شیعہ ہے نا؟

علی رضا:- بیشک شیعہ اثنا عشری ہوں۔

تبرا کے کیا معنی ہیں اور آیا تبرا اور گالی ایک چیز ہے؟

محی الدین:- اب آپ ہی غور فرمایئے کہ آپ سا مہذب سنجیدہ تعلیم یافتہ شخص ایسے مذہب باطل پر قائم رہے تو بھی کوئی مذہب شیعہ مذہب سے بھی گا لیاں بکنی جزو مذہب ہو؟ نعوذ باللہ من ذالک۔ میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ ایسے مذہب کو جس کی بنیاد ہی بے تہذیبی پر ہے کون شائستہ قوم پسند کرے گی سه

دشنام بمذہبے کہ طاعت باشد — مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

علی رضا :- کیا خوب بھئی میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ گالی بکنے کو جزو مذہب شیعہ قرار دے کر اس مذہب کو برا سمجھنا ویسا ہی ہے جیسا یہ کہنا کہ مذہب اسلام خراب ہے - کیونکہ نعوذ باللہ انا الحق کہنا یعنی شرک کرنا جزو مذہب اسلام ہے - بھئی میرے مذہب کی تہذیب نے تو گانے تک کو حرام کر دیا ہے اور سوائے شریعت کے کسی طریقہ کا وجود نہیں ہے -

محی الدین :- کیا شیعہ تبرا نہیں کہتے ؟

علی رضا :- ماشاءاللہ چشم بد دور تبرا کے معنی گالی بکنا آپ نے کس لغت میں ملاحظہ فرمایا ہے

محی الدین :- آپ ہی فرمایئے کہ تبرا کے کیا معنی ہیں ؟

علی رضا :- بھائی تبرا باب تفعل سے ہے اسکے معنی برات چاہتا ہے یعنی میں فلاں سے دوری چاہتا ہوں یا یہ کہ رحمت خدا کی اس سے دور رہے -

محی الدین تو بھی کب جائز ہے کہ کسی سے دوری چاہا کریں یا اس کی مذمت کرتے ہیں میں تو ایسے فعل کو بالکل وحشیانہ سمجھتا ہوں -

علی رضا :- ہاں ہاں ایسا نہ کہو کیا تم اٹھتے بیٹھتے اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ نہیں کہتے ؟ پس غور تو کرو کہ اعوذ باللہ کے کیا معنی ہیں اور رجیم کے معنی کیا ہیں - علاوہ اسکے تمہیں معلوم ہے کہ افضل عبادت نماز ہے اور نماز میں پڑھنے کے لئے افضل ترین سورہ سورۂ فاتحہ ہے اس سورہ میں حق سبحانہ جل شانہ نے اپنے بندوں کو عبادات کے وقت حق تعالے سے دعا کرنے کی یوں ہدایت فرمائی ہے کہ تم لوگ کہو پروردگارا! اِھْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ یعنی خدایا دکھا تو ہمکو سیدھی راہ یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے نعمت بھیجی نہ ان لوگوں کی راہ جن کو تو نے مغضوب کیا اور جو گمراہ ہوئے کیا اس دعا سے صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ ہر مسلمان شب و روز پانچوں وقت برے گروہ اور بری جماعت سے دوری چاہتا ہے اور اُن کو مغضوب اور گمراہ کہتا ہے - اگر اس کو نعوذ باللہ تم فعل وحشیانہ سمجھتے ہو تو آج سے سورۂ فاتحہ چھوڑ دو یا اس کا اقرار کرو کہ تبرا سب سنیوں کا جزو مذہب نہو تو جزو عبادت تو ضرور ہے -

پھر غور کرو کہ اگر یہ دعا اچھی ہے (اور جب کلام حق ہے تو یقیناً اچھی ہے) تو پھر ہم لوگوں کی یہ دعا کیا بری ہے کہ خدایا چلا ہم لوگوں کو راہ محمد و آل محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اور دور رکھ ہم لوگوں کو ان لوگوں سے جو اُن کے حقوق کے غاصبین اور جو ان کے ظالمین ہوئے -

ہم تو کہتے ہیں کہ اس دعا میں تم کو بھی شریک ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالے کی نعمت پانے والے تو یقیناً محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم ہیں لیکن مغضوبین اور ضالین اور غاصبین اور ظالمین کون ہیں اس کو علم الہی پر چھوڑ دو -

میں تو پکار کر کہتا ہوں کہ جو معنی تبرا کے میں نے ابھی تک بیان کئے ہیں اس معنی میں تبرا جزو مذہب

اسلام ہے۔
محی الدین:- قہ قہہ قہہ بھائی قصور معاف سٹری ہو تو آپ سا۔ تبرا اور جزو اسلام! آپ بھی کیا بے تکی ہانکتے ہیں
علی رضا:- سٹری کہنے کا آپ کو اختیار ہے۔ لیکن ہے یوں ہی جیسا کہ میں کہتا ہوں۔ بلکہ میں اب اور دعوے سے کہتا ہوں کہ جھوٹوں سے انکار اور سچے کا اقرار کرنے کے اعتبار سے تبرا جزو اسلام کیا معنی جزو اعظم اور رکن اول اسلام ہے۔
محی الدین:- بس خدا کے لئے چپ بھی رہئے۔ ایسی ایسی مہملات باتیں اپنے مذہب والوں کو سنائیے میرے سامنے ایسے بڑے بول کا کیا نفع ہے۔؟
علی رضا:- بہت خوب ذرا آپ اپنی زبان مبارک سے کلمہ طیب تو ارشاد فرمایئے۔
محی الدین:- لیجئے سنئے کون مسلمان ہے جو ہر وقت اس کا مقر بالقلب و باللسان نہیں ہے؟ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جو شخص اس کلمۂ پاک کا اقرار قلب اور زبان سے نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔
علی رضا:- خدا آپ کا بھلا کرے! آپ ذرا کلمہ لا الہ الا اللہ (یعنی نہیں ہے کوئی خدا لیکن خدائے واحد) پر تو غور فرمایئے کیا اس کلمہ پاک کے الفاظ لا الہ سے یہ بات نہیں نکلتی ہے کہ مسلمان ہونے کے لئے شرط اول یہ ہے کہ پہلے کل جھوٹے خداؤں سے انکار یا تبرا کرے اور تب اللہ پاک کا اقرار کرے اور کہے کہ کوئی خدا نہیں ہے مگر اللہ پاک؟ کیا اس کلمۂ پاک سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام کی پہلی تعلیم یہ ہے کہ کل جھوٹے اور خود ساختہ خداؤں سے فقط قلباً نہیں بلکہ زبان سے بھی انکار یا تبرا کرنا واجب ہے؟
اگر ایک شخص عمر بھر تک اللہ اکبر کہتا رہا ہو۔ لیکن کبھی اس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار بالقلب و باللسان نہ کیا ہو تو اس کے مسلمان ہونے میں شک ہے کیونکہ اس بات کا شک رہ جاتا ہے کہ فرعون و شداد کا منکر تھا یا نہ تھا اگر ان کے جھوٹے ہونے کا ایمان رکھتا تھا یا ان کو سچا خدا سمجھتا تھا تو یقیناً کافر تھا۔ پس جھوٹے اور خود ساختہ خداؤں سے انکار کرنا اور ان سے تبرا کرنا جزو اول ایمان و اسلام ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ اسلام کا پہلا رکن اور اسکی بنیاد کی پہلی اینٹ تبرا ہے۔ ذرا آپ اپنے مولوی صاحب سے پوچھئے تو کہ ایک سٹری یوں کہتا تھا۔ آپ کیا فرماتے ہیں؟
محی الدین:- انکار کرنا بات اور ہے اور تبرا بات اور ہے اس کلمہ میں تبرا کہاں ہے مجکو تو اس لفظ سے خلقی نفرت ہے۔
علی رضا:- یہ تو آپ لفظی تکرار کرتے ہیں انکار کرنے اور تبرا کرنے کے معنی تو حقیقتاً ایک ہی ہیں لیکن اگر آپ کو یہی ضد ہے تو جبر ذرا کلمہ ردِ شرک تو فرمایئے۔
محی الدین: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَّاَنَا اَعْلَمُ بِہٖ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِہٖ تُبْتُ عَنْہُ وَتَبَرَّاْتُ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ وَبِمَعَاصِیْ کُلِّھَا۔ خلاصہ ترجمہ خدایا میں پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تیرے ساتھ کسی چیز کو شریک گردانوں اور استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں اور تبرا کرتا ہوں شرک اور جمیع عصیان سے۔

علی رضا:۔ لیجئے۔ تسلیم! اس کلمہ پاک میں تو تبرا تک مذکور ہے کیا اب بھی آپ فرمائیں گے کہ اس لفظ سے آپ کو خلقی نفرت ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو کیا آج سے نعوذ باللہ اس کلمہ پاک کا پڑھنا چھوڑ دیجیئے گا؟
اس تقریر کو سنکر محی الدین دیر تک ساکت رہا اور جب کچھ جواب نہ چلا تو اس تقریر سے کترا کر کہنے لگا۔

آیا مستحق لعنت پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور قرآن اس بارے میں کیا کہتا ہے

محی الدین:۔ مگر کسی فرد بشر پر لعنت کرنا کب جائز ہوگا۔
علی رضا:۔ بھائی لعنت اور ہے اور گالی اور ہے پس اب یہ تو فرمایئے کہ گالی بکنے کو آپنے شیعوں کا جزو مذہب قرار دیا تھا وہ کس دلیل سے۔؟
محی الدین:۔ یہی لفظ لعنت کہنے سے کیونکہ یہ گالی نہیں ہے تو کیا ہے؟
علی رضا:۔ خدا کے لیے یوں بے دھڑک نہ بول اٹھو یہ لفظ تو قرآن میں سینکڑوں جگہ ہے پس معاذ اللہ کیا تم کہوگے کہ قرآن گالیوں سے بھرا ہے۔
محی الدین:۔ قرآن پر تو میرا ایمان ہے اور تہذیب کا اسپر خاتمہ ہے مگر بھائی میں نے سنا ہے کہ جاہل شیعہ فحش گالیاں بھی بکتے ہیں۔
علی رضا:۔ جو ایسا کرتے ہیں حرام کرتے ہیں مگر اس سے مذہب پر کوئی دھبہ نہیں آسکتا دیکھو ہندوستان کی شادیوں میں کس قدر گالیوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ لونڈیاں ہیں کہ گلے پھاڑ پھاڑ کر فحش بکے جاتی ہیں۔ رنڈیاں الگ گالیاں گاتی ہیں اسپر انعام پاتی ہیں۔ سالے بہنوئیوں میں کس قدر پھکڑ چلتی ہے۔ مگر کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ عقد (نکاح) جو سنت نبوی ہے بذاتہ بری چیز ہے کیونکہ اس تقریب میں گالیاں بکثرت استعمال کی جاتی ہیں یا یہ کہ گالی جزو عقد نکاح ہے۔
محی الدین:۔ یہ کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے۔
علی رضا:۔ تو پھر اب تو یہ نہ کہوگے کہ گالی بکنا شیعوں کا جزو مذہب ہے یا تبرا اور گالی ایک چیز ہے؟
محی الدین۔ بیشک اب میں یہ نہ کہوں گا کہ گالی بکنا شیعوں کا جزو مذہب ہے مگر کسی پر لعنت کرنا عام اس سے کہ اس کے معنی گالی ہوں یا نہوں کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ اس میں تو بے تہذیبی کوٹ کوٹ کر بھری ہے بلکہ نرا بیہودہ پن ہے۔
علی رضا۔ ہاں ہاں ایسا نہ کہو۔ حق تعالے نے قرآن شریف میں نافرمانوں پر برابر لعنت کی ہے افسوس کہ مجھے اس وقت پارہ اور سورہ یاد نہیں ہے ایک جگہ کسی قوم پر لعنت خدا اور ملائکہ اور سائر الناس اجمعین بھی فرمایا ہے مگر جملہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین تو زبان زد خلائق ہے پس کیا تم کہوگے کہ معاذ اللہ کلام خدا اور قول خدا میں کوٹ کوٹ کر بے تہذیبی بھری ہے؟ تم تو ابھی کہتے تھے کہ قرآن پر تہذیب کا خاتمہ ہے اور جب خداوند عالم نے آدمیوں کو لعنت کی اجازت دی تو معاذ اللہ کیا تم کہوگے کہ حق تعالے نے بیہودہ پن کی تعلیم فرمائی ہے؟

محی الدین: میں توبہ کرتا ہوں واقعی یہ کلمہ قرآن میں بہت جگہ واقع ہوا ہے اور وہ آیت جس کا تم ایما کرتے ہو غالباً یہ ہے جو سورۂ بقر پارہ سیقول میں واقع ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِکَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

علی رضا: بھئی جزاک اللہ خیرا میں یہی کہنا چاہتا تھا۔ علاوہ اس کے سورۂ مائدہ پارۂ ششم میں حق تعالی نے فرمایا ہے لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ہ یعنی بنی اسرائیل میں جن لوگوں نے کفر کیا ان پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لعنت کی۔

اس آیت میں حق تعالیٰ جل شانہ نے حضرت عیسیٰ اور حضرت داؤد علیہما السلام کے کفار پر لعنت کرنے کو بنہایت رضامندی سے ذکر فرمایا ہے پس لعنت کرنے کو بیہودہ پن کہنا تو انبیا اولو العزم پر الزام لگانا ہے نعوذ باللہ من ذالک پھر سنئے کہ پارہ سیزدہم سورۂ رعد میں حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَ یَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِکَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ یعنی جو لوگ توڑتے ہیں اقرار اللہ کا پکا کرنے کے بعد اور فساد کرتے ہیں ملک میں ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے بُرا گھر ہے پس اگر کوئی شخص کہے کہ مفسدوں پر لعنت ہے تو حقیقتاً وہ قرآن کا ترجمہ کرتا ہے اور اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں شخص نے ملک میں فساد کیا ہے اسپر لعنت ہے تو اس کہنے میں وہ حقیقتاً آیت قرآنی کی تصریح کرتا ہے پس میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آیت قرآنی کے معنی پڑھنا یا اس کی تصریح کرنا خلاف تہذیب یا بیہودہ پن کیوں ہوگا۔

اور اگر اس قدر کہنے کے بعد بھی حضرات سنت جماعت کا یہی مذہب ہو کہ لعنت اور گالی ایک چیز ہے تو اُن کا یہ مذہب بھی ضرور ہوگا کہ قرآن گالیوں سے بھرا ہوا ہے کیونکہ قرآن مجید میں یہ لفظ بکثرت موجود ہے۔ اس صورت میں قصور معاف ایک شعر مجھ سے بھی سن لیجیے ؎

قرآن بمذہبے کہ باشد دشنام مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

پس اب میں پھر آپ سے پوچھتا ہوں کہ مستحق لعنت پر لعنت کرنا خلاف تہذیب یا بیہودہ پن تو نہیں

محی الدین: بھئی ذرا چپ ہو جاؤ۔ سنو گھنٹہ بجتا ہے۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔ چھ۔ سات آٹھ۔ لو بھائی لو سنا آٹھ بج گئے اب چلو سویرے کھا پی کر آرام کریں آج امتحان سے فراغت ہوئی ہے۔ آج بارے نظیر و اکے تین بجے جگانے سے نجات ملے گی۔

علی رضا: بہتر ہے چلو مجھے بھی مغربین پڑھنی ہے بہت دنوں کے بعد آج باتیں کرنے کی آزادی ملی ہے تمہارا مکان قریب ہے چلو آج وہیں شب بسر کریں۔

محی الدین: چشم ما روشن و دل ما شاد

اس کے بعد دونوں صاحبزادے اور اور باتیں کرتے محی الدین کے مکان پر آئے علی رضا نے مغربین پڑھی

درمحی الدین نے عشا پڑھ کر علی رضا کے ساتھ کھانا نوش کر کے گیارہ بجے دونوں سو رہے جب تین بجے

ی الدین :- بھائی علی رضا جاگتے ہو۔

لی رضا :- ہاں بھائی جاگ رہا ہوں تین مہینے سے جو اس وقت جاگنے کی عادت ہو گئی تھی بے ساختہ
پنے وقت پر آنکھ کھل گئی۔

ی الدین :- اور دیکھئے روزانہ کیا دق کرتا تھا آج نظیروا کا کہیں پتہ نہیں۔ کیا خراٹے لے رہا ہے۔

نظیروا :- نہ سرکار، ہم ہوں جاگے ہیں۔

ی الدین :- بھائی علی رضا میرے لئے تو تمہاری آج شام کی باتیں نظیروا کا کام کر رہی ہیں میرے ذہن
ں ایک مدت سے یہ پیچیدہ ہے کہ کوئی برا ہے یہ بھلا ہو اپنے لئے مجھے کیا میں کیوں اس کو برا کہوں؟
ر تمہارے یاد دلانے سے اب جو خیال کرتا ہوں تو واقعی مستحق لعنت پر خدا نے لعنت بھیجی ہے۔ پھر مجھے کلام
ہا لیکن بھئی میں کیا کروں خدا معاف کرے مجھے تو ابھی تک کچھ اپنی ہی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے۔

علی رضا :- مستحق لعنت پر تو سب نے لعنت کی ہے اور یہ ایک بات فطرتی ہے کہ جب کبھی ظالم کا ذکر آجاتا
ہے تو خود بخود نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ دیکھو چنگیز خان وغیرہ وغیرہ ظالموں کا جب نام آجاتا ہے تو
قلب بے ساختہ بے چین ہو جاتا ہے۔ علاوہ اس کے طرفہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے تمہیں ایام طفولیت میں
یہ فقرہ سکھایا تھا ان کے افعال کو خیال کرو کہ شیعوں کو کیا کچھ نہیں کہتے ہیں کیوں وہ اس قول پر عمل نہیں
کرتے کہ شیعہ برے ہیں یا بھلے اپنے لئے ہمیں کیا۔ ہم کیوں ان کو برا کہیں؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ
جس وقت کہ تبرے کا مذکور ہوتا ہے اس وقت سر رشتۂ سخن ایسے اشخاص کی طرف رخ کئے رہتا ہے
جن کو تم معصوم اور اپنا پیشوا سمجھتے ہو اور اس وجہ سے اپنے زعم میں بمقابلۂ آیہ کریمہ کے اپنی رائے کو ترجیح
دیتے ہو ورنہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس وقت سے صبح تک جب روئے سخن پھیر دیا جائے گا۔
تو جس کو مستحق لعنت تم سمجھو گے اس پر تم خود لعنت کرو گے۔

محی الدین۔ اگر یہ صحیح ہو تو بھی میرا خیال یہ ہے کہ صحابہ کرام ....

علی رضا :- (بات کاٹ کر) بس معاف یہاں پر صحابہ کرام سے کوئی بحث نہیں ابھی تو صرف ان
لوگوں سے بحث ہے جن کو فریقین برا کہتے ہیں۔

محی الدین :- ارے نظیروا پانی لا وضو کریں نماز کا وقت قریب ہے۔

نظیروا :- ابھی سو رہو۔ بابو ابھی رات بہت ہے۔ جب سیٹھ جی کی مسجد میں اجان ہوئی ہے تب پڑھیو

علی رضا :- کون سیٹھ۔

نظیروا :- کریم سیٹھ۔

محی الدین :- ہائے رے کمبخت یہ صبح صبح کس کمبخت کا نام لیا بس اب آج دن بھر کا خدا حافظ ہے ایک
مرتبہ اس مردود کا نام صبح کے وقت اس لونڈے نظیروا نے لیا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ دو گھنٹہ تک
بیچ پر کھڑے رہے تھے۔

علی رضا :- آخر یہ کون شخص ؟
محی الدین :- بڑا امرد و لعنتی ہے - بخیل ایسا کہ لاکھوں روپیہ کی دولت گھر میں موجود - تب بھی چھنے پر اوقات صورت دیکھو تو سمجھو کہ درگاہ کا فقیر ہے -
علی رضا :- لے لیجئے تسلیم - اب بھی آپ فرمائیں گے کہ مستحق لعنت پر لعنت کرنے میں آپ کی اپنی رائے کو خداوند عالم کے قول پر ترجیح ہے - خیالی مستحق لعنت پر لعنت کرنے میں جب زبان آپ کی یوں تیز ہے تو واقعی مستحق لعنت پر لعنت کرنے میں آپ کی زبان کہاں کی تہذیب حاصل کرے گی -
محی الدین :- واہ یہ کونسی مذہبی بات ہے ؟ یہ تو معمولی فقرہ ہے جو ہر شخص کہتا ہے اسکو مذہب سے کیا علاقہ ؟
علی رضا :- بھائی خدا کے لئے ذرا غور کرو بیچارہ سیٹھ اپنے نفس کے لئے جو کچھ ہو - تمہارا اعملاً اس نے کچھ بگاڑا نہیں ہے - وہ مسلمان ہے - کم سے کم ایک مسجد اس نے بنوائی ہے - اسکو تم نے خیالی وسوسہ پر اس قدر صلوات سنا دی - کیا ممکن نہیں ہے کہ تم اپنے قصور سے بیچ پر کھڑے ہوئے ہو ؟ پس خیالی امر پر تو تم کو اس قدر غصہ ہے اب کہو کہ تمہارا کیا حال ہو - اگر اس وقت خدانخواستہ وہی سیٹھ تمہارے امتحان کے جواب کی کاغذوں کو پرنسپل کے بکس سے نکال کر جلا دے ؟
محی الدین :- لو یہ نام ہی کا اثر ہے یا کیا کہ تمہاری زبان سے ایسا منحوس لفظ نکلا ؟ ارے بھائی اگر وہ ایسا کرے تو اس روز یا سیٹھ نہیں یا ہم نہیں -
علی رضا :- اور اگر تم اسکو نہ پاؤ یا وہ مرجائے -
محی الدین :- رات دن کم بخت کو بد دعا کریں - ہاں ہم تمہارے انداز کلام کو سمجھ گئے بھائی بات یہ ہے کہ ہم جو بد دعا کریں گے اس کو بھی اپنی نفسانیت پر محمول کریں گے -
علی رضا :- بھئی میری شکلوں کو تو تم کیونکر سمجھو گے ؟ غور کرو کہ اللہ، رسولؐ، ملائکہ کی سند کافی نہیں - اب ہمکو صرف تمہاری عادات سے اپنا دعوے ثابت کرنا ہے اسکو بھی تم نے اپنی نفسانیت پر ٹالا - خیر بہرکیف اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر تمہارے جواب کے کاغذوں کو سیٹھ جلا دے تو تمہارا غصہ فطرتی ہوگا - ذرا غور تو کرو کہ اگر تمہارے سامنے لشکر یزید خیمۂ مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام جلاتا تو اسکے ساتھ تم کیا کرتے ؟
محی الدین :- ایک کا بھی سر بدن پر نہ رکھتے یہاں تک کہ خود کام آتے -
علی رضا :- کیوں ؟ انھوں نے جو کیا اپنے لئے آپ کا کیا بگاڑا ؟
محی الدین :- واہ آپ بھی کیا سید ہے ہیں شیعہ کہلاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ انھوں نے کیا بگاڑا ؟ ائے بھائی اُن کے ظلم سے تو سہ

افسوس کہ کربلا میں گھر زہرا کا   ایسا اجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا

علی رضا :- آپ نے فرمایا کہ اگر معرکہ کربلا میں آپ رہتے تو لشکر یزید کا سر کاٹ لیتے - لیکن اب تو وہ نہیں ہیں - اب آپ کیا کریں گے ؟
محی الدین :- اب کیا کریں گے ؟ کچھ نہ کریں گے سکوت کریں گے -

علی رضا:- کیا آپ چاہیں گے کہ وہ سب کے سب بہشت میں داخل کر دئے جائیں۔
محی الدین:- یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ اگر وہ لوگ بہشت میں جائیں تو دوزخ کس کے لئے ہے۔
علی رضا:- تو کیا آپ یہ دعا نہ کریں گے کہ خدایا یہ لوگ تیری رحمت سے دور رہیں یا یہ کہ خدایا تو اپنا عذاب نازل کر
محی الدین:- کیوں نہیں؟ ہر وقت وہر آن دل وجان سے۔
علی رضا:- بس بھائی تبرا یہی ہے اور لعنت کا مقصد یہی ہے۔
محی الدین:- ذرا ٹھیر جایئے اگر یہ تبرا ہے تو میں پھر کہوں گا کہ اسکی کیا ضرورت - اس سے تو بہتر درگذر کرنا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے اَلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ
علی رضا:- تب میں کہوں گا کہ اگر آپ معرکہ کربلا میں رہتے تو کبھی لشکر یزید کا سر قلم نہ کرتے۔ اُس وقت بھی آپ کہتے کہ اس سے تو بہتر درگذر کرنا ہے - آیہ کریمہ کے استدلال میں آپ اپنے کو بھول گئے۔ احکام خدا اور اقوال خدا سے تو ابھی علیحدہ بحث ہے باہیں ہمہ بھائی عفے کا تحمل کرنا اور بات ہے اور انصاف چاہنا اور بات ہے۔ غضب ہے کہ کوئی شخص معاذ اللہ خانہ کعبہ کو ڈھائے نبی کا گھر مٹائے، ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بیگناہ قتل کرے اور ہم اسکی داد بھی خدا سے نہ چاہیں یہ بھی نہ کہیں کہ خدا ان لوگوں نے ہمارے پیشوا پر سخت ظلم کئے ہیں ان کے ساتھ عدل کر ان پر عذاب نازل کر ان کو اپنی رحمت سے دور رکھ یہ بھی نہ کہیں کہ خدایا مجھے ان سے دور رکھ بروز حشر مجکو ان کے سایہ سے بچا میں اُن سے دور بھی چاہتا ہوں
محی الدین۔لیکن تمہاری دعا یا بد دعا کی ضرورت کیا ہے خداوند عالم تو ان کی سزا خود کرے ہی گا۔
علی رضا:- تو معرکہ کربلا میں ان کے سر کاٹنے کی تمہیں کیا ضرورت تھی - وہ تو آخر ایک روز مرتے ہی؟
محی الدین:- سچ ہے ہمنو سمجھتے ہیں کہ اسکی بھی ضرورت نہ تھی - اس وقت بھی ہمکو سکوت بہتر تھا۔
علی رضا:- اے معاذ اللہ! شمر ذی الجوشن حضرت امام حسین علیہ السلام کی گردن پر خنجر پھیرے اور تم تماشا دیکھو اور اس پر بھی بروز محشر جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منہ دکھانے کا حوصلہ رکھو!!
محی الدین:- استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ بھائی علی رضا خدانخواستہ میں ایسا بے دین نہیں ہوں کہ قتل حضرت امام حسین گوارا کروں میں یزید اور لشکر یزید پر ہمیشہ لعنت کرتا ہوں اور ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم ان ملاعین کو اسفل السافلین میں جگہ دے - اس وقت جتنی باتیں ہوئیں وہ صرف تمہاری جودت طبع کی آزمائش کے لئے ورنہ میں بندۂ ناچیز اور حق تعالیٰ جل شانہ کے احکام و اقوال میں دخل نعوذ باللہ من ذالک - واقعۂ کربلا کا داغ تو میرے دل سے قیامت تک نہ مٹے گا اُس معرکہ میں رہتا تو جو کچھ کرتا اس کا خداوند عالم علیم ہے اس وقت اتنا تو ضرور کہوں گا کہ جو ان ملاعین سے نفرت نہ رکھے اسکے ایمان میں خلل ہے - میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے میری تھوڑی درجہ کی ہٹ دہرمی پر بھی میری تسکین کر دی - سچ ہے کسی کو قتل کرنا ایک قسم کی عقوبت ہی ہے جب اس وقت ہم ان ملاعین کی عقوبت کی دعا سے بھی دریغ کریں گے تو معرکہ کربلا میں ان سے جہاد کرنے کا دعوےٰ بالکل زبان آرائی ہے۔

علی رضا :۔ بیجئے تو پھر اب تو یہ نہ کہئے گا کہ کوئی بُرا ہو یا بھلا اپنی لیے ہم اسکو بُرا کیوں کہیں۔
محی الدین :۔ ہرگز نہیں۔ اب میرے دل میں ذرا شک نہیں ہے کہ مستحق لعنت پر ہر شخص لعنت کرے گا جیسا شیطان کو رجیم اور یزید کو لعین کہتے ہیں۔ مگر اس سے آپ ہرگز یہ نہ سمجھیے گا کہ نعوذ باللہ صحابہ کرام۔
علی رضا :۔ بات کاٹ کر، پھر صحابہ کرام؟ بھائی تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟ تمہارا ذہن اس طرف کیوں دوڑ جاتا ہے۔
محی الدین :۔ بھائی جھگڑے کی بات تو یہی ہے۔
کریم بخش (سیٹھ کی مسجد کا موذن) اللہ اکبر اللہ اکبر..... الصَّلوٰۃ خَیرٌ مِّنَ النَّوم (الخ)
علی رضا :۔ لو اٹھو نماز پڑھ لو۔ دونوں صاحبزادوں نے اپنے اپنے طریقہ پر نمازیں ادا کیں اور مصافحہ کے بعد ناشتہ چائے کی ٹھیری اس کے بعد علی رضا اپنے گھر گئے اور شام کے وقت بانکی پور کے میدان میں پھر ملے۔ بعد صاحب سلامت کے پہلے اِدھر اُدھر کی باتیں ہوئیں۔ پھر
محی الدین :۔ میں نے اپنا خیال جس پر مجھے یقین ہے آپ پر ظاہر کر دیا۔ اسپر بھی میں کہتا ہوں کہ صحابہ کرام کی عزت و وقعت میں کوئی شخص مطلق حرف نہیں لا سکتا۔
علی رضا :۔ یہ بحث بڑی طویل ہے۔ ہزاروں کتابیں تصنیف ہوئیں سینکڑوں مناظرے ہوئے مگر کوئی اپنی جگہ سے نہ ڈگا۔
محی الدین :۔ تو کیا اس کا تصفیہ ناممکن ہے؟
علی رضا :۔ میرے نزدیک تو محض آسان ہے۔ انصاف شرط ہے۔
محی الدین :۔ بسم اللہ فرمایئے۔ مگر یہ یاد رہے کہ حضرات صحابہ کرام یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کیسے جاں نثار دوست حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تھے۔ کیسی کیسی معرکہ آرائی کی ہے اور کس قدر مذہب اسلام کو رونق دی ہے
علی رضا :۔ انشاء اللہ تعالےٰ میں کسی امر کو فروگذاشت نہ کروں گا اُن کو میں محض فروعی امر جانتا ہوں مگر میں اس سوچ میں ہوں کہ کس اصول پر تم سے گفتگو کروں۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ تم کسی اصول پر قائم نہ ہو گے اور اسوقت مجھے بہت دقت ہو گی۔ اگر کہو تو تمہاری باتوں کا جواب شروع کر دوں
محی الدین :۔ نہیں تمہارا جس طرح جی چاہے باتیں کرو مجھے تو دیکھنا ہے کہ تم کیونکر چاند پر خاک ڈالتے ہو اور ایسے ایسے اظہر من الشمس امور سے کیونکر گریز کرتے ہو۔
علی رضا :۔ سنو میں خیال کرتا ہوں کہ سنی شیعہ کے قضیہ کا دار و مدار امر خلافت پر ہے اگر خلافت خلفاء ثلثہ کی صحیح تھی اور وہ حضرات خلفاء برحق تھے تو مذہب شیعہ کچھ بھی نہیں۔ لیکن اگر خلافت صحیح نہ تھی تو انصاف اس کا مقتضی ہے کہ میری طرح تم بھی کہو کہ مذہب سنی کچھ بھی نہیں لیکن میں اپنی بحث میں تمہیں وسعت دوں گا یعنی تم کو موقع دوں گا کہ تم خود ان امور کو خلفاء کی تائید میں پیش کر کے دیکھ لینا کہ وہ کہاں تک ان کی حفاظت کرتے ہیں اور کیونکر خلافتِ ناحق کو برحق کر دیتے ہیں۔

محی الدین:- (دل میں) اللہ اکبر ان حضرت نے تو بنیاد ہی نئی ڈالی ہے! اے دل تو اپنے اعتقاد میں کامل رہ اور ہوشیار ہو جا۔

خلافت جناب رسولخدا صلعم سے کیا مراد ہے اور خلیفہ رسول کے اوصاف ضروری کیا کیا ہیں؟

محی الدین:- (زبان سے) اس اصول میں مجھے کلام نہیں

علی رضا:- اب سمجھنا چاہیئے کہ خلافت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا مراد ہے آیا اس سے مراد امور سلطنت کے لئے تخت نشینی ہے جیسے ہمایوں کے تخت پر اکبر اور شاہ جہاں کے تخت پر اورنگ زیب یا اس سے یہ مراد ہے کہ جس کام کے لیے خداوند عالم نے رسول مقبول کو بھیجا اس کی نیابت کے لئے؟ یعنی حق تعالےٰ کے احکام پہنچانے اور پھیلانے کے لئے خدا کی سچی محبت دلوں میں پیدا کرنے کے لئے، نور ایمان چمکانے کے لئے حق اللہ و حق العباد بتانے کے لئے۔ ہیہات سے بچانے کے لئے وغیرہ وغیرہ؟

محی الدین:- (دل میں) انصاف تو یہ ہے کہ امور آخرت کے لئے لیکن یہ حضرت تہ سے چلتے ہیں تو مجھے بھی تہ سے چلنا چاہیئے۔

محی الدین:- (زبان سے) بھائی میں تو سمجھتا ہوں کہ دونوں کام کے لئے۔

علی رضا:- ہاں آپ کی یہی رائے ہے تو بہتر ہے۔ غالباً اس امر میں ہم سے تم سے اختلاف نہ ہوگا کہ اگر رسولخدا نے اپنی حیات میں کسی کو اپنا جانشین اور وصی کیا ہو تو بیشک وہی مستحق خلافت تھا کیونکہ ایسا امر عظیم حضرت رسول نے بغیر حکم خداوند عالم کے صرف اپنی رائے سے ہرگز نہ کیا ہوگا۔ پس اگر بحکم خدا وصیت کی اور کسی کو اپنا جانشین قرار دیا۔ تو کس کی مجال ہے کہ اس کے خلاف زبان کھولے؟

محی الدین:- لاریب فیہ کیا مجال۔

علی رضا:- شیعہ تو وصیت رسولخدا بحکم ربانی آیت قرآنی سے بحق جناب امیر علیہ السلام ثابت کرتے ہیں تمہارے یہاں کوئی حدیث ایسی ہے کہ صحابہ ثلثہ میں سے کسی کی خلافت کے لئے جناب رسول مقبول نے وصیت کی تھی؟

محی الدین:- مجھے معلوم نہیں ہے دریافت کرکے کہوں گا۔ ہاں حدیث فضائل صحابہ کرام بے شمار ہیں۔

علی رضا:- فضائل سے یہاں بحث نہیں یہاں وصیت سے بحث ہے۔ حدیث وصیت تو یقیناً کوئی نہ ہوگی کیونکہ اگر وصیت ہوتی تو پہلے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عباس علیہ السلام اسکو ضرور جانتے اور اسکی تعمیل کو اپنا فخر سمجھتے کیونکہ یہ لوگ طمع دنیاوی اور نفسانیت سے پاک تھے علاوہ اس کے اگر حضرت رسول اللہ کی وصیت ہوتی تو الیکشن یعنی انتخاب کی ضرورت ہوتی۔ پس قیاس وصیت کو الیکشن بالکل قطع کردیتا ہے۔

محی الدین:- ظاہرا تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

علی رضا:- خیر اس وقت فرض کرو کہ وصیت کسی کے لئے نہ تھی اور تمہاری رائے ہے کہ یہ خلافت امور دنیا و دین دونوں کے لئے تھی تب یا عتبار دنیا یہ سمجھ لینا ہوگا کہ ملک اسلام ملک حضرت رسول اللہ کی تھی اور

اس کے تخت سلطنت پر آپ مثل شاہانِ دنیا جلوہ افروز تھے پس اس حالت میں باعتبار رسم دنیا اور شرع شریف کے آپ کے بعد یہ حق آپ کے وارث کا ہوگا۔ اس لئے بعد انتقال آپ کے جناب فاطمۃ الزہرا علیہا السلام فریضۃ وارث و مستحق تخت و تاج ہوئیں اور چونکہ حضرت خاتون جنت علیہا السلام اور جناب امیر المومنین میں کمال اتحاد تھا اس لئے باعتبار دنیا بھی حضرت امیر مستحق ہوئے اور کسی حالت میں یا کسی شرعیت کی رو سے حضرت ابوبکر صدیق جو آنحضرت کے خسر تھے حضرت کے وارث ہو نہیں سکتے تھے اور باعتبار دین چونکہ حضرت علی علیہ السلام کو جناب رسول خدا سے کمال تقرب تھا یہاں تک کہ جناب رسول خدا نے حضرت علی کو انفسنا میں داخل کیا یعنی اپنا نفس ناطقہ قرار دیا حضرت ہی مستحق ہوتے ہیں۔

محی الدین:۔ (دل میں) خدا کی پناہ اسنے تو ہر راہ کو بھی کاٹا مگر میں سمجھ لیتا ہوں۔

محی الدین:۔ (زبان سے) اس معاملہ کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ حضرت رسول اللہ نے ایک کامن ولتھ (یعنی سلطنت جمہوری) چھوڑی اس کیلئے وراثت یا قرابت کو اس میں دخل نہیں اس کے پریسیڈنٹ ہونے کے لئے عوام جس کو پسند کریں وہی نائب رسول ہو۔

علی رضا:۔ تب نائب رسول ہونے کے بعد خدا یا رسول خدا سے کچھ تعلق نہ رہا اور تمہاری رائے میں ایسے امر عظیم کا انتظام عوام کالانعام کے ہاتھ میں چھوڑ دینا مصلحت ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس طرح حق تعالیٰ نے موت و حیات کو اپنے قبضہ قدرت میں رکھا ہے اسی طرح رسولوں کا مقرر کرنا بھی اپنے اختیار میں رکھا ہے۔ آجتک اجماع امت سے کوئی شخص رسول یا نبی نہ بنا اور نہ اس وقت ساری مخلوق خدا کو جو سارے کرۂ ارض پر بستے ہیں اختیار ہے کہ اجماع کر کے ایک پیغمبر بنا ڈالیں تب میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ تقرری نائب رسول میں جس کے فرائض اور لوازم اور حقوق اور مراتب تقریباً وہی ہیں جو نبی کے ہیں کیوں خداوند عالم یا کم سے کم اس کے رسول سے بالکل قطع نظر کیا جائے گا؟ انبیائے ماسلف کے وقت میں تو اس قسم کے عہدے برابر خداوند عالم جل شانہ کی طرف سے ملتے تھے جناب موسیٰ علیہ السلام اپنے اختیار سے کسی کو اپنا وزیر تک مقرر نہیں کر سکتے تھے اس لئے ان کو درگاہ پاک رب العزت سے التجا اور دعا کی ضرورت ہوئی اور آپ نے دعا کی واجْعَلْ لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي هَارُونَ أَخِي یعنی خدایا میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر مقرر فرما یہ دعا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مقبول ہوئی اور حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے وزیر مقرر ہوئے دیکھو سورۂ طٰہٰ پارہ شانز دہم قرآن مجید۔ اس تقرری کا پھر اعلان ہوا یعنی درگاہ پاک کبریائی سے ارشاد ہوا وجعلنا معہ اخاہ ھارون وزیرًا یعنی ہم نے اس کے بھائی ہارون کو اس کا وزیر مقرر کیا دیکھو سورہ فرقان پارہ نوزدہم۔ تو کیا یہ بات نہایت تعجب خیز حیرت انگیز و حسرت آمیز نہیں معلوم ہوتی کہ جناب موسےٰ کے وقت تک تو حق تعالیٰ کی غیرت ایسی ہو کہ بلا اس کے حکم کے ایک رسول اولوالعزم اپنا وزیر تک مقرر نہ کر سکیں لیکن ہمارے نبی اکرم رسول آخر الزمان اپنی حیات میں کسی کو اپنا وزیر مقرر نہ فرمائیں اور بعد حضرت کے انتقال کے ایسی طائف الملوکی پھیلے اور خداوند عالم ایسا مجبور اور بے اختیار سمجھا جائے کہ عوام لوگ اس کے رسول افضل المرسلین

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب مقرر کریں اور اس خلاق عالم سے بالکل قطع نظر کر کے اس جبار و قہار کو مطلق چون وچرا یا دخل در معقولات کی اجازت نہ دیں!!! لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کیا اس طرح پر نائب رسول مقرر کر لیتے میں حق تعالیٰ جل شانہ کے اختیارات خاص یعنی ہر پورا حملہ نہیں ہے؟ اور کیا اس طریقے سے نائب رسول مقرر کرنے میں اس حاکم حقیقی کی پوری توہین نہیں ہوتی میں تو سمجھتا ہوں کہ نبی یا ولی آدمی کے بنائے نہیں بنتا ہے۔ جسکو خدا بنائے وہی نبی یا ولی بنتا ہے اور عوام الناس جو ان کی حقیقت اور فضیلت کا مطلق موازنہ نہیں کر سکتے ہیں کیا بنا سکتے ہیں؟ تمہارے مذہب میں بھی ہم نے آج تک نہ سنا کہ کسی شخص کو لوگوں نے اجماع کر کے درویش کامل بنا دیا ہو۔ جو بنا وہ اپنی ریاضت سے بنا پس جب جماعت یا قوم کسی شخص کو ایک ادنیٰ درویش نہیں بنا سکتی تو نائب رسول کیا بنائے گی۔ ذرا غور کرو کہ خدا کی راہ سخت ہے اس میں تکلیف، ایذا، صعوبت، صبر، تحمل ہے۔ عوام اس کو کب گوارا کریں گے وہ تو جب چاہیں گے آرام و راحت عیش و عشرت چاہیں گے اس لئے اپنا افسر بھی اسی کو مقرر کریں گے جو اُن کے مطلب کا ہو۔ یعنی جو پابندیٔ شرع سے دور رہے، تہذیب انسانی سے کنارہ کرے اور حیوانی آزادی میں وسعت دے۔

محی الدین:- نہیں وہ ایسا کیوں کریں گے۔ وہ ضرور سب ہوں میں افضل شخص کو منتخب کریں گے۔

علی رضا:- اس کا ثبوت تو اسی وقت کے الیکشن کے واقعات ہیں یعنی تمہاری کتابوں میں موجود ہے کہ اُس وقت فضیلت روحانی کا تو مطلق لحاظ نہ تھا ہر قبیلہ اپنے اپنے گروہ سے ایک آدمی کو نامزد کرتا تھا اور مہاجرین و انصار میں پورا اختلاف تھا۔ ہر شخص اپنے اپنے فرقہ کی تائید پر تھا اور قابلیت خلیفہ کا تو مطلق لحاظ نہ تھا چنانچہ جملہ علمائے سنت جماعت وجہ تعجیل خلافت خلیفہ اول یہی لکھتے ہیں کہ اگر آپ فوراً خلیفہ نہ بنائے جاتے تو خوف تھا کہ کوئی دوسرا شخص خلیفہ بن جاتا دیکھو فتوحات اسلام صفحہ ۸ محاربہ صدیقیہ تو کیا تم چاہتے ہو کہ بلا لحاظ قابلیت ظاہری و باطنی جس کو لوگ چاہتے خلیفہ ہو جاتا؟

محی الدین:- میں یہ چاہتا ہوں کہ نائب رسول وہ شخص ہو جو مدبر سن رسیدہ آزمودہ کار ہو یعنی جس سے امور سلطنت کی رونق بڑھے۔

علی رضا:- تو میں تم سے بصدق دل پوچھتا ہوں کہ کیا تمہارے نزدیک مسٹر گلیڈسٹون اور پرنس بسمارک رسول اللہ کی نیابت کے لئے ٹھیک شخص تھے؟ اگر تم واقعی چاہتے ہو تو انتظام سلطنت کا درست ہوتا یا ہو تو تا۔ لیکن روشنی ایمان کی جو رسول اللہ نے پھیلائی تھی وہ تو رخصت تھی۔ کہاں نماز کی اٹھ بیٹھ؟ کہاں صوم کا فاقہ؟ کہاں صفا و مروہ کی دوڑ دھوپ؟ وغیرہ وغیرہ میں تو سمجھتا ہوں کہ کیسا ہی مدبر ہو اگر تارک الصلوٰۃ ہے تو اس منصب کے لئے کسی کام کا نہیں۔ اور کیسا ہی سن رسیدہ ہو اگر شریعت رسول اللہ کا عالم یا عمل نہیں تو وہ محض بے حقیقت ہے۔

محی الدین:- تو میں پوچھتا ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو۔

علی رضا:- بھائی میں چاہتا ہوں کہ رسول اللہ کی نیابت کے لئے وہ شخص لائق ہے جو مثل رسول اللہ کے

معرفت خدا رکھتا ہو جسکو مثل رسولؐ خدا کے خدا سے تقرب ہوا ور جو مثل رسولؐ خدا کے خدا کا پیارا ہو۔
محی الدین:- تمہارے جملہ آخر سے تو میرا دل بھر آتا ہے برائے خدا بتلاؤ کہ خدا کس کو پیار کرتا ہے۔
علی رضا:- (آبدیدہ ہو کر) بھائی خدا اسکو پیار کرتا ہے جو خدا کو پیار کرتا ہے جو تلواروں کی چھاؤں میں اسکی عبادت کرتا ہے۔ جو اسکی راہ میں اپنا گھر بار لٹا دیتا ہے جو خود گرسنہ رہتا ہے اور یتیم و اسیر کو سیر کرتا ہے۔ اب اور کیا کہوں جو اپنے قاتل کو پہلے سیر کر لیتا ہے۔ تب خود نان جویں سے صوم افطار کرتا ہے۔ یہ کہتے کہتے علی رضا کو ایسی رقت طاری ہوئی کہ آگے تاب گفتگو نہ رہی اور محی الدین بھی یہ سمجھ کر کہ یہ اوصاف حضرت علیؑ کے ہیں خوب روئے اور دونوں صاحبزادے مغموم اور محزون اپنے اپنے گھر گئے۔ دوسرے دن بعد نماز صبح محی الدین علی رضا کے مکان پر آئے اور بعد سلام و مزاج پرسی۔
محی الدین:- بھائی کل جو تم نے اوصاف نائب رسول بیان کئے تھے۔ وہ مجمل تھے میں چاہتا ہوں کہ تم یہ تفصیل بیان کرو کہ جیسا نائب رسولؐ تم چاہتے ہو اس میں کیا کیا اوصاف ضروری ہیں؟
علی رضا:- میں نے تو اوصاف جامع اور مانع بیان کئے ہیں اگر تم تفصیل چاہتے ہو تو سنو کہ نائب رسول کے لیے علاوہ ان صفات باطنی کے اوصاف ظاہری اس قدر ضروری ہیں (۱) رسولؐ خدا کا سچا دوست اور مقرب بارگاہ ہونا (۲) شریعت رسولؐ اللہ کا عالم باعمل ہونا (۳) معصوم ہونا یعنی جس نے عمر بھر میں کوئی گناہ نہ کیا ہو (۴) عادل ہونا (۵) طمع دنیا نہ رکھنا (۶) شجاعت ظاہری و باطنی رکھنا (۷) حلیم اور متحمل ہونا (۸) امت ہی کا دونوں جہان میں خیر خواہ ہونا اور ان کے گاڑھے وقت میں کام آنا (۹) ہر وقت راضی برضائے حق تعالیٰ جل شانہ ہونا۔
محی الدین:- معصوم ہونے کی شرط بہت سخت اور بے ضرورت معلوم ہوتی ہے۔
علی رضا:- نہیں کیا ہی یہ بار تو مجھ پر ہے۔ دو شخصوں میں اگر ایک ایسا ہے جس میں یہ (۹) صفتیں پائی جاتی ہیں اور دوسرے میں صرف آٹھ تو یقیناً شخص اول افضل ہوگا۔ مخصوص اگر افضل صفات میں افضل ہو تو یہ بدیہات میں ہے۔
محی الدین:- اس میں تو کوئی شک نہیں۔
علی رضا:- اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ حضرت علی علیہ السلام میں یہ نو صفتیں اور سابق کی تین صفتیں پائی جاتی ہیں یا نہیں؟
محی الدین:- تم بھی کیا بے فائدہ تضیع اوقات کرتے ہو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل میں کون سنی شک کرتا ہے پھر اس قدر تمہیدات کی کیا ضرورت ہے۔
علی رضا:- اس بارے میں یوں تو جس سے باتیں ہوئی ہیں۔ سب تمہاری طرح بول اٹھے ہیں مگر جب تقابل کیا گیا ہے۔ تو ایسی ایسی نکتہ چینیاں ہوئی ہیں کہ آخر ہر صفت کے اعتبار سے جناب امیر علیہ السلام میں داغ لگانے کی کوشش بلیغ کی گئی ہے۔
محی الدین:- میں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل کا قائل ہوں۔
علی رضا:- میں تم سے صدق دل سے پوچھتا ہوں کہ حضرات خلفائے ثلثہ سے بارہ اوصاف میں سے کسی میں حضرت امیر علیہ السلام کم تو نہ تھے؟

محی آلدین:۔ کیونکر کہوں سب حضرات فضائل میں برابر تھے۔
علی رضا:۔ پھر پوچھتا ہوں کسی امر میں کسی طرح کم تو نہ تھے۔
محی الدین:۔ کس قدر دق کرتے ہو۔ کم نہ تھے۔ کم نہ تھے۔ کم نہ تھے۔
علی رضا:۔ یہ تو ظاہر ہے کہ نبیؐ اور ولی کی اعلیٰ صفتوں میں ایک عصمت ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ کل علمائے شیعہ کا جناب امیر علیہ السلام کے معصوم ہونے پر اتفاق ہے۔ پس تم اپنی کتابوں سے اگر ممکن ہو تو حضرات خلفائے کرام کا معصوم ہونا ثابت کرو ایک مہینے کی مہلت دیتا ہوں۔ لیکن ابھی سے کہے دیتا ہوں کہ اگر تم میرے قول کے خلاف ثابت نہ کرو گے۔ تو ایک بڑے امر عظیم میں حضرت علی علیہ الصلواۃ حضرات ثلٰثہ پر فوق لیجائیں گے اور اگر بالغرض سب امور میں برابر بھی ہوں تو بھی اس وجہ سے افضل ہو جائیں گے۔
محی الدین:۔ بہت خوب میں انشاء اللہ اسکو اپنے علماء سے خوب تحقیق کروں گا۔
علی رضا:۔ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل ہمارے اور تمہارے علماء کیا بیان کریں گے حضرت کے فضائل تو دوسرے مذہب والوں نے بشد و مد بیان کئے ہیں۔ تواریخ عروج و زوال سلطنت روم میں گبن صاحب انگریزی مورخ نے بہ صفحہ ۹۲۸ جو لکھا ہے اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔

"علیؑ کا نسب اور تقرب اور سیرت حسن اوصاف نے اسکو سب ملک والوں سے اعلیٰ درجہ پر پہنچایا اور تخت خلافت کے لئے اسکے دعووں کو قرین انصاف ٹھیرا سکتے تھے۔ ابو طالب کا بیٹا اپنے خاص استحقاق سے سردار خاندان ہاشمیہ اور موروثی شہزادہ شہر مکہ اور محافظ خانہ کعبہ کا تھا نور رسالت تمام ہو گیا تھا۔ مگر فاطمہ کا شوہر اسکے باپ کی توریث اور دعا کی بہت کچھ امید کر سکتا تھا۔ اہل عرب سلطنت نسائی کو قبول کر چکے تھے اور دو نواسے رسول کے اسکے کنار میں پرورش پاتے تھے اور اس کے بستر پر بطور ثمرہ زندگانی جلوہ افروز ہوتے تھے اور سردار جوانان بہشت تھے۔ علی جو سابق الایمان تھا پورا حوصلہ اس کا کر سکتا تھا کہ یکا سردار اور پیشوا اس عالم اور عالم جاودانی میں ہو اور اگرچہ بعضے سنجیدہ اور استوار طبع تھے۔ لیکن ایمان اور زہد میں کوئی خلیفہ اس سے بڑھ نہ سکا۔ علیؑ میں اوصاف شاعری۔ بہادری۔ دینداری کے مجتمع تھے اسکے مذہبی اور اخلاقی اقوال میں اسکی فراست اب تک زندہ ہے جو شخص اسکی زبان یا اسکی تلوار کے مقابل میں آیا وہ اسکی شجاعت اور فصاحت سے مغلوب ہوا۔ ابتدائے زمان بعثت سے تا تجہیز و تکفین یہ سچا دوست جسکو رسول خوش ہو کر اپنا بھائی اور اپنا نائب اور اپنا معتقد ہارون موسیٰ ثانی کہتا تھا رسولؐ سے کبھی جدا نہوا۔ ابو طالبؑ کے بیٹے پر آخر لوگوں نے یہ الزام لگایا کہ اسنے اپنے طلب حق میں غفلت کی اگر ابتدا ہی میں طلب حق کرتا تو مقابل کے سب عویدار ٹھنڈے ہو جاتے اور فیصلہ قدرت سے اسکی خلافت مستحکم ہو جاتی لیکن یہ بے خوف جوانمرد اپنے نفس پر قانع رہا۔ حاسد و کینہ حسد اور غالبًا خوف اختلاف نے محمدؐ کے ارادوں کو روکا اور اسکا بستر مرض عائشہ چالاک سے جو ابوبکر کی بیٹی اور علیؑ کی دشمن تھی محاصرے میں تھا۔"

علیٰ ہذا القیاس مسٹر سیڈلا صاحب مورخ کا قول ہے کہ اگر ابتدا ہی میں امر خلافت اصول وراثت کے موافق علیؑ کے حق

میں مان لیا جاتا تو وہ خوفناک غلط دعوے جن کی وجہ سے اسلام اپنے خون میں آپ نہایا (ہرگز) اُٹھنے پاتی
فاطمہؑ کے شوہر کی ذات میں حق خلافت بذریعۂ وراثت شرعی رسول کے اور یہی بذریعہ انتخاب کے مجتمع تھا
اور یہ خیال کیا جاسکتا تھا کہ اسکی عظمت اور جلالت کے آگے جو نہایت پاک اور اعلیٰ تھی سب کے سب مطیع ہو جاتے
لیکن (افسوس) کہ یہ ہونا نہ تھا ۔ دیکھو مسٹر امیر علی کی اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۴۳۶ ۔

محی الدین: ۔ مگر ساتھ اس کے یہ بھی تو ہے کہ صحابۂ کرام مخصوص حضرت عمر کو حضرت علی علیہ السلام پر یہ فضیلت تھی کہ آپ بڑے مدبر تھے آپ کے عہد میں اسلام نے بڑی رونق پکڑی اور اسلام دور دور ملکوں تک پھیلا یہ بات حضرت علی کے وقت میں نہوئی

علی رضا: ۔ باعتبار واقعات کے تو میں اس کا جواب آگے چل کر دوں گا لیکن باعتبار اصول کے میں کہتا ہوں کہ وسعت ملک اور مدبری دلیل فضیلت روحانی نہیں ہے ۔ غور کرو کہ اس وقت سلطنت روس میں دین عیسائی کس قدر پھیلا ہوا ہے کہ بالٹک سی سے کھسکٹکا تک اور بحرابیض سے کوہ ہمالیہ تک ایشیا اور یورپ میں دین عیسائی کس قدر پھیلا ہوا ہے ۔ لیکن خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں دین حضرت کا بہت ہی محدود تھا تو کیا تم کہو گے کہ معاذ اللہ زار روس کو فضیلت روحانی یا تقرب ربانی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فوقیت ہے؟ علاوہ اس کے جس قدر ملک اسلام خلیفہ دوم کے وقت تک پھیلا دیا خود حضرت رسول مقبولؐ کے وقت میں نہ تھا تو کیا اس سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت رسول مقبول سے حضرت عمر افضل تھے ۔

آیا قصہ ابو شحمہ کا صحیح ہی؟ اور آیا حضرت عمر واقعی عادل تھی؟

محی الدین: ۔ یہ کون کہہ سکتا ہے ۔ لیکن بھائی عدالت حضرت عمر فاروق کی ایسی تھی اور پاس شریعت آپ کو اس قدر تھا کہ ہر غریب کی فریاد سنتے اور حد شرع جاری فرماتے تھے اور یگانہ بیگانہ کا مطلق لحاظ نہ فرماتے تھے ۔ اس بارے میں قصہ حضرت ابو شحمہ کا قابل یاد ہے ۔ حضرت ابو شحمہ حضرت فاروق کے بیٹے تھے ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد میں وعظ فرما رہے تھے کہ ایک عورت ایک بچہ نوپیدا کو گود میں لیکر آئی اور کہا کہ اس پوتے کی حضور پرورش فرمائیں ۔ حضرت کو تعجب ہوا اور پوچھا کہ یہ میرے کس بیٹے کا بیٹا ہے ۔ اس نے کہا ابو شحمہ کا ۔ حضرت نے کہا حلال کا یا حرام کا اس نے کہا میری جانب سے حلال کا اور اسکی جانب سے حرام کا آپ نے پوچھا یہ کیونکر؟ اسنے کہا کہ ایک دن قبل حرمت شراب کے میں چلی جاتی تھی جب قریب باغ بنی نجار کے پہنچی تب آپ کا بیٹا شراب پیئے ہوئے بدمست میری جانب آیا اور دست اندازی شروع کی بعدہ باغ بنی نجار میں لیجا کر مجھ سے زنا کیا اور اس سے یہ لڑکا پیدا ہوا حضرت فاروق یہ سنکر گھر میں آئے اور پوچھا ابو شحمہ کہاں ہے ۔ آپ کی بی بی نے کہا کھانا کھاتا ہے آپ دسترخوان کے پاس جاکر بعد استفسار حال ان کو کھینچتے ہوئے باہر لائے اور اپنے غلام افلح کو کہا کہ تازیانے مار اور مطلق میری پاسداری نہ کر افلح نے ابو شحمہ کے کپڑے اتروا کر مارنا شروع کیا ابو شحمہ زاری کرتے تھے ۔ لیکن حضرت فاروق نے کچھ خیال نہ کیا یہاں تک کہ حضرت ابو شحمہ جاں بحق تسلیم ہوئے اور حضرت فاروق دیکھتے رہے ۔

اس قصہ سے تو مطلق شک نہیں رہتا کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے بپاس شریعت بڑا کام کیا اور درجات عالی کے مستحق ہوئے

علی رضا:- یہی میری کتابوں میں تو اس قصہ کا کہیں وجود نہیں لیکن در آنحالیکہ عزیز کرو کہ شراب چھ سات برس قبل از وفات جناب رسول مقبول کے حرام ہو چکی تھی اور حضرت کے بعد دو برس تک حضرت ابوبکر کی خلافت کا زمانہ رہا تب حضرت عمر کے زمانے میں قبل حرمت شراب کا زائیدہ بچہ تو پیدا کیونکر ہوگا اور گود میں کیوں پھرے گا؟ ہاں یہ اسوقت البتہ صحیح ہو سکتا ہے کہ اس روز کے برس ڈیڑھ برس قبل تک شراب حرام نہ سمجھی جاتی تھی- علاوہ اس کے اگر یہ قصہ اسی قدر ہے جس قدر تم کہتے ہو اور اس سے زیادہ اور کوئی بھی کارروائی حضرت عمر نے نہ کی تو تم اس وجہ سے حضرت عمر کو بڑا عادل کہتے ہو- لیکن ہم بلکہ دنیا بھر کے قانون داں اور علماء شرع کہیں گے کہ حضرت عمر نے بجائے عدل کے اس کارروائی میں قتل عمد کیا اور بیچارے ابوشحمہ کا خون ناحق آپکی گردن پر رہا- کوئی قانون اور کوئی شریعت اس بات کی اجازت نہیں دیتی اور نہ دے سکتی ہے کہ بلا ثبوت شرعی یا قانونی کے کوئی شخص کسی کی سزا کرے اور قانون شریعت اسلام اس بارے میں زیادہ سخت ہی شریعت اسلام میں ثبوت زنا کا بہت سخت اور مشکل رکھا گیا ہے اور جبتک زنا ویسے ثبوت سے ثابت نہو تب تک حد جاری نہیں ہو سکتی- ایسی حالت میں مجرد ایک زانیہ کے بیان پر بلا کسی شہادت کے حضرت عمر کا اپنے بیٹے کو مار ڈالنا مثل اس کے ہے کہ حضرت کو بیٹھے بیٹھے ایک جھونک اٹھا اور اپنے سوتے ہوئے بیٹے کی گردن پر چھری پھیر دی کہ وہ جاں بحق تسلیم ہوا اسکو عدالت سے کیا واسطہ!! لیکن یہ قصہ کچھ ایسا فیل دکھائی معلوم ہوتا ہے کہ جس پہلو کو دیکھتا ہوں عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے اور اس پر مجھے اپنی رائے ظاہر کرنے میں ہنسی کو ضبط کرنے میں بڑی دقت ہو رہی ہے- لیکن چونکہ میں نے تہذیب کا وعدہ کیا ہے- اس لئے ہنسی کو ضبط کر کے کہتا ہوں کہ اگر واقعی وہ لڑکا گود میں تھا تو جیسے اس عورت نے کہا تھا کہ قبل حرمت شراب کے آپ کے بیٹے نے زنا کیا تھا اور اس سے یہ لڑکا پیدا ہوا ہے- تو آپ فوراً فرماتے کہ کیوں ری بدذات یہ کیا بکتی ہے شراب کو حرام ہوئے آج سے پندرہ برس سے زیادہ عرصہ ہوا اس وقت کا پیدا ہوا بچہ تیری گود میں کیونکر رہے گا؟ کوئی ہے اس کو نکالو اور بعدہ حضار سے ہنسکر فرماتے کہ دیکھئے یہ دیوانی شیر خوار بچہ کو کہتی ہے کہ پندرہ برس قبل پیدا ہوا تھا- اور اگر یہ کہئے کہ واقعی وہ لونڈا اسوقت اسکی گود میں نہ تھا اور واقعی یہ حرکت ابوشحمہ نے قبل حرمت شراب کی تھی تب اور طرفہ مزا ہوتا ہے یعنی متواترات سے ثابت ہے کہ قبل حرمت شراب کے حضرت عمر خود شراب پیتے تھے تب ابوشحمہ نے یہ حرکت تو کی اس وقت جس وقت باپ بیٹے دونوں شراب ڈھالتے تھے اور اس پر حد کب جاری ہوئی کہ جب باپ صاحب خلیفہ ہوئے یعنی پندرہ برس کے بعد بھائی یہ معاملہ تو مثل اسکے ہے میں ایسے مثال کہتا ہوں معاف کیجئے گا کہ جس وقت حضرت ابوبکر وعظ فرماتے تھے اس وقت ایک شخص نے آپ سے کہا کہ حضرت عمر قبل اسلام کے جناب رسول مقبول کے قتل [illegible] تلوار کھینچکر آئے تھے [illegible] اتنا سنتے ہی حضرت ابوبکر منبر سے اتر کر ایک جلاد کو لئے ہوئے حضرت عمر کے مکان میں گئے

آتے اور چلا جاتے کہتے کہ ان کو قتل کر اس پر حضرت عمر بہت زاری کرتے مگر حضرت ابوبکر ایک نہ سنتے یہاں تک کہ حضرت عمر قتل ہو جاتے اور تب کہا جاتا کہ حضرت ابوبکر نے بپاس شریعت بڑی عدالت کی بھائی خدا کے لیے غور کرو کیا ممکن نہیں ہے کہ جس طرح حضرت عمر بعد کفر کے اسلام لائے اسی طرح بیچارے ابوشحمہ نے بعد زنا کے توبہ کی ہو۔ پھر غور کرو کہ اس حالت میں حضرت عمر نے اس عورت سے اتنا کیوں نہ کہا کہ سن تو او بد ذات جب تیرے ساتھ پندرہ برس قبل زنا ہوا تھا تو تو نے حضرت رسول کے پاس کیوں استغاثہ نہ کیا اور حضرت ابوبکر خلیفہ اول کے عہد میں تو کہاں تھی کہ آج پندرہ برس کے بعد اس قدر اول فول بکتی ہے۔ خلاف اس کے حضرت نے آؤ دیکھا نہ تاؤ دیکھا فوراً منبر سے اترے۔ اور مکان پر گئے اور مجرد اس زانیہ کے بیان پر اپنے بیٹے کو بلا کسی شہادت کے قتل کر ڈالا!! ہرچند ہم جانتے ہیں جیسا ہم آیندہ بخوبی ثابت کریں گے کہ حضرت عمر کو مسائل شرعی سے بہت کم واقفیت تھی تاہم یہ بات ایسی ہوئی ہے کہ اس کے لئے کامن سنس (معمولی عقل) کافی ہے۔

فقہور معاف کر دیں محض مثالاً کہتا ہوں کہ اگر کوئی رنڈی تمہارے والد سے کہے کہ محی الدین نے اس سے زنا کیا ہے اور اس پر تمہارے والد بلا سمجھے سوچے اور بلا تحقیقات و تفتیش تمکو سو بید مار دیں تو تم کہو کہ تمہاری ساری برادری والے تمہارے والد کو کیا کہیں گے؟ علاوہ اس کے اگر قبل حرمت شراب کے ابوشحمہ کا سن پندرہ برس کا بھی ہو یعنی فوراً بالغ ہونے کا بھی سمجھ لو تو اس وقت ان کا سن کوئی تیس برس کا ہوگا اور خود ان کے بال بچے ہونگے ایسے مرد عیال دار کو ایسے سمری ٹرائل (تجویز سرسری) پر قتل کرنا واقعی سوائے حضرت عمر کے اور کسی سے ممکن نہیں۔ الغرض انہیں وجوہات سے مجھے یہ شک ہوتا ہے کہ بیچارے ابوشحمہ کی جان کسی اور وجہ سے گئی اور غالباً انھوں نے کوئی دوسرا قصور کیا تھا جس کا ظاہر ہونا خلاف مصلحت تھا اس لیے وہ یوں ڈسپوز آف کر دیئے گئے (طے کر دیئے گئے) ورنہ یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ حضرت عمر خلیفہ وقت ہوکر مجرد ایک زانیہ کے بیان کو کالوحی من السماء سمجھ کر بلا تحقیقات کرنے اور بے شہادت لینے کے اپنے بیٹے کو مار ڈالتے۔ یہ کونسی عدالت میں عدالت ہے؟ اور یہ کونسی شریعت میں شریعت ہے؟ کہ نہ خدا خوش نہ رسول خوش؟ پس اگر واقعہ اسی قدر ہے تو خدا کے لیے شریعت اسلام کو بدنام نہ کرو اور نہ یہ کہو کہ حضرت عمر نے بپاس شریعت ایسی عدالت کی کیونکہ اگر غیر مذہب والے سن پائیں گے کہ شریعت اسلام میں مجرد ایک زانیہ کے متزلزل اور خلاف عقل بیان پر بھی لوگ قتل کیے جاتے ہیں تو وہ لوگ میری شریعت کی بڑی توہین و تفضیح کریں گے تم اگر کہو تو یہ کہو کہ حضرت نے کسی وجہ سے اپنے بیٹے کو بلا ثبوت جرم قتل کر ڈالا اور اس لئے آپ بڑے عادل تھے!!!

الغرض یہ قصہ تو بالکل بے جوڑ معلوم ہوتا ہے چنانچہ زمانہ حال کے محققین تمہارے مذہب والے بھی اس قصہ کو محض مشکوک کہتے ہیں مصنف کتاب سیرۃ الفاروق اپنی کتاب کے صفحہ ۱۵۲ طبع ثانی میں فرماتے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے بیٹے ابوشحمہ کو جس کا نام عبدالرحمان تھا شراب پینے اور زنا کرنے پر مار ڈالنے کا واقعہ اسقدر اختلاف کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے الخ

سے جو روایت منسوب کی جاتی ہے اگر صحیح ہے تو حضرت عمر کو اس واقعہ کی اطلاع پہنچنا اور اپنے بیٹے سے عجیب طریقہ سے اقرار کروانا اور پھر دُرّے لگوانا اور غلام کا یہ سنکر رونا مگر حضرت کا درے لگانے کے واسطے اسے مجبور کرنا۔ لڑکے کا چیخنا اور بیتابی سے گرجانا لوگوں کا اور خود حضرت عمر کا رونا لڑکے کا پانی مانگنا اور حضرت عمر کا نہ دینا اور آخر آخری درّے پر اسکے دم کا نکلجانا ایک دردناک افسانہ کا مضمون ہے مگر مختلف روایات کی اصلیت اسقدر معلوم ہوتی ہے کہ ان کے ایک بیٹے عبدالرحمٰن المعروف بہ شحمہ نے مصر میں عمرابن عاص کی حکومت میں اس قسم کا کوئی قصور کیا تھا وہاں اسکو حد لگائی گئی ہو یا نہ لگائی گئی ہو۔ حضرت عمر نے اسکو مارا اور اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد وہ فوت ہو گیا۔

اب فرمایئے آپ کے حضرت فاروق کی عدالت جسپر آپ کو ناز تھا کیا ہو گئی اور کدھر تشریف لے گئی؟
مصنف کتاب سیرۃ الفاروق ایسے بزرگ ہیں کہ حضرت عمر کی فضیلت بیان کرنے میں کسی داستان اور کہانی کو بھی اُٹھا نہیں رکھتے مگر یہ قصہ ایسا مہمل ہے کہ وہ بھی اسکو بے سروپا سمجھتے ہیں۔
علیٰ ہذ القیاس مولانا شبلی نعمانی نے اپنی کتاب الفاروق میں حضرت عمر کے رتی رتی کا حال لکھتے ہیں لیکن اس قصہ کو ایسا مہمل سمجھتے ہیں کہ مطلق ذکر نہیں کرتے بلکہ اسی کتاب کے حصہ دوم صفحہ ۲۸۷ میں صرف اس قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔

اولاد ذکور کے یہ نام ہیں۔ عبداللہ۔ عبیداللہ۔ عاصم۔ ابوشحمہ۔ عبدالرحمٰن۔ زید۔ مجیر ان میں تین سابق الذکر زیادہ نامور ہیں۔

اس کے بعد ان تینوں کے حالات لکھتے ہیں اور ابوشحمہ کو تاریکی میں چھوڑ دیا ہے۔ اگر اس قصہ کی کچھ اصلیت ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ اتنا بڑا مصنف اس سے یوں درگذر کرتا اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ یہ قصہ یا تو خالق باری پڑھانے والے میاں جیوں نے لڑکوں کے ڈرانے کے لئے گھڑا ہے یا ابوشحمہ کی جان کسی اور وجہ سے گئی جس کا ظاہر کرنا مصنفین مناسب نہیں سمجھتے باایں ہمہ چونکہ تمہارے ایسے دعوے کی بات کٹ جانے سے تمہارا دل چھوٹا ہو جائے گا اس لئے صرف تمہاری خاطر سے کہتا ہوں کہ اگر یہ قصہ صحیح ہے اور اعتراضات شرعی سے پاک ہے (جس کا مطلق یقین نہیں) تو انصاف یہ ہے کہ یہ فعل اگر کسی رحم دل اور نرم قلب آدمی سے وقوع میں آتا تو بیشک وہ پورا نمبر پانے کا مستحق ہوتا لیکن مجھے کمال افسوس ہے کہ میں حضرت عمر کو ابتدا ہی سے بڑا سنگ دل اور سخت قلب جانتا ہوں اور اس لئے آپ کو سو میں ۲۵ نمبر دینے میں بھی تامل ہوتا ہے اس وقت تو کہتے ہو کہ آپ نے بپاس شریعت اپنے بیٹے کی ایسی سخت سزا کی لیکن اس وقت کہاں پاس شریعت تھا کہ آپ نے اپنی بیچاری بہن کو جس وقت وہ غریب تلاوتِ قرآن کرتی تھی مع اس کے شوہر کے تلوار سے زخمی کیا اور بیچاری لبینہ نامی ایک مسلمان عورت کو بجرم اسلام لانے کے ادھموا کر دیا تھا۔ دیکھو (سیرۃ الفاروق صفحہ ۱۹) اس وقت تک تو بقول فریقین آپ مسلمان تک نہ ہوئے تھے؟ پس ان افعال سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ خلقی بڑے سنگدل اور سخت قلب تھے اور اس بارے میں آپکی توجہ

یگانوں اور بیگانوں پر یکساں تھی۔ پس جب سنگدل اور بیرحمی آپ کی سرشت میں تھی تو اس فعل سے آپ کو
بڑا درجہ نہیں مل سکتا ہے اگلے زمانہ میں میانجی لوگ لڑکوں کی وہ سزا کرتے تھے کہ توبہ بھلی مگر اس غلاظت سے
وہ لوگ بڑے عادل یا مجاہد شمار نہیں کئے جا سکتے ہیں۔ کسی نازک دماغ شہزادی کو اگر کہا جائے کہ غلیظ کا
ٹوکرا سر پر رکھ کر ایک مکان سے دوسرے مکان میں لے جاؤ تو اس کے لئے موت ہے۔ دنیا بھر کی دولت اگر اس
کام کے بدلے میں اسکو دی جائے تو یقیناً قبول نہ کرے گی۔ لیکن بھنگن کے لئے جو رات دن یہی پیشہ کرتی ہے
آٹھ آنہ ماہانہ کافی ہے۔ علی ہذا القیاس جلاد یا بھیارے یا ذبح یا ڈاکو یا ٹھگ جن کا شب و روز جان
مارنے کا پیشہ ہے اگر اپنے کسی قرابت مند قریب کو بھی قتل کریں تو انکو کوئی عاقل حضرت ابراہیم کا درجہ نہیں
دے سکتا کیونکہ بوجہ مساوات ہو جانے ان کے دل پر ویسی چوٹ نہیں پڑتی جیسی رحم دل لوگوں پر پڑتی ہے
حضرت عمر کے بارے میں یہ بہت کچھ سنا کہ آپ نے اپنے بیٹے کو مارا۔ اپنی بہن اپنے بہنوئی کو مارا۔ ضعیفوں کو مارا
قیدیوں کو قتل کرنے کے لئے مستعد ہوئے۔ بیچاری حاملہ عورت کے مارنے کا فتوےٰ دیا مگر اسکی حسرت ہی
رہ گئی کہ آپنے اپنے جسم مبارک پر خدا کی راہ میں کبھی پھول کی چھڑی بھی نہ کھائی!
سنا تو یہ سنا کہ غزوہ خندق میں عمر ابن عبدود کہ عرب کے بہادر و میں ہزار پہلوانوں کے برابر سمجھا جاتا تھا
للکارا کہ کون میرا مقابل آ سکتا ہے۔ رسولخدا نے فرمایا کون اسکی سرکوبی کرے گا تمام اصحاب مع حضرت عمر خاموش
رہے دیکھو فتوحات اسلام غزوات نبویہ صفحہ (۳۰) خلاف اس کے جناب امیر علیہ السلام کے بارے میں اسی کتاب کی
عبارت اس صفحہ میں یہ ہے کہ حضرت نے بہت بہت اصرار کر کے جناب رسول مقبول سے اجازت لی اور تنہا اس دیو
زاد سے مقابلہ کیا اور جب اس نے ایک سر کا وار کیا تو اسے سپر پر روکا مگر سپر حضرت کی کٹ گئی اور جبین مبارک
پر زخم لگا مگر ساتھ ہی نعرۂ اللہ اکبر کہکر ایک ضربت جو لگائی تو سر اس مردود کا دس قدم کے فاصلہ پر جا گرا المختصر
میں یہ کہتا ہوں کہ درجات عالی کے مستحق وہ لوگ البتہ ہیں جو عموماً رحم دل اور درد مند ہیں۔ لیکن رضائے پروردگار
کے لئے سخت ایذا سہکر راضی برضا رہتے ہیں۔ بنظر مثال دو روایتیں سن لو مشہور ہے کہ جب حضرت امیر علیہ السلام
نے جنگ نہروان فتح فرمائی تو قیدیوں میں شمر لعین بھی گرفتار ہو کر آیا اور حسب معمول ہاتھ پاؤں باندھ کر
مقید بزندان کیا گیا ایک روز اتفاقاً محبس کی طرف سے جناب امام حسین علیہ السلام کا گذر ہوا حضرت نے اس
مردود کو اس سختی میں دیکھا تو بیچین ہو گئے اور جلد اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں تشریف لے جا کر بکمال
لجاجت عرض کیا کہ بابا میں حضور سے ایک احتیاج رکھتا ہوں اگر قبول ہو تو عرض کروں حضرت امیر علیہ السلام
نے فرمایا کہو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ بابا ابھی میں نے شمر کو رسی میں بندھا ہوا دیکھا ہے
اس سے میرا دل بیچین ہو گیا ہے اور مجھ سے اسکی ایذا ئیں دیکھی نہیں جاتیں میں منت عرض کرتا ہوں
کہ حضور اجازت دیں تو میں اسکو رہا کر دوں جناب امیر علیہ السلام یہ سنکر آبدیدہ ہوئے اور فرمایا بیٹا تم
کس کی سعی کرتے ہو یہ شقی بیحد انتہا کی سختی کرے گا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا جو کچھ ہو جب وہ
وقت آئے گا تو میں سمجھ لوں گا اس وقت تو میرے ہاتھ سے ایک بندہ اللہ کو تکلیف سے نجات ملے۔
الغرض حضرت علی علیہ السلام نے اجازت دی اور فرمایا کہ خیر تم کو اختیار ہے یہ حکم سنتے ہی حضرت

امام حسین علیہ السلام خود محبس میں تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھ سے شمر کے بازو اور گردن کی رسیاں کھول دیں اور اپنے سامنے آب و غذا سے سیر کر کے اسے رہا کر دیا اب انتہائے رحم دلی سنئے کہ جب روز عاشورا وہی شمر لعین حضرت کے سینہ اقدس پر بقصد قتل چڑھا تو حضرت کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اس لعین نے پوچھا کہ اے حسین کیوں روتے ہو آپ نے فرمایا کہ میں تیرے لئے روتا ہوں کہ تو بوجہ ارتکاب اس فعل عظیم کے ہمیشہ کے لئے مستحق نار ہوا جاتا ہے۔ رحم دلی تو ایسی تھی کہ بوقت قتل اپنے قاتل پر ترس کھایا اب صبر و رضا کو دیکھئے کہ جب نوجوان بیٹے شبیہہ پیغمبر حضرت علی اکبر کے سینہ مبارک پر برچھی لگی۔ تو برچھی کے پھل کو خود حضرت نے سینۂ علی اکبر سے نکالا اور جب اپنے لخت جگر کے زخم دل سے خون بہتے دیکھا تو صبر و شکر کے ساتھ انا للہ وانا الیہ راجعون فرمایا۔ اور جب حضرت علی اصغر پسر شیر خوار کے گلوئے نازنین پر تیر ستم لگا اور وہ بچہ حضرت کی گود میں تڑپ کر شہید ہوا تو حضرت نے اپنے ہاتھ سے اسکی قبر کھود کر دفن کیا اور بعد ان سب قربانیوں کے بھی جب درگاہ کبریائی میں کچھ کہا تو بزبان حال یہ کہا ؎

کوئی تحفہ تری لائق نہیں پایا ہے حسین ہاتھ خالی ترے دربار میں آتا ہے حسین

پس بھائی یہ حضرات البتہ ایسے ہیں کہ جن کے مدارج ہمارے اور تمہارے قیاس سے باہر ہیں۔

محی الدین:۔ یہ فضائل تو صبر و رضا کے ہیں کوئی واقعہ ایسا بیان کرو کہ ان حضرات نے اپنے۔ بیٹوں کی بوجہ بدکاریوں کے ویسی ہی سزا کی ہو جیسے حضرت عمر نے کی۔

علی رضا:۔ اس میں تو میں بالکل مجبور ہوں۔ کیونکہ میرے آقا کے شہزادے کوئی بدکار ہوئے ہی نہیں نہ کسی نے شراب پی نہ کسی نے زنا کیا بلکہ جو ہوئے وہ طیب و طاہر پاک و صاف ہوئے اور دنیا کی اور دنیا کی مکروہات سے ہمیشہ بری رہے۔ تمہیں بتلا دو کہ حضرات پنجتن پاک علیہم السلام کی کون اولاد بدکار ہوئی ہم تو دیکھتے ہیں کہ آئمہ طاہرین کے علاوہ بھی سب مقدس و ابرار تھے غالباً تمکو بھی انکار نہ ہوگا کہ حضرت عباس و حضرت علی اکبر و حضرت قاسم و حضرت عون و محمد علیہم السلام ایسے بزرگوار تھے کہ بعد انبیا اور آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے آپ ہی لوگ خاصان خدا میں سے ہیں ؎

گو وہ دنیا میں نہیں عرش مقام انکا ہے آج تک عالم ایجاد میں نام اُن کا ہے

کیا یہ بات سچ ہے کہ حضرت عمر کا ازدواج (نعوذ باللہ) حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے ہوا تھا؟ کیا اس بات کے کہنے سے حضرت عمر کی انتہا درجہ کی بیحیائی اور بے غیرتی پائی نہیں جاتی؟

محی الدین:۔ شہدائے کربلا کے مدارج میں مجھ کو کلام نہیں لیکن حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو بڑا فخر یہ ہے کہ علاوہ اسکے کہ آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جناب سرور کائنات کے حرم میں داخل تھیں حضرت فاروق کی شادی حضرت ام کلثوم بنت جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی

اس لئے حضرت فاروق کو خاندان نبوت سے دوہرا توسل حاصل تھا۔
علی رضا:۔ نعوذ باللہ من ذالک میں ایسے اتہام کو گالی گلوچ میں شمار کرتا ہوں ہرگز جناب ام کلثوم بنت حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام حضرت عمر کے نکاح میں نہ آئیں اور نہ آسکتی تھیں اور نہ کوئی عقل سلیم اس بات کو تسلیم کر سکتی ہے کہ حضرت عمر ایسے از خود رفتہ ہو گئے ہوں کہ دین، سن اور فطرت سب کا خیال برطرف کر کے ایسے بے جوڑ ازدواج کی طرف متوجہ ہوئے ہوں۔ ہم لوگوں پر آپ لوگوں کا بڑا الزام یہ ہے کہ ہم لوگ حضرت عمر کو برا سمجھتے ہیں۔ لیکن آپ لوگ اسبات کو فرض کر کے حضرت عمر کی سیرت پر ایسا دھبہ لگاتے ہیں کہ اگر ہم اس کو زبان پر لائیں۔ تو آپ کہیں گے کہ ہم اپنے وعدے سے منحرف ہو گئے اس لئے ہم یہ التماس کرتے ہیں کہ یا تو اس قصہ کو ترک کیجئے یا مجھے اجازت دیجئے کہ میں بلا نفسانیت ان الزامات کو جو حضرت عمر پر عائد ہوتے ہیں بیان کروں۔
محی الدین:۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آپ میرے پیشوا کی شان میں کوئی لفظ بے ادبانہ استعمال کریں اور میں اسکو جائز رکھوں۔ لیکن میں بحث کو بھی ترک نہیں کر سکتا کیونکہ اس سے حضرت فاروق کی بڑی عظمت ثابت ہوتی ہے
علی رضا:۔ مجھے اس بحث سے ہرگز گریز نہیں۔ اس لئے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ کا توسل ایک بڑی نعمت ہے۔ تب خود حضرت کے شوہر بزرگوار کا درجہ تو بہت ہی اعلیٰ ہو جاتا ہے لیکن انہی حضرت عمر نے ان دونوں بزرگوار کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ ایک کو خانہ نشین کر دیا اور دوسرے کے دفن و کفن میں بھی شریک ہوئے جیسا کہ ہم آگے ثابت کریں گے اس مقام پر مجھے مشکل یہ ہے کہ جب ہم کسی شخص کو کسی جرم کا مجرم قرار دیں تو بغیر استعمال اس لفظ کے کیونکر الزام دے سکتے ہیں اسی گفتگو میں آپ دیکھئے کہ آپ کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے حضرت عمر کی بڑی عظمت ثابت ہوتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اگر یہ واقعہ فرض کیا جائے تو بجائے عظمت کے حضرت عمر بڑی ....
بھئی میں مجبور ہوں اب تم بتلاؤ کہ میں کیا کروں اگر اس لفظ کا استعمال کروں تو تم مجھے الزام دو گے کہ میں اپنے وعدہ تہذیب سے گذر گیا اور اگر اس لفظ کا استعمال نہ کروں تو اپنے دعوے کو کیونکر ثابت کروں۔
محی الدین نے دیر تک دل میں غور کی کہ واقعی یہ سچ ہے کہ اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص پر کسی بات کا الزام دھرنا چاہے تو بغیر استعمال اس لفظ کے اپنے دعوے کو ثابت نہیں کر سکتا اس لئے۔
محی الدین خیر تو میں تمہیں اجازت دیتا ہوں اگر بلا نفسانیت اور بلا طعن و تشنیع تم اپنے خیالات کو ظاہر کرو گے تو میں برا نہ مانوں گا۔
علی رضا۔ جزاکم اللہ میں بقسم کہتا ہوں کہ مجھے مطلق نفسانیت نہیں ہے اور نہ میں طعن و تشنیع کو اچھا سمجھتا ہوں میں صرف ان نتائج کا اظہار کرنا چاہتا ہوں جو اس واقعہ کے فرض کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ واقعہ مان لیا جائے تو بجائے عظمت کے حضرت عمر کی بڑی بے غیرتی اور بیحیائی ثابت ہوتی ہے۔
محی الدین:۔ یہ کیونکر؟

علی رضا: تم خود کہہ چکے ہو جیساکہ واقعہ ہے کہ حضرت عمر کی بیٹی حضرت حفصہ جناب رسول مقبول کے حرم میں داخل تھیں اس لئے حضرت ام کلثوم حضرت حفصہ کی اپنی سوتیلی نواسی تھیں تب حضرت عمر کا اپنی سوتیلی پر نواسی کو پیرانہ سالی میں زوجہ بنانا ایسا مکروہ واقعہ ہے جو کسی شریف خاندان میں آج تک سنا نہ گیا اس لئے میں کہتا ہوں کہ اس بے جوڑ قافیہ ازدواج سے کوئی مہذب آدمی ایسا نہ نکلیگا جو حضرت کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھے تم خود غور کرو کہ از آدم تا ایں دم کون ایسا بے حیا اور بے غیرت گزرا ہے جس نے تین بیبیوں کے ہوتے ہوئے اپنی بیٹی کی نواسی سے (سوتیلی ہی سہی) یعنی پر نواسی سے جبکہ خود پیر فرتوت ہو اور جبکہ وہ لڑکی صغیر سن زمانہ رشد کو بھی نہ پہنچی ہو شادی کی ہے۔ یا ایسے بے جوڑ ازدواج کی خواہش کی ہے۔ یہ بات بجائے خود اس قدر نفرت انگیز ہے کہ اگر کسی شریف کی نسبت کہی جائے تو وہ اسکو سخت گالی سمجھکر عجب نہیں کہ دست بقبضہ ہو اور اس میں تو شک ہی نہیں کہ اگر کوئی شیعہ ہے کہ حضرت عمر نے اپنی پر پوتی سے شادی کر لی تھی تو سارے سنی بھائی اسکو سخت تبرا سمجھ کر عجب نہیں کہ اس بیچارے کو راہ چلنے نہ دیں۔ اگرچہ ایسی نسبت حضرت عمر کو ایسی پر پوتی سے دیجائے جو آپ کی اور حقیقی پوتی کی لڑکی ہو۔ ہم حضرت عمر کو اچھا نہیں سمجھتے لیکن ایک بارگی ایسا برا بھی نہیں سمجھتے کہ ان کی نسبت یہ خیال کریں کہ انھوں نے اپنی پیرانی سالی میں اپنی پر نواسی پر نظر ڈالی ہو اور ایسی خلاف فطرت خواہش ظاہر کی ہو جو سوائے بہائم کے کسی مخلوق خدا نے نہ کی ہو۔ آپ لوگوں کو اختیار ہے کہ محض حضرت علی علیہ السلام سے توسل ثابت کرنے کے لئے ایسی بات بنائیے اور اپنے پیشوا پر ایسا داغ لگائیے جس سے دنیا بھر کے کل شریف النفس لوگ ان سے نفرت کریں۔

محی الدین: مگر حضرت فاروق کی یہ خواہش جب خلاف شرع نہ تھی تب ہمکو کچھ تردد نہیں اگر ساری دنیا کے آدمی اس کو برا سمجھے دنیا کے لوگ تو ہماری شریعت ہی کو برا سمجھتے ہیں

علی رضا: بھئی تمہیں واللہ دنیا بھر کے لوگوں کو جانے دو تم خود کہو کہ تمہارے نزدیک یہ بات خلاف فطرت اور خلاف طریقہ شرفا ہر قوم وقبیلہ معلوم ہوتی ہے یا نہیں۔ اور یہ جو کہتے ہو کہ جب شریعت میں جائز ہے تو ہم کو لوگوں کے طعن وطنز کی کیا پروا۔ ہماری شریعت ہی کو لوگ برا کہتے ہیں یہ بالکل غلط ہے اور سمجھ کا پھیر ہے۔ جو میں کہہ رہا ہوں ہرگز خلاف شرع نہیں ہے اور نہ ہماری شریعت نفرت انگیز ہے۔ ہماری شریعت نے تہذیب اخلاق اور فطرت کا بہت خیال رکھا ہے۔ ایک یہی مسئلہ ازدواج کا ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن میں صرف محرمات کا یعنی ان عورتوں کا بیان فرما دیا ہے جن سے نکاح حرام ہے اور اس امر کو غیر محرم میں کس سے شادی کرنا چاہیے اور کس سے نہ چاہیے۔ بالکل اپنی مخلوقات کی مصلحت اور فریقین کی رضامندی پر چھوڑ دیا ہے اور مصلحت وقت میں ہر شخص فطرت دین۔ حیثیت ذاتی وصفاتی کا ضرور خیال کرتا ہے اور چونکہ ازدواج سے توالد وتناسل اور آرام و راحت وصلح خاندان مراد ہے۔ اس لئے بے ضرورت اور بے جوڑ شادیوں سے جس سے زن وشوہر میں یا سوتوں میں جنگ وجدال ہوا کرے۔ اشارتاً منع کیا گیا ہے جیساکہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں

فرمایا ہے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث ورباع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ یعنی تمہیں اختیار ہے کہ نکاح کر دو دو تین تین چار چار (عورتوں سے) لیکن اگر تمہیں خوف ہو کہ ان کے درمیان عدل نہ کرسکوگے تو صرف ایک سے نکاح کرو)۔ تواریخ سے ثابت ہے کہ بوقت وفات حضرت عمر کے ان کی تین بیبیاں موجود تھیں اور کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے دو برس قبل وفات اپنی نکاح کیا تھا اس لئے بوقت نکاح کلثوم کے تین بیبیاں حضرت کی موجود تھیں اور اس وقت آپ کا سن شریف ساٹھ برس کے قریب تھا تب یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت نے کیا سمجھ کر ایسا حوصلہ کیا ہوگا کہ ساٹھویں برس کی عمر میں آپ تین بیبیوں کے علاوہ ایک لڑکی صغیر سن کے ساتھ عدل کرسکیں گے۔ اس لئے میرا دل قبول نہیں کرتا کہ حضرت عمر نے جو خلیفہ وقت تھے اور جو غالباً اس آیت قرآنی سے واقف ہوں گے۔ اپنی صغیر سن پر نواسی سے ساٹھ برس کی عمر میں تین بیبیوں کے ہوتے ہوئے نکاح کرنے کو عدل سمجھا ہو۔

محی الدین:۔ آپ اصل حقیقت کو نہیں جانتے حضرت عمر نے یہ عقد اپنے حظ نفس کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ حضرت نے یہ عقد خاندان رسالت سے توسل حاصل کرنے کے لئے کیا تھا جیسا کہ شیخ شہاب الدین نے حضرت عمر کا قول لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا مالی حاجۃ الی النساء ولکن ابتغی الوسیلۃ الی محمد علیہ السلام یعنی مجھے عورت کی حاجت نہیں ہے میں فقط وسیلہ طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہتا ہوں۔

علی رضا:۔ یہ تو اور مہمل ہے یعنی جب عدل کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو ایک صغیر سن لڑکی کی راہ روکنی اور اُسے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر شوہر کی حیات کے دن گننے کے لئے یا اپنے لاشہ پر بین کرنے کے لئے اپنے گھر میں لانا ہرگز داخل محبت نہیں بلکہ داخل عداوت ہے۔ کیونکہ اس ازدواج سے تو آئے دن خلش اور رنجش بڑھتی رہے گی اور خاندان میں بجائے آرام وراحت کے ہر طرح کی بے لطفی اور بے عنوانی رہا کرے گی۔ کیونکہ تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ جب بے جوڑ شادی ہوتی ہے تو زن وشوہر کی اوقات تلخ کٹتی ہے اور اگر اس گھر میں پہلے سے اور بھی بیبیاں موجود رہتی ہیں تو وہاں رات دن لڑائی جھگڑا پھیلا رہتا ہے اور محض واسطے حصول وسیلہ کے ایک صغیر سن لڑکی کی راہ روکنی تو ایسی ہے جیسی ایک نقل مشہور ہے یعنی آفریدیوں کے ملک میں ایک پیر میاں گئے اور ہزاروں آفریدیوں کو اپنا مرید کیا اور وہ لوگ حضرت کے بڑے معتقد ہو گئے جب ایک برس کے بعد پیر میاں نے اپنے وطن آنے کا قصد کیا تو آفریدیوں نے کہا کہ ایسے بزرگ کا قدم جب یہاں سے چلا جائے گا تو ساری خیر وبرکت جاتی رہیگی یہ سوچکر ان لوگوں نے (بات کیا تھی) پیر میاں کو قتل کر ڈالا اور بعدہ ان کا مقبرہ عالیشان تیار کیا جس میں ہر سال بڑی دھوم دھام سے ان کا عرس کرنے لگے!!! یہ قصہ صحیح ہو یا خیالی ہو یہاں پر مثال کے لئے نہایت مناسب ہے اور یہ جو کہتے ہو کہ حضرت عمر نے یہ شادی صرف بغرض حصول توسل ساتھ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کی تھی یہ تو بالکل تحصیل حاصل ہے۔ تم خود کہتے ہو کہ آپ کو یہ شرف حاصل تھا کہ آپ کی بیٹی حفصہ جناب رسول مقبول کے حرم میں داخل تھیں تب پھر کونسی ایسی ضرورت لاحق ہوئی کہ حضرت عمر نے اپنی

پیرانہ سالی میں اس تحصیل حاصل کا عقد کیا اور ایک کم سن لڑکی کے بیوہ بنانے پر تل گئے اور اتنا بھی نہ خیال کیا کہ تین بیبیاں تو گھر میں موجود ہیں۔ وہ چوتھی لڑکی جو آئے گی اس کا نباہ کیونکر ہو گا اور اسکے ساتھ کیونکر عدل کر سکوں گا اور اگر یہ کہو کہ حضرت عمر کو اس تقرب یا وسیلہ کا بطور قند مکرر استحکام مقصود تھا تو یہ امر بعنوان احسن نہایت معقول طریقہ سے اور موافق طریقہ شرفا و ہر قوم و قبیلہ انجام پا سکتا تھا یعنی اسوقت خدا کے فضل سے جناب رسول مقبول کے دو فرزندان یعنی حضرت امام حسن اور امام حسین علیہم السلام جو سردار جوانان بہشت تھے موجود تھے حضرت عمر اپنی بیٹی یا پوتی ان شہزادوں میں سے کسی کو یا دونوں کو دیتے جس سے دہرا۔ تہرا توسل آپ کو خاندان رسالت سے حاصل ہوتا۔ نسل کی ترقی ہوتی بیادت آپ کے خاندان میں آتی اور یہ وسیلہ قیامت تک قائم رہتا۔ ایسا کر کے خود آپ کا بعالم پیری ایک صغیر سن پر نواسی سے شادی کرنا میرے نزدیک صرف خلاف عقل و عدل ہی نہیں معلوم ہوتا بلکہ نہایت بے غیرتی اور بے شرمی کی بات معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے میرا دل قبول نہیں کرتا کہ حضرت عمر نے ایسی خلاف فطرت اور بے جوڑ شادی کی خواہش کی جس سے دنیا بھر کے لوگ اُن کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں خدا کے لئے کچھ نہیں تو اتنا تو سوچو کہ اگر نعوذ باللہ یہ واقعہ سچ ہے تو کیسا معلوم ہوتا ہو گا کہ ہر صبح کو حضرت حفصہ حضرت کلثوم کو کہتی ہوں گی السلام علیک یا امی و مینت بنتی ام کلثوم اور اس کے جواب میں حضرت ام کلثوم کہتی ہوں گی وعلیک السلام یا بنتی و ام امی حفصہ یعنی حضرت حفصہ اپنی زبان میں حضرت کلثوم کو میری نواسی اماں اور حضرت کلثوم حضرت حفصہ کو میری بیٹی اور نانی کہتی ہوں گی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ واضح ہو کہ بی بی حفصہ حضرت علی علیہ السلام کی خلافت تک زندہ تھیں دیکھو حافظ عبدالرحمان صاحب کی کتاب المرتضیٰ صفحہ ۸۴۔ مجھے تعجب ہے کہ جب مولانا شبلی صاحب نے اپنی کتاب الفاروق میں جس میں آپ نے علاوہ تصنیف و تالیف کے مضمون آفرینی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے اور جس کی تالیف میں جناب کو ویسی کاوش کرنی پڑی ہو گی جیسی شعراء کو بزمانہ مشاعرہ غزل طرح و غیر طرح کہنے میں ہوتی ہے اور جس میں آپ نے حضرت فاروق کو دنیا بھر کے اعلیٰ طبقہ کا مہذب اور تعلیم یافتہ ہیرو بنایا ہے یہ داغ حضرت پر رہنے دیا اور ایسے مکروہ اور مہمل قصہ کو اپنی کتاب میں درج کر کے اپنے ہیرو کو اچھے اور شریف النفس لوگوں کے نزدیک ایک بے حیا اور بے غیرت آدمی بنا دیا ہے جناب مولانا شبلی صاحب سے دوراندیش مصنف کا جو سر سید کے سکوں کے تعلیم یافتہ تھے اور جو ہر بات میں فطرت کا دم بھرتے تھے اپنے ہیرو پر یہ داغ لگانا کہ انھوں نے اٹھاون برس کی عمر میں تین بیبیوں کے ہوتے ہوئے اپنی بیٹی کی صغیر سن سوتیلی نواسی سے بیاہ کی خواہش کی تھی محل تعجب ہے غالباً جناب مصنف نے اس پہلو کو خیال نہ کیا ورنہ نافہم مولویوں کے فقرے میں آکر اس جنجال میں پڑ گئے میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ جناب مولانا شبلی دنیا کی تاریخ دیکھئے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اس وقت تک کوئی شخص کسی قوم یا قبیلہ شریف یا رذیل میں ایسا بے حیا۔ بے غیرت ذلیل شتر گندا ہے جس نے اپنے ساٹھویں برس کی عمر میں کئی بیبیوں کے ہوتے ہوئے اپنی سوتیلی پر نواسی سے بحالت صغر سنی اپنی شادی کی ہے؟ اگر تواریخ سے جناب مولانا

ایک بھی ایسی مثال نکالتے تو البتہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو الزام حضرت عمر پر دیا گیا ہے وہ بے مثال نہیں ہے میں نے تو آج تک نہ سنا کہ کوئی سسر اپنے داماد کا نواسی داماد ہوا ہو

محی الدین:۔ یہ سب قیاسات ایک طرف ہیں اور واقعہ ایک طرف ہے آپ یہ تو فرمایئے کہ روایات متواترات کو آپ کیونکر باطل کر سکتے ہیں۔

علی رضا:۔ یہ قصہ تو ایسا مکروہ اور ناگفتہ بہ ہے کہ اگر نعوذ باللہ بقول علمائے سنت جماعت صحیح مان لیا جائے تو دو بڑے رکن اسلام کی سیرت پر ایسا داغ آتا ہے اور ان کی ایسی توہین اور تذلیل ہوتی ہے کہ جو شخص سنے گا وہ ان کے کیرکٹر (سیرت) سے انتہا کی نفرت کرے گا۔ پس اگر واقعی تم اس مکروہ قصہ پر زور دینا چاہتے ہو تو پہلے یہ مان لو کہ حضرت عمر ایک بڑے بے حیا اور بے غیرت حریص شخص تھے اور آپ نے اپنی پیرانہ سالی میں ایک ایسے کام کی خواہش کی جو از آدم تا ایندم کسی شریف کیا معنی کسی رذیل تک نے نہ کی تھی اور اگر تمہارے علماء اس بحث پر تل جائیں تو واللہ رنگ تفریح عجب نرالا اور نہایت دلچسپ ہوگا۔ اور غیر مذہب والوں کے لئے تو یہ بحث نقل محفل ہوگی یعنی حضرات سنت جماعت جو حضرت عمر کو اعتقاداً بڑا عالی وقار عالی شان، عالی خیال پاکیزہ خصال سمجھتے ہیں اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ واقعاً حضرت موصوف بڑے بے حیا اور بے غیرت تھے اور ایسے سفیہ النفس تھے کہ جس لڑکی کو ان کی اپنی بیٹی نواسی کہتی تھی اس سے بعمر شصت سالگی شادی کی خواہش کی تھی چھی چھی!! توبہ توبہ!!! اور شیعہ لوگ جن پر تبرائی ہونے کا الزام ہے وہ اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔ کہ حضرت عمر ایسے بُرے اور سفیہ النفس نہ تھے ا فاعتبروا یا اولی الابصار۔

برائے خدا تم خود غور کرو کہ اگر اس وقت کوئی بوڑھا جو لاہے دُھنے کی قوم کا بھی اپنی پیرانہ سالی میں اپنی بیٹی کی نواسی سے (سوتیلی ہی سہی) شادی کی خواہش کرے تو اسکی برادری والے بوڑھے کی کیا گت کر ڈالیں گے۔ پس ایسے مکروہ قصے کے لئے عقلاً سنت جماعت کا (مولوی صاحبان سے مجھے بحث نہیں) اپنی کتاب کے صفحات کو سیاہ کرنا میری سمجھ سے باہر ہے۔ غور تو کرو کہ اگر نعوذ باللہ یہ قصہ سچ ہے تو حضرت حفصہ نے اپنے پدر بزرگوار کے اس ارادے کی خبر سنکر کیا کہا ہوگا ہندوستان کی بیٹیاں تو فوراً بول اٹھیں گی "باوا دیوانے کیا ہو گئے ہیں؟ میری نواسی سے اُن کو شادی کرتے ہوئے کچھ بھی حیا آتی ہے"!!!

ہم نے اہل عرب سے اس بات کو عام طریقہ سے دریافت کیا ہے وہ لوگ بھی ایسے ازدواج کی خواہش کو ویسا ہی مکروہ سمجھتے ہیں جیسا ہم لوگ سمجھتے ہیں تمہارا جی چاہے تو کسی مرد عرب سے جس نے دو شادیاں کی ہوں اور جسکی پہلی بزوجہ سے نواسی ہو پوچھو دیکھو کہ تمہاری نواسی سے تمہارے خسر صاحب یعنی محل ثانیہ کے باپ اپنی پیرانہ سالی میں شادی کرنا چاہتے ہیں تم کیا کہتے ہو؟ پھر دیکھ لو کہ اس مرد عرب کا چہرہ کیسا سرخ ہو جاتا ہے۔ اور تمکو کیسی سناتا ہے۔ خیریت یہ ہے کہ یہ قصہ ہی محض غلط اور لغو اور مہمل ہے۔ آپ کی کتابوں میں اس بے جوڑ بے قافیہ شادی کا حال جس میں لڑکا ساٹھ برس کا بوڑھا اور لڑکی چار، پانچ برس کی دختر نابالغہ ہے یوں بیان کیا گیا ہے ان عمر ابن الخطاب خطب الی علی ابنته ام کلثوم فذکر له صغرها فقیل له انه

رد ثم عاوده فقال له علی ابعث بها الیک فان رضیت فهی امرأتک فارسل الیه فکشف عن ساقها فقالت له لولا انت امیر المومنین للطمت عینک یعنی جب عمر خطاب نے جناب امیرؑ سے ام کلثوم کی خواستگاری کی جو حضرت نے اسکی صغر سنی کا عذر کیا تب لوگوں نے کہا کہ جناب امیرؑ نے تمہاری بات اٹھا دی تب حضرت عمر نے پھر خواستگاری کی اس پر جناب امیر علیہ السلام نے اس لڑکی کو ان کے پاس بھیج دیا اور کہا کہ اگر یہ راضی ہو جائے تو یہ تمہاری عورت ہے جب وہ لڑکی وہاں پہنچی تو حضرت عمر نے اسکی ساق کھول لی اس لڑکی نے کہا کہ اگر تم امیر المومنین نہ ہوتے تو میں تمہاری آنکھ پر طمانچہ مارتی۔ دیکھو کتاب استیعاب۔

اور کتاب مناقب السادات میں شیخ شہاب الدین دولت آبادی نے باب ششم شرح خصاف سے لکھا ہے لما خطب عمر ام کلثوم و اعتذر علی و قال انها صغیرة فقال مالی حاجة الی النساء ولکن ابتغی الوسیلة الی محمد علیه السلام و هو یقول کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی ونسبی فزوجها علی ایاه لمهر اربعین الف درهم فساق ذالک الی عمر وهی ابنة اربع الی خمس ما فلسه عمر الی جنبه فرفع میزرها و مسح یده علی راسها فجردساقها فرفعت یدها وکادت ان تلطمه وقالت لولا انت امیر المومنین للطمت علی خدک فقال عمر دعوعا فانها هاشمیة قرشیة یعنی جب عمر نے ام کلثوم کی خواستگاری کی اور علی نے یہ عذر کیا کہ وہ صغیرہ ہے تو کہا کہ مجھے حاجت عورتکی نہیں ہے لیکن میں وسیلہ طرف محمد علیہ السلام کے چاہتا ہوں کیونکہ حضرت نے فرمایا ہے کہ کل نسب اور سبب موت کے بعد قطع ہو جاتے ہیں۔ الا میرا نسب اور سبب تب علیؑ نے چالیس ہزار درہم پر اس کا عقد کر دیا کہ جس وقت سن اس کا چار یا پانچ برس کا تھا تب بٹھایا عمر نے اسکو اپنے پہلو میں اور اسکی چادر سر سے اتاری اور اپنا ہاتھ اس کے ماتھے پر پھیرا اور ساق پا کو اس کے کھولا۔ تب اس لڑکی نے ہاتھ اٹھایا اور قریب تھا کہ خلیفہ کے منہ پر طمانچے مارے اور کہا کہ اگر تو امیر المومنین نہ ہوتا تو میں تیرے منہ پر طمانچے مارتی۔ تب عمر نے کہا کہ اسکو واپس کرو کیونکہ یہ زن ہاشمیہ قرشیہ ہے۔

بھئی محی الدین ذرا غور کرو کہ اس وقت جناب شاہنشاہ جاپان تحقیقات مذہب فرما رہے ہیں۔ اگر موصوف الیہ سیرت و اخلاق محمدی و تہذیب مرتضوی اور اصول اسلام کو پسند فرما کر یہ کہیں کہ بیشک اسلام سب سے اچھا مذہب ہے اور اسپر ان کا وزیر اعظم بول اٹھے کہ حضور یہ کیا فرماتے ہیں اسلام تو ایسا میلا مذہب ہے کہ ایک بڑا رکن اسلام جو محمد صاحب کا بڑا عالیشان نائب سمجھا جاتا ہے اس نے ساٹھ برس کے سن میں تین بیبیوں کے ہوتے ہوئے اپنی بیٹی کی نواسی سے شادی کی تھی اور اسکے ساتھ علانیہ ایسی حرکت کی تھی کہ جو کوئی شریف نہیں کرتا اور اس لئے اس لڑکی نے اسکے منہ پر طمانچہ مارنے کا قصد کیا تھا اور دوسرے رکن اسلام نے اعیاذاً باللہ اپنی بیٹی کو بازاری سودے کی طرح بطور نمونہ کے اس کے پاس بھیجا تھا تو شاہنشاہ جاپان کے دل کی کیا حالت ہو گی۔ اگر شاہنشاہ جاپان نے علمائے سنت جماعت سے یہ سوال کیا کہ کیا میرا وزیر جو بولتا ہے سچ ہے اور اگر سچ ہے تو انسان کی تواریخ میں کسی ملت اور مذہب میں اسکی مثال مل سکتی ہے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ ان حضرات کا کیا عالم ہو گا۔ اور اس سوال کے جواب میں کیسا فشار ہو گا خدا بچائے ان راویوں سے

جنھوں نے ایسے ایسے واہیات اور مہمل قصے گھڑ کر اسلام کو محض بے آبرو اور شرمناک رنگ میں دکھا کر
ڈبو دیا ہے اور ایسے پاک مذہب کو محض کو میلا اور نفرت انگیز جامہ پہنایا ہے اور ہمارے آقا گوہر درج
شرافت اور قمر برج سیادت امیرالمومنین امام المتقین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو نعوذ باللہ ایسا
بے غیرت اور بے شرم دکھایا ہے کہ اس برگزیدۂ خدا نے اپنی بیٹی صاحب التطہیر کو نعوذ باللہ بطور نمونہ کے
بھیج دیا اور وہ بھی ایسے شخص کے پاس جس کی صورت سے آپ کو نفرت تھی جیسا کہ صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ
ایک مرتبہ جب حضرت ابوبکر نے حضرت علی علیہ السلام کے پاس آنے کی خواہش کی تھی تو حضرت علی علیہ السلام
نے بوجہ کراہت حضوری حضرت عمر کے کہلا بھیجا کہ آپ تنہا آئیں تو مضائقہ نہیں ۔ لیکن کوئی دوسرا
آپ کے ساتھ نہ آئے۔

الغرض یہ قصہ اس قدر مہمل ہے کہ کوئی معمولی عقل کا آدمی بھی اسکو مان نہیں سکتا اور مسلمانوں کے لئے تو ایسی
بات کا ماننا خلفائے راشدین کی سیرت پر داغ لگانا ہے ۔ باعتبار واقعات کے بھی ان روایات سے اس
لڑکی کا بنت فاطمہ زہرا ہونا غیر ممکن ہوتا ہے اس لئے کہ یہ واقعہ ۱۷ھ ہجری سے ۲۰ھ ہجری کے اندر بیان
کیا جاتا ہے اور صاحب مواقف لکھتے ہیں کہ جب جناب حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے باغ فدک کا
دعوے کیا تھا تو حضرت ام کلثوم نے گواہی دی تھی ۔ اس لئے اگر بوقت انتقال جناب فاطمہ زہرا
سلام اللہ علیہا کے سن حضرت ام کلثوم کا نو سے پانچ برس کا بھی فرض کیا جائے اور دو برس زمانہ خلافت
خلیفہ اول اور چھ سات برس زمانہ خلافت خلیفہ ثانی اس پر اضافہ کیا جائے تو اس وقت سن ان معظمہ کا
اٹھارہ برس سے چودہ برس تک ہوتا ہے ۔ تب یہ بات کہ ایسی لڑکی کو جناب امیر علیہ السلام نے بطور نمونہ
کے بھیج دیا تھا اور اس لڑکی کے ساتھ حضرت فاروق نے بقول بعضے قبل از نکاح ویسی حرکت کی تھی
جو مذکور ہوئی اور یہ حرکت آپ سے بحالت صحت ذات وثبات عقل ایسی علانیہ اور بے محابا کی کہ لوگوں
نے دیکھا اور کتابوں میں لکھا کس قدر مہمل اور خلاف عقل وقیاس معلوم ہوتی ہے اور اگر سن اس لڑکی کا
وقت نکاح کے چار یا پانچ برس کا فرض کیا جائے جیسا کہ حضرات سنت جماعت کی کتابوں میں لکھا
ہے تو اسی وقت قصہ فیصل ہے ۔ کیونکہ جناب حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ۱۱ھ ہجری میں وفات
پائی ہے ۔ تب جو لڑکی ۱۷ھ میں چار یا پانچ برس کی ہوگی وہ ۱۲ھ یا ۱۳ھ ہجری میں یعنی دو ایک برس
بعد وفات جناب سیدہ کے پیدا ہوئی ہوگی ۔ اس لئے وہ بنت فاطمہ ہو نہیں سکتی۔

المختصر جب متاخرین فرقۂ سنت جماعت نے غور فرمایا کہ کوئی بیٹی جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کی دو برس
قبل از وفات حضرت فاروق کے صغیر سن ہو نہیں سکتی تب اس بات سے کترا کر ایک دوسرا قصہ گھڑا یعنی یہ
لکھدیا کہ ام کلثوم سے حضرت عمر کو ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام زید ابن عمر تھا ۔ مگر خیریت ہے کہ اس
کے ساتھ یہ بھی لکھدیا کہ زید ابن عمر مع اپنی مادر ام کلثوم کے زمانہ خلافت معاویہ میں مر گیا اور دونوں
ماں بیٹے کی نماز جنازہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ ابن عمر نے پڑھائی ۔ لیکن متواترات سے
یعنی کتاب روضۃ الشہدا وتحریر الشہادتین وغیرہ سے ثابت ہے کہ جناب حضرت ام کلثوم بنت جناب

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام معرکہ کربلا میں ساتھ اپنے برادر بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کے موجود تھیں اور بعد شہادت حضرت امام حسینؑ اسیر ہو کر کوفہ اور شام گئیں اور بعد رہائی مدینہ تشریف لائیں اور اپنے شہید بھائی کی عزاداری کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو ام کلثوم زوجہ حضرت عمر فاروق تھیں وہ ہرگز بنت فاطمہ زہرا علیہا السلام نہ تھیں - حضرات مصنفین نے ایک نام ہونے کی وجہ سے ایسا دھوکا کھایا ہے اور اسی غلط بنیاد پر ایک عمارت بے سقف و دیوار گانہ قائم کی ہے - اگر یہ ام کلثوم نعوذ باللہ زوجہ خلیفہ ثانی ہوتیں تو ابن زیاد و یزید بپاس خاطر خلیفہ دوم کچھ نہ کچھ ان کا احترام ضرور کرتا اور کم سے کم مصنفین اور مورخین واسطے دکھلانے اتحاد اور ہمدردی درمیان خاندان خلیفہ ثانی و اہل بیت طاہرین کے کچھ نہ کچھ اس کا تذکرہ فرماتے مگر کسی محدث یا مورخ یا مصنف نے کسی کتاب میں ایسا نہیں لکھا ہے کہ کوئی زوجہ حضرت خلیفہ ثانی کی معرکہ کربلا میں موجود تھیں یا اسیر ہوئیں۔

الغرض یہ قصہ عقلاً و نقلاً عرفاً و شرعاً بالکل بے سروپا اور بے بنیاد ہے واقعہ صرف اسی قدر ہے کہ ایک عورت اسماء بنت عمیس تھی جس کا نکاح پہلے حضرت جعفر طیار سے ہوا تھا بعدہ حضرت ابوبکر کے نکاح میں آئی اور ان سے اس عورت کو ایک لڑکی ام کلثوم پیدا ہوئی اور پھر اسماء بنت عمیس مذکورہ جناب امیر علیہ السلام کے نکاح میں آئی اور کلثوم دختر حضرت ابوبکر بھی اپنی ماں کے ساتھ جناب امیر علیہ السلام کے گھر میں آئی - لیکن حضرت بی بی عائشہ کو اپنے باپ کی بیٹی کا بھی حضرت علی علیہ السلام کے گھر میں رہنا ناگوار ہوا اس لیے آپ نے حضرت عمر خلیفہ وقت کے ذریعہ سے اسکو طلب کرایا جناب امیر علیہ السلام اس لڑکی کے جانے پر بھی راضی نہ تھے مگر جب حضرت عباس نے سمجھایا کہ ایسی ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے قصہ طول کرنا بیکار ہے تو حضرت علی علیہ السلام نے اس لڑکی کو خلیفہ ثانی کے پاس بھیجدیا چنانچہ حسب نقل بعض متکلمین کے مصنف کتاب بوارق نے بسند کتاب استیعاب وکنز الاعمال اس حکایت کو یوں لکھا ہے۔

"ام کلثوم دختر ابوبکر بود مادرش اسماء بنت عمیس کہ اولاً زن جعفر طیار بود باز نبکاح ابوبکر آمدہ عبدالرحمن نام پسر و دختر ام کلثوم نام زائید بعد ازاں نبکاح علی ابن ابیطالب درآمد - کلثوم ہمراہ مادر آمدہ عمر ابن خطاب با ام کلثوم دختر ابوبکر نکاح کرد"

ہرچند نکاح کرنا حضرت عمر کا اس لڑکی سے بھی خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے لیکن واقعہ اسی قدر ہے کہ اس لڑکی کو حضرت عمر نے منگوایا تھا اور اسی کو طوعاً و کرہاً جناب امیر السلام نے خلیفہ ثانی کے پاس بھیجا - لیکن چونکہ اس لڑکی کا نام بھی ام کلثوم تھا اس لیے یاروں نے اس پر خوب طبع آزمائیاں اور خامہ فرسائیاں کیں اور خوب خوب بے پر کی اڑائی۔

اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ خود غور کرو کہ تمہارے نزدیک آیا یہ قصہ قرین عقل و قیاس معلوم ہوتا ہے یا وہ قصہ جو تمہاری کتابوں میں مذکور ہے اور جس سے دو خلفائے عالیجاہ کی انتہا درجہ کی توہین و تذلیل ہوتی ہے اور دونوں کی سیرتوں پر بڑا دھبہ آتا ہے۔

محی الدین:- یہ امر متعلق بہ تحقیقات واقعات تاریخی ہے۔ اس کو میں اپنے علماء سے دریافت کروں گا۔

فضائل مخصوصہ جناب امیر علیہ السلام جو کسی دوسرے صحابہ کو نصیب نہ ہوئے

علی رضا:۔ دیکھو ہم نے تم سے تین اقرار لیے ہیں کہ فضائل اثنا عشر میں حضرت علی علیہ السلام کسی صحابی سے کم نہ تھے اور اب ہم یہ کہتے ہیں کہ فضائل مفصلہ ذیل جو حضرت علی علیہ السلام کو اعلیٰ درجہ پر پہنچاتے ہیں حضرت ہی کی ذات مجسمۂ صفات کے لیے مخصوص ہیں اور کسی صحابہ کو حاصل نہ ہوئے علاوہ اس کے علوم باطنی اور معرفت الٰہی جس کی نسبت کل حضرات اہل تصوف بھی معترف ہیں خاص حضرت علی علیہ السلام ہی کا حصہ تھا۔ پس اپنے علماء سے اسکو بھی تحقیق کرنا کہ یہ سب فضائل حضرت کو حاصل تھے یا نہیں۔

(۱) حضرت علی علیہ السلام خانۂ کعبہ میں پیدا ہوئے دیکھو سوانح عمری حضرت علی ابن ابیطالب صفحہ ۴۸۶

(۲) حضرت علیؑ نے کنار رسول میں پرورش پائی دیکھو سوانح عمری علی مرتضیٰ علیہ السلام صفحہ ۴۸۷

(۳) حضرت علیؑ سابق الایمان ہوئے۔ اور ایام طفولیت ہی سے مسلمان رہے ایضاً صفحہ ۴۸۸

(۴) حضرت علیؑ کو حضرت رسولؐ نے انفنا میں داخل کیا اور نحمک لحمی دمک دمی فرمایا ایضاً صفحہ ۶۲

(۵) حضرت علیؑ مظہر العجائب کہلائے اور حضرت رسولؐ کو حضرت علیؑ سے طلب اعانت کی ہدایت ہوئی۔ یعنی ناد علیا مظہر العجائب تجدہ عونا لک فی النوائب کہا گیا

(۶) شب معراج سبحانہ عز شانہ نے جناب امیر علیہ السلام کی آواز میں جناب رسول مقبول سے بات کی دیکھو سوانح عمری ایضاً صفحہ ۶۴۸۔

(۷) حضرت علیؑ کا ازدواج حضرت سیدۃ النساء العالمین سے ہوا مشہور ہے۔

(۸) حضرت علیؑ نے فرمان واجب الاذعان خداوند منان یعنی سورۂ برات بمقابلہ ہجوم کفار بدشعار وجم غفیر منافقین ناہنجار بکمال کشادہ پیشانی پڑھا دیکھو سوانح عمری حضرت علی مرتضیٰ۔ صفحہ ۶۱۲

(۹) حضرت علی علیہ السلام خانہ کعبہ میں رسولوں کے سرتاج صاحب معراج کے دوش مبارک پر سوار ہوئے ازالۃ الخفا صفحہ ۲۵۲ و سوانح عمری صفحہ ۵۰۸۔

(۱۰) حضرت علیؑ شکم مادر میں تعظیم رسول کرتے تھے اور پہلی غذا آپ کی لعاب دہن رسول تھی اور دنیا میں سب سے پہلے آپ کی نظر حضرت رسولؐ پر پڑی دیکھو سوانح عمری صفحہ ۴۸۷۔

(۱۱) نماز اور عبادت میں آپ پر درود بھیجنا جزو عبادت ہوا۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد اور آپ کے چہرہ مبارک پر نظر کرنا عبادت تھا دیکھو سوانح عمری صفحہ ۶۳۲ اور خود حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ جناب رسولؐ مقبول نے فرمایا النظر الی علی عبادۃ دیکھو فتوحات اسلام محاربہ صدیقیہ صفحہ ۱۳۔

(۱۲) جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے دیکھو سوانح عمری صفحہ ۴۷۲ و ۵۷۳۔

محی الدین:۔ (۱) (۲) (۷) کو تو میں جانتا ہوں۔ بقیہ کو اپنے علماء سے تحقیق کروں گا۔

علی رضا:۔ ہر چند میرے برآورد مطلب کے لیے اسی قدر کافی ہے۔ مگر تاہم شب گذشتہ کو میں نے ایک ٹیبل تیار کیا ہے

جس سے بذریعہ کتب اہل سنت ثابت کیا ہے کہ فضائل اثنا عشریہ میں بھی حضرت علی علیہ السلام کل صحابہ سے افضل تر تھے برخلاف اس کے خلفائے ثلثہ سب صفتوں میں بالکل قلیل ہوئے ہیں یاد رکھو کہ جز و کثیر اس تمثیل کا تمہاری کتب سے تیار کیا ہے کیونکہ مذہب شیعہ کی کتابیں تو تمہارے نزدیک بالکل بیکار ہونگی۔

تمثیل مدارج حضرت امیر المومنین علیہ السلام و نواقص خلفائے ثلثہ

	حضرت علی علیہ السلام	حضرت ابوبکر
(۱) فضیلت معرفت خدا	(۱) حضرت علی علیہ السلام سابق الایمان تھے اور ابتدائے شعور سے آپ نے خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا گویا کالبد آپ کا نور ایمان سے بنا تھا۔ (۲) حضرت علی علیہ السلام کا قول تھا لو کشف الغطاء لما ازددت یقینا ترجمہ اگر میری آنکھوں سے پردے اٹھا دیے جائیں تو اس سے میرے یقین میں کچھ فرق نہ ہوگا یعنی میرا باطنی یقین وجود باریتعالیٰ کا اوروں کی رویت کے برابر ہے	بروز ہجرت آپ خداوند عالم کو ایسا بھولے کہ قریش کی آہٹ پاتے ہی بچوں کی طرح رونے لگے اور کہنے لگے کہ قریش کثیر ہیں اور ہم صرف دو آدمی ہیں کیونکر جان بچے گی تب حضرت رسول مقبول نے یاد دلایا ان اللہ معنا یعنی اللہ گویا دیکھیے اللہ ہمارے ساتھ ہے۔
(۲) تقرب بخدا	(۱) حضرت علی کی شان میں حضرت رسول مقبول نے فرمایا النظر الی وجہ علی عبادہ۔ یعنی علیؑ کی زیارت عبادت میں داخل ہے دیکھو مستدرک و فتوحات اسلام محاربہ صدیقیہ صفحہ ۱۳ (۲) حضرت علی علیہ السلام کا نام ساق عرش پر لکھا ہے۔ (۳) بروز قیامت لوائے حمد حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوگا اور تمام انبیاء اس کے نیچے ہو کر چلیں گے دیکھو معارج النبوۃ۔ (۴) حضرت علیؑ کی شان میں آیات قرآنی بکثرت موجود ہیں۔ (الف) سورہ دہر بسند تفسیر کشاف (ب) قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ بسند ازالۃ الخفا۔ (ج) انما ولیکم اللہ (د) تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم دیکھو کتاب المرتضیٰ صفحہ ۱۰۷ و صفحہ ۱۱۳	اہل سنت کے امام اعظم ابو حنیفہ نے لکھا ہے کہ ایمان ابی بکر صدیق و ایمان ابلیس واحد یعنی حضرت ابوبکر اور ابلیس کا ایمان ایک ہے دیکھو تاریخ بغداد خلاصہ تاریخ مذکور مسمیٰ بہ مختصر تاریخ بغداد مولفہ ابن جزلہ۔
(۳) فضیلت برگزیدہ خدا یعنی خدا کا پیارا ہونا	(۱) بروز جنگ خیبر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو ہم کل علم دیں گے وہ کرار غیر فرار ہے۔ اللہ اسکو دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتا ہے بعد اس کے	نہایت العقول میں ہے کہ خلفا خاطی اور غیر معصوم تھے اور شیطان اُن پر تسلط کرتا تھا اور وہ بت پرست تھے

حضرت عمر	حضرت عثمان	کیفیت
(۱) حضرت فاروق ۲۶ برس کی عمر تک کافر وبت پرست رہے (۲) مدت مدید تک آپ حضرت رسولؐ کے دشمن جانی رہے یہاں تک کہ ایکمرتبہ آپ حضرت پر تلوار کھینچکر آئے تھے۔ ازالۃ الخفا فتوحات اسلام محاربہ فاروقیہ صفحہ اول (۳) ربیع الابرار علامہ زمخشری وکتاب مستطرف فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھاہے کہ حضرت عمر نے بعد اسلام شراب نوشی کی اور عالم نشہ میں عبدالرحمان بن عوف کو ہڈی سے مارا اور دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ خدا سے کہدو کہ ہمکو شراب پینے سے بچاوے اور ہمارا کھانا بند کرے اور ہم نے آج سے روزہ رکھنا چھوڑ دیا۔"	(۱) حضرت بہت زمانہ تک بے ایمان رہے۔ (۲) آپ نے صدہا جلدیں کلام پاک قرآن مجید کی جلوادیں دیکھو تاریخ تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۳۷	(۱) تم ہرگز یہ سمجھنا کہ اس کہنے سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایک وقت میں کافر ہو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا ہرگز نہیں ہمارا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان یا حضرت عمر کا ابتدائے اسلام سے تاوفات جیسا ایمان رہا اس سے حضرت علی کا ایمان کسی وقت کم نہ تھا بلکہ زیادہ تھا بفرض محال اگر برابر بھی ہو تو بھی غور کرکے دیکھو تو کہ سب حضرات کی مدت ایمان کو منہا کرنے سے باقی کیا رہ جاتا ہے۔ کیا علوم متعارفہ کے اصول سے صرف سابق کی حالت خلفائے دوم وسوم کے حصہ میں باقی رہ جاتی ہے یا کچھ زیادہ؟
امام ابوحنیفہ صاحب حضرت عمر کے قول کی نسبت یہ فتوے دیتے ہیں کہ عن عبدالصمد عن ابیہ قال ذکر لابی حنیفۃ قول قال عمر فقال قول الشیطن دیکھو جامع الصغیر صفحہ ۴۲	علامہ ذہبی نے لکھاہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ جب دجال خروج کریگا تو اسکی پیروی وہ لوگ کریں گے جو عثمان کو دوست رکھتے ہیں۔	
(۱) حضرت عمر کا بیگناہوں کو قتل کرنا اور اکثروں پر ظلم شدید کرنا مشہور و معروف ہے اور اللہ نہیں دوست رکھتا ہے ظالموں کو دیکھو سیرۃ الفاروق صفحہ ۳۵ (۲) آپ نے اپنی بہن کو بوجہ اسلام لانے کے تلوار سے زخمی کیا فتوحات اسلام محاربہ فاروقیہ صفحہ ۲	تحفہ اثنا عشریہ میں لکھاہے کہ بعد قتل حضرت عثمان کے حضرت علی فرماتے تھے قتلہ اللہ وانا معہ یعنی قتل کیا عثمان کو اللہ نے اور میں اسکے ساتھ تھا۔	

فضیلت	حضرت علی علیہ السلام	حضرت ابوبکر
	وہ علم حضرت علی کو دیا فتوحات اسلام صفحہ ۳۶۔ (۲) جب عقد جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا ساتھ سیدۃ النساء العالمین کے ہونے کو تھا تو حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ھذا الرجل یحب اللہ ویحب الرسول ویحبانہ یعنی یہ وہ شخص ہے جو اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اسکو دوست رکھتے ہیں۔ معارج النبوۃ۔	
	(۳) رسولؐ نے حضرت فاطمہ زہرا سے فرمایا ان اللہ عزوجل اطلع علی اھل الارض فاختار رجلین احدھما ابوک والآخر بعلک یعنی خداوند عالم نے اہل ارض کو جانا اور دو شخصوں کو چن لیا۔ ایک تمہارے باپ کو اور دوسرے تمہارے شوہر کو۔ دیکھو شواہد النبوۃ۔ دیوان جناب امیر علیہ السلام صفحہ ۶ (۴) ایک دن جناب رسول خدا کے پاس ایک چڑیا بریاں تھی حضرت نے خدا سے دعا کی کہ خدایا بھیج میرے پاس اس شخص کو جو تیرا بڑا پیارا ہے کہ میں اس کے ساتھ چڑیا نوش کروں بمجرد ختم ہونے اس دعا کے حضرت علی تشریف لائے اور جناب رسولخدا نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ وہ چڑیا نوش فرمائی دیکھو مشکواۃ المصابیح باب المناقب	
(۴) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا دوست ہونا	(۱) جب قریش نے حضرت رسول مقبول کو مکے میں بہت ستایا تو حضرت نے مکہ سے ہجرت کا قصد کیا یہ خبر سنکر قریش نے قسمیں کھائیں کہ سارے اہلبیت کو اور پیغمبر خدا کو آجکی شب مار ڈالیں گے چنانچہ اس قصد سے حضرت کے مکان کا تلواریں لئے ہوئے محاصرہ کر لیا اسوقت حضرت رسولخدا نے فرمایا کون ایسا ہے جو خدا کے لئے اور خدا کے رسول کی جان بچانے کے لئے میرے فرش پر تلوار ونکی چھاؤں میں آرام کرے؟ حضرت علی لبیک کہکر مستعد ہو گئے اور بستر رسول پر جو قریش کی تلواروں کے محاصرے میں تھا آرام کیا اس وجہ سے جناب رسولخدا کو ہجرت فرمانے میں آسانی ہوئی دیکھو مسٹر امیر علی صاحب کی کتاب روح الاسلام صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۸ (۲) جب دشمنوں نے بروز جنگ احد حضرت رسول کو گھیر لیا اور تیر لگانے لگے تو اس وقت حضرت علی سینہ سپر تھے دیکھو شرح تجرید علامہ توشجی صفحہ ۳۸۷ ازالۃ الخفا صفحہ ۲۵۴ مدارج النبوۃ حال جنگ احد (۳) جنگ احد میں حضرت رسولؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کو کہا انہ منی وانا منہ اور حضرت جبرئیل نے کہا انا منکم دیکھو مدارج النبوۃ حال جنگ احد	(۱) جنگ احد و جنگ حنین میں رسول اللہ کو تنہا چھوڑ کر بھاگے دیکھو معارج النبوۃ وغیرہ (۲) حضرت رسول اللہ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے۔

حضرت عمر	حضرت عثمان	کیفیت
(۱) حضرت عمر کا خود قول تھا کہ میں قبل اسلام حضرت رسول اللہ کی ایذا رسانی میں اشد الناس تھا اور ابوجہل سے کم نہ تھا دیکھو سیرۃ الفاروق صفحہ ۱۹ و ۲۰ (۲) بوقت صلح حدیبیہ حضرت عمر نے فرمایا کہ مجھکو رسول اللہ کی نبوت پر ایسا شک کبھی نہ ہوا جیسا آج ہوا دیکھو مدارج النبوۃ (۳) جنگ احد میں حضرت رسول اللہ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے دیکھو شرح تجرید علامہ قوشجی صفحہ ۳۸۷ - معارج النبوۃ حال جنگ احد (۴) جنگ حنین سے بھی گریز فرمایا (۵) حضرت رسول اللہ کی تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہوئے۔	(۱) جنگ احد میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے شرح تجرید علامہ قوشجی صفحہ ۳۸۷ (۲) حبیب السیر میں ہے کہ آپ ایسے بھاگے کہ تین دن تک آپ کا پتہ نہ لگا اور کتاب مدارج النبوۃ میں ہے کہ مسلمانان نہزمیت آوردند حضرت رسول را تنہا گزاشتند (۳) حضرت رسول نے مروان بن حکم کو مدینہ سے مردود کر کے نکالا تھا مگر آپ نے اس کو اپنا وزیر مقرر کیا۔	ہائے افسوس جب خلفائے ثلثہ اس مد میں بھی گھٹ گئے تو افضل کیونکر ہو سکیں گے۔
(۱) حضرت عمر نے ایک زن حاملہ کو رجم کا حکم دیا حضرت علی نے متنبہ کی کہ اس کا رجم جائز نہیں تب حضرت عمر باز آئے دیکھو شرح مواقف کنز الاعمال و رجال مشکواۃ شیخ عبد الحق و سیرۃ الفاروق صفحہ ۱۷۱ (۲) حضرت عمر نے ایک زانیہ مجنونہ کو سنگساری کا حکم دیا حضرت علیؑ نے منع کیا اور حدیث نبی یاد دلائی۔ حضرت عمر نے کہا لولا علی لہلک عمر۔ یعنی اگر حضرت علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا دیکھو استیعاب و سیرۃ الفاروق صفحہ ۱۷۱ (۳) حضرت عمر حد شراب خواری نہ جانتے تھے اور حضرت علیؑ نے بتلا دیا۔ دیکھو کنز العرفان (۴) حضرت عمر نے چاہا کہ زیورات خانہ کعبہ اور اس کے مال و متاع	(۱) آپ بھی حضرت رسول خدا کی تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہوئے (۲) جناب امیرؑ نے آپ کے کردار کو دیکھ کر فرمایا کہ جناب رسول خدا کے لئے آپ سے ایک غیر اچھا ہے دیکھو دیوان جناب امیر صفحہ ۲؟ (۳) حضرت عثمان کے بارے میں اس قدر لکھنا کافی ہے کہ جمہور علماء اہل سنت کا قول ہے کہ حضرت عثمان صحابہ مجتہدین میں داخل نہیں ہیں۔ (۴) بوجوہ بالا آپ نے بلا تامل سیرت شیخین پر عمل کرنے کو قبول کر لیا (۵) ابن اثیر نے نہایہ میں حضرت عائشہ کا قول لکھا ہے کہ آپ حضرت عثمان کو شیخ احمق کہتی تھیں۔ اور فرماتی تھیں کہ اس نعثل کو قتل کرو۔ (۶) آپ اپنے اہل قرابت کے بڑے طرفدار	(۱) مجھے سخت تعجب ہے کہ جب مسئلہ قتل و قصاص میں خلفائے ثلثہ کا یہ حال تھا تو پھر حضرت علیؑ سے علم و فضل میں مقابلہ کا دعویٰ کیونکر کر سکتے تھے۔ (۲) یہ فضیلت تو ایسی ہے کہ بغیر اسکے نیابت رسول کا حوصلہ مہمل ہے۔ پس خلفائے ثلثہ کا اس فضیلت میں تھرڈ کلاس ہونا تو قطع نظر تقابل ہے ان کی حقیقت کو ظاہر کر دیتا ہے۔ کیونکہ حاکم غیر قانون داں کبھی منصف اور اچھا حاکم ہو نہیں سکتا۔

فضیلت	حضرت علی علیہ السلام	حضرت ابوبکر
	وشکواۃ المصابیح (۴) اسی جنگ میں حضرت علی کی شان میں لافتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار نازل ہوا (۵) حضرت علی اس جنگ سے بھاگنے کو کفر سمجھتے تھے جیسا کہ فرمایا لواکفر لبعد الایمان ان لی بک اسوۃ (مدارج النبوۃ) (۶) حضرت علی ابتدائے شعور سے آخر وقت تک حضرت رسول اللہ کے ساتھ رہے اور خدمت آخری یعنی تجہیز و تکفین و تدفین بجا لائے۔ (۷) علی کی شان میں رسول مقبول نے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین الی آخرہ (۸) ترمذی میں عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسولخدا نے اپنے یاروں میں سے ایک دوسرے بھائی چارہ کیا حضرت علی آئے اور عرض کی کہ حضور نے مجھے کسی کی اخوت میں نہ دیا تو حضرت نے فرمایا اے علی تم دین و دنیا میں میرے بھائی ہو یا رہو (دیکھو مشکواۃ المصابیح) (۹) خود حضرت رسول مقبول کا قول تھا کہ علی میرا ویسا دوست جاں نثار ہے جیسے موسے کا ہارون۔	
(۵) شریعت رسول اللہ کا عالم باعمل ہونا	اس مد میں حضرت علی علیہ السلام کا رتبہ صرف ایک حدیث سے کہ جو اصحاب علم و یقین کے لئے کافی اور جامع ہے ثابت کر کے قصداً اس خانہ کو یہ کہکر سادہ چھوڑتے ہیں سہ خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست یعنی حضرت رسول خدا نے فرمایا انا مدینۃ العلم و علی بابہا کیا پردہ زمین پر کوئی سنی عالم ہے جو اس سے انکار کرے کہ حضرت علی افصح العرب والعجم تھے اور یہ کہ حضرات ثلثہ کے وقت میں ہر مشکل مسئلوں میں حضرت علی علیہ السلام کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ اور آپ کا فتوے قول فیصل ہوتا تھا۔ علاوہ اس کے مشہور ہے کہ جب بعد خلیفہ دوم کے لوگوں نے حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانا چاہا تو یہ شرط کی کہ آپ سیرت شیخین پر عمل کیجئے آپنے قطعًا انکار کیا اور فرمایا کہ میں اپنے علم و یقین پر عمل کروں گا۔ دیکھو امیر علی صاحب کی کتاب اسپرٹ آف اسلام (۷) ام۔ ایضاً لیکچر ۱۹۲۶ء صفحہ ۶	(۱) حضرت ابوبکر نے چور کا بایاں ہاتھ کٹوایا علمائے اہلسنت قبول کرتے ہیں کہ یہ حکم خلاف شرع تھا (۲) حضرت نے فجانت سلمی کو جو مسلمان تھا آگ میں جلوا دیا یہ امر خلاف شرع ہے دیکھو شرح تجرید و فتح الباری وغیرہ (۳) حضرت ابوبکر مسئلہ کلالہ اور میراث جدہ سے ناواقف تھے اس لئے علمائے اہل سنت قبول کرتے ہیں کہ امام کے لئے علم تمام احکام کا شرط نہیں ہے۔ دیکھو تحفہ اثنا
(۶) معصوم ہونا	(۱) حضرت علی کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوا یعنی حق تعالےٰ نے پارہ ۲۲ سورۂ احزاب میں فرمایا لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (۲) ابن مردویہ کا قول ہے کہ جب آیت نازل ہوئی تو حضرت	عشریہ (۴) حضرت ابوبکر مسئلہ میراث عمہ اور خالہ سے ناواقف تھے۔ دیکھو کنز الاعمال۔

حضرت عمر	حضرت عثمان
کو خرچ کریں حضرت علیؑ نے منع کیا اور عدم جواز کا مسئلہ تبایا کتاب ربیع الابرار زمخشری و جلال الدین سیوطی (۵) حضرت عمر خونبہا استقاط حمل کا نہیں جانتے تھے جس کے جہل کا اعتراف آپ نے برسر منبر کیا اور اسکو ایک شخص نے بتلا دیا ازالۃ الخفا (۶) حضرت عمر مسئلہ نکاح زمان عدہ بحالت جہل قاعدین سے ناواقف تھے اور اس لئے درمیان ایک مرد اور ایک عورت کے ہمیشہ کے لئے جدائی کا فتویٰ دیا اور مہر اس کا داخل بیت المال کیا حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ حکم غلط ہے حقیقتہً مہر عورت کا ہے اور بعد گذرنے عدہ کے فریقین کو اختیار ہے چنانچہ اسی طرح پر فیصلہ ہوا - ذخائر العقبیٰ - (۷) حضرت عمر مسئلہ قصاص سے جس حالت میں کہ بعض وارث نے معاف کیا ہو ناواقف تھے چنانچہ ایک مرتبہ باوجود معاف کرنے کے ایک وارث کے آپ نے قتل کا حکم دیا ابن مسعود نے بتلا دیا کہ ایسی حالت میں قصاص جائز نہیں بلکہ دیت کی جائے گی - چنانچہ اسی کے موافق فیصلہ ہوا دیکھو کنز الاعمال ازالۃ الخفا - (۸) شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے جس قدر غلطی مسائل کی کی ہے اس کا احصا نہیں ہو سکتا - (۹) ایک بار حضرت عمر بڑے بڑے مہر باندھنے کی ممانعت کر رہے تھے کہ ایک بڑھیا نے کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھی واتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا اور کہا کہ خلیفہ ہو کر قرآن نہیں سمجھتا حضرت عمر نے کہا کہ عمر سے سب کا علم زیادہ ہے یہاں تک کہ ضعیفہ عورتوں کا اور پھر ممانعت نہ کی دیکھو مسدس حالی طبع ششم صفحہ ۵۳ - نوٹ	تھے اور اپنے مسبوق کے مثل تیز فہم نہ تھی اور دھوکے میں جلد آجاتے تھے - تاریخ خلفائے کرام ۲۳۷
(۱) ایک شب حضرت عمر نے ایک مکان سے گانے کی آواز سنی حضرت دیوار پھاند کر اس مکان میں بے اجازت مالک مکان کے چلے گئے اور فرمایا کہ تم لوگ خلاف شرع کر رہے ہو انھوں نے کہا کہ ہم لوگ عوام تو جو کچھ کرتے ہوں مگر اس وقت حضور نے تین گناہ اور خلاف حکم صریح خدا و رسول کیا - (۱) خلاف حکم خدا اور رسول سیدھے در سے نہ آئے (۲) خلاف حکم رسول بلا میری مرضی کے میرے گھر چلے آئے (۳) خلاف حکم رسول خدا آپنے تجسس کی آپ نے قبول کیا دیکھو سیرۃ الفاروق صفحہ ۱۷۲ - (۲) جس وقت منکا ایمان لانا بیان کیا جاتا ہے - اس وقت جناب رسول خدا نے فرمایا تو مسلمانوں کے ستانے سے کب باز آئے گا جب خدا تجھ پر غضب نازل	(۱) نہایت العقول میں ہے کہ خلفا خاطی اور غیر معصوم تھے اور شیطان انپر تسلط کرتا تھا - اپنے قبیلہ کی پالائش میں مسلمانوں کا حق تلف کرنا آپ کا مشہور ہے -

فضیلت	حضرت علیؑ	حضرت ابوبکر
		(۵) حضرت ابوبکر نے چھٹا حصہ ترکہ کا متوفی کی نانی کو دادی کے رہتے ہوئے دلوایا عبدالرحمن ابن سہیل نے اسکی تصحیح کی دیکھو استیعاب (۶) زین الفتی التفسیر اہلِ اتی میں کہ ایک یہودی نے حضرت ابوبکر سے ۳ سوال کئے (۱) کونسی چیز اللہ کے لئے نہیں ہے (۲) کونسی چیز اللہ کے نزدیک نہیں ہے۔ (۳) کونسی چیز اللہ نہیں جانتا ہے حضرت ابوبکر اس کے جواب میں عاجز رہ کر اس یہودی کے ساتھ حضرت علیؑ کے پاس آئے حضرت علی نے فوراً جواب دیدیا اور فرمایا (۱) اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے (۲) اللہ کے نزدیک ظلم و جور نہیں ہے (۳) اللہ اپنے نفس کے لئے بیٹا بیٹی نہیں جانتا یہ سنکر وہ یہودی مسلمان ہوا اور کہا کہ تم بیشک وصی رسول اللہ کے ہو۔ (۷) نہایت العقول امام فخرالدین رازی میں مندرج ہے کہ خلفائے ثلثہ کل مسائل شرعی سے پوری واقفیت نہیں رکھتے تھے (۸) حضرت ابوبکر نے جب خالد کو مالک بن نویرہ پر لشکر کشی کے لئے بھیجا تو تاکید کی کہ اگر مالک گرفتار ہو تو اسکو عزت کے ساتھ رکھنا اور قتل نہ کرنا مگر خالد نے اسکو قتل کیا حضرت عمر نے کہا کہ خالد نے ایک مسلمان کا خون ناحق کیا اور خلاف کتاب خدا کیا مگر حضرت ابوبکر نے کہا کہ اُسنے بہت ٹھیک کیا اے علمائے اہل سنت فرمائیں کہ کون خلیفہ عالم مسئلہ تھا اور کون برعکس دیکھو تاریخ الخلفا کرام صفحہ ۷۰۔
(۲) معصوم ہونا	حضرت علی کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوا۔ یعنی حق تعالیٰ نے پارہ ۲۲ سورۂ احزاب میں فرمایا ہے لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا	(۱) نہایۃ العقول میں ہے کہ خلفائے خاطی اور غیر معصوم تھے اور شیطان ان پر تسلط کرتا تھا حالانکہ قرآن میں ہے کہ شیطان مومنین پر غالب نہیں ہوتا بلکہ صرف گمراہوں پر تسلط کرتا ہے۔ سورۂ حجر پارہ چہاردہم میں درباره شیطان کے یہ آیہ ہے ان عبادی لیس لک علیھم سلطان الا من اتبعک من الغاوین وان جھنم الموعد ھم اجمعین یعنی میرے بندوں پر تجھے ہرگز غلبہ نہ ہوگا لیکن ان گمراہوں پر جو تیری پیروی کریں گے اور بتحقیق جہنم انکے وعدے کی جگہ ہے اور اسی پارہ میں سورۂ نحل میں ہے انہ لیس لہ سلطان علی الذین آمنوا وعلی ربھم یتوکلون انما سلطانہ علی الذین یتولونہ والذین ھم بہ مشرکون ؕ یعنی اس کا زور ان لوگوں پر نہیں چلتا ہے جو لوگ کہ ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اسکا زور انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اسکو رفیق سمجھتے ہیں اور جو اسکو شریک کرتے ہیں (۲) ابن حجر عسقلانی نقل کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے بعد اسلام کے شراب پی۔ (۳) ابن مردویہ کا قول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسول خدا نے فرمایا خمسۃ منا معصومون انا وعلی و فاطمۃ والحسن والحسین علیہ السلام

حضرت عمر	حضرت عثمان
سیرۃ الفاروق صفحہ ۷۲- (۳) حضرت جھوٹ بولتے تھے سیرۃ الفاروق صفحہ ۷۳ میں خود حضرت کا قول ہے کہ کل جو میں بولا وہ صحیح نہ تھا اور وہ خدا کی کتاب اور اس کے وعدے کے خلاف تھا-	
عدالت آپ کی ایسی تھی کہ عمال پولیس کی طرح دھمکی دے کر اقرار جرم کراتے تھے اور بعدہ قصاص کا حکم دیتے تھے ذخائر العقبیٰ میں منقول ہے کہ ایک عورت سے آپ نے دھمکی دے کر اقرار جرم کرایا اور اس کے قصاص کا حکم دیا جب اسے قتل کرنے کو لئے جاتے تھے تو راہ میں اس کو غیب سے حضرت علی علیہ السلام ملے حضرت نے سب حال دریافت کیا اور بعدہ اسکو لئے ہوئے حضرت عمر کے پاس آئے اور پوچھا کہ تم نے اقرار اس کا دھمکی دیکر لیا تھا- آپ نے اقرار کیا تب مولا نے حدیث نبوی یاد دلا کر فرمایا کہ اسپر قصاص نہیں ہو سکتا- چنانچہ اسوجہ سے وہ عورت خلاص ہوئی-	(۱) حضرت عثمان کو قوت فیصلہ تو مطلق تھی ہی نہیں اور ہر امر میں مستعمل طرف خلط غالب کے ہو جاتے تھے- دیکھو تاریخ تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۳۹- (۲) آپنے بیت المال کا خزانہ کل اپنے اقربا پر تقسیم کر دیا تھا- دیکھو تاریخ الخلفاء کرام صفحہ ۲۶۸- (۳) ہرمزان کو عبید اللہ ابن عمر نے قتل کیا تھا جب ہرمزان کے ورثائے نے آپکی عدالت میں مقدمہ رجوع کیا تو آپنے باوجود ثبوت جرم بپاس خاطر عبید اللہ کو رہا فرما دیا اور دیت بیت المال سے دلوادی (۴) آپ کے اسراف پر عمار یاسر نے اعتراض کیا تو اپر آپ کے اقران نے اپر بہت ظلم کیا مگر آپ نے ان ظالموں کے ساتھ کچھہ نہ کیا تاریخ تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۳۸-
حضرت عمر بطمع شتر حضرت رسول مقبول پہ تلوار کھینچکر آئے سیرۃ الفاروق صفحہ ۲۲	(۵) حضرت عثمان بڑے مصرف تھے اس پر بھی بڑی دولت جمع کی تھی اور بعد وفات آپکے بہت سامان آپ کے گھر میں سے نکلا تاریخ الخلفاء کرام صفحہ ۲۴۲ آنرزنگ صاحب کی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۱-

		کیفیت
(۱) بروز جنگ خندق جب عمر عبد ود مقابلہ کو آیا تو حضرت رسول نے لشکر اسلام کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کوئی ہے کہ اس کے مقابلے کو نکلے جب کوئی	(۱) آپ کا کسی جنگ میں کوئی کارنمایاں کرنا یا شجاعت ظاہری یا باطنی دکھلانا ظاہر نہیں ہوتا- (۲) جنگ احد میں حضرت رسول صلعم کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے	مجھے سخت تعجب ہے کہ علاوہ صفات باطنی کے فضائل مندرجہ نمبر ۱ اور نمبر ۴ و نمبر ۵ باعتبار دنیا خلیفہ رسول کے لئے ضرور ہیں

فضیلت	حضرت علی علیہ السلام	حضرت ابوبکر
	(۳) مودات سید علی ہمدانی میں عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ میں اور علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور نو اولاد حسینؑ مطہر و معصوم ہیں (۴) مسند احمد ابن حنبل اور مناقب ابن مغازلی شافعی اور مودات سید علی ہمدانی اور مستدرک اور جمع بین الصحاح میں ہے کہ فرمایا رسول خدا نے کہ انا و علی من نور واحد و الحسن والحسین نوران من نور رب العالمین و الفاطمۃ بضعۃ منی	
(۷) عادل ہونا	(۱) حضرت علی کی عدالت کی تعریف کون کر سکتا ہے مشہور ہے کہ جب ابن ملجم نے آپ کے سر مبارک پر ضربت کاری لگائی اور بعدہ گرفتار ہو کر آیا تو حضرت نے فرمایا کہ جب تک میں زندہ رہوں اس کو وہ آب و غذا دو جو مجھے دو اور اگر میں مرجاؤں تو اس کو صرف ایک ضربت لگانا کیونکہ اس نے مجھے صرف ایک ضربت لگائی ہے۔ چنانچہ جب تک آپ زندہ رہے اپنے قاتل کو آب و طعام سے سیراب کرتے رہے سبحان اللہ و روحنا لہ الفدا اسی کو ایک شاعر نے کیا خوب موزوں کیا ہے ؎ یا علی آپ کے کرم کی ہے دھوم — بھیجا شربت برائے قاتل شوم اس عنایت سے ہو گیا معلوم — دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری	(۱) سعد بن عبادہ صرف اس جرم پر قتل کیا گیا کہ اس نے دعوے خلافت کیا تھا اگر یہ کہا جائے کہ سعد نے خلاف حکم خدا و رسول ایسی خواہش کی تھی اس لئے اس سزا کو پہنچے تو میں اتنا ضرور پوچھوں گا کہ حضرت ابوبکر کی خواہش کے لئے کہاں حکم خدا و رسول تھا اور اگر تھا تو آپ نے حضرت عمر اور ابو عبیدہ کو کیوں نامزد کیا تھا (۲) مالک بن نویرہ کو قتل کیا گیا اور اسکی خوبصورت بی بی کو خالد نے بے عزت کیا مگر خالد کے ساتھ کوئی مخاصمہ ہوا مرتہ یہ کہ دیت بیت المال سے دلوائی گئی
(۸) طمع دنیا نہ کرنا	(۱) علامہ قوشجی نے شرح تجرید صفحہ ۳۸۸ میں لکھا ہے کہ حضرت علی زاہد ترین مردم تھے بعد رسول خدا کے اور متواترت سے ہے کہ لذات دنیا کو حضرت علی نے ترک کیا اور باوجود قدرت اور کشادہ حالی کے فرماتے تھے کہ میں نے دنیا کو تین طلاق دے دی ہیں عیش دنیا بہت کم ہے اور خطرہ اس کا زیادہ ہے (۲) حضرت کو اس دنیا کی نعمتوں کی خوشی نہ تھی آپ فرماتے تھے کہ زندگانی ابر کا سایہ ہے یا سونے والے کی نیند دیکھو تاریخ تذکرۃ الکرام صفحہ ۱۶۷ -	حضرت ابوبکر نے ایک اونٹ دو سو درہم پر خرید کیا تھا اسکو حضرت رسول کے ہاتھ نو سو درہم پر بیچا مدارج النبوۃ
(۹) شجاعت ظاہری و باطنی	(۱) حضرت علی نے جنگ بدر فتح کی دیکھو شرح تجرید علامہ قوشجی صفحہ (۳۸۷) فتوحات اسلام صفحہ ۹ و ۱۰	(۱) جنگ احد کے رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے دیکھو شرح تجرید

حضرت عمر	حضرت عثمان	کیفیت
نہ نکلا تب حضرت رسولؐ نے خاصکر حضرت عمر کو کہا لیکن حضرت عمر نے صاف انکار کیا کہ مجھ میں اسکے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ (۲) سال ششم ہجرت میں جب جناب رسول خدا صلعم مکہ تشریف لے گئے تو مقام حدیبیہ پہنچکر فرمایا کہ ایک شخص کو قریش کے پاس صرف یہ پیغام لیکر بھیجنا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوائے حج کے اور دوسرا کوئی مطلب نہیں ہے بعدہ آپ نے اس کام کے لئے حضرت عمر کو کہا حضرت عمر نے صاف انکار کیا اور کہا کہ مجھکو کفار قریش مار ڈالیں گے مدارج النبوۃ - سیرۃ الفاروق ۵۲-۵۳ (۳) رسول اللہ کو جنگ احد میں تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے (۴) جنگ خیبر سے شکست کھاکر واپس تشریف لائے۔	(۲) جنگ احد سے حضرت رسول صلعم کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے اور تین دن غائب رہے۔ تحفہ اثنا عشریہ مطاعن عثمان۔	پس جب ان صفات میں بھی حضرت علی افضل تھے تو پھر علمائے اہل سنت کس دلیل سے فرماتے ہیں کہ حضرت علی بوجہ قرابت کے فضیلت رکھتے تھے ہم حیران ہیں کہ اب اور اعتبار کس چیز کا نام ہے۔ میرے مذہب کے ایک محقق منشی سید سجاد حسین نے کتاب متخل مدائن میں بہ قسم شرعی لکھا ہے کہ خلفائے ثلثہ میں سے کسی نے کسی معرکہ یا غزوہ میں نہ خود ایک زخم کھایا نہ کسی دشمن کو ایک زخم لگایا اگر ممکن ہو تو اپنے علماء سے کہو کہ اسکے خلاف ثابت کریں۔

(۱) آپ کی سنگدلی تو مشہور ہے ایک مرتبہ قبل اسلام آپ نے ایک عورت مسلمہ لبینہ نام کو پکڑ لیا اور صرف بہ قصور اسلام لانے اسکے اسکو مارنا شروع کیا جب مارتے مارتے تھک جاتے تب چھوڑ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے تجھے چھوڑا نہیں ہے بلکہ تھک گیا ہوں غرض آپ ٹھیر ٹھیر کر اسکو ایذائیں پہنچاتے تھے دیکھو سیرۃ الفاروق صفحہ ۱۹- برائے خدا اس مومنہ کی صعوبت اور ایذاؤں پر ذرا غور کرو جس کو ایک مرد تنومند موٹا تازہ میں بیس برس کی عمر کا اس قدر ایذا دے رہا ہے کہ مارتے مارتے

حضرت عثمان

(۱) حلیم ہونا حضرت عثمان کا تو اس سے ظاہر ہے کہ محمد بن ابا بکر سے آپ کو کچھ رنج تھا جب بظاہر ان سے مقابلہ نہ کر سکے تو اسکو حاکم مصر کا مقرر کر کے ادھر روانہ کیا اور اسی کے ساتھ ایک قاصد کی معرفت حاکم مصر کو لکھا کہ محمد بن ابا بکر جب وہاں پہنچے تو اسکو مار ڈالو قضارا یہ خط خود محمد بن ابا بکر کو مل گیا پھر تو وہ ایسا برہم ہوا کہ خدا کی پناہ دیکھو تاریخ خلفائے کرام صفحہ ۲۴۰ - اور مسٹر امیر علی کی سپرٹ آف اسلام انگریزی صفحہ ۴۳۵ ہر چند اس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے ایسے خط لکھنے سے انکار کیا۔

فضیلت	حضرت علی علیہ السلام	حضرت ابوبکر
	(۲) حضرت علی نے غزوۂ بدر فتح کیا ازالۃ الخفا صفحہ ۲۵۴ فتوحات اسلام صفحہ ۱۸ کتاب المغازی واقدی صفحہ ۱۵ تاریخ ابو الفدا جلد اول صفحہ ۱۳۵ شرح تجرید علامہ توشجی صفحہ ۳۸۷۔ (۳) حضرت علیؑ نے جنگ خیبر فتح کی اور اس جنگ میں جب شیخین نے پسپائی کی تو حضرت رسول مقبول نے فرمایا کہ ہم علم اسکو دیں گے جو کرار غیر فرار ہے۔ بعدہ علم حضرت علی کو دیا۔ مدارج النبوۃ وازالۃ الخفا فتوحات اسلام صفحہ ۳۶۔ (۴) حضرت علیؑ نے جنگ خندق فتح کی اور عمر ابن عبدود کو قتل کیا ازالۃ الخفا صفحہ ۲۵۵ فتوحات اسلام صفحہ ۳۰۔ اسی جنگ میں رسول مقبول نے فرمایا کہ ایک ضربت علی کی دو نوجہان کی عبادت سے افضل ہے شرح تجرید مدارج النبوۃ و معارج النبوۃ (۵) حضرت علیؑ نے بیخوف سورۂ برات بمقابلہ جم غفیر کفار بکشادہ پیشانی پڑھا۔ (۶) حضرت علی نے جنگ حنین فتح کی اور جزول کو قتل کیا اور اسی جنگ میں اللہ نے مجاہدین کی تسکین فرمائی۔ وقال اللہ تعالےٰ وانزل السکینۃ علی رسولہ وعلی المومنین پارہ دہم سورۂ توبہ۔	علامہ توشجی۔ صفحہ ۳۱۸ معارج النبوۃ (۲) روز ہجرت قریش کی آہٹ پاکر بچوں کی طرح رونے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت رسول اللہ کو منع کرنے کی نوبت پہنچی حقیقۃً بڑی خیریت ہوئی کہ حضرت کے رونے کی آواز قریش کے کان تک نہ پہنچی ورنہ قیامت ہوجاتی (۳) جنگ خیبر میں شکست کھاکر واپس آئے شرح تجرید علامہ توشجی (۴) جنگ حنین میں حضرت ابوبکر نے پہلے اپنی جماعت کی کثرت دیکھ کر فرمایا کہ مغلوب نہ ہونگا مگر لڑائی شروع ہوئی۔ تو بھاگ گئے یہانتک کہ رسول کے ساتھ سوائے ۹ آدمی کے اور کوئی نہ تھا اور ان نو آدمیوں میں خلفاء ثلثہ داخل نہیں ہیں دیکھو تاریخ ابو الفدا صفحہ ۱۵۴۔ کتاب المغازی واقدی صفحہ ۱۴۱ تفسیر بیضاوی بہ تفسیر آیہ کریمہ ویوم حنین ثم ولیتم مدبرین یعنی بروز حنین جب لشکر اسلام کی کثرت نے تمکو تعجب میں ڈالا تو تمہارا تعجب بکار آمد نہوا اور باوجود کشادگی کے زمین تمپر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ پھیر بھاگے۔
(۱۰) حلیم اور متحمل ہونا	(۱) مشہور ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ایک وقت جہاد میں ایک کافر کے قتل کو جو مستعد ہوئے تو اس نے حضرت کے روئے مبارک پر لعاب دہن پھینکا حضرت نے فوراً اسکو چھوڑ دیا لوگوں نے سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ میں جہاد قربۃً الی اللہ کرتا تھا۔ پس اگر میں بعد اس بے ادبی کے اسکو قتل کرتا تو وہ میری نفسانیت پر محمول ہوتا۔	(۱) سعد بن عبادہ اس جرم پر قتل ہوئے کہ انھوں نے حضرت ابوبکر کے لئے ووٹ نہیں دیا۔ کیا حلم کے یہی معنی ہیں کہ اگر ایک شخص اپنی رائے یقینی متعلق تقرری کسی خلیفہ کے ندے تو قتل کیا

حضرت عمر	حضرت عثمان	کیفیت
تھک جاتا ہے اور پھر دہراتا ہے اس ضعیفہ کی تکلیفات جسمانی و روحانی احاطۂ تاس سے زیادہ معلوم ہوتی ہیں!! دیکھنا چاہئے اس ضعیفہ کی آہ بروز حشر کیا اثر دکھلاتی ہے کیونکہ اسکا معاف کرنا کسی کتاب سے ثابت نہیں اور یہ حق الناس ہے۔ (۲) آپ نے مکے کے قیدیوں کی نسبت یہی رائے دی کہ یہ سب قتل کئے جائیں اور اسی طرح جب آپ کی رائے ہوتی تھی تو فسادت اور ظلم کی طرف۔ دیکھو سیرۃ الفاروق صفحہ ۵۴۔	مگر کل قصہ پڑھنے سے تم خود سمجھ لوگے کہ اصل واقعہ کیا تھا (۲) سچی بات بھی جو آپ کی شان کے خلاف کہی جاتی تھی اس پر آپ کو غصہ ہوتا تھا چنانچہ منقول ہے کہ جب لوگوں نے آپ پر یہ الزام لگایا کہ آپ مسرف تھے تو آپ کو سخت غصہ ہوا اور آپنے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ بیت المال کے خرچ کا خلیفہ وقت کو اختیار ہے اور جو شخص جھوٹ بیان کرے اسپر اللہ کا قہر ہو اسپر عمار یاسر جو بموجب قول رسولؐ سر سے پاؤں تک ایمان سے معمور تھے اٹھے اور حضرت عثمان کی یا تو نیز اعتراض کیا اسپر حضرت عثمان کے اقرباء نے انکو اس قدر مارا کہ وہ بیہوش ہوگئے اور حضرت عثمان دیکھتے رہے دیکھو تاریخ تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۳۸	
دنیا میں ہمدردی آپ کی کبھی سنی نہ گئی۔ بلکہ ہمیشہ آپ کی سنگدلی اور درشتی پر فخر کیا جاتا ہے اور باعتبار دین تو اسی میں کلام ہے کہ آپنے اپنی ذات شریف کو اس قابل رکھا ہے یا نہیں کہ آپ عاقبت میں دوسروں کی خیرخواہی کر سکیں۔	حضرت عثمان کی تو سوائے اسکے اور کوئی بات سنی نہیں گئی کہ آپ نے اپنے اقربان کا بہت پاس کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر معاویہ اور یزید کو ملک شام میں بڑی قوت حاصل ہوئی لیکن نتیجہ اس کا ایسا برا ہوا کہ توبہ بھلی	؎ اس روایت کو عمداً قصداً شیعوں کی کتابوں سے لیا ہے اسلئے کہ سنیوں کی کتابوں میں اس کا نشان نہیں ہے اور وہ اس نعمت سے محروم ہیں
مقولہ فریقین ہے کہ جہاد یا صلح کے وقت جو کچھ رسولؐ فرماتے تھے وہ موافق حکم خدا فرماتے تھے بروز صلح حدیبیہ حضرت رسولؐ نے حضرت عمر کو ایک پیغام لیکر مکہ جانے کو کہا حضرت عمر کو خوف جان نے اسقدر گھیرا کہ رضی برضا رہنا درکنار جناب رسولؐ کے حکم کی صریح نافرمانی کی اور کہدیا کہ میں نجاؤنگا مجھکو کفار قریش مار ڈالیں گے دیکھو سیرۃ الفاروق صفحہ ۵۲ و ۵۳۔	جنگ حنین میں جس وقت کہ ایک جھاڑی میں سے کچھ مشرک نکل کر حملہ آور ہوئے تو آپ بخوف جان نکل بھاگے اور باوجودیکہ حضرت علی اور حضرت عباس بحکم حضرت رسولؐ کے پکارتے رہے آپ نے ایک نہ سنی اور حضرت رسولؐ کو دشمنوں میں چھوڑ کر گھر کی راہ لی۔	

فضیلت	حضرت علی علیہ السلام	حضرت ابوبکر
	(۲) ایک روز حضرت علی نے دیکھا کہ ایک عورت بیٹھے پر مشک رکھے چلی آتی ہے اور کچھ حضرت ہی کی شکایت کر رہی ہے حضرت نے فوراً مشک اپنے دوش پر لے لی اور وجہ شکایت پوچھی تو اس عورت نے کہا کہ میرا خاوند جہاد میں مارا گیا اور حضرت علی میری خبر نہیں لیتے - حضرت علی مشک لئے اس کے گھر گئے اور کہا کہ جو خدمت میرے تعلق کرے گی میں کروں گا - ضعیفہ نے کہا کہ کھانا پکاؤ اور بچوں کو بہلاؤ حضرت علیؑ خود تنور روشن کر کے روٹیاں پکانے لگے جب دھواں حضرت کی چشم مبارک تک پہنچا تو حضرت نے فرمایا (ذق یا علی) اسپر بھی تنور سے علیحدہ نہوئے تا آنکہ روٹیاں پکائیں اور بچوں کو کھلائیں - بعدہ ایک مومنہ اس ضعیفہ کے گھر آئی اور کہا اری تو نے یہ کیا غضب کیا امیر المومنین سے ایسی خدمت لی - یہ تو امیر المومنین علی ابن ابیطالب ہیں یہ سنکر وہ ضعیفہ بہت پشیمان ہوئی اور آپ سے قصور معاف کرایا (۳) جناب عائشہ ابتداے ازدواج سے ابتک تا آخر عمر حضرت علی علیہ السلام کی کیسی مخالف اور دشمن جانی رہیں یہاں تک کہ خود میدان جنگ میں مقابلہ کو آئیں مگر قربان حلم مولائے مومنین کہ جب حضرت عائشہ جنگ جمل میں گرفتار ہوئیں تو حضرت نے اُن کا اعزاز کیا اور اُن کو بہ عزت تمام مدینہ بھجوا دیا تاریخ تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۵	حضرت ابوبکر کیا جائے (۲) بروز صلح حدیبیہ جب رسولؐ نے صلح چاہی تو شیخین نے مخالفت کی - عروہ نے جناب رسولؐ سے کہا کہ یہ چند اوباش جو آپ کے گرد ہیں ان کا آپ کو خوب تجربہ ہوا ہو گا کہ وقت پر کس قدر ثابت قدم رہتے ہیں اس پر حضرت ابوبکر اس قدر برہم ہوئے کہ عروہ کو گالیاں دینے لگے مدارج النبوۃ رکن چہارم صفحہ ۲۴۸ چھاپہ دہلی
(۱۱) امت نبی صلعم کا دونوں جہان میں خیر خواہ ہونا -	(۱) ماہران تفسیر و تواریخ پر مخفی نہیں کہ حضرت علی تین روز تک مع عیال و اطفال فاقہ کش رہے - لیکن یتیم و مسکین و اسیر کو سیر کرتے رہے - (۲) حضرت رات کو روٹیاں کمر پر باندھ کر گلی کوچوں میں محتاجوں کو تلاش کر کے دیتے تھے - چنانچہ بعد شہادت آپ کے بہت سے مجبور و اپاہج لوگوں نے کہا کہ چند روز سے نہ معلوم ہمارا خبر لینے والا کہاں ہے (۳) روایت صحیح میں ہے کہ حضرت علی نے اپنے نصف حسنات اپنے شیعوں کو بخشے ہیں (۴) سب سے بڑھ کر احسان آپ کا آپ کے فرزند دلبند حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر آپ کا راضی برضا رہنا ہے - منقول ہے کہ جب محضر قتل حضرت امام حسین علیہ السلام آپ کے سامنے رکھا گیا تو آپ اولاً بوجہ درد فرزندی ساکت رہے مگر جب یہ کہا گیا کہ صلہ اسکا نجات انسان عاصی ہے تو فوراً آپ نے رضینا	امت نبی کی خیر خواہی تو در کنار منت رسول صلعم کے ساتھ ایسی حق تلفی کی کہ مدت العمر اس معصومہ نے آپ سے بات نہ کی پس اسی سے قیاس کرنا چاہئے کہ عقبیٰ میں آپ کی خود ایسی حالت رہے گی کہ آپ دوسروں کی دستگیری کر سکیں -

فضیلت	حضرت علی علیہ السلام	حضرت ابوبکر
	یغفا کہہ کر دستخط کر دیا روحنا لہ الفدا	
(۱) راضی بقضا رہنا	مشہور ہے کہ بصبح شہادت جب آپ نماز ادا کرنے کو چلے تو مرغابیاں حضرت کے پائے مبارک سے لپٹ گیں مگر آپ نے کچھ خیال نہ فرمایا اور ان کو چھڑا کر مسجد میں تشریف لائے اور خود اذان فرمائی اور خود ابن ملجم کو جگایا۔ (۲) اگر کوئی شخص بغور حضرت علیؑ کے بہ شب ہجرت حضرت رسول اللہ صلعم کے بستر مبارک پر خواب کرنے کو مسٹر امیر علی صاحب کی کتاب روح الاسلام صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۸ میں پڑھ کر خیال کرے تو بیشک یہ کہہ اُٹھے گا۔ کہ حضرت دل سے ویسے راضی برضا رہے جیسے حضرت اسمعیل بروز عید قرباں صاحب مدارج النبوۃ وحبیب السیر لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کی نسبت حضرت علی کی شان میں یہ آیہ نازل ہوا ومن یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد (۳) حضرت علی علیہ السلام کا شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کی خبر پا کر راضی برضا رہنا اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا اس امتحان میں کامل رہنا ہے جس کا ذکر حق تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ پس حضرت بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن کے لئے خدا کی رحمت اور آسودگی اور برکت ہے (۴) جس وقت کہ کفار قریش اپنی جمعیت اور طاقت کی وجہ سے بہت زوروں پر تھے حضرت علی علیہ السلام نے بلا خوف سورہ برات بمقابلہ جم غفیر پڑھا اور مطلق خوف نہ کیا اور نہایت کشادہ پیشانی سے خدا اور رسول خدا کے حکم کی تعمیل کی۔	علامہ سیوطی نے درمنثور میں لکھا ہے کہ شب جزا بخندق کو حضرت رسول مقبول نے فرمایا کہ جو کوئی اس وقت لشکر مخالف کی خبر لائے گا تو قیامت میں وہ شخص میرے ساتھ ہوگا بعدہ حضرت نے خاص طور پر حضرت ابوبکر کو جانے کو کہا مگر حضرت ابوبکر نے بخوف جان جانے سے صاف انکار کیا۔

علی رضا: — اس ٹیبل کو تم لو اور ہر امر کی تحقیق و تفتیش کرو۔ اس ٹیبل کو تم دیکھ کر خفا ہو اور مجھ کو متعصب تفضیلت پوش نہ کہو اس میں شک نہیں کہ تمہاری کتابوں میں خلفاء ثلثہ کی تعریفیں لکھی ہیں مگر مجھے اس مقام پر ان صفات حمیدہ میں تقابل مدنظر تھا۔ اور یہ ثابت کرنا تھا کہ ہر صفتوں میں جناب علی ابن ابیطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درجہ اعلیٰ وارفع ہے اور خلفائے ثلثہ ہر صفت کے اعتبار سے کمتر ہیں۔

پس اگر مطاعن خلفائے ثلثہ کے بارے میں کسی امر کی سند نہ لاؤ تو اس خانہ کو سادہ سمجھو تاہم میری بات نہیں جاتی اس وجہ سے کہ جب تک تم ایک دوسرا ٹیبل اسی طرح کا ایسا درست نہ کرو کہ بارھوں فضیلتوں میں خلفاء

ثلثہ حضرت علی علیہ السلام سے افضل یا مساوی ثابت ہوں۔ تب تک یہ مثیل جس سے جناب امیر علیہ السلام کا افضل خلفا ہونا مستفر ہوتا ہے قائم رہے گا۔ لیکن جہاں تک میں خیال کرتا ہوں اس مثیل کو اس طرح پر درست کرنا کہ ہر فضیلت میں خلفاء ثلثہ حضرت علی علیہ السلام سے افضل ہو جائیں غیر ممکن ہے۔ اگر ممکن ہو تو اپنے علماء سے کہو کہ کوشش کر کے دیکھ لیں۔

محی الدین:۔ انشاء اللہ میں ہر امر کی تحقیق کروں گا۔ لو اب رخصت کل وطن جاتا ہوں سلام علیکم۔

علی رضا:۔ علیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

بوطن رفتنت مبارک باد ۔ بسلامت روی و باز آئی

اس مرتبہ جو محی الدین گھر پر آیا تو اس کے اعزہ و اقارب کو سخت تعجب ہوا کہاں تو ہر وقت گپ شپ ہنسی اور قہقہے میں اوقات کٹتی تھی یا اب یہ کیفیت ہے کہ ہر وقت سوچ میں رہتا ہے جب کوئی اس سے کچھ باتیں کرتا ہے تو وہ ہاں ہاں ضرور کئے جاتا ہے۔ لیکن کسی تذکرے کے متعلق اگر اس سے کوئی سوال کیا گیا تو اس نے ایسا بے لگاؤ جواب دیا کہ گویا سابق کا ایک لفظ بھی اس نے سنا ہی نہ تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مولوی برکت اللہ صاحب کو جو محی الدین کے والد تھے ایسا ہی اتفاق ہوا انھوں نے بہت سمجھایا کہ بیٹا تم امتحان دے چکے ہو جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے ہوگا خدا پر نظر رکھو اس کا سوچنا کیسا اور خیال کیا۔ محی الدین ایک ہفتہ کے بعد گھر سے عظیم آباد آیا اور آرہ اور الہ آباد اور سہارن پور تحقیق و تفتیش کرتا ہوا پھر بانکی پور پہنچا کہ یکایک کلکتہ گزٹ شائع ہوا۔ اس کو دیکھا تو اپنے کو سکنڈ ڈویژن اور علی رضا کو فرسٹ ڈویژن میں پاس پایا فوراً سجدۂ شکر بجا لایا اور علی رضا کو تار دیا۔ علی رضا نے تار پڑھتے ہی چار رکعت نماز شکرانہ کی ادا کی اور ۵ جنوری کو کالج میں نام لکھوانے کے لئے بانکی پور پہنچا۔ محی الدین بھی پہلی جنوری کو وارد بانکی پور ہوا اور ۱۵ جنوری سے دونوں صاحبزادے فرسٹ ایر کلاس کالج میں داخل ہو گئے۔ ایک روز علی رضا بعد نماز مغرب محی الدین کے پاس آیا اور بعد صاحب سلامت مزاج پرسی کی۔

علی رضا:۔ کیوں بھائی ان امور کو تحقیق کیا۔

محی الدین:۔ بھائی کیا کہوں آج کل کے علماء کی تو عجیب حالت ہے۔ جہاں کسی مذہبی امر حق کی تحقیق چاہی بس جواب تو بالائے طاق لامذہب ہونے کے سرٹیفکیٹ موجود ہیں ان امور کی تحقیق میں میں مہینوں سرگردان رہا مگر سوائے طعن و تشنیع کے اور کچھ نہ پایا حضرت علی کرم اللہ وجہ کے جب میں نے فضائل بیان کئے تو بعضوں نے بکشادہ پیشانی اور بعضوں نے طوعاً و کرہاً کہا کہ صحیح ہیں۔ لیکن جب میں حضرت علی کے فضائل کو ساتھ فضائل صحابۂ کرام کے مقابل کرنے لگا تو بعضوں نے کہا کہ لونڈا رافضی ہو گیا۔ بعضوں نے کہا اس کا مزاج بہک گیا ہے بعضوں نے کہا کہ یہ کرسٹان ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ ایک صاحب نے والد ماجد کو خط بھیجا کہ بھئی مبارک محی الدین کو انگریزی پڑھانے کا نفع آپ کو کیا اچھا ملا کہ اب صحابہ کرام پر منہ آتا ہے۔ بھائی مجبور اس طرف سے مایوس ہو کر خود جناب مولوی عطاء اللہ خاں صاحب بہادر کی لائبریری میں گیا اور ایک ہفتہ تک کتابیں الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا فضائل حضرت علی کرم اللہ وجہ کو تو ٹھیک تمہارے کہنے اور لکھنے کے مطابق

پایا اور نواقص خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم بھی اکثر صحیح پائے گئے۔ لیکن بعض امور کی نسبت کتابیں نہ ملیں اس لئے کہہ نہیں سکتا کہ صحیح ہیں یا غلط ایک روز ایک بوڑھے مولوی صاحب نے جو وہاں موجود تھے پوچھا میاں کیا کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ حضور صحابۂ کرام کے فضائل کو بہ نسبت تقابل ساتھ فضائل حضرت علی کرم اللہ وجہ کے دیکھ رہا ہوں۔ انھوں نے فرمایا میاں تمہارا کدھر خیال ہے یہ نازک امور ہیں اور تم ابھی بچے ہو۔ تم سے اسکی تفتیش مشکل ہے۔ علاوہ اس کے کتابوں کو دیکھوگے تو کیا پاؤگے کیا شبہہ غلط کہتے ہیں؟ کتابوں میں تو اس سے بڑھ کر نظر آئے گا۔ اس راہ کو تم چھوڑ دو اور اپنا عمل اس شعر پر رکھو۔

گہر خر چہار ندوگوہر چہار   فروشندہ را با فضولی چہ کار

الغرض اب میرا یہ اعتقاد مستحکم ہے کہ فضائل صحابۂ اربعہ کے بارے میں جزو کثیر تمہاری تحریر و تقریر کا صحیح ہے اور بیشک حضرت علی ان امور میں خلفائے ثلثہ سے افضل ہوجاتے ہیں چنانچہ سابق زمانہ میں المامون خلیفہ بغداد کے وقت میں جو مناظرہ ہوا تھا تو میدان مناظرہ المامون کے ہاتھ رہا تھا جو حضرت علی کے افضل خلفاء ہونے کا مدعی تھا یہ مناظرہ کتاب باب العقد میں ہے دیکھو کتاب المامون مولفہ مولانا شبلی صاحب صفحہ ۱۹۹ ساتھ ہی اسکے مجھے بھی تم سے بہت سے سوال کرنے ہیں جیسا کہ چند سوال کو تم نے ابھی اٹھا رکھا ہے۔ پس اس ایک مہینگی دوڑ دھوپ میں میں نے بہت سے اعتراضات جمع کئے ہیں ذرا ہوشیار رہنا

علی رضا:۔ میں ہوشیار ہوں میرا تو ورد ہے سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ فرض کرو کہ نبی صلعم کے انتقال کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ حضرت کا ایک نائب مقرر کیا جائے اور تقرری اسکی الکیشن یعنی انتخاب سے ہو اس میں چار اشخاص امیدوار نامزد کئے گئے ہیں۔ یعنی حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی اور فرض کرو کہ تم اس کے ووٹر ہو تو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اب تو تم اوصاف یعنی شرائط نائب رسول سے بخوبی واقف ہو چکے اور ہر صفت میں بعد تحقیق و تفتیش حضرت علی کو افضل مان چکے پھر تم کس کے لئے ووٹ دو گے۔

محی الدین:۔ بھائی اس کا جواب کل دوں گا۔

اسکے بعد گفتگو ختم ہوئی اور صحبت برخاست

شب بھر اس سوال کے جواب میں محی الدین حیران رہا اور تین چیزوں کے درمیان سخت تکرار رہی ایمان فرقہ حنفہ اثنا عشریہ جس کا نام شہزادہ نوزائیدہ ایمان ہے عربی گھوڑے پر سوار آہستہ آہستہ قلعہ جسم وجان کی طرف چلا آتا ہے۔ اس کو اس جاہ وحشم سے آتے دیکھ کر محی الدین کے تعصب اور دل اور زبان کے درمیان جو مکالمے ہوئے وہ قابل سننے کے ہیں۔

تعصب (دل سے)۔ کیوں حضرت کچھ خبر ہے اس غنیم بلائے بے درمان نے تو ایسی تاخت ماری ہے اور ایسا چاروں طرف سے گھیرا ہے کہ مجھے تو کہیں مفر معلوم نہیں ہوتا برائے خدا اس وقت آپ میری مدد کیجئے اور نہایت مضبوطی سے میری حفاظت کیجئے کہ آپ بھی بے داغ رہیں اور میں بھی آپ کے سایہ میں سلامت رہوں

حضرت دل۔ ہش دور ہو میں شاہانہ مزاج رکھتا ہوں میرے قلمرو میں پالیسی کا نام نہیں میں تیرے غنیم کو

دیکھ چکا ہے بالائے سرش ز ہوشمندی ؛ می تافت ستارۂ بلندی ۔ وہ نوجوان بلند اقبال شہزادہ ہے اسکی
چمکتی ہوئی پیشانی کا چم خم اور چاند سا مکھڑا توصاف کہے دیتا ہے کہ وہ کسی بڑے باپ کا بیٹا ہے وہ تیرے روکے
سے کہیں رک سکتا ہے ۔ قلعہ کے قریب تو آ گیا ہے اگر مجھ تک پہنچ گیا تو میرا قلعہ اس کا گھر ہے اور وہ میرا ولیعہد ہے
تعصب (زبان سے) کیوں بی صاحبہ آپ سنتی ہیں؟ میری تو یہ پریشانی اور حضرت دل کا یہ سوکھا جواب ۔ ایسے
وقت میں آپ کے پاس فریاد لایا ہوں ۔ برائے خدا آپ جان بچایئے ورنہ میرا ٹھکانا کہیں نہیں ۔

زبان :۔ بیٹا تو کیوں گھبراتا ہے میں تو تیرے تابع فرمان ہوں ۔ لونڈی کو عذر نہیں مجھے عذر نہیں جو تو کہے وہی کرونگی
اگر حضرت دل نے جواب دیا تو کیا مضائقہ میں تو تیرے ساتھ ہوں ۔ اگر تیرا غنیم قوی ہے تو میں تیرے لئے باتوں اور
نعروں کی فوج قاہرہ ابھی تیار کر سکتی ہوں حضرت دل تو خود قلعہ بند ہیں میدان مناظرہ میں تو میری فوج کام
آتی ہے ۔

تعصب :۔ تھینکس (احسان آپ کا) اس وقت آپنے تو میری بڑی آبرو رکھ لی گویا میرے دھان میں پانی آیا اگر
اس وقت آپ نہ ہوتیں تو حضرت دل نے میرا کام ہی تمام کیا تھا میں تو کہیں کا نہ رہتا ۔ ماں باپ جدا چھوٹتے دوست
آشنا جدا برہم ہوتے ۔ ذات سے خارج ہوتا شادی بیاہ، حقہ پانی بند ہوتا ۔ قوم کی قوم دشمن ہو جاتی ۔ بس
ابمیں حضرت دل کو چھوڑ کر آپ ہی کے سایہ میں پناہ لیتا ہوں ۔

حضرت (دل) میاں ہوش کے ناخن لو ۔ میں نہیں تو یہ قحبہ کیا کر سکتی ہے اس میں شک نہیں کہ فوج اس کے
پاس بڑی ہے مگر اسکی رسد تو میں ہی پہنچاتا ہوں پس جب رسد بند ہوئی تو کام تمام ہے

تعصب :۔ اب جو کچھ ہو آپ کی تو میں ایک نہ سنونگا جبتک دم میں دم ہے بی زبان سے کام لیتا ہوں ۔

دوسرے دن کالج کے سایبان میں محی الدین اور علی رضا ملے بعد صاحب سلامت کے ۔

علی رضا :۔ کیوں بھائی اس بارے میں کوئی رائے قائم کی ۔

محی الدین :۔ ہاں بھائی میں نے رائے قائم کی

علی رضا :۔ ذرا میں بھی سنوں

محی الدین :۔ بھائی میں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ووٹ دیتا ۔

علی رضا :۔ کیوں بھائی تم تو حضرت علیؓ کے افضل خلفا ہونے کے قائل ہو چکے تھے ۔ پھر کیا ہوا؟

محی الدین :۔ بھائی میں یہ کہتا ہوں کہ سینکڑوں آدمی تو حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے پھر میں ذرا سے
فضائل کے فرق میں کیوں ایسی جرات کرتا کہ جمہور کے خلاف ہوتا آخر وہ بھی تو صاحب فضل وکمال تھے

علی رضا :۔ اور اگر حضرت علی کے ہاتھ پر پہلے لوگ بیعت کر لیتے تو تم کس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ۔

محی الدین اس کے تو پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے بیشک حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ۔

علی رضا :۔ کیوں بھائی تم جمہور کی بھیڑیا دھسان ایک سو ہونے پر ایسا خون انصاف کر بیٹھے کہ افضل صحابہ کو
جنہیں رسول مقبول نے اپنا نفس ناطقہ قرار دیا یعنی انفسنا کہا چھوڑ دیتے؟ اس سے تو قصور معاف ایک سوال
کی میادرخواست کرتا ہوں ۔ کیا اگر معرکہ کربلا میں تم ہوتے تو لشکر یزید کا ساتھ دیتے کیونکہ کثرت تو ادھر تھی

ادھر تو صرف بہتر بزرگوار تھے۔

محی الدین:۔ استغفر اللہ اس وقت تو میرا خون جوش کھاتا ہے افسوس کہ میں آپ سے زبان ہار چکا ہوں ورنہ آپ کو اس بیہودہ مثال کا مزہ مل جاتا۔ نعوذ باللہ من ذالک کہاں کی بات کہاں ملاتے ہو۔ کہاں وہ واقعہ جس کہ جس میں رسول اللہ کی اولاد پر کیسی سختیاں ہو رہی تھیں اور کہاں یہ بات کہ جناب رسول مقبول کے بعد حضرت کا جانشین کون ہو۔ زید نہیں عمر سہی! عمر نہیں بکر سہی!

علی رضا:۔ تو کیوں بھائی حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد تم حضرت علی کو منہ دکھلاتے؟۔

محی الدین:۔ کیوں نہیں؟ تم خود کہہ چکے ہو کہ حضرت علی علیہ السلام حلیم تھے اور کمال درجہ کا تحمل رکھتے تھے پس اس انتخاب کا ان کو صدمہ کیا ہوتا؟ وہ ایسی ایسی دنیا میتٔ سے بہت دور تھے ان کے مزاج میں خودی نہ تھی اُن کو کیا الیکشن کے امیدوار وہ بھی تھے۔ حضرت ابوبکر بھی تھے۔ وہ نہ ہوئے یہ ہوئے اس میں ایسے بےنفس آدمی کو صدمہ کیسا اور ملال کیسا؟

علی رضا:۔ بھئی افسوس تم نے سمجھا نہیں اس الیکشن میں صرف معاملہ دنیاوی تھا اور نہ کوئی لوکری حضرت علی کو ملتی تھی کہ وہ ہاتھ سے نکل گئی اور نہ یہ الیکشن تمہاری پٹنہ میونسپلٹی کا الیکشن تھا کہ عوام الناس جی ہاں حضور کہنے والے بھرتے جائیں۔ یہ معاملہ دین کا تھا اس میں قتل قصاص۔ عدالت جہاد۔ حقوق انسان۔ فرائض قومی و مذہبی بیت المال وغیرہ داخل تھے! تم خوب جانتے ہو کہ ؎

بے حکم شرع آب خوردن خطاست   وگر خوں بفتوے بریزی رواست

غالباً تم جانتے ہو کہ کسی شخص کو اگر جج دورہ میں حکم پھانسی کا دے اور وہ حکم ہائیکورٹ سے بحال رہ جائے تو یہ جائز ہے اور اس کو قصاص کہتے ہیں لیکن اگر مجسٹریٹ کسی کو اپنے اختیار سے پھانسی دے تو خود مجرم قتل عمدا و روا جب التعذیر ہو جائے گا۔ اور اگر وہ مجسٹریٹ سرکار سے بحال ہوا ہو یا تقرری اس کی خود ساختہ یا قریباً ہوئی ہو تو اور قیامت ہے شرع کا معاملہ اس سے بھی زیادہ مشکل ہو وہاں جہاد کا سامنا ہے اگر بحکم حاکم جائز ہوا تو جہاد ہے ورنہ طرفین کے مقتولین کا خون اس حکم دہندہ کے سر پر پس غور کرو کہ حضرت علی علیہ السلام جو بڑے خدا ترس تھے ایسے امور عظیم کو غیر مستحق یا ناقل یا کم سے کم اپنے سے کم کے ہاتھ میں جانے کو کیونکر پسند کرتے اس میں حضرت کو اپنے نفس سے تعلق نہ تھا بلکہ اس میں کروڑوں بندگان خدا کی جانیں اور آزادی وابستہ تھی۔

محی الدین:۔ مگر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر لائق نہ تھے تو ایکبارگی اسقدر جمعیت کثیر نے ان کے ہاتھ پر بیعت کیوں کر لی۔

علی رضا:۔ بھئی تم نے اس کا جواب تو ابھی خود دیا شاید تمہیں خبر نہیں۔ تم نے ابھی نہیں کہا کہ باوجود اعتقاد فضیلت حضرت علی علیہ السلام کے تم حضرت ابوبکر کے لئے ووٹ دیتے؟ پس یاد رکھو کہ اس وقت جمہور قریش وغیرہ تم سے زیادہ ایمان یا انصاف میں کامل نہ تھے اس وقت خلقت پھر یا دھان تھی جدھر ایک نے رخ کیا ادھر سب پھرے میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس وقت کے عوام تم سے ایمان و عقائد میں بہت کم تھے تو تم نے لشکر یزید کے ساتھ دینے کی مثال میں کیسی برہمی دکھلائی اور کیسا تمہارا خون جوش کھانے لگا۔ مگر اس وقت کے د گ

تو پچاس برس سے کم ہی کے بعد فرزند رسول پر انتہا درجہ کی سختی اور بے رحمی اور ظلم شدید کرنے کو تیار ہو گئے اور گھر دکھایا اور دختران جناب فاطمہ زہرا علیہ السلام کو اسیر کر کے شہر شہر و دیار بدیار مثل بندیان ترک و دیلم پھرایا۔ پس جیسے تم باوجود کمال تحقیق افضلیت حضرت علی علیہ السلام خلیفہ اول کے لئے ووٹ دینے کو تیار ہو گئے ویسے ہی اس وقت کی بھی حالت تھی اور اس وقت کی پوزیشن میں اس قدر کون خیال کرنے والا تھا کہ کون لائق ہے اور کون افضل ہے اور کون مستحق ہے اس وقت کے لوگوں کی دلی حالت کو حضرت عمر نے کہ جو بڑے دور اندیش تھے خوب سمجھا ان کا یہ خیال ہوا کہ جہاں تک جلد ہو یہ مرحلہ طے ہو جائے ورنہ اگر ذرا وقفہ لوگوں کو سوچنے کا ملا تو ساری پالیسی (حکمت عملی) مٹی میں مل جائے گی اور حضرت علی ضرور تخت پر بیٹھ جائیں گے۔

محی الدین:۔ تو کیا تم کہتے ہو کہ نعوذ باللہ حضرت عمر نے اس الیکشن میں کچھ حرفت کی۔

علی رضا:۔ میں خود کیوں کہوں ؟ تم کہو کہ واقعہ کیا کہتا ہے۔

محی الدین:۔ واقعہ کیا کہتا ہے؟

علی رضا:۔ پہلا کام تو حضرت عمر نے یہ کیا کہ بعد انتقال حضرت رسول خدا کے کہنے لگے کہ رسول اللہ نے انتقال نہیں کیا ہے جب بعضوں نے کہا کہ ہاں تو آپ تلوار کھینچکر مستعد ہو گئے۔ کہ جو کوئی ایسا کہیگا اسکو مار ڈالوں گا

محی الدین:۔ ماشاء اللہ شیعہ بھی کیا منہ زور ہیں کدھر کی بات کدھر ملاتے ہیں ارے بھائی یہ فعل حضرت کا تو حضرت رسول کے ساتھ انتہائے محبت پر دال ہے حضرت مارے جوش محبت کے حال انتقال حضرت رسول مقبول کا سن نہ سکتے تھے اور اس لئے تلوار کھینچکر مستعد ہو گئے۔

علی رضا:۔ بھائی ماں۔ باپ بھائی بزرگ کس کا نہیں مرا ہے مگر یہ تو ہم نے آج تک نہیں سنا کہ وہ تلوار کھینچکر کھڑا ہو گیا ہو اس پر غضب تو یہ ہے کہ حال انتقال رسول اللہ صریح بیان کر پھر یہ کہنا کہ رسول اللہ نے انتقال نہیں کیا ہے اسکو کیا کہتے ہیں ؟ اور ایسے کہنے والوں کو خدا نے کیا کہا ہے ؟ میں ادباً کچھ نہ کہوں گا۔

محی الدین:۔ جوش محبت میں آدمی کیا کچھ نہیں کرتا۔ جوش غم میں آدمی اپنے حواس میں نہیں رہتا حضرت فاروق تو آپ کے جان نثار تھے۔

علی رضا:۔ بہت خوب اب میں حضرت عمر کو اسی نگاہ سے دیکھتا ہوں یعنی حضرت کو جناب رسول خدا کے انتقال کا حد سے زیادہ صدمہ ہوا پس کیا ایسے شخص سے یہ امید نہیں کی جا سکتی ہے کہ کم سے کم تا دفن و کفن تو وہ کسی سے بات تک نہ کریگا اور دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے وہ اس بزرگ کی آخری خدمت یعنی غسل و کفن میں شریک ہی ہوگا ؟ مگر ہائے افسوس یہاں تو معلوم ہوتا ہے کہ تجہیز و تکفین کے وقت سوائے حضرات علیؑ اور حضرت عباسؓ کے اور کوئی نہ تھا حضرت عمر تو اور ہی دوڑ دھوپ میں تھے۔ اس کو ایک ممتاز شاعر نے یوں موزوں کیا ہے ؎

اہل دنیا کار دنیا ساختند　　مصطفےٰ را بے کفن انداختند

اور واقعی یہ بات بڑی شرم کی معلوم ہوتی ہے کہ ابتدائے آدم تا ایندم کسی قوم نے اکہ جولاہے، دھنیئے نے اپنے پیر و مرشد کی نعش بے دفن و کفن نہیں چھوڑی ہو اس لئے بڑے تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ جناب رسول خدا کے ساتھ اس قدر اظہار دعوے محبت کریں کہ خبر انتقال سنکر مجذوب بنکر اور تلوار کھینچکر کھڑے ہو جائیں وہ بعد انتقال

سرورِ کائنات کے ان کی نعش مبارک کو حق کی برابر بھی نہ پوچھیں اور شریکِ دفن و کفن نہوں!!
تو کیا حضرت عمر کے جوشِ محبت کا خاتمہ صرف تلوار ہی کے کھینچنے تک تھا۔ پھر کچھ بھی نہیں۔ بھائی صدمہ مفارقت تو اس برگزیدہ خدا کی پیاری بیٹی کو ہوا جس کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی جس کو چھ مہینہ تک سوائے گریہ و زاری کے اور کچھ کام نہ تھا۔ مدینہ میں بیت الحزن اب تک موجود ہے۔ یہاں تک کہ چھ ہی مہینہ کے بعد صرف اٹھارہ ہی برس کے سن میں اپنے باپ سے جا ملیں! اس غریب نے تو کسی پر تنکا بھی نہ اٹھایا تھا۔!!
اب علی رضا کو کہاں تاب تھی روتے روتے ہچکی بندھ گئی اور محی الدین کی آنکھوں سے بھی قطرات اشک پیہم جاری ہوئے۔ اور صحبت برخاست ہوئی۔ دوسرے دن محی الدین علی رضا کے مکان پر آیا۔
محی الدین:۔ بھائی میں نے خوب غور کیا۔ حضرت عمر کا تلوار کھینچنا تو واقعی کچھ عجب طرح کا معلوم ہوتا ہے حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کے لئے کیسا غم کیا مگر تلوار نہیں کھینچی علاوہ اس کے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق کی خبر سنکر کچھ نہ کیا آخر ان سے بھی تو محبت تھی ان کے انتقال کا بھی تو صدمہ ہوا ہوگا خبرِ انتقال مخفی کرنے کے لئے تلوار جب کھینچی ہے تو کسی پالیسی (حکمت عملی) ہی سے کھینچی ہے مگر میری نگاہ میں کوئی پالیسی نظر نہیں آتی۔ پھر یہ کیا حرکت حضرت عمر کی تھی میری سمجھ میں نہیں آتی۔
علی رضا:۔ اس پالیسی (حکمت عملی) کا قصہ طویل ہے۔ اگر تم اجازت دو تو کہوں۔
محی الدین:۔ بسم اللہ فرمائیے ذرا میں بھی سنوں۔

واقعہ غدیر یعنی جنابِ رسولِ خدا کا جنابِ امیر کو بحکم خدا اپنا ولی عہد بنانا

علی رضا:۔ بھائی اصل حقیقت یوں ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام بوجہ اپنی جوہر ذاتی و صفائی کے حضرت رسولِ خدا کے مقرب ہوتے چلے تو اصحاب ثلثہ مخصوص حضرت عمر کو بہت گراں گزرتا رہا جنگِ خیبر میں حضرت علی کو علم ملا۔ مکہ میں سورۂ برات پڑھنے کے لئے حضرت علی تعینات ہوئے از دواج حضرت خاتونِ جنت علیہا السلام کا حضرت کے ساتھ ہوا۔ جب حضرت رسول مقبول غزوہ تبوک کو روانہ ہوئے تو علی مرتضیٰ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ دیکھو کتاب المرتضیٰ صفحہ ۴۵ بحوالہ کتاب بخاری۔ کتاب المغازی مسلم کتاب المناقب ان امور سے جس قدر تقرب حضرت علیؑ کا ساتھ حضرت رسول مقبول کے بڑھتا گیا اسی وجہ ان لوگوں کا حسد بڑھتا گیا مگر حضرت رسول خدا کے سامنے کس کی مجال تھی جو سر اٹھا سکے۔ یا زبان ہلا سکے اس لئے یہ معاملہ چپ چپ چلا آیا بعض جگہ جو اس کا اظہار ہوا تو حضرت علی یا رسول اللہ نے اپنے تحمل سے اس کو بآسانی دبا دیا رفتہ رفتہ اس کا پتہ حضرت رسول اللہ کو بھی ملا اور حضرت کی خواہش ہوئی کہ حضرت علی کو اپنا جانشین نامزد کریں۔ لیکن ان لوگوں کی مخالفت کے خیال سے منتظرِ وقت رہ کر اپنے ارادے کو روکے رہے۔ یہاں تک کہ زمانہ وصال کا حضرت کے قریب پہنچا اور حضرت آخری حج ادا کر کے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لاتے تھے کہ ناگاہ بمقام غدیر خم حضرت جبرئیل یہ آیہ لائے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یہدی القوم الکفرین (پارہ ششم سورہ مائدہ)

(ترجمہ) پہنچا دو اے رسول اس چیز کو کہ اتارا تم پر تمہارے رب نے اگر ایسا نہ کرو گے تو تم نے اس کی رسالت نہیں پہنچائی اور اللہ محفوظ رکھے گا تمہیں آدمیوں سے - تحقیق کہ اللہ نہیں ہدایت کرتا ہے قوم کافرین کو - فقط رسول مقبول نے بمجرد نازل ہونے اس آیت کے حکم دیا کہ جتنے قافلے والے آگے ہیں ان کو پیچھے پھیر لو اور جو پیچھے ہیں ان کا انتظار کرو غرض جب سارا قافلہ جمع ہو گیا جس کی تعداد ستر ہزار تھی تو حضرت نے پالان شتر کا ایک ممبر بنایا اور اس پر جاکر خطبہ فصیح و بلیغ پڑھا اور اپنے زمان وصال کی طرف اشارہ فرما کر حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا - یہاں تک کہ حضرت علی سرو قد کھڑے ہوئے تب آپ نے ارشاد فرمایا ایھا الناس الست اولیٰ منکم قالو ابلیٰ انت اولیٰ منی ومن ابی و امی فقال رسول اللہ من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ یعنی حضرت نے فرمایا آیا میں تم لوگوں سے اولیٰ نہیں ہوں سبھوں نے کہا کہ آپ مجھ سے اور میرے باپ سے اولیٰ ہیں تب حضرت نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے - خدایا دوست رکھ دوست رکھ تو اس کو جو دوست رکھے علیؑ کو اور دشمن جان اسکو جو دشمن سمجھے علی کو اور نصرت کر اسکی جو نصرت کرے اس کی اور ذلیل کر اسکو جو دشمن اسکو ذلیل کرے بعدہ آپ منبر سے اتر آئے اس وقت سارے قافلہ میں بڑا جوش ہوا اور سب قافلہ والوں نے جناب امیر علیہ السلام کو مبارکباد دی چنانچہ حضرت عمر نے بھی کہا بخ بخ یا علی انت مولائی ومولیٰ کل مومن ومومنۃ - دیکھو مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب علی و تفسیر کبیر چھاپہ کلکتہ صفحہ ۶۳۶

آیا غدیر کی کارروائی جناب رسول مقبول نے بنظر تصفیہ یا فیصلہ شکایت اہل یمن کی فرمائی تھی؟

محی الدین :- کیا اس واقعہ کو ہمارے علماء قبول کرتے ہیں اور اگر وہ قبول کرتے ہیں تو کیا تاویل کرتے ہیں؟

علی رضا :- اس واقعہ کو تو جمہور علماء قبول کرتے ہیں مگر اس سے انکار کرتے ہیں کہ اس ذریعہ سے حضرت علیؑ کی جانشینی ہوئی وہ لوگ فرماتے ہیں کہ چونکہ اہل یمن نے حضرت علیؑ کی شکایت کی تھی اس لئے جناب رسول مقبول نے یہ الفاظ صرف حضرت علی کی مدح میں بیان فرمائے ہیں اس کا عملاً کچھ مطلب نہ تھا اور چونکہ حضرت علی کی اس طرح پر مدح ہوئی اس لئے حضرت عمر نے مبارکباد دی -

محی الدین :- تو اس بارے میں تم کیا کہتے ہو -

علی رضا :- میرا تو جی چاہتا ہے کہ کچھ نہ کہوں اور مجرد اس واقعہ کو تمہارے علماء کی رائے کو بلا دلیل تمہارے علم و یقین کے حوالے کروں بھلا یہ بات کسکی عقل میں آئیگی کہ حضرت رسول مقبول حضرت علیؑ کو لحمک لحمی و دمک دمی - انا مدینۃ العلم و علی بابھا وغیرہ وغیرہ تو گھر پر کہیں لیکن اس تپتے میدان میں یہ اہتمام کریں کہ ایک لق و دق میدان میں صرف یمن والوں کو نہیں بلکہ سارے قافلہ والوں کو مجتمع کر کے پالان شتر کا منبر بناویں اور خطبہ فصیح و بلیغ پڑھ کر اپنی رحلت کی خبر دیں اور یہ اہتمام صرف

دین!!! ایسی رائے تمہارے علمار کی میرے نزدیک تو پڑھنے والوں کی عقل کی توہین ہے کیا یہ طور عموماً
جاری نہیں ہے کہ جب آقا مرنے لگتا ہے یا کہیں سفر دور دراز کرتا ہے تو اس وقت اپنے نوکروں کو بلاکر
اپنے بیٹے کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے دیکھو اب تک ہم تمہارے آقا تھے اب میرا سفر ہے اب یہ تمہارے
آقا ہیں۔ کیا اس کہتے ہیں باپ صرف اپنے بیٹے کی مدح کرتا ہے اور نوکروں کو کچھ ہدایت نہیں کرتا ؟ کیا
ایسی ہدایت کے بعد اگر وہ شخص مرجائے تو اس کے نمک خواروں کو یہ شایاں ہے کہ اس کی آنکھ بند کرتے ہی
اس کے کسی مصاحب یا کسی دوسرے قرابت دار کو اس کا جانشین بنالیں ؟ اگر وہ لوگ ایسا کریں تو خلق خدا
ان کو کیا کہے گی۔ ہم کچھ نہیں کہتے۔

محی الدین:- حق تو یہ ہے کہ یہ تاویل میرے علمار کی میری سمجھ میں نہیں آتی اگر صرف یمن والوں کا خیال تھا
تو وہ لوگ کہیں بلائے جاتے اور سمجھا دیئے جاتے اس اہتمام کی تو کوئی ضرورت نہ تھی اور جملہ مبارک باد تو اور
بھی بے ضرور ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؑ کی صفت تو ہوا ہی کرتی تھی مگر مجھے نہیں معلوم کہ اور صفتوں کے وقت صحابہ
کرام نے کبھی مبارکباد دی تھی یا نہیں مبارکباد تو ہمیشہ کسی منصب حاصل ہونے کے وقت دی جاتی ہے اس کو
میں اپنے علمار سے ضرور تحقیق کروں گا

علی رضا:- ایک بات اور سن لو جس سے یہ ساری تاویل ہوا ہو جاتی ہے اور کوئی شک نہیں رہتا کہ یہ تنگ
بندی ہندوستان کے کسی مولوی صاحب نے جو علم جغرافیہ سے بالکل نابلد ہوتے ہیں فرمائی ہے تم نقشہ عرب دیکھ
لو اس سے ظاہر ہوگا کہ صوبہ یمن مکۂ معظمہ سے بجانب جنوب واقع ہے اور مدینہ طیبہ بجانب شمال واقع ہے
اس لئے حج سے فراغت کے بعد یمن والے تو غالباً سب کے سب اپنے وطن کو بجانب جنوب چلے گئے ہوں گے پس
حضور اقدس کا قافلہ جب بجانب شمال مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا ہوگا تو اس میں یمن والے کیوں ساتھ ہونے
لگے اور اگر ہوں بھی تو مقام غدیر خم تک جو مکہ معظمہ سے بفاصلہ بعید سات دن کی راہ طے کرنے کے بعد ملتا ہے
یمن والے کئی شخص رہ گئے ہوں گے تب یہ کیسی بات ہے کہ جناب رسول مقبول یمن والوں کی شکایت کا تو فیصلہ
فرمائیں۔ لیکن یہ فیصلہ اُن سبھوں کے مقابلہ میں نہ فرمائیں بلکہ جب وہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں
تب اُن کے پس پشت چھ سات دن کے بعد فیصلہ صادر فرمائیں۔ !!

بھائی خدا کے لئے غور کرو اس تک بندی بلکہ تودۂ طوفان کا کچھ جواب ہے ! جب حضرت کو یمن والوں کی
شکایت کا فیصلہ صادر فرمانا تھا تو مکہ ہی میں سب کے مقابلہ میں کیوں صادر نہ فرمایا ؟ اور جب وہاں کچھ نہ کیا تو
مدینہ آکر تحریری فرمان کیوں جاری نہ فرمایا یہ بیچ لق و دق میدان میں اور ببول کے گھنے جنگل میں اس فیصلہ کے سنانے
کی کون سی ضرورت لاحق ہوگئی اور پھر اس کے لئے دربار منعقد کرنا کیا۔

محی الدین:- بھائی یہ تو سچ کہتے ہو یمن تو واقعی مکہ سے بجانب جنوب اور مدینہ منورہ مکہ سے بجانب
شمال واقع ہے میں اپنے علمار سے اس کی تحقیق کروں گا۔

علی رضا:- ضرور تحقیق کرنا بلکہ اپنے علمار سے یہ بھی پوچھنا کہ جب یمن والوں کی شکایت پر حضور اقدس
نے یہ کارروائی فرمائی تو آخر اس کا فیصلہ کیا گیا۔ ؟

یہ عجیب طرح کی کارروائی ہے کہ حضور اقدس نے ایک گروہ کی شکایت پر فیصلہ صادر کرنے کے لئے تو یہ کچھ اہتمام کیا کہ ایک دربار منعقد کیا اور اس میں جمہور قوم کو جو اس وقت ممکن تھی مدعو کیا اور جب سب جمع ہو گئے تو آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ لیکن وہاں جاکر کسی شکایت کا ذکر کیا نہ کوئی تفصیل کی کہ کن کن باتوں کی شکایت تھی نہ کوئی اپنی تجویز سنائی کہ کون شکایت غلط تھی اور کون صحیح تھی اور کون ہدایت کی کہ آئندہ کیا ہونا چاہئے خلاصہ یہ کہ مقدمہ کو نہ ڈگری کیا نہ ڈسمس کیا بلکہ سب باتوں کو بالکل مبہم گومگو چھوڑ کر یہ کیا کہ صرف حضرت علی کی مدح کا ایک فقرہ پڑھا۔ بعدہ ان کے لئے دعا کی پھر اتر آئے!!!

بھئی خدا کے لئے ذرا غور کرو آج تک کبھی کسی شکایت کا کہیں ایسا فیصلہ ہوا ہے؟ یہ کارروائی تو مثل اس کے ہوئی کہ ایک مسلمان بادشاہ کے پاس لوگ اس کے گورنر یا صوبہ دار کی یہ شکایت کریں کہ وہ بیجا ٹیکس وصول کرتے ہیں یا رعایا پر سختی اور ظلم کرتے ہیں اس استغاثہ کو وہ بادشاہ سنکر جب تک مدعیان شکایت وہاں موجود ہیں چپ رہے۔ لیکن اُن کے رخصت ہونے کے بعد ایک دربار عام کرے اور جمہور انام کو اس میں مدعو کرے اور جب سب لوگ جمع ہو جائیں تو فیصلہ سنانے کے لئے تخت پر جلوس کرے لیکن تخت پر بیٹھکر کوئی ذکر شکایت کا نہ کرے اور نہ کوئی اپنی رائے ظاہر کرے یا فیصلہ سنائے بلکہ صرف درود تاج پڑھ کر اتر آوے!!!

برائے خدا تم اسے علماء سے ضرور دریافت کیجو کہ ایسا فیصلہ کسی شکایت کا کہیں آپ نے سنا ہے۔ تب غور تو فرمایئے کہ جس وقت غیر قوم اور غیر مذہب والے یہ سنیں گے کہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقدمات اور استغاثات کا یوں ہی فیصلہ فرماتے تھے تو ان کے دلوں میں ہمارے حضور اقدس کے عدل والضاف و توت فیصلہ کی کیا وقعت ہو گی؟ تب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تنقیص مراتب کرنے کی کوشش میں آپ لوگ جناب رسول مقبول کی ایسی توہین کیوں کر لمتے ہیں یا غور تو فرمایئے کہ ایسے جج کو یا ایسے حاکم کو غیر مذہب والے یا غیر قوم والے کیا کہیں گے؟ آجکل کوئی اناڑی مجسٹریٹ بھی اگر ایسا فیصلہ صادر کرے تو اس کو لوگ مجذوب یا مخبط الحواس کہیں گے۔!!

لیکن حق تو یہ ہے کہ کہیں خاک ڈالے سے چھپتا ہی چاند! لاکھ لوگ حضرت علی علیہ السلام کے مدارج کی تنقیص کریں ہزار اپنے رسول اکرم کی توہین کریں حضرت علی علیہ السلام کا درجہ مرتفع ہو ہی جاتا ہے یعنی بالغرض محال یہ تاویل مان بھی لی جائے تاہم میری بات نہیں جاتی یعنی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسولخدا کو جناب امیر کی حکومت اسقدر مطبوع تھی کہ مجرد ایک قوم کی شکایت پر آپ نے یہ اہتمام کیا کہ ستر ہزار آدمیوں کو جمع کر کے جس میں مختلف قوم قبیلے حتیٰ کہ مختلف ملک کے لوگ جمع تھے یہ فرمایا کہ ایہا الناس جیسا میں ہوں ویسا میرا بھائی ہے۔ پس کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت کی دلی خواہش تھی کہ لوگ اس کے مطیع اور فرمانبردار رہیں اور اسکی شکایت عین میری شکایت ہے؟ کیا ایسی کارروائی واسطے استقلال واستحکام حکومت کے حضرت نے فرمائی تھی یا واسطے اختتام کے؟ کیا اس کارروائی کے بعد کوئی منصف یہ کہہ سکتا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم کبھی پسند کرتے کہ جس کے لئے ایسی کارروائی کی جائے وہ غریب دو تین ہی مہینے کے بعد مجبور خانہ نشین کر دیا جائے حتیٰ کہ مین کی حکومت بھی اس سے چھین لی جائے اور دوسرے لوگ مولائے مومنین بنجائیں؟ کیا حضرت علی کے لئے

مولائے مومنین ہونا صرف دو تین ہی مہینے کے لئے تھا اور بعدہ پچیس برس سے اس میں تمادی لاحق ہوئی جنابِ رسول مقبول کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ہمارا اب تھوڑے دنوں میں دنیا سے کوچ ہے اگر حضرت کی یہ خواہش ہوتی یا یہ بات معلوم ہوتی کہ میرے بعد حضرت ابوبکر خلیفہ ہوں گے اور اس وجہ سے یمن کی بھی حکومت ان کے قبضہ میں آجائے گی اور حضرت علی برخاست ہو جائیں گے تو اس کارروائی کی مطلق ضرورت نہ تھی جنابِ رسول مقبول بہت کرتے تو یہ کرتے کہ یمن والوں کو فرما دیتے کہ تم گھبراؤ نہیں عنقریب تم پر علیؑ سے بھی ایک اعلیٰ شخص حکمران ہو گا۔ پھر ایسی حالت میں جنابِ رسول مقبول کا ہے کو اور کس دن کے لئے کہتے کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی مولا ہے۔ خدا تو دوست رکھ اسے جو دوست رکھے اسے اور دشمن جان اسے جو دشمن جانے اسے اور نصرت کر اسکی جو نصرت کرے اس کی۔ میں کہتا ہوں کہ جب حضرت علی کو خلافت ملنے کو نہ تھی تب بیچارے حضرت علیؑ کو نصرت کی کون ضرورت تھی کیا خانہ نشینی کے لئے! یا نماز پڑھنے روزہ رکھنے کے لئے! ! ! المختصر جب یہ تاویل کہ جناب رسول مقبول نے غدیر کی کارروائی بنظر رفع شکایت اہل یمن فرمائی تھی بالکل غلط اور پوچ معلوم ہوتی ہے۔ تب ہمارا دعوے کہ اس کارروائی سے جناب رسول مقبول نے جناب علی مرتضیٰ کو اپنا ولیعہد اور جانشین مقرر فرما دیا تھا نہایت مستحکم اور لاجواب ہو جاتا ہے۔

محی الدین:۔ تمہاری کونسی کتاب میں ہے کہ یہ کارروائی حضرت رسول مقبول نے بعد نزول آیہ یا ایہا الرسول بلغ کی فرمائی تھی؟

جنابِ رسول مقبول صلعم نے غدیر کی کارروائی کس غرض سے فرمائی تھی

علی رضا:۔ تفسیر عمدۃ البیان وغیرہ جملہ تفاسیر میں ہے کہ جب یہ آیت تاکیدی نازل ہوئی تو جناب رسول خدا نے وہ کارروائی فرمائی جو ابھی مذکور ہوئی اور بعد اس کارروائی کے یہ آیہ کریمہ نازل ہوا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (ترجمہ) آج ہمنے کامل کیا دین تمہارا تم پر اور تمام کی اپنی نعمت تم پر اور راضی ہوئے تمہارے دین سے جو اسلام ہے فقط اس آیت میں خطاب کرنا باری تعالیٰ کا جناب رسول کو اس وقت بصیغہ جمع کچھ عجیب لطف دے رہا ہے الغرض اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ آیہ یا ایہا الرسول (الخ) کے بعد فوراً حضرت رسول مقبول نے غدیر کی کارروائی فرمائی تو اس میں کوئی شک نہیں رہتا ہے کہ حضرت نے وصیت بحکم تاکیدی ربانی فرمائی تھی اور اگر یہ کارروائی اس حکم کی تعمیل نہ سمجھی جائے تو نعوذ باللہ حضرت رسول مقبول پر الزام رہ جاتا ہے کہ حضرت نے ابلاغ رسالت نہ فرمایا کیونکہ بعد واقعہ غدیر کے تو کوئی کارروائی حضرت نے ایسی نہیں فرمائی جو روزمرہ نہ فرماتے ہوں پس تم اپنے علماء سے دریافت کرو کہ اگر یہ نہیں تو حجۃ الوداع کے بعد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کونسی کارروائی جس کے بغیر اس وقت تک رضائے پروردگار میں ابلاغ رسالت ناتمام متصور تھا اور وہ کونسی کارروائی تھی جس میں پروردگار عالم نے الیوم اکملت لکم دینکم (الخ) فرمایا؟ الیوم پر کیوں زور دیا گیا ہے؟ واضح ہو کہ آیہ کریمہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک میں لفظ بلغ کا استعمال ہوا ہے جو تبلیغ سے مشتق ہے جس کے معنی پہنچا دینے کے ہیں پس جو واقعہ

تم اس آیہ کریمہ کی تعمیل میں پیش کرو گے اس میں دیکھنا ہوگا کہ آیا آنحضرت نے ان چیزوں کی تبلیغ فرمائی ہے یا نہیں جو حضور کو درگاہ رب العزت سے عطا ہوئی ہیں اگر ایسا نہ پایا جائے گا تو واقعہ کیسا ہی عمل خیر کیوں نہ ہو اس حکم کی تعمیل نہ سمجھا جائے گا۔ مثل روزہ، نماز، خمس، زکواۃ، حج، جہاد کیسے اعمال خیر تھی کہ فروع دین میں مگر ان کے بجا لانے سے تعمیل اس آیت کے حکم کی متصور نہ ہوگی کیونکہ ان اعمال میں کسی چیز کی تبلیغ نہیں ہوتی بہت کھینچ کھانچ کر معنی لگانے سے خمس و زکواۃ میں کہا جا سکتا ہے کہ ان میں کوئی چیز ایک شخص دوسرے شخص کو دیتا ہے لیکن اس میں مشکل یہ ہوگی کہ دیکھنا ہوگا کہ کون سی چیز حضرت نے زکواۃ یا خمس میں ایسی کسی شخص کو دی جو حضور کو اپنے پروردگار عالم سے ملی تھی۔ اور وہ کون سی زکواۃ تھی یا کون خمس تھا جس کے ادا ہونے سے رسالت ہی تمام تھی۔

محی الدین:۔ مگر ہم نے بعض مولوی صاحب کو یہ کہتے سنا ہے کہ اس آیت کا اشارہ واسطے روانگی جیش اسامہ کے ہے

علی رضا:۔ اولاً لشکر کشی میں کسی چیز کی تبلیغ نہیں ہوتی۔ تب روانگی جیش اسامہ سے تبلیغ اس چیز کی جو پروردگار عالم نے آنحضرت پر اتاری کیونکر قیاس کی جا سکتی ہے ثانیاً اگر مولوی صاحب کی یہ تاویل مان لی جائے تو غضب عظیم ہو جائے گا یعنی اسلام ہی بالکل ناقص رہ جائے گا کیونکہ جیش اسامہ تو آنحضرت کی حیات میں روانہ ہی نہ ہوا تب تو نعوذ باللہ آنحضرت نے خدا کی رسالت ہی نہیں کی یعنی نعوذ باللہ آنحضرت صلعم وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ کے مصداق ہو گئے ایسی حالت میں حق تعالیٰ اکملت لکم دینکم ورضیت لکم الاسلام دینا کیونکر فرماتا اس لئے یہ تاویل محض ہی غلط ثابت ہوتی ہے تب سوائے اس کے اور کوئی بات نہیں ملتی کہ آنحضرت نے اس آیہ کریمہ کی تعمیل میں حضرت علی مرتضیٰ کو اپنا نائب اور جانشین مقرر کر کے کل احکام شریعت اور کل اسرار حقیقت اور کل علوم ظاہر و باطن جو حضرت صلعم کو درگاہ پاک حضرت رب العزت سے ملے تھے وہ سب حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کو تبلیغ اور ودیعت کر دے جس سے رسالت کی تکمیل ہو گئی اور پروردگار عالم نے رضامند ہو کر فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔

محی الدین:۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ آیہ یا ایھا الرسول (الخ) حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجۃ الوداع کے بعد نازل ہوا

علی رضا:۔ بالفعل ایک کتاب آیات بینات للذین آمنوا وعملوا الصلحت میرے مذہب میں چھپی ہے اس کے صفحہ ۶۶ سے صفحہ ۷۳ تک اٹھارہ کتب تفسیر سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ آیہ بروز غدیر خم شان میں جناب امیر علیہ السلام کی نازل ہوا ہے اس لئے غالباً تمہارے علماء اس سے انکار نہ کریں گے کہ یہ آیہ بعد حجۃ الوداع کے نازل ہوا ہے۔ علاوہ اس کے علامہ نیشاپوری اپنی تفسیر میں اور امام واقدی اسباب نزول میں اور عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ یہ آیہ حضرت علی کی شان میں نازل ہوا اور تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی کی عبارت صفحہ (۶۳۶) چھاپہ کلکتہ میں لفظاً لفظاً حسب ذیل ہے (العاشر) نزلت الآیۃ فی فضل علی ابن ابیطالب و لما نزلت ھذہ الآیۃ اخذ بیدہ وقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد

من عاداہ فلقیہ عمر رضی اللہ عنہ فقال ھنیا لک یا بن ابی طالب اصبحت مولای و مولا کل مومن و مومنۃ یعنی یہ آیت فضیلت میں علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ کی نازل ہوئی اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جس کا میں مولا ہوں اسکا علی مولا ہے خدایا دوست رکھ اس کو جو دوست رکھے اس کو اور دشمن جان اسکو جو اس سے دشمنی کرے اس کے بعد حضرت عمر نے کہا کہ مبارک ہو آپ کو اے ابن ابیطالب کہ آپ آج صبح سے میرے بلکہ جمیع مومنین و مومنات کے مولا ہوئے اب میں تمہاری دیانت اور علم یقین سے چند سوال کرتا ہوں اور دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ اگر زبان سے جواب دیتے میں کچھ حجاب معلوم ہو تو دل میں سوچو اور انصاف کرو اس تفسیر سے یہ بات ثابت ہوتی ہے یا نہیں کہ جناب رسول مقبول نے یہ کارروائی بحکم تاکیدی حضرت باری تعالی جل شانہ کے فرمائی تھی اور یہ ایسا امر عظیم تھا کہ اس کے بغیر تبلیغ رسالت ناتمام تھی ؟ آیا حضرت علی علیہ السلام کے ہوتے سقیفہ کی کارروائی جس میں تین مہینے کے اندر دوسرا شخص مولائے مومنین بنا دیا گیا اور خود حضرت علی اُس کے تابع بنا دیے گئے کبھی موافق مرضی خدا و رسول خدا کے ہوسکتی ہے۔ بعد نزول اس آیہ کے اور بعد کارروائی غدیر کے اگر کسی شخص نے حضرت علی علیہ السلام کے حقوق کو درگزر کر کے دوسرے شخص کو مولائے مومنین بنا دیا اور حضرت علی کو مجبور خانہ نشین کر دیا تو اسکو تم حضرت علی کا دوست کہو گے یا دشمن ؟

کیا یہ دعا جناب رسول خدا کی کہ خدایا دشمن جان اسکو جو اس کا (یعنی علی کا) دشمن ہو قیامت تک قبول نہ ہوگی

جناب رسول مقبول کو کس کا خوف تھا کہ جناب باری تعالی نے فرمایا واللہ یعصمک من الناس یعنی اے محمد تم آدمیوں کا خوف مت کرو اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا ؟

اس مقام پر تمہارے علماء نے لفظ مولا میں بڑی نکتہ چینی فرمائی ہے اور لکھا ہے مولا سے فقط مدح مراد تھی اس سے مولا بالتصرف مقصود نہ تھا اس کے جواب میں ہمارے عالم جناب مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے ایک مجلد ضخیم و حجیم عبقات الانوار تالیف فرمائی ہے جس میں قطعی طور پر ثابت کیا ہے کہ ان الفاظ سے جناب امیر علیہ السلام کی ولیعہدی مراد تھی۔ لیکن میں اس امر میں کوئی ضرورت اس قدر کلام کی نہیں دیکھتا میں فرض کر لیتا ہوں کہ یہ کلمات جناب رسول مقبول نے صرف مدح میں جناب امیر علیہ السلام کے فرمائے تھے تب یہ ماننا ہوگا کہ جناب رسول مقبول نے یہ مدح خوانی جناب امیر علیہ السلام کی پروردگار عالم کے ایسے حکم تاکیدی سے فرمائی تھی کہ اگر آپ تعمیل نہ کرتے یعنی مدح نہ کرتے تبلیغ رسالت ناتمام رہجاتی اس وجہ سے تکمیل رسالت کی موقوف اوپر مدح خوانی جناب امیرؑ کے ہوجاتی ہے پس بھائی اگر غور کرو تو تمہارے علماء کی تاویل سے درجہ حضرت علی علیہ السلام کا انتہائے قیاس سے زیادہ ہوجاتا ہے۔ اللہ اکبر!

وہ کون سا ایسا مقبول بندہ خدا کا ہے جس کی مدح کرنا حق تعالی نے اپنے رسول کا فرض گردانا ہا! در رسول بھی کون کہ جس کو قاب قوسین او ادنے کا شرف حاصل ہو اور فرض بھی کیسا کہ اگر ادا نہ ہو تو رسالت ناتمام اللہ اکبر! اللہ اکبر! جب آپ کے علماء یہ کہیں تو سرمستان بادہ خم غدیر کیوں نہ بول اُٹھیں۔ رباعی

اوصاف علی بہ گفتگو ممکن نیست ٭ گنجائش بحر در سبو ممکن نیست

من ذات علی بو احبسی کے دانم ؎ الّا دانم کہ مثل او ممکن نیست

اب ایک اور بات قابل غور آپ کے ہے برائے خدا انصاف فرمایئے کیا آپ کا دل اسکو قبول کرتا ہے کہ جس شخص کی مدح کرنا خداوند عالم اپنے حبیب افضل المرسلین کا فرض گردانے وہ مجبور خانہ نشین اور تابع بنایا جائے اور جس کو سقیفہ والے خفیف الاوقات لوگ جو رسول اللہ کی تجہیز و تکفین کی بھی پرواہ نہ کریں خلیفہ بنائیں وہ امیر المومنین بنے!! ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا!!! ہزار افسوس کہ سقیفہ میں حضرات شیخین نے اتنا بھی نہ کہا کہ خلیفہ رسول وہ شخص ہو جس کی مدح رسول خدا بحکم خدا کر گئے ہیں۔

محی الدین۔ لیکن آیہ یاایہا الرسول الخ میں تو مطلق ذکر مدح کر لیا خلیفہ بنانیکا نہیں ہے پھر آپ یہ کیونکر کہتے ہیں کہ جناب رسول مقبول نے کارروائی غدیر کی تعمیل حکم اس آیت کے فرمائی تھی ممکن ہے کہ اس آیت سے کوئی دوسرا امر مراد ہوا ور رسول کی یہ دوسری کارروائی علیحدہ کی ہو

علی رضا:۔ بھئی عقل سے آدمی اللہ کو پہچانتا ہے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ بلا تشبیہ بلا تشبیہ فرض کیجیے کہ جب جناب نواب گورنر جنرل بہادر شملہ سے کلکتہ جاتے ہوں اس وقت ایک تار حضور قیصر ہند کا اُن کے پاس اس مضمون کا آوے کہ جس امر کے لیے بار بار آپ کو لکھا گیا اسکی تعمیل فوراً کیجیے اور اگر نہ کیجیے گا تو واپس بلائے جایئے گا اور فرض کیجیے کہ یہ تار ان کو اثنائے راہ میں (بمقام بانکی پور اسٹیشن) ملے اور صوف الیہ اس تار کے پڑھتے ہی (کلکتہ) پہنچنے کا بھی انتظار نہ کریں بلکہ فوراً ہی گاڑی سے اتر کر وہیں اسٹیشن ہی پر ایک دربار منعقد فرمائیں اور اس دربار میں بمقابلہ روسا و اکابر کے فرمائیں کہ فلاں شخص جو ہماری کونسل کے ممبر ہیں لفٹنٹ گورنر بنگال مقرر کیے گئے تو کیا اس کارروائی کے بعد اس میں آپ کو کچھ شک ہوگا کہ حضور قیصر ہند کے تار کا مقصد حقیقۃً یہی تھا کہ فلاں صاحب لفٹنٹ گورنر مقرر ہوں؟ کیا آپ سمجھیں گے کہ اس تار کا مقصد دوسرا تھا اور یہ کارروائی علیحدہ تھی؟

میرے نزدیک عقلاً یہ مثال آپ کے جواب کے لیے کافی ہے لیکن اگر آپ اس پر بھی ہٹ دھرمی کریں تو میں آپ کو امام فخر الدین رازی صاحب کے حوالہ کردوں گا کیونکہ آپ کی دونوں باتوں کا جواب آپکے امام صاحب دے چکے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیہ فضل میں حضرت علی ابن ابیطالب کے نازل ہوا پس اگر اس آیہ کے مشارٌ الیہ حضرت علی ہوں تو ان کا فضل اس سے کیا ہوگا؟ دوسرے یہ کہ امام صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ لما انزلت هذه الآية اخذ بيده الخ یعنی بمجرد نازل ہونے اس آیت کے حضرت رسول خدا نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا پس اس آیت کا حضرت علی کے فضل میں نازل ہونا اور اس آیت کے نازل ہوتے ہی جناب رسول مقبول کا اعلان ولایت کرنا تو آپ کے امام صاحب کا مقولہ ہے علاوہ اس کے کتاب مذکور میں بہ صفحہ ۲۹ ۵ چھاپہ کلکتہ لکھا ہے کہ آیہ ایہا الرسول کے نزول کے بعد حضرت رسول مقبول صرف اکیاسی بیاسی ۸۲ دن زندہ رہے اور ظاہر ہے کہ اٹھارھویں ذی الحجہ سے بارھویں ربیع الاول تک اگر دو انتیس اور ایک تیس کا چاند لیا جائے تو ٹھیک بیاسی روز ہوتے ہیں اس طرح پر کہ ۱۹ ذی الحجہ سے ۲۹ تک ۱۱ یوم اور محرم ۳۰ یوم اور صفر ۲۹ یوم کے ملانے سے ۸۲ یوم ہوئے اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیہ بروز غدیر نازل ہوا اور ہم لوگوں کا اعتقاد ہے کہ اس کارروائی کے بعد آیہ کریمہ الیوم

اکملت لکم دینکم نازل ہوا

محی الدین - لیکن آیۂ یاایہا الرسول سے آیہ اکملت لکم بہت فصل پر واقع ہے پس تم کیونکر کہتے ہو کہ یہ دونوں آیتیں متواتر وارد ہوئیں -

علی رضا :- اسکی وجہ تو ظاہر ہے کہ ترتیب قرآن ٹھیک موافق زمانہ تنزیل کے نہیں ہے فریقین میں مسلم ہے کہ پہلا سورہ جو حضرت پر نازل ہوا وہ سورۂ اقرا باسم ہے مگر ترتیب میں وہ پارہ عم یعنی اخیر پارہ میں واقع ہے اور پارۂ اول سے بہت فصل پر واقع ہے اور آیہ یاایہا الرسول اور آیہ اکملت لکم تو کم سے کم ایک سورہ اور ایک پارہ میں واقع ہیں -

محی الدین :- تو اس بارے میں میرے علماء کیا لکھتے ہیں -

علی رضا :- بعضے تو کہتے ہیں کہ جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ واقعۂ غدیر کے بعد فوراً یہ آیت نازل ہوئی - لیکن اکثر کہتے ہیں کہ یہ آیہ میں جب حضرت رسولخدا کا حج آخری ختم ہوا یعنی قبل نزول آیۂ یاایہا الرسول کے نازل ہوئی مگر دلیل سے یہ قیاس بالکل غلط ہو جاتا ہے کیونکہ آیۂ یاایہا الرسول سے ثابت ہے کہ اسوقت ایک ایسا اہم اور امر عظیم باقی تھا جکی تعمیل ہونے سے رضائے پروردگار میں امر رسالت ناتمام تھا یعنی حق تعالے نے فرمایا تھا وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ یعنی اے محمد اگر تم اس کام کو نہ کروگے تو گویا تم نے رسالت ہی نہیں کی پس جب ایسا امر اہم جس کے بغیر ابلاغ رسالت ناتمام تھا ہنوز باقی تھا تو الیوم اکملت لکم دینکم الخ کیونکر کہا جاسکتا تھا اور کیونکر یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ بروز عرفہ خداوند عالم کہے کہ آج ہم نے تمہارا دین کامل کیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کی اور تمہارے اسلام سے راضی ہوئے اور پھر آٹھ دس ہی دن کے بعد فرمائے کہ اے محمد تم فلاں کام کرو اگر نہ کروگے تو تمنے گویا خدا کی رسالت ہی نہیں کی آپ کے علماء کو اختیار ہے کہ خداوند عالم کو ایسا متلون الطبع کہیں کہ آج تو ایک شخص پر اپنی نعمت کا خاتمہ کرے اور کل اُسی کو کہے کہ اگر تم فلاں کام نہ کروگے تو تمہارا بالکل ریاض بیکار ہوگا - اگرچہ مجھے مطلق شک نہیں اور نہ کوئی عاقل شک کرسکتا ہے کہ آیۂ کریمہ اکملت لکم دینکم یقیناً بعد آیہ یاایہا الرسول کے آیا اور ہم چونکہ ثابت کرچکے کہ یہ آیہ یاایہا الرسول بروز کارروائی غدیر کے آیا تھا اور چونکہ حجۃ الوداع کے بعد جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سوائے کارروائی غدیر کے اور کوئی ایسی کارروائی نہ کی جسمیں نہ کرتے ہوں اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ رضامندی پروردگار عالم کی اور یہ اتمام نعمت اس معبود برحق کا علی مرتضٰے علیہ السلام کی جانشینی پر ہوا اور آیہ اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا یعنی آج ہم نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کیا اور آج ہم نے تم پر اپنی نعمتوں کا خاتمہ کیا اور آج ہم تمہارے اسلام سے راضی ہوئے بعد کارروائی غدیر کے نازل ہوا اس میں ایک بڑا نکتہ یہ ہے کہ جناب رسول مقبول خاتم النبیین ہوئے اور آپ پر رسالت تمام ہوئی اور بعد اس کے سلسلہ امامت شروع ہوا جو قیامت تک قائم رہیگا اس لئے جس وقت سلسلہ امامت قائم ہو گیا پس دین کی تکمیل ہوگئی اور نعمتوں کا خاتمہ ہو گیا اور پروردگار عالم کی خواہش دین اسلام سے پوری ہو گئی

محی الدین :- مگر آیہ اکملت لکم دینکم اس مقام پر واقع ہے جہاں حق تعالے نے میتہ و حرمت

ماکولات کی (یعنی کھانے کی چیزوں کی) بیان فرمائی ہے اور بعد نامزد کرنے حرام چیزوں کے فرمادیا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی یعنی آج ہم نے تمہارا دین کامل کیا اور آج اپنی نعمت تم پر تمام کی

علی رضا بعد پڑھنے آیات ماقبل و مابعد کے کوئی شک نہیں رہتا کہ یہ آیت اس مقام پر بالکل بے محل ہے آیات ماقبل و مابعد بمعیت یہ آیت قرآن مجید میں یوں لکھی ہے حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر اللہ به والمنخنقة والموقوذة والمتردیة والنطیحة وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب وان تستقسموا بالازلام ذالکم فسق الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوهم واخشون الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا فمن اضطر فی مخمصة غیر متجانف لاثم فان اللہ غفور رحیم (ترجمہ) حرام ہوا تم پر مردہ اور لہو اور گوشت سور کا اور جس چیز پر سوائے اللہ کے دوسرا نام لیا گیا اور جو مر گیا گھٹ کر یا چوٹ سے یا گر گیا سینگ مارنے سے اور جس کو کھایا پھاڑنے والے (جانور) نے مگر جن کو تم نے ذبح کر لیا اور جو ذبح ہوا کسی تھان پر اور جو جانور کہ تم مارو ساتھ تیروں کے آج ناامید ہوئے کافر تمہارے دین سے سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج ہم نے پورا کیا دین تمہارا تم پر اور پورا کیا ہم نے تم پر احسان اپنا اور پسند کیا واسطے تمہارے دین اسلام کا۔ پس اگر کوئی ناچار ہو گیا بھوک سے بغیر خواہش گناہ کے تو اللہ بخشنے والا ہے۔

سیاق عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اگر الفاظ "آج ناامید ہوئے کافر تمہارے دین سے" لغایت "تمہارے واسطے دین اسلام" اس مقام سے نکال لئے جاویں تو عبارت نہایت مسلسل رہتی ہے۔ اور کسی قسم کا حرج معلوم نہیں ہوتا برخلاف اسکے رضیت لکم الاسلام دینا کے بعد عبارت فمن اضطر غیر متجانف کس قدر بے جوڑ معلوم ہوتی ہے۔ یعنی جملہ "ہم راضی ہوئے تمہارے اسلام سے" کے بعد یہ عبارت کہ "پس اگر کوئی ناچار ہو گیا بھوک سے بغیر خواہش گناہ کے" بالکل ہی بے لگاؤ معلوم ہوتی ہے غالبًا تمہارے علما قبول کریں گے کہ فمن اضطر کا "ف" "ذالکم فسق" سے ملا ہوا ہے اور درمیان کا جملہ بالکل جملہ معترضہ علیحدہ ہے۔ علاوہ اس کے تم خود غور کرو کہ قبل اس آیت کے ذکر ان چیزوں کا ہے جن کا کھانا شرعًا حرام ہے تب ان چیزوں کے ذکر کے بعد یہ فرمانا کہ آج میں نے تمہارا دین تم پر کامل کیا اور آج تم پر اپنی نعمت تمام کی اور آج تمہارے اسلام سے راضی ہوا بے محل معلوم ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترتیب دہندہ قرآن نے سہوًا یا قصدًا اس آیت کو اس جگہ لکھ دیا ہے کیونکہ اگر شان نزول اس آیت کی نعمت کھانے پینے کی سمجھی جائے تو اتممت علیکم نعمتی تو فی الجملہ چسپاں ہوگی لیکن اکملت لکم دینکم یعنی کامل کیا ہم نے تمہارا دین تم پر بیکار ہو جائے گا۔ کھانے پینے سے تکمیل دین کیونکر ہو گی اور اس کے بعد رضیت لکم الاسلام تو اور بھی بے معنی ہو جائے گا کیونکہ اسلام سے راضی ہونے کے لئے کوئی بات منجانب اسلام ہوتی چاہیے اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب کوئی کام جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تب حق تعالےٰ نے فرمایا کہ آج ہم نے تمہارا دین تم پر کامل کیا اور آج تم پر اپنی نعمت تمام کی اور آج تمہارے اسلام سے

راضی ہوئے۔

محی الدین:۔ ہاں یہ تو واقعی صحیح معلوم ہوتا ہے حق تعالیٰ کی رضامندی کے لئے اس روز کوئی امر منجانب اسلام ضرور ہونا چاہیئے اور کھانے پینے کی نعمت فوری ہوتی ہے جسکو فوراً زوال ہے لیکن جس شد ومد سے اعلیٰ حضرت جل شانہ نے اس نعمت کا ذکر کیا ہے اس سے نعمت جاوید مراد معلوم ہوتی ہے اور تب یہ بات ہمارے حضرات صوفیہ کے اعتقاد سے کہ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہ کی مسلمانوں کے لئے ایک نعمت جاودانی ہے بہت مطابق ہو جاتی ہے۔ لیکن بھائی میرے ذہن میں ایک بات یہ آئی ہے کہ آیہ یا ایہا الرسول میں یا رسول مقبول صلعم کے الفاظ من کنت مولاہ فعلی مولاہ میں لفظ خلیفہ کا نہیں ہے۔ اگر حضرت رسول خدا صلعم لفظ خلیفہ ارشاد فرما دیتے تو سارا جھگڑا رفع ہوتا۔

اگر جناب رسول مقبول بروز غدیر الفاظ علی خلیفتی فرماتے تو کیا اس کی وقعت من کنت مولاہُ فعلی مولاہ سے زیادہ ہوتی

علی رضا:۔ کیا جھگڑا رفع ہوتا جہاں انتہائے درجہ کی ہٹ دھرمی ہے وہاں جھگڑا طے ہونے سے کیا واسطہ۔ جب اعلیٰ ترین الفاظ کے معنی ادنیٰ ترین سمجھے جاتے ہیں تو جو لفظ حضرت استعمال فرماتے اس پر سو تاویلیں کی جاتیں اور پھر معاملہ ویسا کا ویسا ہی رہ جاتا تم خود غور کرو کہ لفظ خلیفہ سے لفظ مولیٰ بدرجہا بڑھ کر ہے یا نہیں؟ باعتبار لغوی معنی کے خلیفہ صرف مابعد آنیوالے کو کہتے ہیں اور مولا جو ولی سے مشتق ہے والی اور سرپرست اور حامی و مددگار کو کہتے ہیں اور اصطلاحاً خلیفہ نائب کو کہتے ہیں جو ہمیشہ اپنے منیب سے کم درجہ سمجھا جاتا ہے اور ہمیشہ بڑوں کی شان میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی ہم لوگ جب بزرگان دین حتیٰ کہ حق تعالےٰ جل شانہ کو پکارتے ہیں تو یا آقا اور یا مولےٰ کہکر پکارتے ہیں اب ہم حیران ہیں کہ جو شخص مثل جناب سرور کائنات کے کل مومنین و مومنات حتیٰ کہ صحابہ کرام کا مولیٰ ہو وہ حضور کے خلیفہ سے یا انہی صحابہ میں سے کسی سے کیونکر کم ہو سکتا ہے الغرض اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ لغوی اور اصطلاحی دونوں معنوں سے لفظ خلیفہ سے لفظ مولیٰ بدرجہا بہتر اور اعلیٰ ہے۔ لیکن افسوس کہ ہٹ دھرمی اور نکتہ چینی سے ایسا اعلیٰ لفظ محض بیکار کر دیا گیا ہے میرے نزدیک اس بارے میں ایک شعر جناب مولانا سید شاہ علی حسن صاحب سجادہ نشین قصبہ جائس جو سنی المذہب ہیں سارے قضیہ کو فیصل کر دیتا ہے موصوف الیہ فرماتے ہیں ؎

عبث در معنی من کنت مولا می روی ہر سو علیٰ مولا بایں معنی کہ پیغمبر بود مولے

افسوس ہے کہ عوام سنت جماعت جناب امیر علیہ السلام کے مدارج کی تنقیص میں اسقدر منہمک ہیں کہ اپنے علما کے قول کو نہیں مانتے!!

بس جہاں ایسی ہٹ دھرمی اور نکتہ چینی ہے وہاں اگر جناب رسول مقبول لفظ خلیفہ کا بھی استعمال فرماتے

تو کیا ہوتا ؟ آپ کے حضرات علماء تو اسکو یہ کہکر ہوا کر دیتے کہ خلیفہ بعد آنے والے کو کہتے ہیں اس لیئے یہاں پر جناب رسول مقبول نے حضرت علی کو خلیفہ اس مطلب سے کہا تھا کہ حضرت علی میرے بعد جنت میں آئیں گے یعنی میرے بعد انتقال کریں گے۔ پس قصہ ختم ہو جاتا ہے۔ خدا کے لیئے ذرا غور کرو کہ اگر کوئی شخص تمہارے سامنے کسی شخص کو کہے کہ یہ تو میرے مولا ہیں اور وہی شخص دوسرے شخص کی نسبت کہے کہ یہ تو میرے خلیفہ ہیں تو تم دونوں میں کسکا رتبہ زیادہ سمجھو گے ؟ کیا کوئی شخص اس میں ذرا بھی شک کر سکتا ہے کہ قائل شخص اول کو اپنا افسر اور دوسرے شخص کو اپنا نائب اور اس لیئے اپنے سے کم سمجھتا ہے بھائی اصل حقیقت یہ ہے کہ جناب علی مرتضیٰ کو حضور اقدس نور و روز ازل ہی میں اپنا خلیفہ بنا چکے تھے اور آخر زمانہ میں بھی بوقت غزوۂ تبوک اپنا خلیفہ قرار دے چکے تھے۔ جیسا میں سابقاً کہہ چکا ہوں۔ اسی لفظ کو حضرت بار بار کتنی مرتبہ کہتے ؟ علاوہ اس کے اس کارروائی میں دوسرا ایک بڑا بھاری اسرار یہ ہے کہ حضور اقدس جناب سرور کائنات نے غدیر کی کارروائی بموجب فرمان عالی شان حضرت شہنشاہ عادل جل شانہ کے نہایت باضابطہ اور شاہانہ طریقہ سے انجام فرمائی تھی اولاً ایک دربار عالیشان جیسا عالم سفر میں ممکن تھا منعقد فرمایا اور کل حجاج کو جن کی تعداد ستر ہزار تھی مجتمع فرمایا بعدہ پالان شتر کا ایک ممبر بنایا اور اسپر آپ رونق افروز ہوئے اور سب کارروائی ٹھیک ضابطہ اور قاعدے سے فرمائی چونکہ یہ دربار عالیشان تھا اور درباروں میں اس وقت تک قاعدہ چلا آیا ہے کہ اسپیکر نہایت سنجیدہ اور متین اور باوقعت الفاظ استعمال کرتا ہے اور حضور اقدس کی خواہش تھی کہ بذریعہ پبلک ڈکلریشن (استقرار عام) کے جمہور اسلام پر اس امر کو شائع فرمائیں کہ علی مرتضیٰ صرف آپ کے مابعد آنے والے یا جانشین ہی نہیں ہیں بلکہ سیرت اور تقرب نیز حلیہ صفات حمیدہ میں مثل حضور اقدس کے ہیں اور اس لیئے مثل حضور کے واجب الاطاعت ہیں اس لیئے حضور اقدس نے اس کے اظہار کا سب سے اچھا طریقہ یہ سمجھا کہ جس لفظ سے حضور اپنے کو خطاب فرمائیں اسی لفظ سے علی مرتضیٰ کو بھی خطاب فرمائیں تاکہ لوگ جائیں اور آگاہ ہو جائیں کہ علی مرتضیٰ صرف خلیفہ یا جانشین ہی نہیں ہیں بلکہ مثل حضور اقدس کے واجب الاطاعت اور واجب التعظیم ہیں اس واسطے حضور نے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اور اسی لفظی چھیڑ چھاڑ کے دفع کرنے کے لیئے حضور اقدس نے پہلے جمہور اسلام سے پوچھ لیا کہ الست اولےٰ منکم لفظ اولےٰ بھی لفظ ولی سے مشتق ہے یعنی کیا میں تم سبھوں سے افضل نہیں ہوں ؟ جب سبھوں نے اقرار کیا کہ ہاں حضور ہم سبھوں سے افضل ہیں تب حضرت نے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ جس سے صاف ظاہر ہے کہ بذریعہ پبلک ڈکلریشن کے حضور اقدس نے حضرت علی مرتضیٰ کو جمیع مومنین و مومنات حتیٰ کہ کل صحابہ کرام کا مولا اور افضل قرار دیا تھا چنانچہ (بعد وفات جناب سرور کائنات کے تو جو کچھ کارروائی کریں) اس روز تو حضرت عمر نے بھی حضرت علی کو اپنا مولا بلکہ جمیع مومنین و مومنات کا مولا مان لیا تھا۔ کیا مجھے اس کہنے کے بعد ایسے ضرورت باقی ہے کہ اگر حضرت فرماتے کہ علی خلیفتی تو اس سے ہرگز وہ شان و شوکت نہیں پائی جاتی جو من کنت مولاہ فعلی مولاہ سے پائی جاتی ہے۔ کیا ان الفاظ سے دونوں بزرگوں کی شان برابر معلوم نہیں ہوتی ؟ کیا اس سے یہ بات مثل آفتاب عیاں و آشکارا نہیں معلوم ہوتی کہ جیسے خود جناب سرور کائنات تمام عالم مع اصحاب کبار کے مولا اور آقا تھے

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضیٰ کو تمام عالم کا حتیٰ کہ کل صحابہ کرام کا مولا اور آقا قرار دیا؟ کیا ممکن ہے کہ یہ شان مرتضوی صرف لفظ خلیفہ کے استعمال سے ظاہر ہو سکتی تھی۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر آنحضرت صلعم علی خلیفتی فرماتے تو آپ کے علماء کو تو اور داؤں مل جاتے اور کہتے کہ حضرت نے لفظ خلیفہ فرمایا تھا خلیفہ اول تو نہیں کہا تھا۔

پس آپ کے علماء کے نزدیک جب لفظ مولا محض ہیچ ہے تو لفظ خلیفہ کی کیا وقعت ہوتی؟ علاوہ اس کے اس کارروائی میں ایک دوسرا نکتہ یہ ہے کہ یہ پبلک ڈکلریشن اور یہ پبلک اشاعت حضور اقدس نے بحکم حق تعالیٰ جل شانہ کے ہوئی تھی اور اس ذریعہ سے سلسلہ امامت کا جو تا قیام قیامت قائم رہے گا قائم اور مستقر فرمایا تھا اس لیئے حضرت نے علی مرتضیٰ کی شان میں وہی لفظ استعمال فرمایا جو اپنی شان مبارک میں استعمال فرمایا تا کہ لوگ جانیں اور سمجھیں کہ علی مرتضیٰ مثل حضور اقدس کے واجب التعظیم اور افضل مومنین اور مومنات ہیں اور امام بھی مثل حضور اقدس کے واجب التعظیم اور واجب الاطاعت ہوتے ہیں۔

لیکن ہزار افسوس کہ جناب سرور کائنات صلعم کو یہ معلوم نہ تھا کہ حضور اقدس کی امت میں علمائے سنت جماعت ایسے نکلیں گے کہ حضور کی سب کوششوں کو بیکار کردیں گے اور اعلیٰ ترین لفظ کو ادنیٰ لفظ سے کم رتبہ بنادیں گے اور حضور اقدس کے دربار عالیشان کے ایسے استقرار اور اظہار عام کو معمولی کارروائی سے بھی کم بلکہ بالکل بیکار کردیں گے!!! برائے خدا تم خود سوچو اور اپنے علماء سے دریافت کرو کہ اگر جناب رسول مقبول صلعم واقعی حضرت علی مرتضیٰ کو اپنا نائب اور جانشین بنانا چاہتے تو من کنت مولاہ فعلی مولاہ سے زیادہ وقعت کا کون سا جملہ استعمال فرماتے ہیں؟ کس لفظ یا کن الفاظ کے استعمال سے آپ لوگ مان جاتے کہ ہاں یہ تو البتہ خلافت کو ثابت کرتا ہے بعدہ دیکھ لینا کہ اس جملہ یا ان الفاظ سے جملہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ بہت زیادہ جامع اور مانع اور فصیح و بلیغ ہے یا نہیں؟ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ بلا تشبیہ جس طرح قرآن پاک میں دعوے کیا گیا ہے کہ ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ یعنی تم لوگ اگر اس کلام پاک کے بارے میں جو میں نے اپنے عبد پر نازل کیا ہے کچھ شک ہو تو مثل اسکے ایک سورہ ہی لاؤ اسی طرح بلا تشبیہ میں دعوے کرتا ہوں کہ اگر حضرات سنت جماعت کو کلام پاک من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے دربار عام میں اعلان کیئے جانے کے بعد بھی علی مرتضیٰ کی خلافت بلافصل پر شک و شبہ ہو تو سب ملکر اگر ممکن ہو تو جملہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ سے زیادہ فصیح اور بلیغ جامع و مانع جملہ لائیں تو سہی! کیا مجال!!!

محی الدین:۔ ماشاء اللہ اس وقت تو آپ بہت جوش میں آگئے یہ تو بڑے غلو کا جملہ ہے۔

علی رضا:۔ میں نے ہرگز غلو نہیں کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کلام پاک کی فصاحت اور بلاغت اور جامعیت مجھ سے ایسا بڑا بول بلوا رہی ہے اور حق یہ ہے کہ اگر میں غلو بھی کروں تو بیجا نہیں کیونکہ آخر یہ جملہ کلام پاک کس کا ہے اور کس وقت ارشاد ہوا ہے!!

بھائی یہ کلام پاک اسی ہادی برحق شفیع مطلق پیشوائے انام سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے جس کی زبان معجز بیان کے ذریعہ سے کلام پاک حق تعالیٰ جل شانہ عم نوالہ کا ہم لوگوں تک پہنچا ہے۔ میں نے شب گذشتہ کو پھر

جملہ پاک (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) کی بلاغت اور جامعیت پر غور کی تو وسعت اسکی میرے انتہائے قیاس سے زیادہ معلوم ہوئی اور کوئی شک نہیں کہ اس جملہ پاک کے استعمال سے آنحضرت صلعم نے دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے ذرا تم غور تو کرو کہ جناب سرور کائنات کس کس کے مولا ہیں ؟ غالباً کسی مسلمان کو اس سے انکار نہوگا کہ آنحضرت صلعم عالم انس وجان عالم ملکوت عالم ارواح عالم احیاء وغیرہ وغیرہ (کہاں تک شمار کروں) سب کے مولے ہیں اور جب آپنے یہ فرمادیا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں تو کیا بدیہی طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی مرتضیٰ بھی انہی تمام عالموں کے یعنی عالم انس عالم جن عالم ملکوت عالم ارواح وغیرہ وغیرہ سب کے مولیٰ ہوئے ؟ اور اس لئے بلا ریب و شک حضرات خلفاء ثلثہ کے بھی مولے ہوئے۔

پس جو شخص مثل جناب رسول خدا صلعم کے تمام عالم کا مولے ہو اور جسکی ولایت کا اعلان دربار عالیشان میں باضابطہ طور پر (بذریعہ پبلک ڈکلریشن) کے کیا گیا ہو اس کی خلافت بلافصل پر شک کرنا یا اس کے مدارج یا حقوق یا مراتب کو کسی صحابہ رسول سے کم کردینا بحالت صحت ذات وثبات عقل کیونکر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

مگر ہزار افسوس کہ ایسے ایسے آیات بینات کے بعد اور ایسے ایسے جامع اور مانع ملفوظات کے بعد اور ایسے ایسے استقرار عام (پبلک ڈکلریشن) کے بعد بھی کروڑوں مسلمانوں کو یہی تعلیم دی جاتی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے اپنی حیات میں کسی کو اپنا نائب یا جانشین مقرر نہیں فرمایا تھا اور یہ کہ حضرت علی مرتضیٰ کو سوائے داماد رسول ہونے کے اور کوئی قابلیت یا لیاقت یا صلاحیت خلیفہ رسول ہونے کی نہ تھی اور اس لیے بعد رسول خدا صلعم کے جو آپ خلیفہ ہوئے تو بہت اچھا ہوا!!! اسپر میں سوائے اس کے اور کیا کہوں کہ جیتے رہیں علمائے سنت جماعت کہ کروڑوں مسلمانوں کو کس طرح فضائے نورانی سے بحر ظلمات میں اور سفینہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم سے گرداب بلا میں پھینک رہے ہیں!! الامان!! الحفیظ!!!۔

اب کوئی ان حضرات علمائے اہل سنت جماعت سے پوچھے تو کہ آیا علی مرتضیٰ حضرات خلفائے ثلاثہ کے مولا تھے یا نہیں ؟ اگر وہ حضرات فرمائیں کہ علی مرتضیٰ ان حضرات کے مولیٰ نہ تھے تو کیا بدیہی طور سے یہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں کہ تب جناب رسول مقبول صلعم بھی ان کے مولا نہ تھے ؟ تب اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ یہ حضرات بالکل بے سر کی فوج تھے!!۔

اور اگر حضرات علمائے اہل سنت والجماعت فرمائیں کہ بے شک بوجہ نص صریح حدیث شریف من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور بوجہ ایجاب صریح حضرت عمر کے کہ یا علی آپ میرے بلکہ جمیع مومنات ومومنین کے مولا ہیں حضرات خلفائے ثلثہ کے بھی مولا تھے تب حضرت علیؑ نے کیا قصور کیا تھا کہ تین مہینے کے بعد اپنے درجہ سے ڈگریڈ کردئے گئے (یعنی اتار دیئے گئے) ؟ اور کس استحقاق سے اور کس دعوے سے حضرات ابوبکر وعمر وعثمان حضرت علی اپنے مولا بلکہ مولائے کائنات کے بھی مولا بن گئے ؟ الٰہی توبہ - !!!۔

بعض حضرات سنت جماعت یہ فرماتے ہیں کہ جملہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ صرف ایک جملہ مدحیہ تھا اس کا عملی مطلب کچھ نہ تھا تو میں یاد دلاتا ہوں کہ جب جناب سرور کائنات صلعم نے حضرت علی مرتضیٰ کی صرف مدح فرمائی ہے اس وقت صرف اپنی ذات پاک کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جمہور نام کو درمیان نہیں لائے ہیں مثلاً انا وعلیؑ

من لو زو احد یا انا مدینۃ العلم و علی بابہا یا النظر الی علی عبادۃ وغیرہ وغیرہ مگر بمقام غدیر خم چونکہ آنحضرت صلعم نے بحکم خالق کائنات علی مرتضیٰ کو سردار عالم اور اپنا جانشین مستقل مقرر فرمایا تھا اس لئے تمام عالم کو درمیان میں لائے اور دربار عام میں باضابطہ طور پر اعلان کر دیا کہ جس جس کا میں مولا ہوں ان سب کے علی مولا ہیں جس میں اشخاص حاضر و غائب موجود و غیر موجود حال و مستقبل سب کے سب شامل ہو گئے چنانچہ حضرت عمر نے جو مبارک باد دی اس کے الفاظ سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے یعنی آپ نے فرمایا تھا بخ بخ یا علی انت مولای و مولا کل مومن و مومنۃ یعنی مبارک ہو آپ کو اے علی کہ آپ میرے اور جمیع مومنین و مومنات کے مولا ہوئے جس سے ظاہر ہے کہ جس کے علی مولا نہیں ہیں یا جو علی کو مولا نہ مانے وہ مومن نہیں ہے۔ اب تم خود غور کرو کہ جملہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ سے بڑھ کر کوئی فصیح بلیغ جامع و مانع جملہ قیاس میں آسکتا ہے؟ تب میں نے جو دعوے کیا تھا وہ غلط تھا؟ یا ہم لوگ جو حضرت علی علیہ السلام کو مولائے دو جہان کہتے ہیں ذرا بھی غلو ہے یا صرف بیان واقعہ ہے؟

حضرت علی کو جناب رسول مقبول نے ابتدائے بعثت ہی میں خلیفہ بنایا تھا

محی الدین: ۔ تم نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بروز ازل خلیفہ مقرر ہوئے تھے اس سے تمہارا کیا مطلب ہے کیا حضرت علیؑ عالم ارواح میں بروز الست خلیفہ مقرر ہوئے تھے؟

علی رضا: ۔ بیشک مجھے تو مطلق شک نہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام روز الست ہی سے جناب رسول مقبول کے خلیفہ اور جانشین اور وصی قرار پا چکے تھے لیکن میں نے اپنی تقریر میں روز ازل جو کہا ہے اس کا مطلب ابتدائے زمان بعثت جناب سرور کائنات صلعم ہے یعنی واقعہ یہ ہے کہ جناب رسول مقبول صلعم کو اپنی رسالت کے اظہار اور اعلان کا حکم آیا تو اسی زمانہ میں حضرت سرورؐ کائنات نے جناب علی مرتضیٰ کو اپنا نائب اور جانشین یعنی خلیفہ اور وصی قرار دیا تھا اور سبھوں کو حتی کہ اپنے بزرگوں کو فرما دیا تھا کہ یہ میرا بھائی میرا خلیفہ اور وصی ہے اور اس کی بھی اطاعت سبھوں کو لازم ہے۔

محی الدین: ۔ یہ تو ایک نئی بات معلوم ہوتی ہے اس کی سند کیا ہے۔؟

علی رضا: ۔ اس کی سند میں اپنی زبان سے کیا کہوں اس واقعہ کو حافظ عبدالرحمن صاحب نے اپنی کتاب المرتضیٰ میں جس طرح بیان فرمایا ہے اس کو لفظ بہ لفظ عرض کرتا ہوں دیکھو المرتضیٰ صفحہ ۹ مطبوعہ سنہ ۱۸۹۷ء

رسول کریم تین برس تک اسلام کی دعوت خفیہ طور سے کرتے رہے مگر جب یہ آیت نازل ہوئی وانذر عشیرتک الاقربین اور خاصکر اپنی قرابت کے رشتہ داروں کو عذاب خدا سے ڈراؤ پارہ ۱۹ سورۂ شعرا آیت ۴۰ ۲ تو آپ نے دعوت کا اظہار شروع کیا اور اپنے خاندان کے لوگوں کو جو تعداد میں قریباً ۴۰ تھے کھانے کی ایک تقریب سے جمع کیا اس مجمع میں آپ کے چچا ابو طالب حمزہ عباس اور ابو لہب بھی شامل تھے جب کھانے سے فراغت ہوئی تو آپ نے موقع پا کر اپنی رسالت کا ذکر چھیڑا اور حاضرین سے یوں مخاطب ہوئے کہ اے اولاد عبدالمطلب میں تمہارے لئے ایک ایسی خبر لایا ہوں جو بے شبہ دنیا اور آخرت کی بہتری ہے اور مجھکو خدا ئے تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تمکو اس کی

اطاعت کی طرف بلاؤں پس تم میں کون ایسا ہے جو اس امر عظیم میں میرا بوجھ بٹائے اور میرا بھائی اور میرا وصی اور میرا نائب تم میں ہو۔؟ مورخین نے لکھا ہے کہ کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن علی ابن ابیطالب سے اس حقارت آمیز سکوت کی برداشت نہو سکی اور کھڑے ہو کر بڑی ہمت اور جرات سے کہا انا احد تکم یا نبی اللہ انا وزیرک علیہ تفسیر معالم التنزیل۔ یارسول اللہ اگرچہ میں اس مجمع میں سب سے کم عمر ہوں مگر اس شغل کے بجا لانے کو تیار ہوں رسول کریم نے یہ جواب سنکر کمال شفقت سے علی مرتضیٰ کی گردن پر ہاتھ رکھا اور فرمایا ان ھذا اخی وخلیفتی فیکم فاسمعوا الیہ واطیعوا معالم التنزیل بتحقیق یہ میرا بھائی اور میرا نائب تم میں ہے پس اس کی بات سنو اور جو حکم دے اسکی اطاعت کرو۔ لوگ اس تقریر کے سنتے ہی قہقہہ لگا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ابوطالب سے کہنے لگے کہ تم کو علی کی بات سننے اور اطاعت کرنیکا حکم ہوا ہے یہ واقعہ جس طرح معالم التنزیل میں لکھا ہے امام نسائی محمد شعلا ابن اشعر اور ابو الفدا وغیرہ مورخوں کے نزدیک بھی مسلم اور متفق ہے" تمام ہوئی عبارت کتاب المرتضیٰ۔

اب میں تمام عالم کو گواہ کرکے فریاد واستغاثہ کرتا ہوں کہ اگر مسلمانان فرقہ سنت جماعت لفظ خلیفہ پر تلے ہوئے ہیں تو خدا کے لئے رسول کے لئے اس حدیث پر عمل کریں اور یقین کریں کہ حضرت علی خلیفہ برحق جناب رسول مقبول کے تھے اور چونکہ جناب رسول مقبول صلعم بمضمون آیہ کریمہ وما ینطق عن الھویٰ اپنے دل سے کوئی بات نہیں فرماتے تھے مخصوص ایسے وقت میں اور ایسے امر یعنی اشاعت اسلام میں۔ بلکہ جو کچھ فرماتے تھے وہ بحکم خداوند عالم جل شانہ کے فرماتے تھے اس لئے صدق دل سے ایمان لائیں کہ خلافت علی مرتضیٰ کی منصوص من اللہ ہے اور اگر باضابطہ مہتم بالشان کارروائی کے خواہشمند ہوں تو غدیر کی کارروائی پر ایمان لائیں اور یقین کریں کہ علی مرتضیٰ علیہ السلام اس روز بحکم خداوند عالم مولائے مومنان و پیشوائے انام مثل جناب سرور کائنات رسول خدا صلعم کے باضابطہ طور پر قرار پائے تھے یہ کیا ضد ہے کہ ایسی ایسی آیات بینات کے بعد بھی لفظی چھیڑ چھاڑ ہے اور نکتہ چینیوں سے اس شخص کو جس کو خدا اور رسول خدا صلعم مولائے مومنین بنائیں اسکی خلافت بلافصل پر شک کریں اور بعد رسول مقبول کے دوسرے اشخاص کو خلیفہ برحق سمجھیں!! اور جن لوگوں کے حضرت علی علیہ السلام مولا ہوں اُن کو حضرت علی کا مولا بنا دیں؟ الغرض عقلی و نقلی اور شرعی دلیلوں سے اور واقعات زمانہ بعثت نبوی سے زمانہ وفات جناب سرور کائنات تک حضرت علی علیہ السلام کا خلیفہ اور جانشین رسول مقبول صلعم کا ہونا منصوص من اللہ ثابت ہے اور ابتدائے طفولیت جناب امیر علیہ السلام سے آخر وقت تک آنحضرت صلعم کا برتاؤ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ویسا رہتا آیا جیسا شاہان دہلی اپنے پرنس آف ویلز یا ولی عہد کے ساتھ رکھتے ہیں اور جناب علی مرتضیٰ بھی جناب رسول مقبول صلعم کو اپنا والی اپنا آقا اپنا حاکم سمجھتے رہے اور آخر وقت تک خدمت اقدس سے جدا نہوئے۔ لیکن صد ہزار افسوس کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تو بحکم خدا حضرت علی کے لئے سب کچھ کیا ابتدائے بعثت میں اپنا خلیفہ قرار دیا اپنے آخر زمانہ میں پبلک دربار منعقد کرکے من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرماکر ولیعہدی کا منصب بخشا۔ غزوہ تبوک کے وقت حضرت علی کو اپنا خلیفہ مقرر کرکے اور اپنا گھربار سب حضرت علی کے حوالہ کرکے خود سفر میں تشریف لے گئے لیکن افسوس کہ زمانہ نے کچھ ہونے نہ دیا اور حضور کی ساری کوششوں اور تدبیروں اور احکامات کو

ضائع اور بیکار کردیا۔ واقعہ غدیر کا ۱۸ ذی الحجہ کا ہے اس کے بعد دیکھیے کہ ان تدبیروں اور احکامات کے مٹانے کے لیے یاروں نے کیسی کیسی کارروائیاں کیں اور کیسی کیسی چال چلے!!

بعد کارروائی غدیر کے شروع ماہ صفر میں جناب سرور کائنات صلعم علیل ہوئے اس علالت میں اول حضرت عمر نے بذریعہ حضرت عائشہ کے کچھ اپنا کام نکالنا چاہا مگر بارگاہ رسالت میں کرٹن لیکچر (وہ باتیں جو عورتیں اپنے تابع فرمان شوہروں سے خلوت میں کرتی ہیں) کم کیا دخل یہ تدبیر کارگر نہوئی اور رسول خدا صلعم سمجھے کہ غدیر کی کارروائی زبانی ہوئی ہے۔ اگر کوئی نوشتہ ہوجائے تو قصہ رفع ہو یہ سوچکر آنحضرت صلعم نے کاغذ قلم طلب فرمایا حضرت عمر جو زمانہ کے چالاک تھے سمجھ گئے اور فرمادیا ان ھذا الرجل لیہجر حسبنا کتاب اللہ یعنی اس شخص کو ہجران ہے ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے۔ اس قصہ کو شاہ محمد کبیر صاحب ابو العلائی نے تاریخ تذکرۃ الکرام میں یہ صفحہ ۶۰ بسند صحیحین قبول کیا ہے اور صحیح بخاری صفحہ ۶۴۸ میں یہ عبارت مندرج ہے۔

عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفی البیت رجال فیہم عمر ابن الخطاب قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہلم اکتب کتاباً لا تضلوا بعدہ قال عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد غلب علیہ الوجع یعنی ابن عباس نے کہا کہ جب آنحضرت صلعم کے احتضار کا وقت پہنچا اور گھر میں بہت سے آدمی تھے ایک ان میں عمر ابن خطاب تھے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ لاؤ میں تمہیں ایسی کتاب لکھ دوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہو پس حضرت عمر نے کہا کہ حضور نبی پر درد کا غلبہ ہے فقط اس مزاحمت کی وجہ سے کاغذ و قلم نہ آیا اور اس ہدایت نامہ کے لکھنے کی نوبت نہ آئی"۔ میں کہتا ہوں کہ اس مزاحمت سے حضرت عمر نے جمہور اسلام پر بڑا ظلم کیا۔ یعنی ان کی ہدایت کے سدراہ ہوئے اور اس لیے ان کے گمراہیوں کے باعث ہوئے۔ وجہ اس کی ظاہر ہے کہ جناب رسول مقبول صلعم ایک ایسی بات لکھنے والے تھے جس سے قوم گمراہی میں نپڑتی مگر حضرت عمر نے اسکو لکھنے نہ دیا تب اس میں شک نہیں کہ حضور اقدس کے بعد جو لوگ گمراہ ہوئے اس کی جوابدہی حضرت عمر کے ذمہ بھی رہی اور کوئی شک نہیں کہ اس کا بار حضرت عمر کی گردن پر بھی رہ گیا۔ خوب غور کرو کہ بوجہ اس مزاحمت کے حضرت عمر مسلمانوں کی ہدایت کے سدراہ اور اس لیے اُن کی گمراہیوں کے باعث ہوئے یا نہیں؟

محی الدین:۔ حضرت عمر کی طرف سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مرض الموت کے وقت کسی شخص کی بات قابل اعتبار نہیں ہوتی ممکن ہے کہ حضور اقدس کو واقعی ہجران ہو اور حضرت عمر نے نیک نیتی سے یہ خیال کرکے کہ حضور اقدس کو لکھنے میں تکلیف ہوگی۔ اس امر سے باز رکھا ہو۔

علی رضا:۔ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے وما ینطق عن الھویٰ یعنی میرا رسول ہوائی اور خیالی باتیں نہیں کرتا وہ جو کچھ کہتا ہے ایجاب کی وحی کی مطابق کہتا ہے۔ تب اس امر کی نسبت جو متعلق ہدایت جمہور اسلام کے ہے یہ کہنا کہ اس وقت کی بات حضور کی قابل اعتبار نہ تھی محض غلط بلکہ سوء ادب ہے اسلیے میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر پر چار سو امر ہدایت میں سدراہ ہونے کا اور اس وجہ سے گمراہیوں کی گمراہیوں کے باعث ہونے کا اپنی جگہ پر قائم رہجاتا ہے ہاں حضرت عمر اپنی صفائی میں البتہ دکھلا سکتے ہیں کہ اس وقت نبی صلعم کو

واقعی بحران تھا اور ہذیان بول رہے تھے یا واقعی حضرت عمر نے نیک نیتی سے براہ دردمندی جناب رسول مقبول صلعم کو ہدایت نامہ لکھنے سے روکا۔ لیکن یہ بات متعلق نیت کے ہے جس کا فیصلہ بروز قیامت ہوگا اور اسوقت الغیب دیکھا جائے گا کہ اعلیٰ حضرت عالم ما فی الضمیر کے سامنے حضرت عمر کو ایسی جرات ہوسکیگی یا نہیں کہ کہیں خدایا میں نے تیرے حبیب کو محض بوجہ دردمندی نیک نیتی سے ہدایت نامہ لکھنے سے روکا تھا اس میں مجکو اور کوئی غرض نہ تھی۔ الغرض یہ صفائی حضرت عمر کی قابل سماعت درگاہ کبریائی ہو یا نہو اس میں کوئی شک نہیں کہ قوم کا بڑا نقصان ہوا اور مسلمانوں کی گمراہی سے بچنے کا ہدایت نامہ حضرت عمر کی مزاحمت سے پبلک کے سامنے نہ آسکا! افسوس صد افسوس!!! جہاں تک واقعات مابعد سے ہم لوگ نتیجہ نکال سکتے ہیں اس سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مزاحمت حضرت عمر کی ہرگز نیک نیتی سے نہ تھی بلکہ صرف اس پالیسی سے تھی کہ کہیں علی مرتضیٰ کا نام خلافت کے لیے نہ لکھ دیں۔ اس مزاحمت کا صدمہ جناب رسول مقبول کو بہت ہوا چنانچہ حضرت نے اسی وقت فرمایا کہ تم لوگ میرے پاس سے چلے جاؤ اس کے بعد حضور کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہوگئی اور دنیا کے قیام سے نفرت ہوگئی۔ چنانچہ اس کے بعد بقول شیعیان بتاریخ ۲۸ صفر اور بقول حضرات سنت والجماعت بتاریخ ۱۲۔ ربیع الاول حضور اقدس نے رحلت فرمائی اور رسالت کا خاتمہ ہوگیا انا للہ و انا الیہ راجعون حضرت عمر خلائق کے مزاج سے واقف تھے اس لیے پہلے تو یہ مشہور کیا کہ جناب سرور کائنات صلعم نے انتقال ہی نہیں کیا ہے اور اس وقت سودائے عشق رسول صلعم میں آپ ایسے مجذوب اور از خود رفتہ ہوگئے کہ تلوار کھینچ کر کھڑے ہوگئے کہ جو ایسا کہے گا اسکو قتل کردوں گا اس وجہ سے دیر تک تو لوگ اسی تحقیق میں رہے کہ واقعی حضرت نے انتقال کیا ہے یا نہیں جب یہ بات محقق ہوگئی یعنی معلوم ہوگیا کہ حضرت کا واقعی وصال ہوگیا اور حضرت عمر نے دیکھا کہ حضرت علی اور حضرت عباس علیہما السلام جناب رسول مقبول کی نعش اقدس کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوگئے اور اس طرف سے میدان خالی ہوگیا تب تو سارا جذب حضرت عمر کا کافور ہوگیا اور آپ بڑے مدبر الممالک (اسٹیٹس مین) بنکر خلافت کی تدبیر میں مصروف ہوگئے مگر ہنوز حضرت کا جوش سودا فرو نہوا تھا کہ آپ کو خبر ملی کہ لوگ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوگئے اور سعید ابن عبادہ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں یہ سنا تھا کہ تینوں خلفا نعش مبارک حضرت سرور کائنات چھوڑ کر سقیفہ کی طرف دوڑے اور اس کے بعد جو واقعہ ہوا اس کو کتاب سیرۃ الفاروق صفحہ ۷۰ طبع اول و صفحہ ۱۸ طبع ثانی سے لفظ بلفظ نقل کرتا ہوں۔

حضرت ابوبکر کس طرح خلیفہ ہوئے؟

انصار نے ابھی سعد کے ہاتھ پر بیعت نہ کی تھی کہ تینوں اصحاب سقیفہ میں پہنچ گئے جب انصار نے ان کو دیکھا تو کہنے لگے کہ تم مہاجر ہو اور تمہارا بڑا فخر ہے لیکن ہم نے بھی بہت رنج اٹھایا ہے اور چاہتے ہیں کہ اپنے میں سے ایک امیر مقرر کریں۔ حضرت عمر جن کا چند ساعت پہلے کا جوش بھی ابھی کم نہوا تھا چاہتے تھے کہ اس کے جواب میں تقریر کرنے کو کھڑے ہوں۔ مگر حضرت ابوبکر نے ان کی تندمزاجی اور سخت گوئی سے ڈر کر ان کو روک دیا اور خود تقریر کرنی شروع کی اور نہایت متانت اور سنجیدگی سے کہا کہ ہر ایک لفظ جو انصار نے اپنی تعریف میں

کہاہے وہ درست اور صحیح ہے لیکن نسبی شرافت اور رعب و دبدبہ میں قریش سب سے افضل ہیں اور سوائے ان کے عرب کسی کی اطاعت میں سر نہ جھکائے گا اس پر انصار نے کہا کہ اچھا یوں ہونے دو کہ ایک امیر تم میں سے ہو اور ایک ہم میں سے حضرت عمر نے کہا کہ دور ہو ایسا کبھی نہ ہو گا۔ دو امیر ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ انصار اور سعد کی طرف سے حباب مباحثہ کرنے کھڑا ہو گیا اور رنج اور غصہ کے الفاظ زبان پر آنے لگے حضرت عمر اس سے خفا ہوئے اور کہا کہ خدا تجھے غارت کرے۔ اس نے بھی ایسے ہی الفاظ کہے۔ حضرت ابو بکر گھبرائے کہ اس غصہ اور غضب سے معاملہ دگرگوں نہ ہو جائے اور آگے بڑھ کر انصار سے خطاب کر کے کہنے لگے یہ دو آدمی تمہارے سامنے کھڑے ہیں (حضرت عمر اور ابو عبیدہ کی طرف اشارہ کیا) ان دونوں میں سے جس کو تم چاہتے ہو منتخب کر لو اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرو حضرت عمر نے نہایت بلند آواز سے جس سے تمام مجلس گونج اٹھی کہا کہ نہیں رسول اللہ تمہارے لئے پہلے ہی سے امامت کا حکم دے چکے ہیں۔ تو ہی ہمارا امیر ہے اور مجھ سے افضل ہے حضرت ابو بکر نے اس کے جواب میں کہا کہ تو مجھ سے زیادہ قوی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ تو رسول اللہ کے بعد خیر الناس ہے یعنی سب آدمیوں سے بہتر ہے۔ حضرت ابو بکر نے اس کے جواب میں کہا کہ میں نے رسول کو یہ کہتے سنا ہے کہ عمر سے کسی اچھے شخص پر آفتاب نہیں طلوع ہوا مگر حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کا ہاتھ لیکر اس پر بیعت کی اور انکی بلند آواز نے مسلمانوں کے دلوں کو گویا ہلا دیا۔"

الغرض اس طرح پر حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے اور حضرت عمر کے بعد جو لوگ لگے لگائے تھے ان سے بیعت کرائی گئی بعض اوروں نے بیعت کی لیکن بنی ہاشم نے یعنی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سارے جدی قرابتداروں نے جو ہر ایک کے جوہر ذاتی و صفاتی سے واقف تھے بیعت نہ کی دیکھو کتاب المرتضیٰ صفحہ ۵۵۔

کیوں بھائی محی الدین اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا امر خلافت ایسا لاوارثی مال تھا کہ جس کا جی چاہے اٹھالے کیا خدانخواستہ خاندان رسالت کا چراغ ایسا گل ہو گیا تھا کہ اندھی نگری چوپٹ راج ہو جائے؟ کیا علی مرتضیٰ اس قابل نہ تھے کہ ان کا نام لیا جائے؟ کیا وہ اس قابل بھی نہ تھے کہ مشورے میں شریک کئے جائیں؟ جس منصف مزاج آدمی کے سامنے یہ کارروائی پیش کرو گے صاف کہہ دے گا کہ یہ کارروائی ایسی ہے کہ یا تو خاندان رسالت میں اس وقت کوئی معمولی لیاقت کا آدمی بھی موجود نہ تھا یا یہ کہ اگر کوئی شخص تھا تو اس غریب کی حق تلفی کے لئے دیدہ و دانستہ یہ کارروائی کی گئی اور اسی غرض سے موقع وقت پاکر ایسی تعجیل سے کام نکالا گیا اور اگر اس منصف مزاج کو تم یہ کہو کہ اس وقت جناب رسول خدا کا ایک فرزند (داماد) لائق جس کو خود رسول مقبول اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور جو ہر معرکہ میں سب لوگوں سے سبقت لیجاتا تھا اور جس کو صرف تین مہینے قبل اس کے بمقابلہ ستر ہزار مسلمانوں کے مولائے مومنین قرار دے چکے تھے اور جس سے تمسک کرنے کو ہر مسلمان کا فرض گردان چکے تھے یعنی انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی (الخ) فرما گئے تھے موجود تھا۔ لیکن یہ کارروائی نیک نیتی سے واسطے رفع فساد کے جھٹ پٹ کر لی گئی۔ تو وہ نیک نیتی کے لفظ پر ہنس دے گا اور تمہارا منہ دیکھ کر چپ رہ جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت خلفائے ثلثہ کی نیت بخیر ہوتی اور حضرت علی مرتضیٰ سے بغض یا کینہ یا حسد یا نفاق نہ ہوتا تو حضرت ابو بکر نہایت متانت اور سنجیدگی سے یوں تقریر فرماتے۔

اگر حضرت علیؑ بھی حضرت ابوبکر کا دل صاف رکھتا تو یوں تقریر فرماتے

حضرات مہاجرین و انصار میں نے سنا ہے کہ آپ لوگ اس وقت اس مقام پر اس غرض سے جمع ہوئے ہیں کہ کسی کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ مقرر کریں۔ میں کہتا ہوں کہ ہر بات کا موقع ہے۔ آپ لوگ غور کیجئے کہ اس وقت اس امر کے چھیڑنے کا کون موقع ہے ابھی نعش مبارک اس سرور کائنات کی جس نے ابتدائے وجود باجود سے تا دم واپسیں ہمارے اور آپ کے واسطے کیسی کیسی زحمتیں اٹھائیں اور کیسے کیسے احسان کیئے بے غسل وکفن رکھی ہے اسلئے میں پوچھتا ہوں کہ اس وقت ہم لوگوں کو یہ چاہیئے کہ سب لوگ شریک ہو کر اس آقائے دارین کی آخری خدمت بجالائیں یا یہ کہ اسکی نعش کو چھوڑ کر امور دنیاوی یا تنقیح خلافت کا قصہ چھیڑیں اسلئے میں بکمال منت التجا کرتا ہوں کہ اس وقت اس قصہ کو موقوف رکھیئے اور سب لوگ در دولت پر چل کر آقائے کونین کو تعلیم جاودانی کی طرف رخصت فرمایئے بعدہ جو امر مناسب ہو کیجیئے اس میں شاید دو تین ساعت سے زیادہ توقف ہوگا۔ لیکن اگر آپ لوگوں کو یہی ضد اور اصرار ہو کہ کوئی خلیفہ ہم مہاجرین یا انصار سے اسی وقت مقرر ہو جائے تو میں کہتا ہوں کہ مہاجرین و انصار سے تلاش یا انتخاب کی ضرورت تو اس وقت البتہ ہوتی اگر کوئی قابل شخص خاندان رسالت میں نہ ہوتا لیکن خاندان رسالت میں تو اس وقت خدا کے فضل سے خود حضرت سرور کائنات کا پیارا فرزند (داماد) جس نے حضرت کی آغوش مبارک میں پرورش پائی اور جس کو خود حضرت نے لحمک لحمی ودمک دمی فرمایا اور جس کی لیاقت ذاتی وصفاتی کے ہم لوگ سب کے سب گواہ رویت ہیں اور جو کبھی رسول مقبول کی خدمت و اطاعت سے جدا نہ ہوا۔ چنانچہ اس وقت بھی خدمت آخری میں مشغول ہے موجود ہے تو پھر دوسرے شخص کے خلیفہ ہونے کی تلاش یا انتخاب کی کیا ضرورت ہے؟ کیا آپ لوگوں کو یاد نہیں ہے؟

ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج الی تبوک واستخلف علیا فقال اتخلفنی فی الصبیان والنساء قال الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لیس نبی بعدی یعنی جب رسول کریم غزوہ تبوک کو روانہ ہوئے تو علی مرتضیٰ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ علی مرتضیٰ نے کہا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں خلیفہ بناتے ہیں آپ نے فرمایا کیا تم اس بات پر رضامند نہیں کہ مجھ سے ایسے رہتے پر ہو جو ہارون کو موسےٰ سے تھا مگر یہ کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے (یہ عبارت کتاب المرتضیٰ مولفہ حافظ عبد الرحمان صفحہ ۵۱ میں بحوالہ بخاری کتاب المغازی مسلم کتاب المناقب مندرج ہے) کیا آپ لوگ واقعہ غدیر کو جس کو آج سے پورے تین مہینے بھی نہیں گذرے ہیں بھول گئے کہ خود سرور کائنات نے بمقام غدیر خم پالان شتر کا منبر بنایا تھا اور اس پر جلوہ افروز ہو کر ستر ہزار آدمیوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا الستم تعلمون انی اولیٰ بالمومنین من انفسہم قالوا بلیٰ فقال الستم تعلمون انی اولےٰ بکل مومن من نفسہ قالو بلیٰ فقال اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ یعنی کیا تم نہیں جانتے کہ میں مسلمانوں کے لیئے ان کی جانوں سے زیادہ دوست ہوں۔ سب نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ پھر کہا بار خدایا جس کا میں مولا ہوں۔ علیؑ بھی اس کا مولا ہے۔ بار خدایا جو علیؑ کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ اور جو علی سے عداوت رکھے تو بھی اسکو دشمن سمجھ (دیکھو یہی کتاب

المرتضیٰ صفحہ ۹۴ کی عبارت ہے) مجھے اسدن بھائی عمر کا جوش بھولتا نہیں کہ کس جوش سے دوسرے دن صبح کو جناب علی مرتضیٰ سے ملے تھے اور فرمایا تھا ھنیاً لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولای ومولای کل مومن ومومنۃ یعنی مبارک ہو اے علی ابن ابیطالب کہ آج آپ صبح سے میرے مولا بلکہ جمیع مومنین ومومنات کے مولی ہوئے (تفسیر کبیر مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۶۳۴ میں مندرج ہے) حضرات مہاجرین وانصار یاد رکھئے کہ علی مرتضیٰ وہ ہیں جن کے بارے میں خود سرور کائنات نے فرمایا النظر الی علی عبادۃ یعنی علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے (یہ عبارت سوانحعمری علی مرتضیٰ میں صفحہ ۳۷۵ مندرج ہے) وہ ایسے ہیں کہ عبادت پروردگار میں بھی ان کا ذکر ہوتا ہے یعنی درود میں ہم لوگ کہتے ہیں اللہم صل علی محمد وآل محمد وہ ایسے ہیں کہ ان کو رسول اکرم نے انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابہا فرمایا وہ ایسے ہیں کہ جنگ احد میں جب فوج اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے تو اس وقت علی مرتضیٰ میدان جنگ میں ثابت قدم رہے اور تنہا دشمنوں سے لڑتے تھے اور جناب رسول مقبول کی حفاظت بھی کرتے تھے۔ گویا حضرت کی تیغ بھی تھے اور سپر بھی تھے وہ ایسے بہادر اور شجاع ہیں کہ جب معرکہ خیبر میں مرحب نے فوج اسلام کو شکست دی تو ہم لوگ تو بالکل دم بخود تھے اور کسی کی ہمت میدان جنگ کی طرف رخ کرنے کی نہ پڑتی تھی مگر واہ ری جرأت علی مرتضیٰ کی کہ وہ تنہا میدان جنگ میں چلے گئے اور ایک ضربت حیدری میں اس دیوزاد کو دو ٹکڑے کر دیا اسوقت صدائے لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار سے سقف فلک گونجنے لگا۔ ہمارے بھائی حضرت عمر نے جو میرے مراتب کا خیال کرکے مجھے خلافت کے لئے تجویز کرنے کا قصد کیا یہ انکا حسن ظن ہے اور میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن میں وہ ہوں کہ اپنے کو اور علی کو خوب جانتا ہوں۔ علی مرتضیٰ وہی شخص ہیں کہ جب جناب رسول اکرم نے مجھے سورۂ برات کا اعلان کرنے کے لئے روانہ فرمایا تو فوراً وحی خدا آئی کہ یہ کام علی مرتضیٰ کا ہے ابوبکر کو واپس طلب کرو چنانچہ میں واپس آیا اور علی مرتضیٰ نے بکشادہ پیشانی فرمان واجب الاذعان حضرت رب العزت کا بمقابلہ جمہور کفار ومنافقین پڑھ کر سنا دیا اس میں شک نہیں کہ یہ شب ہجرت میں جناب رسول مقبول کے ساتھ تھا۔ لیکن مجھے اتنا یقین ضرور تھا کہ میں جائے امن میں ہوں یا یہ کہ میرا وہی حال ہوگا جو رسول اللہ صلعم کا ہوگا۔ لیکن علی مرتضیٰ اپنی جان کو حوالہ بخدا کرکے اسی شب بستر نبی پر جو تلواروں اور نیزوں سے گھرا تھا اور جہاں ہر لحظہ موت کی ہیبتناک صورت سامنے کھڑی تھی بیخوف وخطر ڈٹے رہے۔ یہ بھی ٹھیک ہے کہ رسول اللہ نے مجھے امامت کا حکم دیا تھا مگر ظاہر ہے کہ نماز میں اقتدا کرنا ایسا کام ہے جو روزمرہ آپ لوگوں کے آپس میں جاری ہے کہ جب دو چار آدمی بوقت نماز موجود رہتے ہیں تو ان میں سے کوئی امامت کرتا ہے اور باقی اقتدا کرتے ہیں اس حکم سے میں نفس رسول سے ہرگز نہیں بڑھ سکتا اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا ہوں (دیکھو عقائد اسلام مؤلفہ مولانا عبدالحق دہلوی جسکے صفحہ ۲۷ میں لکھا ہے کہ ہر مسلمان کے پیچھے خواہ فاسق ہو یا متقی نماز پڑھنا درست ہے" پھر لکھا ہے" لہذا اصحاب وتابعین ومن بعدہم مبتدعین اور فساق کے پیچھے نماز پڑھنا درست جانتے تھے

نسبی شرافت علی مرتضیٰ کی مثل آفتاب عالمتاب کے روشن ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ان کے والد قریش کے سردار اور خانہ کعبہ کے محافظ اور کلید بردار تھے اور اب تو بحکم خدائے عزوجل اشرف المخلوقات مفخر موجودات افضل المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرزندی کا شرف حاصل ہے۔ رعب و دبدبہ جناب

علی مرتضیٰ کا جنگ احد وخیبر وخندق میں خوب آزمایا ہوا ہے جس کو آپ لوگ دیکھ چکے ہیں اس لئے اعادہ کی احتیاج نہیں۔ پس ایسے یگانۂ روزگار کے ہوتے آپ لوگوں کو کسی طرح جائز نہیں کہ کسی دوسرے کو حتیٰ کہ مجھکو خلیفہ بنانے کا قصد کیجیے اور مجھ سے تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ میں اب ضعف ڈھاؤں کہ علی مرتضیٰ تو ادھر رسول کی تجہیز وتکفین میں مشغول ہوں اور میں ادھر ان کی غیبت میں خلیفہ بن جاؤں کیونکہ مجھے روز سے از روز ہا حضرت رسول مقبول کو منہ دکھانا ہے اگر حضرت نے سوال کیا کہ تم نے کس بات پر علی مرتضیٰ پر سبقت کی اور کس استحقاق سے میرے پیارے داماد کو محروم کر کے تخت خلافت پر بیٹھے تو میں کیا جواب دوں گا۔"

اس مقام پر میں اظہار ایک امر کا فرض سمجھتا ہوں یعنی جناب رسول مقبول نے بمقام غدیر خم جو علی مرتضیٰ کو من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا تھا وہ بعد نزول آیۂ کریمہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک کے تھا اس سے ظاہر ہے کہ جناب رسول مقبول نے علی مرتضیٰ کو بموجب حکم تاکیدی حضرت واجب العزت کے مولائے مومنین بنایا تھا آپ لوگوں کو اختیار ہے مانئے یا نہ مانئے لیکن میں اسکو چھپا نہیں سکتا کیونکہ ایسے ایسے امور کے چھپانے میں بڑے الزام کا خوف ہے جیسا کہ حق سبحانہ جل شانہ سورۂ بقر پارہ سیقول میں فرماتا ہے ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت والھدیٰ من بعد ما بینٰہ للناس فی الکتٰب اولٰئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللٰعنون (یعنی تحقیق کہ جو لوگ چھپاتے ہیں اس چیز کو کہ اتارا ہم نے دلیلوں سے اور ہدایت سے بعد اس کے کہ بیان کیا ہم نے واسطے آدمیوں کے کتاب میں) وہ ایسے ہیں کہ خدا ان پر لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں اگر رسم ورواج زمانہ پر بھی ہم لوگ خیال کریں تو مجھے کب شایاں ہے کہ حضرت سرور کائنات کے داماد اور فرزند جوان شہزادۂ عالمیان کو محروم کر دوں اور خود بایں پیرانہ سری اپنے داماد کے تخت پر بیٹھوں اگر آپ لوگوں میں سے کسی کا یہ خیال ہو کہ میں سن رسیدہ بتجربہ کار ہوں اور گرم وسرد زمانہ سے زیادہ واقف ہوں تو وہ نفع بھی کہیں نہیں جاتا بوقت ضرورت اپنی رائے اور مشورہ سے اپنے شہزادہ کونین کی تائید اور حمایت کرتا رہوں گا پس میں تو دل میں ٹھان چکا ہوں کہ آج بعد فراغت تجہیز وتدفین حضرت خیر المرسلین کے اپنے ہاتھ سے تاج خلافت اپنے شہزادہ عالمیان سردار کون ومکان علی مرتضیٰ کے سر پر رکھ کر عمر بھر اسکی اطاعت میں اور حمایت میں حاضر رہوں گا اور بقیہ چند روزہ زندگانی کو اسی در دولت پر عبادت پروردگار میں کاٹ دوں گا۔ آپ لوگ میرے لئے دعا کیجیے کہ میری عاقبت بخیر ہو اور میری اس رائے اور وصیت کو مانئے اور ضرور مانئے کہ علی مرتضیٰ کو اپنا امام اور اپنا آقا اور خلیفہ رسول سمجھیے اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ہمیشہ کمر بستہ رہیے دیگر خیالات فاسدہ سے اپنے دلوں کو پاک کیجیے والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔"

اس کے بعد حضرت عمر جن کا چند ساعت کا جوش سودائے عشق رسول اللہ ابھی تک کم نہوا تھا بلکہ اس خبر کے سننے سے کہ اسی سرور کائنات کے پیارے داماد کی حق تلفی کی لوگ تیاری کر رہے ہیں بمقتضائے محبت وطاعت تو یہی ہے کہ اور بڑھ گیا ہوگا) اپنی کڑکتی اور مجلس کی گو بجا دینے والی اور مسلمانوں کے دلوں کو ہلانے والی آواز میں یوں فرماتے "بھائی مسلمانو۔ سنو۔ بھائیو میں جس مزاج کا آدمی ہوں تم لوگ خوب جانتے ہو۔ میں بروز غدیر علی مرتضیٰ کو اپنا اور تمہارا مولا اور آقا مان چکا ہوں۔ میں اپنی بات کا پورا ہوں۔ میری بات ایک ہے

میں تو اس قول سے پھرنے کا نہیں اگر کوئی مجھے علی مرتضیٰ سے قوی تر کہے تو مجھے یہ جھوٹی خوشامد پسند نہیں آتی میری قوت اور علیؑ کی قوت میدان جنگ میں خوب دیکھی جا چکی ہے مجکو ہرگز مقابلے کا دعوے نہیں ہے اس میں شک نہیں کہ جناب رسول اکرم نے براہ دلجوئی مجھ سے فرمایا تھا کہ آفتاب عمر سے کسی اچھے پر طلوع نہوا مگر اس سے میں اس درجہ پر نہیں پہنچ سکتا جو علی مرتضیٰ کو حدیث شریف انا و علی من نور واحد سے حاصل ہوا۔ پس علی مرتضیٰ علیہ السلام کے رہتے کس کی مجال ہے کہ مسند نبوی پر قدم رکھے اس لئے میں تو اسی وقت اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان محمد الرسول اللہ اشہد ان وعلی ولی اللہ وخلیفۃ رسول اللہ کا نعرہ بھرتا ہوں اب کس کی مجال ہے کہ علی مرتضیٰ کی اطاعت سے جدا ہوا۔ اور اگر کسی کے دل میں ایسا خیال فاسد ہو تو وہ اپنی رگِ گردن کو اس میری تلوار کے نیچے سمجھے۔

بھائی محی الدین اب خدا کے لئے ذرا غور کیجئے کہ اگر حضرات شیخین یہ تدبیر و تقریر و تحریک کرتے تو کیا اس میں اسلام کا کچھ نقصان ہوتا؟ کیا خدا اور رسول اس سے ناراض ہوتے؟ کیا ان تقریروں میں ایک لفظ بھی اعتقاد جمہور سنت جماعت کے خلاف یا غلط یا جھوٹ ہے؟ میں نے تو اس تقریر میں ان فضائل شیخین کا بھی ذکر کر دیا ہے جن کا ہماری کتابوں میں وجود نہیں اور اس لئے شیعہ ان کو نہیں مانتے کیا یہ تقریر نہایت متین اور سنجیدہ اور باوقعت اور بلند پایہ نہوتی؟ کیا یہ تحریک کسی سچے مسلمان اور سچے اعتقاد والے کے کانشنس (علم ویقین) کے خلاف ہوتی؟ کیا اس تقریر پر جناب کی مجال ہوتی کہ ایک لفظ بولتا یا اس تھکہ فضیحتی اور کوسا پیٹی کی نوبت آتی جو درمیان جناب اور حضرت عمر کے ہوئی۔

میں اپنے دل کی بات کہتا ہوں کہ اگر حضرات شیخین اوپر کے دل سے بھی ایسی تقریر و تحریک کرتے اور اس پر بھی علی مرتضیٰ بوجہ اتفاق وقت یا کجرائی دیگر اصحاب سقیفہ کے خلیفہ نہوتے تو بھی میں حضرات شیخین کو ایکدم الزام سے بری کر دیتا۔ لیکن ہزار افسوس جس وقت حضرات موصوفین کی اس تقریر و تحریک کو جو کتاب سیرۃ الفاروق سے ابھی منقول ہوئی ہے دیکھتا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ حضرات شیخین نے سقیفہ کی کارروائی میں علی مرتضےٰ سے اس طرح قطع نظر کیا کہ گویا حضرت علی کا دنیا میں وجود ہی نہ تھا یا اُن کو ایک دن بھی صحبت رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نصیب نہوئی تھی تو قلب کانپ اٹھتا ہے اور دنیا اندھیر معلوم ہوتی ہے اور کسی طرح دل قبول ہی نہیں کرتا کہ ایسی کارروائی بغیر مستحکم اور مضبوط بغض و نفاق کے ہوئی ہو برائے خدا تمہیں بتلاؤ کہ جب خلفاء ثلٰثہ کو حضرت علیؑ سے کمال محبت تھی اور ایک دوسرے کے جان نثار تھے تو اس وقت علی مرتضیٰ کا کیا قصور تھا کہ یوں متروک النظر ہو گئے۔ حضرت عمر کو اس وقت کہاں کا نسیان آ گیا کہ جس بزرگ کو بتاریخ ۱۸ ذی الحجہ اپنا اور تمام جہان کا مولیٰ قرار دیا تھا اس کا ۱۲ ربیع الاول کو ذکر تک ندارد فاعتبروا یا اولی الابصار۔

برائے خدا غور کرو کہ یہ کیسی بات ہے کہ نام نہ لیا جائے علی مرتضیٰ کا اور نام کس کا لیا جائے کہ میاں ابوعبیدہ کا تصور معاذ آفتاب کے آگے کرمک شب تاب یا ساقی کوثر کے مقابلہ میں پانی پانڈے۔ میاں ابوعبیدہ نسبی شرافت اور رعب و دبدبہ میں افضل قریش کب سے ہو گئے۔

لیکن حق تو یہ ہے کہ بیچارے ابوعبیدہ کا اسمیں مطلق قصور نہیں اُن کا نام تو فقط نمائش کے لئے لیا گیا تھا

ان بیچارے کو نہ تو خلافت کا حوصلہ تھا اور نہ لیاقت تھی اسی لئے ان کا نام لیا کہ وہ خلیفہ ہو ہی نہیں سکتے تب یہ معاملہ درمیان حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے دائر رہ جائے گا اس وقت اس کا فیصلہ حسب اصول "اسچہ تو بگذاشتی بر داشتم"، ہو جائے گا۔ جیسا کہ واقعی ہوا۔ پس بھائی ایسے دھوکے کی دھڑی کی خلافت کو کون منصف مزاج مان سکتا ہے؟

محی الدین: ماننے نہ ماننے کا اختیار ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس میں یہ بات ہو سکتی ہے کہ حضرت عمر نے نیک نیتی سے یہ سمجھ کر کہ جناب امیرؑ تو راضی ہو ہی جائیں گے واسطے رفع فساد کے جھٹ پٹ یہ کارروائی کر لی ہو اور جناب امیرؑ راضی ہو گئے ہوں۔

علی رضا: تب تو حضرت علی تجہیز و تکفین سے فراغت پاتے ہی حضرت ابوبکر سے آکر بیعت کر لیتے مگر حضرت نے بیعت نہ کی اور اس کارروائی سے کمال ناراض ہوئے۔

آیا انتخاب حضرت ابوبکر کا ازروئے اصول جائز تھا؟

علاوہ اس کے اگر اس الیکشن میں ایسی جلدی کی گئی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین کا توقف گوارا نہ کیا گیا اور ارا کین خاندان رسالت اور ان اچھے لوگوں کا جو حضور اقدس کی خدمت آخری کو اپنا فخر دارین سمجھکر شریک تھے اور یقیناً وہ لوگ بڑے ایماندار مسلمان تھے انتظار نہ کیا گیا اور کل کارروائی صرف چند ساعت میں ختم کر دی گئی۔ تو ایسا الیکشن کسی اصول کی رو سے جائز نہیں رہ سکتا کیونکہ الیکشن جائز تو وہ ہے جس میں (۱) سب لوگوں کو قبل سے اطلاع دیجائے (۲) جلسہ انتخاب میں تعداد معقول ان اشخاص کی جو رائے دینے کا حق رکھتے ہوں موجود ہوں (۳) بحاضری امیدواران الیکشن سب لوگ اپنی آزادانہ رائے دیں اور غلبہ آراء پر قول فیصل قرار دیا جائے اس الیکشن میں یہ باتیں مطلق نہ تھیں بلکہ بجائے نوٹس دینے کے پہلے تلوار کھینچی کہ رسول مقبول کے انتقال کی خبر ہو اور بجائے موجود رہنے رائے دہندگان مستحق کے بنی ہاشم میں سے کوئی موجود نہ تھا اور بجائے حاضر رہنے کے کل امیدواران انتخاب کے وہ مقبول بارگاہ جس کو رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مثل اپنے مولائے مومنین قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ غیر حاضر تھا اور اسکو خبر تک نہ دی گئی تب اس کارروائی کو الیکشن کہنا یا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر کو جمہور اسلام نے منتخب کیا محض مسنومر یعنی لفظ الیکشن کی بدنامی ہے ایسا الیکشن تو ادنیٰ میونسپلٹی میں جائز نہ ہوگا چہ جائے کہ وہ الیکشن جس کو دو نوجہان سے تعلق تھا اللہ اکبر! یعنی جس میں حضرت خاتم النبیین افضل المرسلین کا نائب مقرر ہونے والا تھا اسکو صرف یہ کہیں گے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا اور یہ فقرہ ان کا چل گیا اور طرفہ مزا یہ ہے کہ یہ حضرات یعنی حضرت ابوبکر و عمر خود بھی نہیں جانتے تھے کہ سقیفہ میں کیا ہو رہا ہے کیونکہ جملہ علمائے اہل سنت اس امر کو بطور صفائی حضرات شیخین کے پیش کرتے ہیں کہ جلسہ سقیفہ ان حضرات کا برانگیختہ نہ تھا اور ہم لوگ بھی قبول کرتے ہیں کہ واقعی یہ دونوں بزرگوار کسی اور ہی پلٹ یعنی حتو ع شکین کی فکر میں تھے آپ لوگوں کو یکایک سقیفہ کی خبر ملی اور آپ لوگ یکایک کود پڑے اور جھپٹ کر خلافت حاصل کر لی۔

بھئی محی الدین برائے خدا تمام دنیا - یورپ - ایشیا - افریقہ - امریکہ کے اہل الرائے سے پوچھ دیکھو کہ جس الیکشن میں جلسہ الیکشن کے قایم ہونے کے دس بیس منٹ یا بیس از بیس ساعت دو ساعت قبل تک کسی فرد بشر کو حتیٰ کہ خود حضرات منتخب اور منتخب کو الیکشن ہونے کی یا اس کے زمان یا مکان کی مطلق خبر نہ ہو اور جلسہ الیکشن میں ایک بڑا معزز امیدوار بوجہ مشغولیت ایک کار خیر کے اور بھی بوجہ لاعلمی کے موجود نہ ہو اور ان ہی وجوہ سے اس کے کل دوستان غیر حاضر ہوں تو ایسی حالت میں اور اس معزز امیدوار کی غیبت میں اگر دو تین اشخاص ایک مجمع میں پہنچ جائیں اور وہاں پہنچکر ان میں سے ایک دوسرے کو پروپوز کر کے الیکٹ کرے تو کیا ایسا الیکشن ایک سکنڈ کے لئے بھی جائز رہ سکتا ہے؟

محی الدین:- بھئی قصور معاف کس قدر سڑی ہو گئے ہو میاں تو ایسی انگریزی چسر گئی ہے کہ خدا کی پناہ! بھائی یہ الیکشن جناب رسول خدا صلعم کے نائب کا تھا اس میں جو آپ انگلستان اور فرانس کے الیکشن کے قاعدہ برت رہے ہیں یہ دیوانہ پن ہے یا نہیں؟

علی رضا:- معقول! الٹے چور کوتوال کو ڈانڈے! خود دم بھر کہیں قرار نہیں لیتے اور بہکی بہکی باتیں کرتے ہو اور الٹا ہم پر الزام دھرتے ہو - جب ہم نے وراثت شرعی کی رو سے دعوے کیا تو ادھر سے بات بنا کر نکل بھاگے جب وصیت سے بحث شروع کی تو خود سلطنۃ جمہوری کے اصول چھانٹنے لگے اب اس میں جب بیٹن ہوتے ہو - تو بغلیں جھانکتے اور مجھے دیوانہ بتاتے ہو غور تو کرو کہ یہ کامن ویلتھ اور سلطنت جمہوری کا راگ کس نے چھیڑا تھا؟ اور کس نے یہ کہا تھا کہ نائب رسول ہونے کے لئے وراثت یا قرابت کو دخل نہیں - عوام جس کو پسند کریں وہی نائب رسول ہو؟ کیا ہم نے خود نہیں کہا تھا کہ جب عوام الناس کسی شخص کو ادنیٰ درویش نہیں بنا سکتے تو نائب رسول کیا بنائیں گے؟ یہ اس دن سے کس بات کی بحث ہو رہی ہے! خیر بہر کیف ہم پر تو یہ الزام دیتے ہو کہ نائب رسول کے الیکشن میں ہم انگریزی اور فرانسیسی قواعد کو دخل دیتے ہیں - اب ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ انگریزی قاعدہ نہیں تو خدا کے لئے تم ہی بتلاؤ کہ عربی الیکشن کے کیا قاعدے ہیں؟ کیا اس کا قاعدہ یہی ہے کہ جس شخص کو رسول مقبول ستر ہزار مختلف قوم اور قبیلہ کے آدمیوں کے سامنے مولائے مومنین قرار دیں اور اس کو ستر کے ستر ہزار آدمی بطیب خاطر مجمع عام میں مولائے مومنین مان لیں وہ کچھ نہیں اور جس کو سقیفہ کے دس بارہ خفیف الاوقات آدمی بے سمجھے بوجھے منتخب کریں وہ سب کچھ!! کیا سلطنۃ جمہوری اسی کا نام ہے؟ کیا جمہور کے معنی عربی میں دس - بارہ خفیف الاوقات آدمی ہیں؟ کیا دنیا و دین کا بادشاہ اور پیشوا عرب میں یوں ہی مقرر ہوتا ہے کیا عربی اصول سے سلطنۃ جمہوری کا پریسیڈنٹ ساعت دو ساعت میں چراغ گل اور پگڑی غائب کی طرح مقرر ہوتا ہے؟ قصور معاف اگر عربی الیکشن کا یہی قاعدہ ہے تو ہر ایک قہوہ خانے (یا چانڈو خانے) سے دس بیس خلیفہ روز منتخب ہو سکتے ہیں - خیر ہم کہاں تک دماغ خالی کریں - اب برائے خدا حقاً ایماناً تم ہی کہو کہ نائب رسول کے انتخاب میں (اگر انتخاب پر دار و مدار تھا جیسا تم کہتے ہو) کوئی قاعدہ ہے اور ہونا چاہیے یا نہیں - اور اگر ہے اور ہونا چاہیے تو کیا؟-

اس سوال کے جواب میں دو گھنٹہ تک محی الدین سر جھکائے ہوئے غور کرتا رہا مگر کوئی قاعدہ معقول جس سے

یہ الیکشن محفوظ رہ جائے نہ نکلا جب بہت گھبرایا تو علی رضا نے کہا کہ بھائی کیا سوچتے ہو اور کہاں تک سوچو گے سوچنے سے کچھ حاصل نہ ہو گا کیونکہ الیکشن تو ایسا بے اصول ہے کہ خود تمہارے حضرت عمر نے بعد کام نکالنے کے اس الیکشن کو رد کر دیا تھا اور صاف کہدیا تھا کہ خلافت حضرت ابوبکر کی محض اچانک طور سے ہوئی۔ اگر پھر کوئی ایسا کرے تو اسکو قتل کر دو دیکھو تحفہ اثنا عشری صفحہ ۲۸۰ پس اس الیکشن کا ناجائز اور خلاف اصول ہونا تو باقرار مقرر مرقوم بقلم خاص ثابت ہے۔

آیا سقیفہ کی کارروائی نیک نیتی سے ہوئی؟

محی الدین:۔ اگر یہ الیکشن اصول سے ٹھیک نہ ہو تب بھی جب نیک نیتی سے ہوا تو سب کچھ جائز ہو گیا۔

علی رضا:۔ بھائی اب امر عظیم یعنی دنیا اور دین کے بادشاہ اور پیشوا مقرر ہونے کا امر اگر باوجود بے قاعدہ اور بے اصول ہونے کے صرف بوجہ نیک نیتی کے جائز قرار دیا جائے تو الیکشن لڑکوں کا کھیل ہو جائے دس بیس مل کر ایک محلہ میں زید کو دس بیس مل کر ایک محلہ میں عمر کو دس بیس ملکر ایک محلہ میں خالد کو نیک نیتی سے خلیفہ مقرر کریں تو کم سے کم فی قہوہ خانہ ایک خلیفہ ہو جائے۔ لیکن اگر تم اسکو بھی جائز کہو تو ہم کہیں گے کہ پھر حضرت عمر نے کیوں منع کر دیا بلکہ اگر آئندہ کوئی اس طرح پر خلیفہ مقرر کرے تو اسکو قتل کرو؟ کیوں لوگوں کی آزادی میں دست اندازی کی؟ کیوں حضرت سلمان فارسی وغیرہ کو بھی اپنی نیک نیتی کے استعمال سے روکا؟ ہم نے اب تک نیک نیتی کے الفاظ کو صرف بحث کے لئے فرض کیا ہے۔ ورنہ حقیقتاً اس کارروائی میں نیک نیتی کا تو شائبہ تک نہ تھا کیونکہ دو چار دن میں حضرت عمر اس کارروائی میں چار رنگ لائے اولاً جب رسول مقبول نے دوات قلم طلب کیا تو آپ بڑے سول سرجن بن کر فرمانے لگے کہ رسول مقبول کو بوجہ غلبہ درد کے بحران ہے ثانیاً جب حضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو آپ عشق رسول اللہ میں مجذوب بن کر تلوار کھینچکر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ حضرت رسول نے انتقال ہی نہیں کیا ہے۔ ثالثاً جب سقیفہ بندی کی خبر پائی تو چشم زدن میں سارا جذب رفت گذشت ہوا اور آپ بڑے اسٹیٹسمین (مدبر) بنکر رسول اللہ کی نعش چھوڑ کر سقیفہ میں تشریف لائے اور وہاں کڑکتی آواز سے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ رابعاً جب کام نکل گیا تو فوراً آپ نے بڑے جنرل بنکر مارشل لا جاری کر دیا کہ اب جو کوئی ایسا کرے تو اسکو قتل کرو!! میرے نزدیک تو اسی رنگ بدلنے سے ساری قلعی کھل جاتی ہے۔ لیکن اگر تمکو باور نہ ہو تو باعتبار واقعات کے ذرا غور کر کے خیال کرو کہ سقیفہ میں جو لوگ جمع تھے۔ وہ مسلمان تھے۔ اگر ان کو یہ حضرات اتنا فرما دیتے کہ بھائیو اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے ابھی نعش مقدس جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پڑی ہوئی ہے چلو ہم تم سب مل کر اس فرض عظیم سے ادا ہو جائیں تب انتخاب ہو رہے گا تو کیا وہ لوگ انکار کرتے ہیں؟ اور اگر یہ حجت اور منت سماجت سے نہ مانتے تو کیا مجلس کی گونجانے والی اور مسلمانوں کے دلوں کو ہلا دینے والی آواز جناب رسول مقبول کی تجہیز و تکفین کی شرکت کے لئے بلند ہوتی تو اس کا کچھ اثر نہ ہوتا؟ مجھے سخت تعجب ہے کہ خبر انتقال رسول مقبول چھپانے کو جو تلوار کھینچی تھی وہ اس وقت کس نیام میں مخفی ہو گئی؟ کیا اس وقت اس کا کھینچنا منافی شان سود اسے

عشق رسول اللہ تھا!!! اگر تم کہو کہ سقیفہ والے ایسے شوریشت نافرمان تھے کہ ایسے النماس معقول کو ان حضرات کے نہ سنتے بلکہ بصورت توقف دوسرے کسی کو خلیفہ بنا لیتے۔ تب ہم کو ان لوگوں کے ووٹ دینے میں کمال شک ہوتا ہے لیکن اگر تم اس پر ضد کرو کہ ان لوگوں نے ووٹ دے تو ہم کہیں گے کہ تب یہ قضیہ اتفاقیہ ہوا یعنی اگر خلفائے ثلٰثہ ذرا چوکتے اور بروقت خبر نہ لیتے تو کوئی دوسرا خلیفہ مقرر ہو جاتا اس لئے کچھ دور نہیں ہے کہ اگر آپ لوگ تھوڑا انتظار کرتے تو حضرت علی علیہ السلام خلیفہ ہو جاتے پس ایسا الیکشن حضرت ابوبکر کا ہرگز قابل استدلال نہیں اور نہ سقیفہ والوں کا ووٹ قابل اعتبار رہا میرا دل تو یہ کہتا ہے کہ ایسے شوریشت نافرمان کم اعتقاد لوگوں کے ووٹ پر جو حضرت رسول مقبول ایسے اشرف الناس کی تجہیز و تکفین میں شریک نہوئے بلکہ خارج ہوئے یہاں تک کہ ایسے ایسے بڑے لوگوں کو اس اشرف اور ادائے فرض سے روکا ہرگز فخر نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ شرمانا چاہیے لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ اس قدر تعجیل کی ضرورت جو تمہارے علماء نے لکھی ہے اور خلفائے ثلٰثہ کی محرومی کو شرف خدمت آخری رسول مقبول سے عوام کے سر دے مارا ہے وہ صرف بنظر عیب پوشی ہے ورنہ اس تعجیل کے سوا اسکے اور کوئی ضرورت نہ تھی کہ جس میں جلسہ انتخاب میں حضرت علی علیہ السلام پہنچ نہ جائیں اور اُن کی غیر حاضری کا موقع ہاتھ سے نہ نکل جائے بعشہائے مقدس و ابرار کی تجہیز و تکفین میں سوائے فوج یزید کے تو اور کسی گروہ یا جماعت کی بے اعتنائی نہیں سنی گئی۔ تب ہم سقیفہ والوں کو ایسا سنگدل کیوں کہیں کہ ان لوگوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں ایسی بے اعتنائی کی کہ دوسروں کو اس کار خیر کی شرکت سے روکا اس مقام پر حضرات مصنفین سنت جماعت نے جب دیکھا کہ اگر سقیفہ کا سچا اور سادہ واقعہ پبلک کے سامنے پیش کیا جائے گا تو ہر شخص بول اٹھے گا کہ یہ الیکشن محض فارس (تماشہ) تھا اور اس میں محض نامناسب تعجیل کی گئی تو ان حضرات نے رنگ رنگ آمیزی اور بے مزہ عبارت آرائی بلکہ بکردہ مبالغہ سے کام لیا ہے۔ بعض حضرات لکھتے ہیں کہ اس الیکشن کے ہونے سے بڑا سخت طوفان شر و فساد کا رک گیا اور بعض فرماتے ہیں کہ غدر کی بھڑکتی آگ بجھ گئی۔ میں جو خیال کرتا ہوں تو اس واقعہ میں نہ کہیں آگ تھی اور نہ کہیں پانی تھا اور اگر تھا تو بالکل حضرت عمر اور ابوبکر کے ہاتھ میں تھا۔ یعنی واقعہ تو یہی ہوا کہ جو حضرت عمر نے کہا اسکو سب نے مانا یعنی حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا اس پر کوئی شخص چوں نہ بولا بلکہ سب نے ان کی پیروی کر کے بیعت کر لی تب اگر کوئی آگ تھی تو ایسی تھی کہ حضرت عمر کے ایک پھونک کرنے میں بجھ گئی اور اگر طوفان تھا تو ایسا تھا کہ آپ کے ذرا گرجانے سے بالکل ابخرہ بن کر کرۂ زمہریر میں جا ملا ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ٭ جو چیرا تو اِک قطرہ خون نکلا

اب کوئی ان حضرات مصنفین سے پوچھے تو کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات تک تو سلطنت میں بالکل امن و امان تھا نہ کوئی فوج بگڑ گئی تھی اور نہ کوئی قوم یا قبیلہ باغی ہوا تھا۔ پھر حضرت کے انتقال کے بعد فساد کی آگ کس نے بھڑکائی اور شر کا طوفان کیونکر اٹھ گیا۔ کن باغیوں کا رسالہ تیار ہوا اور کس مقام پر ان کا میگزین جمع ہوا جس کو اس الیکشن نے دبا دیا۔ میں جہاں تک تواریخ کو دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمانہ نہایت امن و امان کا تھا یعنی اندرونی حالت ملک کی ایسی اچھی تھی اور سارے عرب میں ایسا امن و امان تھا کہ حضور آج

کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرف سے بالکل مطمئن ہوکر جیش اسامہ کی تیاری فرما رہے تھے
اور ممالک خارجہ یعنی عرب سے باہر فوج کشی کی تیاری ہو رہی تھی ایسے امن و امان کے
وقت کی نسبت یہ کہنا کہ الیکشن نے ایک چڑھے طوفان کو روک دیا اور غدر کی بھڑکتی آگ کو بجھا دیا کس قدر مکروہ
مبالغہ ہے۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ واقعات تاریخی کے بیان میں حضرات مصنفین سنت جماعت جن میں بعض علما
عالی قدر ہیں اپنے کو ایسی پست اور ذلیل جگہ میں لیجا ئیں کہ ایسے بھونڈے مبالغے اور ایسی ابلہ فریب عبارت
آرائیوں سے کام لیں۔ میں کہتا ہوں کہ جب سقیفہ والے ایسے تھے کہ حضرات شیخین کی خود ساختہ کارروائیوں کو
صرف بزور الفاظ مان گئے اور خلیفہ اول کو خلیفہ رسول قبول کر لیا اور بیعت کر لی تب یہ کیونکر ممکن ہے کہ اگر یہ حضرات
جناب رسول مقبول کی مکمل کارروائی غدیر کو درمیان میں لاکر یہ فرماتے کہ خلیفہ رسول وہی ہے جو بروز غدیر ہمارا
اور تمہارا مولا ہو چکا ہے تو وہ لوگ نہ مانتے؟ یا کم سے کم یہ حضرات اگر ان لوگوں سے اس مسئلہ کو تا تجہیز و تکفین
جناب رسول مقبول کے ملتوی کرنے کو فرماتے تو وہ لوگ سرکشی یا مخالفت کرتے؟

میں پھر حضرات مصنفین سے پوچھتا ہوں کہ اگر حضرت علی علیہ السلام خلیفہ رسول ہو جاتے اور یہ تینوں خلفائے ثلثہ
حضرت کے ساتھ زبان اور دل سے ساتھ دیتے تو فساد کہاں اور کیونکر ہوتا قوم کی باگ تو حضرت عمر کے ہاتھ میں
تھی جو یہ چاہتے وہ ہوتا جیسا کہ ہوا۔

ہاں اگر حضرات مصنفین یہ فرمائیں کہ اگر حضرت علی تخت پر بیٹھتے یعنی خلیفہ رسول ہوتے تو ان ہی تینوں بزرگواروں
کو ناگوار ہوتا اور یہی لوگ بگڑ بیٹھتے اور لڑائی جھگڑے شر و فساد پر تل جاتے اور قوم ان کے ساتھ ہو جاتی تو یہ امر
آخر ہے۔ لیکن اگر ایسی فیلنگ (دلی حالت) حضرات شیخین کی فرض کر لیجائے تب یہ امر نہایت قرین قیاس ہے
کہ سقیفہ کی کارروائی بنا بنتی سے ہوئی تھی اور یہی میرا دعوےٰ ہے اور یہ بات کہ اس الیکشن کی وجہ سے بھڑکتی
آگ بجھ گئی اور چڑھتا طوفان رک گیا۔ محض غلط اور مہمل ہے اور بالکل عبارت آرائی۔ بلکہ واقعہ برعکس اس کے
ہے یعنی اس الیکشن کے ہونے سے ایسی آگ بھڑکی جو آج تیرہ سو برس تک نہ بجھی اور اس الیکشن نے ایسا طوفان
بپا کیا کہ سفینہ آل نبی ایسا ڈوب گیا جو آج تک ابھر نہ سکا۔

ایک بات اور قابل غور ہے ذرا سوچیے تو کہ جب بعد خلیفہ ہو جانے حضرت ابوبکر کے حضرت عمر نے حکم دیا
کہ اب جو کوئی اب اکرے اس کو قتل کر دو تو حضرت عمر کے دل میں کون کھٹکا تھا کیا ان کے دل میں علی مرتضیٰ کی طرف
سے ذرا خوف تھا اور اگر حضرت علی کی طرف سے خوف نہ تھا تو کس کا خوف تھا اور اس حکم کی کیا ضرورت تھی؟

میں نے واقعات سقیفہ میں فساد کے پہلو کو غائر نگاہ سے جو دیکھا تو مثل بدیہیات کے یہ بات ثابت معلوم ہوئی کہ
اگر اس معاملہ میں کچھ فساد ہوتا تو یقیناً حضرت عمر کی ذات بابرکات کی وجہ سے ہوتا ذرا تم بھی تو غور کرو کہ اگر حضرات
خلفائے ثلثہ جناب رسول مقبول صلعم کی تجہیز و تکفین میں شریک رہتے تو کیا نتیجہ ہوتا اور کون فساد کرتا؟

فرض کرو کہ سعد ابن عبادہ خلیفہ ہو جاتے تب اس وقت یقیناً لوگوں کی تین پارٹیاں ہو جاتیں ایک سعد ابن عبادہ
کی پارٹی دوسری اہلبیت علیہم السلام کی پارٹی جس کے افسر جناب امیر ہوتے تیسری خلفا ثلثہ کی پارٹی جس کے سرغنا
حضرت عمر ہوتے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اس حالت میں کونسی پارٹی کیا کام کرتی؟

کوئی شک نہیں کہ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام ضرور اپنا حق طلب کرتے اور جس طرح بعد خلافت خلیفہ اول کے واقعی اتمام حجت کیا تھا اسی طرح اس وقت بھی اتمام حجت کرتے اس میں اگر سعد ابن عبادہ خوف خدا کر کے حضرت علی علیہ السلام کے دعوے کو قبول کر لیتے اور تخت خلافت چھوڑ کر حضرت علی کی سپرد کر دیتے اور حضرات خلفائے ثلثہ بھی اس کو مان کر حضرت علی سے بیعت کر لیتے تو اس قصہ ختم ہو جاتا اور کہیں کچھ فساد نہ ہوتا۔ لیکن اگر خلفائے ثلثہ اسکو قبول نہ کرتے تو یقیناً یہی لوگ یعنی آپ کی پارٹی والے فساد کرتے اور جو کچھ فساد ہوتا وہ انہی حضرات کی وجہ سے ہوتا۔ دوسری صورت یہ ہوتی کہ سعد ابن عبادہ حضرت علی کے دعووں کو اور اتمام حجت کا قبول نہ کرتے تو حضرت علی مرتضیٰ کے لئے یہ روز سیاہ ویسا ہی ہوتا جیسا حضرت ابوبکر کے خلیفہ ہونے سے ہوا اس لئے حضرت علی تو یہی کارروائی کرتے جو بوقت خلافت خلیفہ اول کے کی یعنی بعد اظہار و اعلان اپنے حقوق کے صبر و سکوت فرماتے مخصوص جب حضرت عمر کی پارٹی کو اپنے ساتھ نہ پاتے۔ اس کے بعد دیکھنا چاہیے کہ حضرت عمر کی پارٹی کیا کرتی؟ اگر حضرت عمر کی پارٹی سعد ابن عبادہ کی خلافت کو مان لیتی یا اس پر سکوت کر لیتی تو یکدم تسلط ہو جاتا اور کہیں کچھ فساد نہ ہوتا۔ لیکن اگر حضرت عمر کی پارٹی سعد کی خلافت کو قبول نہ کرتی تو یقیناً یہی پارٹی فساد کرتی اس لئے دونوں حالتوں میں فساد کا پہلو حضرت عمر ہی کی جانب رہتا ہے اور ہر حالت میں فساد کا مرکز حضرت عمر ہی کی ذات بابرکات ٹھہرتی ہے۔

ایسی حالت میں حضرات مصنفین کو چاہیے تھا کہ بجائے استعمال استعارہ اور مبالغہ کے سیدھی اور سچی بات یہی لکھ دیتے کہ اگر حضرت ابوبکر خلیفہ نہ ہوتے تو حضرت عمر بڑا فساد کرتے اور اس میں کوئی دقیقہ شر و فساد کا اٹھا نہ رکھتے اس میں جو کچھ ہو جاتا۔ اس کے مان لینے میں مجکو یا کسی کو کوئی عذر نہ ہوتا کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ جب واسطے استحکام کے حضرت عمر نے ایسا غضب کیا کہ جناب علی مرتضیٰ و فاطمۃ الزہرا علیہم السلام کے خانہ اقدس پر آگ اور لکڑی لیکر چڑھ گئے تو حصول خلافت کے لئے جو کچھ کرتے تھوڑا ہوتا

محی الدین:۔ یہ کیا؟ حضرت عمر نے استحکام خلافت کے لئے کیا فساد کیا تھا؟

علی رضا:۔ یہ قصہ طویل ہے۔ اس وقت مختصراً عرض کرتا ہوں یعنی بعد تخت نشینی حضرت ابوبکر کے جو واقعہ ہوا اس کو لفظ بہ لفظ کتاب المرتضیٰ صفحہ ۸۰ سے نقل کرتا ہوں۔

"علی مرتضیٰ حضرت عباس و زبیر بی بی فاطمہ کے گھر میں ہو بیٹھے۔ ابوبکر صدیق نے عمر فاروق کو ان کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ ان کو بی بی فاطمہ کے گھر سے نکال دیں اور یہ کہہ دیا کہ اگر ان کو نکلنے سے انکار ہو تو ان سے لڑائی کرو۔ عمر فاروق تھوڑی آگ بھی گھر پھونکنے کے ارادہ سے ہمراہ لے گئے اسی اثنا میں بی بی فاطمہ رستہ میں ان سے ملگئیں اور پوچھا کہ اے خطاب کے بیٹے کہاں جاتا ہے کیا ہمارا گھر پھونکنے؟ انھوں نے کہا ہاں ثابت" اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حکم حضرت عمر کا صرف حضرت علی علیہ السلام کی حق تلفی کے لئے تھا اور یہ ہر گز کارروائی سقیفہ کی نیک نیتی سے ہوئی۔

محی الدین تمہارے اسقدر کہنے کے بعد میرا خیال ہوتا ہے کہ واقعات سے البتہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم خلافت اپنے لئے چاہتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے لئے لیکن

میں حضرت علی سے یہ غفلت اور چوک ہوگئی (صحیح ہو یا غلط بجا ہو یا بیجا) کہ آپ حضرت رسول خدا کی تجہیز و تکفین و تدفین کے سامانوں میں مشغول ہو گئے اور حضرات خلفائے ثلثہ کرام نے دیکھا کہ جناب رسالتماب کی تجہیز و تکفین کا سامان تو ہو ہی رہا ہے اور امر خلافت کا طے پانا اور اسکا مستحکم ہونا اور شر و فساد کا روکنا حضرت کی تجہیز و تکفین سے کم ضروری نہیں ہے۔ اس لئے آپ لوگ سقیفہ میں تشریف لائے اور یہاں حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے جس سے سارا فساد دب گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جناب رسول مقبول کی تجہیز و تدفین کا انتظام کیا جس سے آپ صواب دارین کے مستحق ہوئے اس میں ایک فریق کو دوسرے فریق سے کوئی جگہ شکایت کی ہو نہیں سکتی اسکی مثال سر سید احمد خاں صاحب بہادر نے کیا خوب لکھی ہے کہ میدان خلافت میں ایک گھوڑ دوڑ تھی ایک گھوڑے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سوار تھے اور ایک پر حضرات ابا بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سوار تھے اس گھوڑ دوڑ میں حضرات شیخین کا گھوڑا آگے نکل گیا اور میدان ان کے ہاتھ رہا اور حضرت علی کا گھوڑا کسی وجہ سے پیچھے رہ گیا اس لئے آپ جام انعام سے محروم رہ گئے اس میں آپ کو یا آپ کے کسی جنبہ دار کو حضرات خلفائے ثلثہ سے شکایت کا کوئی حق نہیں ہے۔

علی رضا:۔ ماشاء اللہ چشم بد دور! کن اچھے اور مہذب الفاظ میں تم نے اس شعر کے مفہوم کو ادا کیا ہے ؎

اہل دنیا کار دنیا ساختند   مصطفیٰ را بے کفن بگذاشتند

ہزار افسوس کہ جس محسن عالم فخر بنی آدم نے امت کے لئے پیٹ پر پتھر باندھا اور جس نے امت کے لئے کیا کچھ نہ کیا اور کیا کچھ نہ کرے گا اس کی خدمت آخری یعنی تجہیز و تکفین و تدفین کو لوگ غفلت اور چوک کے لفظ سے تعبیر کریں افسوس صد افسوس۔

بھائی اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں یہ زمانے کا انقلاب ہے دیگر حضرات مصنفین بھی ایسا ہی لکھ گئے ہیں۔ لیکن بھائی وقت گذر جاتا ہے بات یاد رہ جاتی ہے خلافت تو ملنے کو ملی لیکن شرف خدمت آخری جناب رسول مقبول سے تو تا ابد محرومی رہ گئی۔ یہ داغ تو مٹائے مٹ نہیں سکتا اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ حضرات خلفائے ثلثہ نے دیکھا کہ جناب رسول مقبول صلعم کی تجہیز و تکفین سے امر خلافت کم ضروری نہ تھا تو میں کہتا ہوں کہ ان حضرات کو اس کہنے سے بلکہ کوشش بلیغ کرنے سے کہ تا تجہیز و تکفین جناب رسول مقبول صلعم کے امر خلافت ملتوی رہے کس نے روکا یا منع کیا تھا؟ اگر آپ حضرات ایسا فرماتے تو دونوں ضروری امور ٹھیک موافق قواعد فطرت اور قانون شریعت اور رواج عام شرفا اسلام کے طے پاتے اس میں کیا بگڑتا تھا؟ اس میں تو دونوں ضروری امور بعنوان احسن انجام پاتے مگر کیا اصحاب ثلثہ میں سے کسی نے ایسی کوشش کی یا زبان ہلائی؟ ہرگز نہیں بخلاف اسکے میں جس کتاب میں واقعہ خلافت کو دیکھتا ہوں تو یہی پاتا ہوں کہ حضرات خلفائے ثلثہ حلیہ سقیفہ میں پہنچتے ہی بالکل اس جماعت میں داخل ہو گئے اور بجائے کوشش التوا کے اسی شور لے اور رند ولیت میں شریک ہو کر اپنے مطلب کی باتیں کرنے لگے اور بتعجیل تمام حضرت ابو بکر خلیفہ بنا دئے گئے۔

تب اصل حقیقت تو یہ ہے کہ ان حضرات نے حضرت علی علیہ السلام کی غیر حاضری کو غنیمت جانا اور ان کی

غیر حاضری کا نفع اٹھایا مگر آپ اسکی تعمیل یہ فرماتے ہیں کہ امر خلافت کا طے پانا جناب رسول مقبول صلعم کی تجہیز و تکفین سے کم ضروری نہ تھا۔ اور یہ جو آپ کہتے ہیں کہ شر و فساد کا روکنا ضروری تھا تو اس بارہ میں میں کہہ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ یہ قیاس بالکل بے بنیاد ہے نہ کہیں کچھ شر تھا اور نہ کہیں کچھ فساد تھا۔ نہ کوئی فوج بگڑ گئی تھی نہ کوئی قبیلہ باغی ہوا تھا اس لئے یہ کہنا کہ بوجہ خلافت حضرت خلیفہ اول کے شر و فساد دب گیا بالکل عبارت آرائی ہے بلکہ واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے جیسا میں کہہ چکا ہوں کہ حضرت خلیفہ اول کے خلیفہ ہوتے ہی ایسی آگ بھڑکی جو آج تیرہ سو برس تک بھی نہ بجھ سکی اور ایسا طوفان بپا ہوا اور سفینہ نبی صلعم ایسا ڈوبا کہ آج تک نہ ابھر سکا اور آپ نے جو یہ گھوڑ دوڑ کی مثال دی ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا واقعی سر سید احمد خاں صاحب بہادر نے ایسی مثال لکھی ہے؟ اگر انھوں نے ایسی مثال لکھی ہے تو کمال تعجب ہے کہ ایسے عاقل اور سنجیدہ شخص نے ایسی بے تک مثال کیونکر اختیار کی۔ گھوڑ دوڑ کے قاعدے اور ضابطے سے اور سقیفہ کی کارروائی سے تو ذرا کا ذرا تل برابر بھی مماثلت نہیں ہے۔

سب لوگ جانتے ہیں کہ گھوڑ دوڑ میں متعدد ہفتہ قبل سے دن تاریخ وقت مقرر ہو کر اشتہار عام دیا جاتا ہے اور بعدہ بروز معینہ سب سوار کار مع حکام و روسا ریس کورس (جولاں گاہ) کے پاس جمع ہوتے ہیں اور وہاں سب سوار کار اپنے ساز کے ساتھ وزن کئے جاتے ہیں اور تب ایک جج کے ساتھ جولاں گاہ میں جاتے ہیں اور جب وہ جج صدا دیتا ہے تو سب سوار کار بہ یک وقت گھوڑے دوڑاتے ہیں اور چکر دے کر مقام معین تک پہنچتے ہیں اس میں جس کا گھوڑا آگے نکل جاتا ہے وہ بازی جیتتا ہے اور جس کا گھوڑا پیچھے رہتا ہے وہ بازی ہارتا ہے۔

لیکن اس سقیفہ کی گھوڑ دوڑ یا خلیفہ دوڑ میں شروع بسم اللہ ہی غلط ہے یعنی حضرت علی علیہ السلام اس جولانگاہ یعنی سقیفہ میں حاضر ہی نہ تھے تب بمقابلہ حریف غیر حاضری کے کسی کا بازی جیتنا کیسا اور اس غریب کا ہارنا چہ معنی دارد؟ اور طرفہ یہ کہ اس غریب کی غیر حاضری بوجہ بزدلی یا پسپائی کے نہ تھی بلکہ بوجہ عبادت خدا کے تھی (لاش مسلم کی تجہیز و تکفین واجب کفائی ہے اس لئے کون مسلمان اس میں شک کر سکتا ہے کہ جناب رسول مقبول کی تجہیز و تکفین داخل عبادت تھی) علاوہ اس کے غور فرمایئے کہ اس گھوڑ دوڑ یا خلیفہ دوڑ کی حضرت علی علیہ السلام کو مطلق اطلاع نہ تھی اور نہ ان حضرت کو کسی نے طلب کیا یا خبر ہونے دیا تب بمقابلہ لاعلم سوار کار کے۔

دوسرے سواروں کا گھوڑے دوڑانا کیونکر قابل استدلال ہو سکتا ہے ہاں کاش کوئی صاحب جناب امیر علیہ السلام کو بھی کہلا بھیجتے کہ یہاں خلافت کا مشورہ درپیش ہے آپ تشریف لایئے بعد اس کے حضرت رسول مقبول کی تجہیز و تکفین ہوگی تو جبر کہنے کو ہوتا مگر یہ سب کچھ نہ ہوا اور بالکل یکطرفہ کارروائی ہوئی جس میں بیچارے حضرت علی علیہ السلام کو زبان ہلانے تک کا موقع نہ ملا تب اس کارروائی کو یہ کہنا کہ خلافت کی گھوڑ دوڑ میں حضرت علی علیہ السلام کا گھوڑا پیچھے رہ گیا اور حضرات شیخین کا گھوڑا آگے نکل گیا کس قدر مہمل اور بے جوڑ اور بے تک ہے۔ اگر سقیفہ کی کارروائی کو گھوڑ دوڑ سے مثال دیجیے تو اسکی مثال یوں ہوگی دو سوار ایک طرف اور ایک سوار ایک طرف تھے طرفین کا آپس میں خیال تھا کہ روز سے از روز نا ہم لوگوں کے آپس میں گھوڑ دوڑ ہوگی۔

اتفاقاً بتاریخ دہم محرم وہ دونوں سوار اپنے ساز و براق سے درست ہوکر گھوڑے پر سوار نکلے تو دیکھا کہ وہ تیسرا
سوار کا بیچارہ نماز میں مشغول سربسجود ہے یہ دیکھتے ہی وہ دونوں سوار بتعجیل تمام میدان جولانگاہ میں آئے اور
بمقابلہ دس بیس تماشائیوں کے اپنے گھوڑے کو دوڑا کر جام انعام لے بھاگے اور اس کو سر سید احمد خاں صاحب جیتنے
فرمایا کہ اس گھوڑ دوڑ میں یہ دونوں سوار جیتے اور وہ سوار نماز صبح پڑھنے والا ہار گیا ماشاءاللہ۔

اور یہ جو تم کہتے ہو کہ ایسی حالت میں اس ہارنے والے سوار کو یا اس کے جیتنے دار کو شکایت کا کیا حق ہے تو میں یہ
کہتا ہوں کہ شکایت حکایت کو تو جانے دیجئے۔ ذرا یہ تو فرمائیے کہ اگر کوئی دو سوار اسی طرح تنہا کلکتہ کے ریس
کورس میں جاکر اور گھوڑے کو دوڑا کر وائسرائے بہادر کا جام انعام لے بھاگیں تو کیا دوسرے ہی دن پولیس کورٹ
سے اینر وارنٹ گرفتاری جاری نہ ہو؟ اور کیا دفعہ ۳۷۹ تعزیرات ہند اینر چلنے میں کچھ بھی شک ہو سکتا ہے؟

اس لئے گھوڑ دوڑ کی مثال بھی بیکار ہوئی اب ہم حیران ہیں کہ واقعی سقیفہ کی کارروائی کا کیا نام رکھیں
الیکشن (یعنی انتخاب) اس کو کہہ نہیں سکتے نامینیشن یعنی (نامزد کرنا یا وصیت کرنا) اس کو کہہ نہیں سکتے وراثت
یعنی اس کو نہیں کہہ سکتے تو پھر ہم حیران ہیں کہ اسکو کیا کہیں برائے خدا تم بتلاؤ
کہ تم کیا کہو گے؟

میرے ایک بزرگ شمس العلماء مولوی سید محمد وحید الدین خانصاحب مرحوم نے اپنی کتاب حد تحقیق بمشرب سنی میں اس
کارروائی کو ایک ایسے لفظ سے بیان کیا ہے جو صوبہ بہار میں لوگوں کی زبان زد ہے مگر ہنوز ضبط تحریر میں نہیں آیا
ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ خلافت الماغوچی طور پر ہوئی۔ مگر میں جہاں تک خیال کرتا ہوں اس کارروائی میں الماغوچی سے
بھی کچھ زیادہ ہوا میرے نزدیک اس کے لئے دوسرا لفظ استعمال ہو سکتا ہے جو تمام ہندوستان میں لوگوں کی زبان زد
ہے لیکن ہنوز احاطہ تحریر میں نہیں آیا ہے میرے نزدیک تو قصور معاف یہ خلافت اچانچی طور پر ہوئی۔ اس مقام پر
حضرات علماء سنت جماعت کی بیکسی اور بے بسی قابل افسوس ہے یعنی جب ان بزرگواروں نے دیکھا کہ یہ الکشن فی الواقع
تو محض بے اصول اور بے وقعت ہے لیکن اگر عوام الناس اس بارے میں سوال کر بیٹھیں تو ان کو جواب کیا دیا جائے
یہ سوچ کر ان حضرات سنت نے درج دہن سے دو گوہر شہوار (مگر جھوٹے) نکالے یعنی کوشش بلیغ کر کے حلق مبارک
سے دو الفاظ حروف حلقی کے ایسے اگلے کہ عوام کی عقل ان الفاظ کے بوجھ کے نیچے دب کر ابھر نہ کر سکے اور یہ راز
سربستہ جیسا کا تیسا رہ جائے اس لئے فرما دیا کہ یہ خلافت بموجب شوریٰ اہل حل وعقد ہوئی۔ اب بیچارے عوام
کو نہ صراح نہ قاموس کی جلد ملے نہ اس "حل وعقد" کا عقدہ کھلے اس لئے وہ لوگ ان الفاظ کو منتر سمجھ کر حفظ کرلیں
زیادہ حد ادب۔

مگر میں اس عقدہ کو ابھی حل کر دیتا ہوں یعنی یہ الفاظ ان لوگوں کی شان میں ارشاد ہوئے ہیں جو سقیفہ بنی ساعدہ
میں واسطے مقرر کرنے خلیفہ رسول کے جمع ہوئے تھے اور جن کے اوصاف بقول فریقین حسب ذیل تھے۔

نمبر (۱) جناب رسول مقبول سے محسن عالم فخر بنی آدم کی تجہیز و تکفین و تدفین کا ان کو مطلق خیال نہ تھا اور با
وجودیکہ مسلمانوں کی لاش کی تجہیز و تکفین و تدفین واجب کفائی ہے ان لوگوں نے خلاف طریقہ شرفاء سرقوم
و قبیلہ حضرت کی خدمت آخری کی مطلق پروانہ کی اور حضرت کی نعش مبارک کو محض بے حقیقت سمجھا اس لئے کوئی

شک نہیں کہ یہ لوگ بڑے نااہل کج نہاد اور ناخدا ترس تھے۔
نمبر (۲) یہ لوگ ایسے وقت کہ آسمان وزمین پر بوجہ اس حادثہ کے اداسی چھائی تھی اور سارا خاندان عالم حزن وملال میں تھا۔ شر وفساد پر تل گئے اور اس قدر آمادہ شر وفساد ہوئے کہ اگر اصحاب ثلثہ ذرا چوکتے تو بقول علماء اہل سنت جماعت ساری سرزمین عرب پر فساد وخونریزی کی آگ بھڑک اٹھتی اس لئے بقول فریقین ان لوگوں کے مفسد قوم ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اس موقع پر اہل حل وعقد کے معنی اشخاص نااہل کج نہاد ناخدا ترس اور مفسد قوم ہیں۔
الغرض یہ الیکشن ایسا ہے وقعت ہے کہ اس کو بطور المراغوجی کہئے یا بطریقہ اچاپتی کہئے یا بذریعہ شوری اہل حل وعقد کہئے مفہوم اور مطلب سب کا ایک ہی ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جس جلسہ میں وہ فخر قوم جس کو خود حضرت سرور کائنات صلعم نے انا مدینۃ العلم وعلی بابہا کا خطاب دیا اور جس کو من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا شرف حاصل تھا وہ بہادر جس نے جنگ بدر وحنین اور احد وخندق سر کی اور جس کے ناخن تدبیر سے عقدۂ مالاینحل حل ہوئے اور قلعات خیبر کے دروازے کھل گئے اور جس کی ثابت قدمی سے ہر ایک مقام پر اسلام کی بنا مستحکم ہو گئی۔ اور جس کی ولیعہدی پر دین مکمل ہو گیا غیر حاضر ہو یا وہ بزرگ واجب التعظیم خاندان کے بڑے بوڑھے خود حضرت سرور کائنات صلعم کے عم معظم یعنی حضرت عباس علیہ السلام یا وہ معزز قبیلہ بنی ہاشم جو ہمیشہ خانہ کعبہ کا محافظ رہتا آیا اور جس کا اعزاز واکرام جملہ قبائل عرب کا مانا ہوا تھا اور جس کا ہر بات میں بول بالا رہتا تھا غیر حاضر ہوں اس جلسہ کو جلسہ اہل حل وعقد کہنا محفل بے چراغ کو شعلہ نور اور زنگی کو کافور کہنا ہے۔

حدیث ثقلین

ایک اور بات سن لو کہ جمہور علماء سنت جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول خدا نے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی (دیکھو تحفہ اثنا عشریہ باب چہارم صفحہ ۲۰۱) جن الفاظ میں ابوسعید خدری نے اس حدیث کو بیان کیا ہے ان کو لفظاً لفظاً کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام مولفہ جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری سے نقل کرتا ہوں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی اوشک ان ادعی واجیب وانی تارک فیکم الثقلین اما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اہلبیتی وان اللطیف الخبیر اخبرنی انہما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیہما (ترجمہ) یعنی میں خیال کرتا ہوں کہ اب میں طلب کیا جاؤں گا اور میں لبیک کہوں گا (یعنی میرا زمانہ وصال قریب ہے) پس میں تم لوگوں میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر ان سے تمسک کروگے تو میرے بعد گمراہ نہ ہوگے اور نہ ضلالت میں پڑوگے ان میں سے ایک کتاب اللہ ہے جو ایک مضبوط رسی زمین سے آسمان تک ہے اور دوسری میری عترت ہے یعنی میرے اہل بیت ہیں اور مجھے اللہ تعالٰے لطیف وخبیر نے یہ تحقیق خبر دی ہے کہ وہ دونوں یعنی کتاب خدا وعترت جدا نہ ہونگی جب تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچیں۔ پس تم لوگ سوچو کہ میرے بعد تم ان سے کس طرح سلوک کروگے۔

اس حدیث میں تین باتیں قابل غور ہیں (۱) تمسک کرنے کے کیا معنی ہیں (۲) اگر لوگ تمسک نہ کریں گے تو کیا نتیجہ ہوگا؟ (۳) اس جملہ کا کہ وہ دونوں جدا نہوں گے جب تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچیں کیا مطلب ہے؟ میں تینوں امور کی تشریح کردیتا ہوں تم اپنے علماء سے دریافت کرو کہ میری تشریح صحیح ہے یا غلط اور اگر غلط ہے تو وہ لوگ کیا جواب فرماتے ہیں؟

جواب سوال (۱) میرے نزدیک یہ ہے کہ کتاب اللہ اور عترت رسول کو اپنا ہادی و اپنا دین سمجھکر ان سے انتہا کا عقیدہ رکھو اور اس عقیدے پر نہایت مضبوطی اور استحکام سے ثابت قدم رہو اور ان کے احکام کو سمعاً و طاعۃً بجالایا کرو یعنی اپنے مذہب اور دین کا ان پر دارومدار رکھو اور ان سے ذرا علیٰحدہ نہو۔

جواب سوال (۲) کا جواب ظاہر ہے یعنی حدیث کی صریح الفاظ سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر ان سے علیٰحدہ رہوگے یا تمسک نہ کروگے تو ضرور گمراہ ہوگے قرآن پاک اور عترت پاک علیہم السلام سے جو علیٰحدہ رہیگا اس کا ایمان کیونکر درست رہ سکتا ہے۔

جواب سوال نمبر (۳) یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کا مقصد اس فرمانے سے یہ تھا کہ قرآن میرے اہل بیت کے دل میں ہے یعنی وہ لوگ اس کے معانی اور حقائق اور نکات سے اس قدر واقف اور آگاہ ہیں کہ ان کی ہدایت اور ان کی تعلیم قرآن کے خلاف ہو نہیں سکتی اور قرآن ان کے ساتھ اس طرح پر ہے کہ جو شخص قرآن مجید کے معانی پر غور کرے گا تو صاف پائے گا کہ قرآن اہل بیت کے فضائل سے مملو ہے۔ تشریحات بالا سے ظاہر ہے کہ جو شخص قرآن مجید اور عترت رسول کو اپنا ہادی نہ بنائے اور ان سے عقیدہ نہ رکھے تو ضرور گمراہ ہوگا تب یہ امر قابل غور ہے کہ کیا حال ہوگا اس شخص کا جو قرآن مجید کو تہ کرکے اس کے خلاف اپنے اقوال اور احکام پر عملدرآمد کرے یا کیا حال ہوگا اس کا جو عترت پاک کو ترور خانہ نشیں بناکر اپنا فرمان و احکام صادر کرے اور ان کو اپنے تابع بنانے کا ارتکاب کرے؟ حدیث شریف کے صریح الفاظ سے جو نتیجہ نکلتا ہو خود نکال لو یا اپنے علماء سے دریافت کرو۔ حضور اقدس جناب سرور کائنات کے ایک جملہ کا اثر میرے دل پر کچھ ایسا پڑرہا ہے کہ میں اسکو بیان نہیں کرسکتا غور تو کرو کہ حضور عالی نے کیا سمجھکر یہ فرمایا تھا کہ سوچو کہ تم کو میرے بعد کیا کرنا چاہئیے۔ مجکو تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے لوگوں کی دلی حالت سمجھ کر اتمام حجت کردیا ہے۔

المختصر اب قابل غور ہے کہ حضرات ثلاثہ نے اس حدیث کی کہاں تک پیروی کی اور اس وصیت کی کیسی تعمیل ہوئی بعد وفات جناب سرور کائنات کے واقعات پر غور کرتے سے تو قیامت خیز سامان نظر آتا ہے رسول خدا تو فرما گئے کہ میری عترت سے تمسک کرو یعنی انکی پیروی اور اقتدا کرو مگر یہاں سامان یہ ہورہا ہے کہ حضرت علی پر زور دیا جارہا ہے کہ تم آکر ہم سے (حضرت ابوبکر سے) تمسک کرو یعنی بیعت کرو اور اس کے لئے ان کی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہورہا ہے اور وہ بھی معمولی طور پر نہیں بلکہ آگ اور لکڑی کے ساتھ!!! مادرچہ خیالیم فلک در چہ خیال!!! رسول خدا صلعم کو تو حق تعالیٰ نے بشارت دی کہ تمہاری عترت اور قرآن کبھی جدا نہوں گے مگر عین مسجد نبوی میں آنحضرت صلعم کی دختر معظمہ پر یہ الزام لگایا جارہا ہے کہ تم قرآن اور حدیث سے بالکل ہی ناواقف ہو مسئلہ وراثت انبیاء سے تمکو مطلق خبر نہیں ہے اس لئے فدک کے واسطے جھوٹا دعوے پیش کررہی

ہو پس تمہارا بیان اور تمہارے شوہر کا اظہار یا تمہارے فرزندوں کا بیان ہرگز ہرگز قابل اعتبار نہیں! الامان الحفیظ!!!

محی الدین: حدیث نبوی میں عترت سے تمسک کرنے کے یہ معنی ہیں کہ بوجہ اعزاز خاندانی اور نسبی شرافت کے ان کا احترام کرو ان کی تعظیم کرو لیکن امور شریعت یا انتظام سلطنۃ میں ان کا کوئی دخل نہیں امور سلطنت کی باگ اس شخص کے ہاتھ میں رہے جس کو جمہور منتخب کریں۔

علی رضا: تب تمہارا مطلب یہ ہوا کہ دار القضا دار الشریعت دار الحکومت بیت المال وغیرہ وغیرہ کل محکمات سے جن کے افسر اعلیٰ اپنی حیات تک خود جناب حضرت سرور کائنات صلعم تھے ان میں عترت رسول کو مطلق دخل نہو۔ بلکہ یہ بزرگوار نعوذ باللہ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ کاٹھ کے پتلے کی طرح گھر میں ہیں اور لوگ ان کی پرستش یا تعظیم اس طرح پر کریں جس طرح پر لوگ اجمیر شریف یا کچھوچھہ شریف کی درگاہوں کی تعظیم یا پرستش کرتے ہیں!!!

اگر یہی معنی تمسک کرنے کے ہیں تو قرآن مجید سے تمسک کرنے کے یہ معنی ہوں گے کہ نہایت نفیس مطلا و منقش جلدیں بندھوا کر ان کو مخملی اور زرکار چوبی یا زربفت کے غلافوں میں بند کر کے نقرئی چوکی پر رکھ کر لوگ ہر پنجشنبہ کو لوبان جلا کر بتی روشن کر کے اس کی زیارت کریں لیکن بھولے سے کھول کر نہ دیکھیں کہ اس میں کیا لکھا ہے!!

بھائی خدا کے لئے غور کرو کہ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے کہ اگر ان سے یعنی قرآن مجید اور اہل بیت طاہرین سے تمسک کرو گے تو گمراہ نہو گے پس اگر قتل قصاص خمس زکواۃ حج جہاد وغیرہ شرعی اور ملکی امور میں قرآن پاک یا اہل بیت سے کوئی تعلق نرہا تو لوگ حق اللہ وحق العباد و فرائض قومی کو موافق وحی خدا و رسول خدا کیونکر ادا کریں گے اور بلا ان دونوں ثقلین یعنی بزرگ ترین چیزوں کے گمراہی سے کیونکر بچیں گے؟

یاد رکھنا چاہیئے کہ جناب سید المرسلین۔ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پالیٹکس اصول شریعت سے بالکل وابستہ ہے اس لئے اسلام کے جتنے محکمات ہیں وہ سب اصول شریعت کے پابند ہیں اور چونکہ جناب رسول خدا سمجھتے تھے کہ کل قانون شریعت قرآن میں موجود ہے اور اس قانون پاک کے اصول کا جاننے والا اور اس کے نکات کا سمجھنے والا اور ان سے مسائل فقہیہ کا استخراج کرنے والا اور اس کے مطابق فیصلہ درکرنے والا سوائے حضرت کی عترت پاک کے اور کوئی شخص پر دہ زمین پر نہ تھا اس لئے حضرت نے اپنی امت کو ان دونوں معظم اور بزرگ چیزوں سے تمسک کرنے کو کہا اور حق تعالیٰ نے جو بشارت دی کہ قرآن اور اہلبیت جدا نہونگے اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے لئے ہیں اور قرآن ان کے لئے جیسا کہ ایک موقع پر حضرت نے صراحتاً فرما دیا تھا القران مع العلی والعلی مع القرآن جہاں تک میں دیکھتا ہوں واقعات سے پوری تصدیق ہوتی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم اپنے خیال میں بہت صحیح تھے اور کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلعم نے جو فرمایا تھا کہ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا وہ واقعات سے پورا صحیح اور سچا اترا یعنی اگرچہ یاروں نے آنحضرت صلعم کی حدیثوں کو بالکل طاق نسیاں پر رکھدیا اور خود قاضی شریعت بن بیٹھے۔ لیکن مسائل فقہیہ میں ایسی ایسی چوک کھائی کہ بار بار خود لولا علی لھلک عمر کہنے کی نوبت آئی (دیکھو ٹیبل ع کتاب ہذا۔ فضیلت نمبر ۵) اگر ابتدا ہی میں حضرت عمر وصیت رسول بجالاتے اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم سے تمسک پکڑتے تو کاہے کو ہلاک ہوتے اور یہ نوبت کیوں

پہنچی کہ ایک بوڑھیا حضرت کو برسر برہنہ ٹوک دیتی۔ یاد رکھو کہ اصول قانون کا جاننے والا طوطا مینا کی طرح قانون یاد کرنے والے سے بدرجہا افضل ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ دیکھتے ہیں کہ فوجداری کے مختار لوگوں سے بیرسٹر لوگ بدرجہا افضل ہوتے ہیں ورنہ بظاہر پینل کوڈ کے دفعات کا نمبر مختار لوگ زیادہ جانتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ غالباً تم بھی مجھ سے اختلاف نہ کرو گے کہ تراویح میں قرآن پاک کے ختم کرنے والوں سے مفسرین اور علماء کا درجہ بہت زیادہ ہے۔ اسی مثال سے سمجھ لو کہ اصول شریعت اور اصول اسلام کے جاننے والے سب سے افضل وہی بزرگوار تھے جن کے گھر میں قرآن پاک نازل ہوا اور جن کو علم الٰہیات سینہ بسینہ پہنچا اس لئے یہ کہنا کہ جناب رسول خدا نے جو مسلمانوں کو عترت پاک سے تمسک کرنے کو کہا تھا اس سے فقط اعزاز و احترام مقصود تھا اور ان کو احکام یا مسائل شرعی سے کوئی تعلق نہ تھا بالکل مہمل معلوم ہوتا ہے اس پر بھی ہم کہتے ہیں کہ اگر تمسک کے معنی تعظیم و احترام ہی کے سمجھے جاویں تو بھی اسکی تعمیل کہاں ہوئی ہے؟ کیا تعظیم و احترام کے یہی معنی ہیں کہ دھر پکڑ شروع ہو اور حضرت علی سے بزور بیعت لینے کا بندوبست کیا جائے اور اس کے لئے اپنر جبر و قہر کیا جائے؟

رسول مقبول تو فرمائیں کہ تم لوگ علیؑ سے تمسک پکڑو مگر حضرات شیخین حضرت علیؑ پر جبر کریں اور زور ڈالیں کہ نہیں تم ہم سے تمسک کرو!! اور اگر تمسک نہ کرو گے تو تمہارا برا حال ہو گا!!!

کیا اچھی تعظیم عترت پاک کی حضرت عمر نے کی کہ ان کے خانہ اقدس پر آگ اور لکڑی لیکر چڑھائی کی!!!

اور کیا خوب احترام حضور اقدس کی نور دیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کا حضرت ابوبکر نے کیا کہ علانیہ مسجد میں برسر منبر کہدیا کہ تمہارا دعوے جھوٹا ہے نہ تمہارا بیان قابل اعتبار ہے اور نہ تمہارے شوہر یا فرزندان کی شہادت قابل قبول ہے۔ پس کیا اچھا احترام حضرات شیخین نے حضرات عترت طاہرین رسول خدا صلعم کا کیا اور کس حسن اخلاق سے آنحضرت کی وصیت کو بجالائے۔

یہ عجب حیرت کا مقام ہے کہ علمائے سنت والجماعت اور باتوں میں تو عقل و فہم و فراست اور منطق سے کام لیتے ہیں۔ لیکن جہاں ذرا خلافت یا خلفائے ثلثہ کا ذکر آگیا بس دوسرے شخص ہو جاتے ہیں اور بدیہی باتوں میں کج بحثی اور کج رائی پر تل جاتے اور لاکھوں مسلمانوں کو وصیت رسول خدا صلعم بجالانے سے برگردد کر رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب مذہب سنت جماعت ایسا ہو گیا ہے کہ گویا جناب رسول خدا صلعم نے وصیت فرمائی تھی انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وخلفاء ثلثتی!!! ہائے غضب یہ کیسی تعلیم ہو رہی ہے کہ اہل بیت رسول خدا اور عترت طاہرین علیہم السلام مذہب اسلام سے بالکل بے تعلق کر دئے گئے اور ان کا وجود باجود بالکل معطل اور کالعدم قرار دیا گیا اور جو لوگ جناب رسول خدا صلعم کے انتقال کرتے ہی شر و فساد پر تل گئے اور آنحضرت صلعم کی تجہیز و تکفین سے منہ پھیر کر منصب دنیا کی دوڑ دھوپ کرنے لگے وہ لوگ امیر المومنین اور اہل حل و عقد کہلائے!!!

حضور اقدس کی عترت پاک میں کیسے کیسے علماء اور فقہا گذر گئے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کا صحیفہ کاملہ ایسا صحیفہ ہے جس کی فصاحت بلاغت متانت۔ عذوبت لعد جہا الفت آسمانی کے مانی ہوئی ہے جناب حضرت

امام محمد باقر علیہ السلام اور جناب جعفر صادق علیہ السلام کی ہمہ دانی اور اصول فقہ سے پوری واقفیت شہرۂ آفاق ہے۔ لیکن ان بزرگواروں کے اقوال و احکام اور اعمال و ادعیہ و وظائف سے فرقہ سنت جماعت کو یک دم بےخبری ہے یہاں تک کہ فی سیکڑہ نوّے بلکہ زیادہ دوازدہ امام کے نام پاک سے بھی محض ناواقف ہیں بلکہ مذہب سنت جماعت کا دار و مدار امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہ کے اقوال و احکام پر ہے اور یہی لوگ آئمہ کے لقب سے پکارے جاتے ہیں! گویا جناب رسول مقبول صلعم کی عترت پاک میں کوئی امام ہوا ہی نہیں اور اگر ہوا تو وہ اس قابل نہیں کہ اُن کے اقوال و احکام و ارشادات کی طرف مطلق توجہ کی جائے!!!

اب تم غور کرو اور خوب غور کرو کہ جناب رسول مقبول صلعم نے اپنی عترت سے تمسک کرنے کی جو وصیت کی تھی اس کی تعمیل فرقہ اہل سنت جماعت نے کی یا نہیں۔ اب میں اپنے اصل مطلب پر آتا ہوں یعنی ظاہر اس میں کوئی شخص شک نہیں کر سکتا کہ جب جناب امیر علیہ السلام بحکم خدا پرنس آف ویلس یعنی ولیعہد مقرر ہو چکے تھے اور جناب رسول مقبول نے اپنی عترت پاک سے یعنی حضرات علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام سے تمسک کرنے کو فرما دیا تھا تو ان بزرگواروں کے ہوتے دوسرے کسی شخص کا مولا یا لتصرف بن جانا اور بیت المال وغیرہ پر قابض ہو جانا ویسا ہی ہے جیسا کہ ایک شخص کا باپ مر جائے اور جس وقت وہ وارث شرعی اس کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو اس وقت اس کے گھر میں ڈاکہ پڑ جائے اور لوگ اسکی سب چیزوں کو لوٹ لیں اور جملہ اشیائے منقولہ اور غیر منقولہ پر قابض و دخیل ہو جائیں اور طرفہ یہ کہ یہ لوٹ مچانے والے اسی کے نوکر چاکر یا بھائی بند ہوں اور جب وہ غریب وارث اپنے باپ کی تجہیز و تکفین سے فراغت پائے تو ایسی سینہ زوری کریں کہ اسی مظلوم کو اطاعت کے لئے کہیں اور بکف چراغ دارد کے مصداق نہیں!!!

بھئی محی الدین میں تم کو بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ اگر تمہارے علما منصف مزاج فرمائیں کہ میں نے اس مثال میں بے تہذیبی کی یا خلاف داب مناظرہ بحث کی تو بلا تامل تم جو چاہو میری سزا کرو تم دریافت کر لو کہ اعلےٰ درجہ کے قابل اور مہذب بیرسٹر اور وکلا اپنی بحث میں اس قسم کی مثالیں استعمال کرتے ہیں یا نہیں؟

میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر جناب امیر علیہ السلام کی خلافت اور ولایت منصوص من اللہ مان لی جائے (جیسا کہ میں بطور کامل ثابت کر چکا ہوں) تو علما سنت جماعت اس امر سے بھی انکار نہ فرمائیں گے کہ اس حالت میں البتہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت نا جائز تھی بشرطیکہ انھوں نے میاں جی گری کبھی نہ کی ہو۔ دوسرا پہلو اس مسئلہ کا یہ ہے کہ بفرض محال اگر خلافت جناب امیر علیہ السلام کی منصوص نہ سمجھی جائے اور یہی فرض کیا جائے کہ امر خلافت کو بذریعہ الیکشن طے ہونا تھا تو بھی میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر کی خلافت محض نا محمود طریقے پر حاصل ہوئی۔ اور اصول فقہ کی رو سے ایک منٹ کے لئے بھی جائز نہیں قرار دی جا سکتی ہے۔

کیا خلافت حضرت ابوبکر کی محمود طریقے سے حاصل ہوئی

یہ کیسے غضب کی بات ہے کہ امیدوار مقابل کو الیکشن کی اطلاع تک نہ ہو اور نہ اس کے دوٹروں کو مطلق خبر ہو کہ الیکشن ہونے والا ہے۔ اس لئے وہ بیچارے سب کے سب (یعنی کل اہالی خاندان بنی ہاشم) ایک کار خیر میں

مشغول ومصروف ہوں اور اسی حالت لاعلمی اور انکی غیبت میں جھٹ پٹ اچانک طور سے حضرت ابوبکر کو حضرت عمر خلیفۂ رسول بنا دیں اور بیچارہ امیدوار مقابل یعنی حضرت علی علیہ السلام محروم و مایوس ہو جائیں!! کیا ایسی خلافت قابل ناز ہے یا قابل صد افسوس؟ بھلا اس الیکشن کو کون شخص بحالت صحت ذات و ثبات عقل (فہم) جائز کہہ سکتا ہے مگر طرفہ ماجرا ہے کہ ایسی خلاف قانون وخلاف شریعت نامحمود کارروائی پر بعض علمائے سنت جماعت کو ناز ہے۔ مصنف کتاب سیرۃ الفاروق اپنی کتاب میں بصفحہ ۱۰ طبع ثانی لکھتے ہیں حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ لیکر اس پر بیعت کی اور ان کی بلند آواز نے مسلمانوں کے دلوں کو ہلا دیا اور پھر ایک جگہ لکھا ہے کہ انھوں نے نہایت بلند آواز سے جس سے تمام مجلس گونج اٹھی کہا ان فقرات پر میرا دل کس قدر تڑپ گیا کہ اے کاش اگر حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عباس علیہ السلام اس مجلس میں ہوتے تو میں دیکھتا کہ یہ مجلس کی گونجانے والی آواز اور مسلمانوں کے دلوں کی ہلانے والی آواز کیسی سرد ہو جاتی کہ شاید سانس تک نہ ابھرتی! تم خود غور کرو کہ قطع نظر نعرۂ حیدری کے اگر جناب علی مرتضیٰ دلی زبان سے بھی فرماتے کہ واہ جناب یہ کیا تین مہینے بھی ابھی نہیں گذرے ہیں کہ جناب نے بمقام غدیر خم مجھے اپنا اور تمام عالم کا مولا مانا تھا پھر آج یکے کیا معنی ہیں کہ آپ مجھ پر ایک دوسرے شخص کو مولا بنا رہے ہیں تو مجلس کی گونجانے والی اور مسلمانوں کے دلوں کی ہلانے والی آواز کو سوائے سٹ پٹا جانے کے اور کیا چارہ ہوتا اور جب حضرت ابوبکر نے سقیفہ والوں سے فرمایا کہ تمہارے سامنے دو شخص حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ موجود ہیں ان میں جن کو چاہو خلیفہ بنا لو اس وقت حضرت عباس کہتے کہ بھئی واہ یہ کیا رسمدھیوں کی زبان، تم خود نہیں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ النظر الی علی عبادۃ یعنی علی کی طرف دیکھنا عبادت میں داخل ہے (دیکھو کتاب فتوحات اسلام محاربۂ صدیقیہ صفحہ ۱۳) پھر یہ کیا کہ جس کی طرف دیکھنا عبادت ہو وہ پیچھے ہٹا دیا جائے اور جو لوگ عبادت کرنیوالے ہوں وہ اس کے پیشوا بنیں؟ یہ الٹی سیفی کیسی؟ تم میرے خاندان سے خلافت کس دلیل سے چھین لینا چاہتے ہو؟ کیا میرا بھتیجا علی مرتضیٰ قریشی ہاشمی نہیں ہے؟ رسول اللہ صلعم تو کہہ جائیں کہ تم لوگ میری عترت یعنی علی سے تمسک کرو برخلاف اس کے تم کہو کہ علی ہی تم سے تمسک کریں کیا خوب! ان سوالات کے جواب میں حضرت ابوبکر کی کیا حالت ہوتی تم خود سوچو کیا سوائے دم بخود رہ جانے کے اور کچھ حضرت کی زبان مبارک سے نکل سکتا تھا؟ اس لئے قصور معاف حریف غیر حاضر اور لاعلم سے اور ایسی دھوکا دھڑی سے بازی جیتنے پر ناز کرنا آپ ہی لوگوں کا کام ہے! میں تو بصد ادب عرض کرتا ہوں کہ حضرات حصول مطلب کے لئے گھڑی میں سول سرجن اور گھڑی میں عاشق مجذوب اور گھڑی میں مدبر الممالک اور گھڑی میں کمانڈر انچیف بن جائیں اور جو لوگ اپنے کو اس طرح پر الیکٹ (منتخب) کرائیں کہ اپنے حریف مقابل اور اس کے کسی ووٹر کو خبر ہونے نہ دیں کہ الیکشن ہو رہا ہے اور اسلئے وہ بیچارے سب ایک کار خیر میں مشغول رہیں اور اس وقت ان سب کی غیر حاضری کو غنیمت سمجھکر ایک صاحب دوسرے صاحب کو پروپوز کریں اور فوراً ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور اسپر وہ دوسرے صاحب اس منصب پر فائز المرام ہو جائیں تو قطع نظر اتلاف حق کے خود ان حضرات کا کیرکٹر کیا سمجھا جائے گا اور خلق خدا ان کی سیرت کو کیسے سمجھے گی؟ ہم تو شیعہ ہیں ہمارا فیصلہ تو کافی نہیں برائے خدا تم کسی یہود و نصاریٰ و ہندو سے پوچھ دیکھو۔ دیکھو تو وہ لوگ کیا کہتے ہیں۔

محی الدین: - نعوذ باللہ ایسے بزرگوار جن سے اسلام نے کبھی شوکت پائی جن کے اسلام لانے سے دین کی جڑ مضبوط ہو گئی خانۂ کعبہ میں اذان ہوئی جو ہر وقت رسول اللہ کے شریک رنج و راحت و یار غار رہے جن کو آخر وقت تک خود رسول اللہ نے بجائے اپنے نماز جماعت ادا کرنے کو فرمایا ان بزرگوار کی نسبت ایسا خیال کرنا کہ نعوذ باللہ ان حضرات نے دغا فریب مکر و زور کی کارروائی کی یا کسی کا حق تلف کیا جیسا تمہارا کہنے کا منشا ہے بالکل سوء ظن ہے بلکہ گناہ کبیرہ ہے کیا تم کو خود یہ سب باتیں محض خلاف قیاس معلوم نہیں ہوتیں ؟ کیا تم کو یہ روایات تعجب خیز و حیرت انگیز نہیں معلوم ہوتے ؟

علی رضا: - میرے تعجب کو کیا پوچھتے ہو مجھکو صرف تعجب ہی نہیں ہے بلکہ کمال افسوس و حسرت و قلق ہے مگر میں کیا کروں واقعات سے مجبوری ہے اور جیسی مجھے مجبوری ہے تمہیں بھی مجبوری ہے اگر کسی شخص ظاہرا مہذب اور ثقہ کی نسبت کسی قبیح فعل کا سرزد ہونا ثابت ہو جاتا ہے تو ہر شخص انگشت بدنداں ہو کر حسرت کرتا ہے بلکہ اسکی نفرت اور بڑھ جاتی ہے فرض کرو کہ ایک شخص بڑے عمامے اور جبہ اور قبا والے کو تم دیکھو کہ کلز کے ہوٹل سے نکلے آتے ہیں اور بعیدہ آدمی میں دیکھو کہ دو بوتل وسکی کی بل ان کے نام سے موجود ہے تو تمہارے دل کی کیا حالت ہوگی ہاں یہ البتہ ہے کہ پہلے تمہیں انکی بدچلنی کا یقین نہ ہوگا اور نہ ہونا چاہیے بلکہ بلا تحقیقات کامل کے کسی اچھے آدمی کی نسبت اتہام بد نہ کرنا چاہیے - لیکن جب بعد تحقیقات کامل اس فعل قبیح کا ان سے سرزد ہونا ثابت اور محقق پایا جائے تب سوائے افسوس و حسرت کے کیا چارہ ہے بلکہ فطرت انسانی تو یہ ہے کہ ایسے شخص سے لوگوں کی نفرت اور زیادہ ہو جاتی ہے اسی طرح پر فرض کرو کہ تمہارے چچا یا ماموں یا خالو ایک زمانہ تک تمہارے والد کے بڑے مہربان قلبی دوست ہوں لیکن بعد انتقال تمہارے دادا یا نانا کے وہ لوگ تمہارے والد سے بگڑ جائیں اور بنظر معاش ستانی کے بے ایمانی کریں جعل بنائیں، جھوٹی گواہی دیں تمہارے والد کے کاغذات ثبوت کو جلوا دیں تمہارے گھر کا پانی بند کریں تمہاری راہ روکیں تو اس وقت تمہارے قلب کا کیا عالم ہوگا ؟ کیا سابق کی شفقتیں تمہارے چچا یا ماموں یا خالو کی اس وقت تمہاری نگاہ میں کچھ بھی وقعت رکھیں گی ؟

بس ایسے اصول فطری سے تم دیکھو اور خوب جانچو کہ جس قدر واقعات میں نے بیان کئے ہیں آیا ان میں سے ایک بھی غلط ہے اگر سب واقعات صحیح ہیں تو جو نتیجے شرعًا و عرفًا و فطرتًا نکلتے ہیں اُن سے تم کو چارہ نہیں ہے تم خود غور کرو کہ جناب رسولخدا نے غدیر میں حضرت علیؑ کو مولائے مومنین ڈکلیر کیا تھا یا نہیں؟ آیا انحضرت صلعم نے من کنت مولاہ فعلی مولاہ کہا تھا یا فابوبکر مولاہ فرمایا تھا ؟ آیا جناب رسولؐ خدا نے انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی فرمایا تھا یا کتاب اللہ و خلفاء ثلثتی فرمایا تھا ؟ کیا رسولؐ خدا نے جب دوات قلم طلب کیا تھا تو حضرت عمر نے سمعًا و طاعتًا دوات قلم کاغذ حاضر کر دیا تھا اور اسپر انحضرت صلعم نے لکھدیا تھا کہ یہ شخص میرا خلیفہ دوم ہے ؟ کیا بوقت الیکشن ووٹروں کا رجسٹر قائم ہوا تھا اور لوگ دیار و امصار سے بلائے گئے تھے اور سب ووٹر موجود تھے ؟ کیا حضرت علی اور ان کے ووٹران یعنی اہالی خاندان بنی ہاشم حاضر تھے ؟ کیا ان بیچاروں کو خبر دی گئی تھی کہ یہاں الیکشن ہو رہا ہے آپ لوگ آئیے ؟ کیا حضرت علیؑ حاضر تھے اور آپنے پروپوز کیا تھا اور حضرت عباس نے سیکنڈ کیا تھا کہ حضرت ابوبکر خلیفہ ہوں ؟ کیا حضرت عمر نے خود ہی نہیں فرمایا تھا کہ خلافت ابوبکر کی ناگہانی

طور سے ہوئی ہے۔ اب اگر کوئی ایسا کرے تو اسکو قتل کرو؟

پس بجائی جب واقعات سے بطور کامل ثابت ہے کہ یہ الیکشن نہایت ناجائز اور نامحمود طریقے سے ہوا اور جتنے نقص کہ شرعاً و عرفاً قانوناً رواجاً باعث ابطال عقود و معاہدات و معاملات ہوتے ہیں وہ سب کے سب اس الیکشن میں موجود تھے تو اب تمہارے پاس سوائے اس کے اور کیا چارہ ہے کہ ان حضرات کے کیریکٹر پر افسوس کرو اور سب امور کو حوالہ بخدا کرو تم میرے تعجب کو کہتے ہو واللہ میں صدق دل سے کہتا ہوں کہ مجھے کس قدر قلق اور افسوس ہے کہ ایسے بزرگوار نے ایسا کام کیا جس سے اسلام میں دو فرقے اس وقت قایم ہوگئے اور آخر میں اس کا نتیجہ ایسا خراب ہوا کہ بقول ایک انگریزی مورخ کے اسلام اپنے خون میں آپ نہایا۔

ہائے مجھے اس وقت کیسی خوشی ہوتی اور اسلام اس وقت کس پایہ تک عروج کرتا اگر حضرت علی علیہ السلام فوراً بعد انتقال جناب سرور کائنات کے خلیفہ ہوتے اور حضرات خلفائے ثلثہ صدق دل سے حضرت علی کے معاون و مشاور ہوتے!! پھر تو سب ایک دل ایک زبان ایک مذہب ہوتے! سوائے وحدانیت کے دوئی کا نام نہ تھا!! پھر اس وقت بارہ تیرہ سو برس کے بعد بوجہ اس قوت مجموعی (Combined Force) کے اسلام کا عروج قابل دید ہوتا!! مگر افسوس صد افسوس کہ ایسا ہونے نہ پایا اور چند روزہ جاہ و منصب کی خواہش نے مستقل اور دائمی عروج و اقبال کو ڈبو دیا۔ حیف صد حیف حضرات شیخین کے کنڈکٹ پر مجھے کیا معنی ایک جہان کو تعجب ہے ایک معاملہ تجہیز و تکفین جناب رسول مقبول کا ایسا ہے جو ایک دنیا کو حیرت میں ڈالتا ہی کہ اتنا بڑا محسن عالم سرپرست بنی آدم افضل المرسلین خاتم النبیین صلعم وفات پائے اور اسکی تجہیز و تکفین کے وقت سوائے چند افراد خاص کے اور کوئی نہ ہو اور وہ لوگ جو حضرت کے یار غار ہونے کا دعوے رکھتے ہوں اور جو حضرت کے انتقال کی خبر سنکر ایسے مجذوب از خود رفتہ بن گئے ہوں کہ تلوار کھینچکر نعرہ زن ہوں کہ جو شخص حضرت کے انتقال کا ذکر کرے گا اس کو قتل کروں گا غیر حاضر ہوں!! یہ امر ایسا تعجب خیز ہے کہ جناب مولانا شبلی صاحب سے بھی جو حضرت عمر کے بڑے جاندادہ و صاف اور مداح ہیں بلا تعجب کئے ہوئے رہا نہ گیا۔ وہ کتاب الفاروق میں لکھتے ہیں۔

"یہ واقعہ بظاہر تعجب سے خالی نہیں کہ جب آنحضرت نے انتقال فرمایا تو فوراً نزاع پیدا ہوگئی اور اسبات کا بھی انتظار نہ کیا گیا کہ پہلے تجہیز و تکفین سے فراغت کرلی جائے کس کے قیاس میں آسکتا ہے کہ رسول اللہ انتقال فرمائیں اور جن لوگوں کو عشق و محبت کا دعوے ہو ان کو بے گور و کفن چھوڑ کر چلے جائیں اور اس بندوبست میں مصروف ہوں کہ مسند حکومت اوروں کے قبضہ میں نہ آجائے تعجب پر تعجب یہ ہی کہ یہ فعل ان لوگوں سے (حضرت عمر و ابوبکر) سرزد ہو جو آسمان اسلام کے مہر و ماہ تسلیم کئے جاتے ہیں اس فعل کی ناگواری اور زیادہ نمایاں ہوتی ہے جبکہ یہ دیکھا جائے کہ جن لوگوں کو آنحضرت صلعم سے فطری تعلق تھا یعنی حضرت علی و خاندان بنی ہاشم ان پر فطری تعلق کا پورا اثر ہوا اور اس وجہ سے ان کو آنحضرت کے درد و غم اور تجہیز و تکفین سے ان باتوں کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت نہ ملی۔ آگے چل کر جناب مصنف فرماتے ہیں یہ سچ ہے کہ حضرت عمر و ابوبکر وغیرہ آنحضرت کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے یہ بھی سچ ہے کہ انھوں نے سقیفہ میں پہنچکر خلافت کے بارے میں انصار سے معرکہ آرائی کی اور اس طرح کوششوں میں مصروف رہے کہ گویا ان پر کوئی حادثہ ہی پیش نہ آیا یہ بھی سچ ہے کہ انھوں نے اپنی

خلافت کو نہ صرف انصار بلکہ بنو ہاشم اور حضرت علیؑ سے بزور منوانا چاہا گو بنی ہاشم نے بآسانی ان کی خلافت تسلیم نہیں کی۔ دنی علم مصنف ان قابل عفو بے اعتنائی کا کوئی عذر پیش نہیں کرتے کیونکہ واقعی کوئی عذر معقول تھا ہی نہیں۔ مگر واہ رے راسخ الاعتقادی جناب مصنف کی کہ اس پر بھی حضرات شیخین کو آسمان اسلام کا مسلم مہر و ماہ سمجھتے ہیں!!۔

محی الدین:۔ مگر آگے چل کر اس کتاب میں جناب مولانا شبلی صاحب نے یہ لکھا ہے کہ جلسہ سقیفہ حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کا برانگیختہ یا قائم کیا ہوا نہ تھا اس لئے اس جلسہ میں جو کارروائی ہوئی اس کا الزام حضرات موصوفین پر ہو نہیں سکتا۔

علی رضا:۔ مجکو جناب مولانا کی اس رائے کے ساتھ پورا اتفاق ہے کہ جلسہ سقیفہ ان حضرات کا برانگیختہ نہ تھا واقعات سے بیشک ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ جلسہ سقیفہ کے قائم ہونے تک حضرات خلفائے ثلثہ اس جلسہ سے بالکل بےتعلق تھے۔ میرے نزدیک شل بدیہات کے یہ بات ثابت معلوم ہوتی ہے کہ ابتداً ان حضرات کا پلین (یعنی بندوبست) ہی دوسرا تھا جس کا ابتدائی پارٹ (حصہ) یہ تھا کہ حضرت عمر مجنون وار تلوار کھینچکر کھڑے ہو گئے تھے۔

حضرت عمر کے تلوار کھینچنے کی اصلی وجہ کیا تھی؟

حقیقت یہ ہے کہ بعد کارروائی غدیر کے حضرات خلفاء ثلثہ کا رخ علی مرتضیٰ کیا معنی خود جناب سرور کائنات صلعم سے پھر گیا اور یہ لوگ اپنی دوسری تدبیر میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ بوقت علالت جناب رسول خدا کو حضرت عمر کھل پڑے اور جب آنحضرتؐ نے کاغذ وقلم مانگا تو بول اٹھے ان ھذا الرجل لیھجر یعنی اس مرد (نبی صلعم!!!) کو بحران ہے اس لئے کاغذ قلم کو آپکے پاس آنے نہ دیا اور جب جناب رسول خدا صلعم نے انتقال کیا تو حضرت عمر کسی گہرے پلاٹ (وقوع سنگین) کی تدبیر میں مصروف ہو گئے اور اس پلاٹ کا آغاز یوں کیا کہ خود مجنون وار تلوار کھینچکر کھڑے ہو گئے کہ جو شخص رسول اللہ کے انتقال کا حال زبان پر لائے گا اس کو قتل کر دوں گا۔ لیکن حسن اتفاق سے یہ پلاٹ یہیں تک پہنچا تھا کہ آپ کو خبر ملی کہ علی مرتضیٰ اور بنو ہاشم آنحضرتؐ کی تجہیز وتکفین میں مشغول ہو گئے اور سقیفہ میں خلافت کا قضیہ چھڑ گیا اس مژدہ جان بخش کو سنکر آپ (بات کیا تھی) فوراً ہوش میں آ گئے اور اس خیال سے کہ اب معاملہ آسان ہو گیا اور اس گہرے پلاٹ (وقوع سنگین) کی ضرورت نہ رہی آپ نے خرقہ جذب عشق محبوب الٰہی اتار پھینکا اور سقیفہ کی طرف چلتے ہوئے اور یہاں آکر اپنی کڑکتی آواز سے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا اگر آپ کو یہ مبارک موقع نہ ملتا تو ہرگز آپ اپنی اصلی پلاٹ سے باز نہ آتے اور نہ معلوم کیا کیا فساد کرتے ممکن ہے کہ جوش جنون میں حضرت علی ہی کو قتل کرتے یا مکان میں آگ لگا دیتے مختصر یہ کہ حتی الامکان حضرت علیؑ کو خلیفہ ہونے نہ دیتے اس میں جان جاتی یا ایمان جاتا جو کچھ ہوتا سب گوارا کرتے۔

ہر چند غیب کا علم خدا کو ہے اور اسباب کا علم بھی کہ حضرت عمر بعد اس جذب وجنون کے عملاً کیا کرتے اسی عالم مافی الضمیر کو ہے لیکن جہاں تک میں خیال کرتا ہوں اس پلاٹ کا دوسرا حصہ یہ ہوتا کہ جب نعش اقدس جناب رسول مقبول صلعم کی باہر لائی جاتی تو اسکی تکرار چھڑ جاتی کہ نماز جنازہ کون پڑھائے۔ بنو ہاشم یقیناً چاہتے کہ علی مرتضیٰ

پڑھائیں۔ لیکن حضرت عمر اس دلیل سے کہ آنحضرت صلعم نے جیسا کہ آپ لوگوں کا بیان ہے حضرت ابوبکرؓ کو نماز جماعت پڑھانے کی اجازت دی تھی۔ حضرت ابوبکر کے لیے زور دیتے اور اسی میں قضیہ بڑھتا اور نوبت جنگ و جدال اور خونریزی کی پہنچی اور تب تصفیہ خلافت کا بزور شمشیر ہوتا۔

خیر بہرکیف حضرت عمر کے دل میں جو کچھ ہو اب اس بات کی تحقیق کے لیے کہ آیا یہ میری رائے صحیح ہے یا غلط مسئلہ تجویز طلب یہ ہوتا ہے کہ آیا مجذوب و مجنون بن جانا اور تلوار کھینچنا حضرت عمر کا واقعی صدمہ انتقال جناب رسولخدا کی وجہ سے تھا یا اور کسی دوسری وجہ سے؟ اگر واقعی حضرت کا جوش جنون بوجہ صدمہ انتقال جناب سرور کائنات صلعم کے تھا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ میری رائے بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ لیکن جس وقت ہم لوگ دیکھتے ہیں کہ (۱) صرف منٹ یا دو منٹ لعد اس جذب یا جنون کے حضرت عمر نے خلافت کے بارے میں انصار سے معرکہ آرائی کی اور جیسا مولانا شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ اس طرح کوششوں میں مصروف ہوئے کہ گویا ان پر کوئی حادثہ پیش ہی نہ آیا تھا یا (۲) ہم لوگ غور کرتے ہیں کہ جس کے انتقال کا صدمہ حضرت عمر کو حد جنون تک پہنچنے والا بیان کیا جاتا ہے اسی بزرگ صلعم کی نعش اقدس کو حضرت عمر نے خس کے برابر نہ سمجھا اور نہ مطلقاً کوشش اس بات کی کی کہ تا تجہیز و تکفین حضرت نبی اکرم صلعم کے امر خلافت ملتوی رہے یا (۳) جس وقت ہم لوگ یاد کرتے ہیں کہ یہی حضرت عمر جناب رسول مقبول صلعم کی پیاری آنکھوں کا تارا بیٹی کے گھر میں آگ لگانے کو تیار ہو گئے اور حضرت صلعم کی التجا کو نسبت مودت رکھنے ساتھ اس نور دیدہ کے بالکل فراموش کر گئے یا (۴) جس وقت ہم لوگ خیال کرتے ہیں کہ بعد انتقال حضرت ابابکر کے حضرت عمر نے تلوار کجا ایک چھری تک نہیں نکالی آخر ان سے بھی تو محبت تھی یہ دونوں حضرت تو بلاشک ایک جان دو قالب تھے تب المختصر ایسے واقعات اور سانحات کے بعد یہ خیال کرنا کہ حضرت عمر کو جناب سرور کائنات کے انتقال کا صدمہ ایسا ہوا تھا کہ اس صدمہ سے آپ بدحواس ہو کر مجنوں وار تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے تھے ایک ایسا خیال ہے جو کسی فرد بشر کے دماغ میں بحالت صحت ذات و ثبات عقل کے آ نہیں سکتا۔ سلف سے اس وقت تک دیکھتے اور سنتے آئے کہ جب کسی مصیبت زدہ پر کوئی صدمہ پڑتا ہے یا قلب پر چوٹ پڑتی ہے تو اسکو غش آجاتا ہے یا بیقراری و بیتابی قلب سے تڑپنے لگتا ہے لیکن آج تک نہ دیکھا اور نہ سنا کہ جس پر صدمہ یا حادثہ جانگزا پڑتا ہے وہ چھ پیسری کی مگدر کی جوڑی ہلانے یا سوا من کا لیزم جھنکارنے لگتا ہے! لیکن حضرت عمر کے بارے میں اس سے بھی زیادہ کہا جاتا ہے یعنی آپ اس صدمہ جانکاہ کے پڑنے سے مگدر یا لیزم نہیں بلکہ تلوار جھنکارنے لگے اور وہ بھی دفور صدمہ سے خودکشی کے لیے نہیں بلکہ بے گناہوں کے قتل کے لیے یعنی ان لوگوں کے قتل کے لیے جو رسول اللہ صلعم کے انتقال کی سچی خبر زبان پر لائے!!!

بھئی محی الدین نہیں واللہ ذرا غور تو کرو تمہیں کیسا معلوم ہو اگر کوئی کہے کہ حضرت کے والد جناب خطاب نے جب انتقال کیا تو حضرت عمر صدمہ انتقال سے ڈنڑ پیلنے لگے احباب و اقارب جمع ہوئے تعزیت میں وہ لوگ الفاظ صبر و شکیب کے کہہ رہے ہیں لیکن حضرت عمر ہیں کہ ڈنڑ پر ڈنڑ کئے جاتے ہیں اور حضرت کو سکون ہی نہیں ہوتا۔!! لاحول ولا قوۃ الا باللہ!!!

محی الدین ۔ مگر حضرت فاروق کا صدمہ غشی اور تپاک قلب سے بہت بڑھا ہوا تھا۔ سودائے عشق رسول اللہ

ایسا ہی ہوتا ہے۔

علی رضا:۔ اسی وجہ سے صرف منتر پھونکنے سے دفع بھی ہو گیا!

محی الدین:۔ یہ کیا!

علی رضا:۔ ہمیشہ دیکھتے اور سنتے آئے کہ جب کسی مصیبت زدہ کو کسی صدمہ سے غش آجاتا ہے یا تپاک قلب ہوتا ہے تو لوگ اس کے چہرے پر پانی یا گلاب چھڑکتے ہیں عرق بید مشک پلاتے ہیں مفرحات کھلاتے ہیں تب کہیں غریب کو فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن حضرت عمر کو صدمہ تو ایسا ہوا کہ جس نے قلب سے بڑھ کر دماغ میں ہیجان پیدا کیا اور حد جنون تک پہنچ گیا۔ مگر اس کے علاج کے لئے نہ کسی دوا کی ضرورت ہوئی اور نہ کسی دعا کی حاجت ہوئی فقط آپ کے گوش مبارک تک لوگوں نے یہ صدا پہنچا دی کہ سقیفہ میں خلافت کا قضیہ چھڑ گیا۔ بس اس صدا کے گوش زد ہوتے ہی سارا جنون رفع دفع ہو گیا اور فوراً حضرت عمر حواس میں آ گئے اور حواس میں آئے تو ایسے باہوش و باخبر ہو گئے کہ بڑے بڑے مدبران قوم سے مقابلہ کرنے لگے اور جیسا کہ مولانا شبلی صاحب فرماتے ہیں انصار سے معرکہ آرائی کی اور بقول مصنف کتاب سیرۃ الفاروق کے حضرت ابوبکر کو کہ کفن اور مسلمانوں کے دلوں کی ہلا دینے والی آواز سے خلیفہ بنایا بس تم غور کرو کہ یہ سب منتر کا کھیل نہیں ہے تو کیا ہے؟ المختصر اس میں کوئی شک نہیں کہ آج تک سوائے اس واقعہ کے کسی فرد بشر نے ایسا سودا نہ اس تیزی سے چڑھتے دیکھا یا سنا اور نہ اس آسانی سے اترتے دیکھا یا سنا اس لئے کوئی شک نہیں کہ یہ جذب و جنون حضرت عمر کا ہرگز صدمہ انتقال جناب رسول مقبول صلعم کی وجہ سے نہ تھا بلکہ بالکل خود ساختہ اور نمایشی تھا۔ بت سوائے اس کے دوسرا قیاس ہو نہیں سکتا کہ یہ کام حضرت عمر کا کسی بڑے پلاٹ کا پہلا حصہ تھا مگر بوجہ کارروائی سقیفہ کے اس کے عمل درآمد کی ضرورت نہ رہی۔

برائے خدا تم خود سوچو بلکہ اپنے علماء سے دریافت کرو کہ اگر یہ جوش جنون حضرت عمر کا صحیح اور اصلی نہ تھا تو سوائے اسباب کے جو ہم کہتے ہیں کونسی دوسری معقول وجہ اس پالیسی کی تھی؟

حضرت عمر کچھ ایسے نافہم نہ تھے کہ محض بلا وجہ مجنون بن جاتے۔ حضرت کا جوش جنون ضرور کسی پالیسی سے تھا اور وہ پالیسی یقیناً وہی تھی جس کو میں کہتا ہوں اور یہ جو آپ کہتے ہیں یا جناب مولانا شبلی قیاس فرماتے ہیں کہ جب جلسہ سقیفہ خلفائے ثلٰثہ کا قائم کیا ہوا نہ تھا تو جو کچھ کارروائی اس میں ہوئی اس کے جواب دہ وہ حضرات موصوفین ہو نہیں سکتے یہ تو محض غلط اور خلاف قانون ہے۔

فرض کیجیے کہ چند اوباش مل کر ایک اکھاڑا یا سامتی جیسا ڈھاکہ میں ہوا تھا بغرض بغاوت قائم کریں اس میں تین چار مہینے کے بعد تین اشخاص شریک ہو جائیں اور جھنڈا بغاوت کا بلند کریں سرکار سے جنگ سے کو تیار ہو جائیں بے گناہوں پر بم کے گولے پھینکیں اور اپنے کو خود ساختہ گورنر بنگال مشتہر کر کے سلامی لینے لگیں تو کیا تم کہو گے کہ یہ تین اشخاص اس وجہ سے مجرم بغاوت نہ ہوئے کہ ابتداءً اکھاڑے میں شریک نہ تھے یا یہ کہ اکھاڑا قائم کیا ہوا ان کا نہ تھا اسی طرح سمجھ لو کہ جلسہ سقیفہ قائم کیا ہوا کسی کا ہو جب اس میں حضرت علی علیہ السلام کا حق غصب کیا گیا اور حضرت ابوبکر الماعوجی طور پر خلیفہ بنائے گئے اور اس وجہ سے حضرت علی کی گرفتاری کی تیاری ہوئی اور حضرت فاطمہ زہرا کے گھر میں آگ لگانے کا اقدام کیا گیا تو حضرات خلفائے ثلٰثہ کسی شرع اور

قانون کی رُو سے الزام سے بری نہیں ہو سکتے اور الیکشن تو اور بھی بے وقعت کوڑی کا بین ہو جاتا ہے۔ کون ایسے الیکشن کو ایک منٹ کے لئے بھی جائز قرار دے سکتا ہے جس میں ایک ساعت قبل الیکشن کے خود حضرات منتخب و منتخب کو خبر نہ تھی کہ الیکشن ہونے والا ہے اور بیچارے امیدوار ذی حق کو تو مطلق خبر بھی نہ ہوئی کہ کیا ہوا۔ کیونکر ہوا۔!!!

محی الدین:- تو آخر تم کیا کہتے ہو حضرت سرور کائنات صلعم کی تجہیز و تکفین کے وقت حضرات خلفاء ثلثہ کیوں غیر حاضر تھے۔

جناب رسولخدا صلعم کی تجہیز و تکفین کے وقت خلفاء ثلٰثہ کیوں غیر حاضر تھے؟

علی رضا:- میں نے اس مسئلہ پر خوب غور کی اور علماء سنت والجماعت کے کل عذرات کو بغور پڑھا لیکن ایک عذر بھی قابل قبول عقل پایا نہ گیا جیسا میں کہہ چکا ہوں کہ اس وقت نہ تو کسی ایسی بغاوت کا خوف تھا اور نہ کسی ایسے شر و فساد کا گمان تھا جو ان حضرات کو اس امر کی کوشش کرنے سے روکتا کہ تا تجہیز و تکفین و تدفین جناب رسالتمآب امر خلافت ملتوی رہے۔ لیکن اب جو بنظر غائر اور اس مسئلہ کے ہر پہلو پر گہری نگاہ ڈال کر غور کرتا ہوں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو مقصد دلی حضرات شیخین کا تھا اور جس کار نمایاں کے لئے حضرات موصوفین کی کمر ہمت باندھی تھی اس کا بیشک یہی مقتضا تھا کہ جناب رسول مقبول کی تجہیز و تکفین کی مطلق خبر نہ لی جائے بلکہ اس مبارک موقع اور وقت سے نفع حاصل کیا جائے کیونکہ اگر یہ حضرات اس معمولی کار خیر یعنی تجہیز و تکفین جناب رسول مقبول میں شریک رہتے تو اصل مقصد فوت ہو جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت حضرات شیخین کو یہ مہم سخت اور مشکل صعب درپیش تھی کہ جس شخص کو حضور پر نور جناب رسولؐ خدا نے اپنے آغوش اقدس میں پالا تھا جس شخص کو حضور اقدس سے شرف فرزندی حاصل تھا جو شخص حضور کے گاڑھے وقت میں برابر کام آتا رہا تھا جو شخص جنگ احد میں جس وقت یار لوگ ادھر ادھر فرار ہو گئے تھے میدان جنگ میں قدم جمائے حضرت کے لئے سینہ سپر تھا جس کو کہ حضور نے روز ازل اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا جس کو حضور نے واسطے تعلیم تمدن کے یمن کی گورنری بخشی تھی جس کو حضور نے بحکم خداوند عالم جل شانہ ستر ہزار آدمیوں کے سامنے اپنا ولیعہد اور تمام عالم کا مولا مقرر کیا تھا اور جو خود اپنے صفات حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ سے بعد رسول اکرم کے فخر خاندان بنی ہاشم سمجھا جاتا اسکو حضرات شیخین کو ہزیمت دینا اور زک پہنچانا تھا یعنی اس قلعہ کو جس کو خدا و رسول نے مستحکم کیا تھا توڑنا تھا اور اس شخص کو جسکو رسولخدا نے بحکم خدا اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا اس کو دائرہ خلافت سے ایک دم نکال باہر کرنا تھا پس ظاہر ہے کہ خدا و رسول کے قائم کئے ہوئے قلعہ پر حملہ کرنا آسان نہ تھا اور نہ بانی اسلام کے ولیعہد کو ہٹا دینا اور اس کے حقوق کو پامال کرنا بلا انتہا درجہ کی چستی و چالاکی کے ممکن تھا اس لئے جب چوٹ کرنے کا موقع آ گیا اور بگل پھونکا گیا کہ دشمن (علیؑ) غافل ہو گیا وہ ایسے کام میں پھنس گیا کہ دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے وہ اسکو نہ چھوڑے گا سقیفہ میں خلافت کا قصہ چھڑ گیا فوراً چھاپہ مارو تو اس وقت حضرات شیخین اپنی مہم سر کرنے کا حملہ کرتے یا رسول اللہ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوتے؟

کیا رسول اللہ کی تجہیز و تکفین حضرت کے ولیعہد کو نکال باہر کرنے سے اور خود عنان سلطنت ہاتھ میں لینے سے زیادہ ضروری تھی؟ کیا رسول اللہ کی تجہیز و تکفین کی شرکت سے وہ نفع حاصل ہوتا جو خلیفہ وقت بن جانے سے ہوا؟ خطائے عدم شرکت تجہیز و تکفین جناب رسول مقبول سے بچانے اور حفاظت کے لئے تو بیسیوں آپ کے پیر و علمائے سنت جماعت اٹھ کھڑے ہوئے ایک مولانا شبلی نے تعجب کیا تو کیا لیکن اگر حضرات شیخین جناب رسول مقبول کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوتے اور اس وجہ سے خلافت ہاتھ نہ آتی تو کیا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب یا مولانا شاہ ولی اللہ صاحب خلافت دلوا دیتے؟۔

الغرض جو مشن (کار اہم) حضرات شیخین کا تھا اس کے حاصل کرنے کے لئے رسول کو بے دفن و کفن چھوڑ نا بے موقع نہ تھا بلکہ اس کام کے لئے جو جو نامحمود طریقے اختیار کئے گئے اور جو جو خلاف قانون و شریعت کارروائیاں ہوئیں وہ سب فاروقیہ پالیسی سے جائز اور صحیح تھیں اگر اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے حضرت عمر نے اٹھارہ ذی الحجہ کو حضرت علی کو اپنا اور تمام عالم کا مولانا مانا اور بعدہ چودھویں پندرھویں ربیع الاول کو انہی کو گرفتار کرنے اور ان کا گھر پھونکنے کے لئے فوج اور آگ اور لکڑی لے کر گئے تو برا کیا کیا؟ اگر مطلب نکالنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق نے یہ کتمان صدق اور اتلاف حق کیا کہ غدیر کے مولائے مومنان کے حقوق کو طاق نسیان پر رکھ کر حضرت عمر اور ابو عبیدہ کو خلافت کے لئے پرو پور کیا تو کیا مضائقہ؟ اگر حضرت عمر نے بذریعہ دباؤ ناجائز کے جناب رسول مقبول کو کچھ لکھنے نہ دیا اور اس ذریعہ سے پبلک کے سامنے ثبوت کاغذی رسول اللہ کی وصیت کا آنے نہ دیا اور یہ کہکر ٹال دیا کہ آنحضرت صلعم ہذیان بول رہے ہیں تو کوئی بری بات نہیں کہی اگر آپ لوگوں کو سوچ بچار کا موقع نہ دینے کے لئے تلوار کھینچ لی اور کہنے لگے کہ رسول اللہ نے انتقال نہیں کیا ہے تو کیا بیجا کیا؟ شیعہ اگر اسکو خدع (مکروزور کہتے ہیں) کہا کریں الحرب خدعۃ تو مشہور ہے اگر اپنا کام نکالنے کے لئے حریف کی غیر حاضری بلکہ لاعلمی کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا اور بذریعہ سرپرائز (اچانک طور سے) اس کو ہزیمت دی اور جھپٹ کر خلافت چھین لی تو کیا برا کیا؟ اگر اس لوٹ مار کے بعد آپ نے یہ حکم دیا کہ اب اگر ایسی حرکت کرے جیسی کہ میں نے کی تو اسکو قتل کرو تو کونسی خطا کی؟ ظاہر ہے کہ بلا ایسی پالیسیوں اور کارروائیوں کے خدا اور رسول کا قائم کیا ہوا قلعہ لوٹ نہیں سکتا تھا اور نہ رسول خدا کا ولیعہد ہزیمت پا سکتا تھا۔ یہ سب کارروائیاں حضرت عمر کی نہایت قابل تحسین و آفرین ہیں اور انہی پالیسیوں کی وجہ سے آپ مدبر الممالک کے خطاب کے مستحق ہیں۔ الغرض یہ کارروائیاں حضرات شیخین کی اہل حضرات سنت جماعت کے لئے بڑے فخر و مباہات کی ہیں اور اس پر جس قدر ناز کیجئے بجا ہے۔ ہم لوگ غلامان و نمک خواران اہلبیت کو البتہ رد نا آتا ہے کہ ہمارے شہنشاہ کونین کا جنازہ ایسی بیکسی سے اٹھا ہے کہ شاید ہی کسی مذہب کے پیشوا کا جنازہ ایسی بیکسی سے اٹھا ہو۔ غالباً تم نے اخباروں میں دیکھا ہو گا کہ ہمارے ملک معظم شاہنشاہ ایڈورڈ ہفتم صلع کل مرحوم کے جنازے کی مشایعت میں ۹ بادشاہان اولوالعزم صاحب تخت و تاج اور کل اہالیان خاندان شاہی اور کل وزراء اور ممبران پارلیمنٹ شامل تھے اور خود حضور عالی جاہ جناب شاہنشاہ جارج پنجم خلد اللہ ملکہ پیادہ پا اپنے پدر بزرگوار کے جنازے کے ساتھ تھے اور تخمیناً ۵ لاکھ آدمیوں کا مجمع تھا جسکی وجہ سے اس وقت چار دانگ عالم میں

مشہور ہے کہ جس شان وشوکت سے جنازہ شاہنشاہ صلح کل مرحوم کا اُٹھا ہے اس شان وشوکت سے کسی بادشاہ کا جنازہ نہ اُٹھا تھا۔ اس خبر کو پڑھ کر مجھے اپنے آقا کی بیکسی پر البتہ بہت کچھ رونا آتا ہے کہ ہمارے شاہنشاہ کونین وسیلتنا فی الدارین حبل الحسن والحسین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز وتکفین ایسی بیکسی اور بے پروائی سے ہوئی کہ روایات صحیحہ کتب فریقین سے ثابت ہے کہ بوقت تدفین حضور اقدس کے گنے ہوئے سات آدمی تھے۔ علیؑ، عباس۔ فضل ابن عباس۔ قثم ابن عباس۔ اسامہ بن زید۔ سقران۔ ابوطلحہ انصاری (دیکھو تاریخ ابوالفدا صفحہ ۵۵) اور سب سے بڑھ کر غضب کی بات یہ ہے کہ اس وقت جناب حضرت خلیفہ وقت صاحب یعنی حضرت ابوبکر اور آنحضرت صلعم کے مجذوب از خود رفتہ عاشق زار یعنی حضرت عمر بالکل لاپتہ تھے افسوس! صد افسوس!!!۔

اب میں فریاد کرتا ہوں اور مستغیث ہوں کہ کیا کوئی سنی المذہب یورپ ایشیا افریقہ میں ایسا نہیں ہے کہ میرے حضرت محسن عالم فخر بنی آدم صلعم کی ایسی بیکسی اور کسمپرسی کی تدفین پر میری ہمدردی کرے؟ کیا کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ ذرا بھی خیال کرے کہ جو لوگ حصول منصب کے لئے اپنے رسول اقدس کے جسد اطہر سے ایسی بے اعتنائی کریں کہ اس کو بے دفن وکفن چھوڑ دیں وہ عقبیٰ میں امت رسول کے ساتھ کیا بھلائی کریں گے یا کر سکتے ہیں؟ کیا ایسے اشخاص کو آسمان اسلام کا مہر و ماہ کہنا ہجو ملیح نہیں ہے؟

ہم اپنے دل کی بات کیا کہیں ہم لوگ جناب امیر علیہ السلام کو اپنا پیشوا اپنا ہادی، اپنا شفیع اپنا مولا، اپنا مشکل کشا سب کچھ سمجھتے ہیں لیکن عیاذاً باللہ اگر حضرت علی علیہ السلام نعش رسول مقبول کو بے دفن وکفن چھوڑ کر خلافت کی دوڑ دھوپ میں رہتے تو یقین کر لو کہ سو میں ایک شیعہ بھی حضرت علیؑ کا نام تک نہ لیتا۔

بوقت تدفین جناب رسول مقبول کی خلفائے ثلثہ کی غیر حاضری کیا وجہ تھی؟

مگر بھئی مجھے معاف کرنا میں پھر بھول گیا اس وقت تو حضرات شیخین کو ایک مہم سخت تر درپیش تھی جو سابق کی مہم سے بھی کچھ زیادہ مشکل تھی اس وقت یعنی بوقت دفن جناب رسول مقبول تو شرکت ان بزرگوار کی ناممکن تھی اور آپ حضرات بالکل معذور تھے یہ تو وہ وقت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ ہوگئے اب واسطے استحکام خلافت کے حضرت عمر اس تدبیر میں تھے کہ جس طرح سے بھی ممکن ہو حضرت علی سے بجبر بیعت لی جائے اس لئے تدبیر یہ ہو رہی ہے کہ حضرت علی گرفتار کئے جائیں اور اگر گھر سے باہر نکلیں تو حضرت فاطمہ زہرا کے گھر میں آگ لگا دی جائے اس لئے اس وقت ان حضرات کو فرصت کہاں تھی کہ ایسے امر اہم کو چھوڑ کر حضرت رسول مقبول کی تدفین میں شریک ہوتے استحکام خلافت کے لئے حضرت فاطمہ زہرا کے گھر کو آگ لگا دینے اور حضرت علی کو گرفتار کرنے سے جناب رسول خدا کو مٹی دینا زیادہ ضروری نہ تھا اس لئے اس وقت یہ حضرات اُن کا سنبلوں کو منتخب کر رہے تھے جو بے خوف رسول خدا کے گھر کا محاصرہ کر لیں اور ایسے ایسے بہادر سپاہیوں کو چن رہے تھے جو درانہ جناب فاطمہ زہرا کے خانہ پاک میں دھنس پڑیں اور حضرت علی کو بلا تامل گرفتار کر لیں اور جناب رسول خدا کے گھر میں بے خوف وخطر آگ لگا دیں۔ ایسی فوج کا اگرچہ چھوٹی ہو منتخب کرنا اور مستعد کرنا کچھ آسان نہ تھا کیونکہ کل تک

توسب کے سب اس گھر کی تعظیم کرتے تھے اور حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کو شہزادہ اور شہزادی سمجھتے تھے ہاں یہ امر قابل غور ہے کہ ایسی بھیڑ بھاڑ میں حضرات شیخین کے دلوں میں جناب رسول مقبول کی تدفین کا خیال کیونکر آسکتا تھا؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ ایسی مہم کے سر کرنے کے وقت ان حضرات کو اس کا بھی خیال نہ ہو گا کہ جناب رسول مقبول کی روح تھی جس بیٹی کی ایذا سے صدمہ پہنچ سکتا تھا۔ حضرات شیخین تو یقیناً اس بھیڑ بھاڑ میں یہی سمجھتے ہوں گے کہ جناب رسولؐ مقبول کی ابتدا اور انتہا اسی دنیا تک تھی جب آخری سانس جسد پاک سے نکل گئی جس حضرت کا خاتمہ ہو گیا! نعوذ باللہ من ذالک!! اگر ان حضرات کو اس کا یقین ہوتا کہ حضرت کی روح پاک کو فنا نہیں ہے بلکہ بعد انتقال کے حضرت کو درجۂ وصال ملا اور حیات جاودانی حاصل ہوئی تو غالباً جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کی ایذا کا کبھی قصد نہ فرماتے۔

آیا جناب امیر علیہ السلام سقیفہ کی کارروائی سے راضی ہوئے؟

بعض علمائے سنت والجماعت نے ناکامیابی کے ساتھ اس امر کے ثابت کرنے کا قصد کیا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام خلیفہ اول کی خلافت سے راضی ہو گئے تھے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ خلافت جناب امیر علیہ السلام کی منصوص من اللہ تھی پس جس نے اس کے خلاف کیا اس نے خدا اور رسولؐ کے خلاف کیا اور پبلک کی حق تلفی کی اس لئے بفرض محال جناب امیر علیہ السلام کی رضامندی سے حق اللہ وحق العباد ساقط ہو نہیں سکتا اس لئے اگر جناب امیر علیہ السلام کی رضامندی پائی بھی جاتی تو بھی حضرات خلفاء ثلثہ کی جوابدہی پیش خدا اور رسولؐ قائم رہتی اور جوابدہی مشکل تھی۔ فرض کرو کہ کسی ایک صوبہ کے لفٹنٹ گورنر زبردستی اپنے کو دوسرے صوبہ کا گورنر بنا لیں اور چھاپہ مار کر اس صوبہ میں حکمرانی کرنے لگیں اور فرض کرو کہ سابق کے گورنر بیچارے مجبور ہو کر ساکت رہ جائیں بلکہ اس گورنر کی کونسل کی ممبری قبول کر لیں تو کیا اس وجہ سے ان خود ساختہ گورنر صاحب کی گورنری ایک منٹ کے لئے بھی جائز ہو جائے گی۔؟ اور اگر انھوں نے یہ گورنری فریب اور چالبازیوں سے حاصل کی ہو تو میں نہیں سمجھتا کہ امپیریل گورنمنٹ سے ان کے ساتھ کیسی تعزیری کارروائی کی جائے گی اور ایک منٹ کے لئے بھی یہ سنا نہ جائیگا کہ ممبری گورنری کو سابق کے گورنر نے قبول کر لیا تھا اور رضامند ہو گئے تھے۔

لیکن اس مقام پر واقعہ برعکس ہے یعنی جس کتاب میں تم دیکھو گے تو پاؤ گے کہ جناب امیر علیہ السلام اس الیکشن سے نہایت ناراض ہوئے چنانچہ حضرت کی ناراضی حضرت کے اشعار سے جو آپ کے دیوان میں بصفحہ ۱۰۵ مرقوم ہیں صاف ظاہر ہے ؎

تعلم ابا بکر ولا تک جاھلا	بان علیا خیر خاف وفاعل
وان رسول اللہ اوصی بحقہ	واکد فیہ قولہ بالفضائل
ولا تبخسنہ حقہ واردد الوری	الیہ فان اللہ لیس بغافل

ترجمہ یاد رکھ اے ابوبکر اور جاہل مت بن کہ علی بڑا شہسوار ہے اور علی وہ شخص ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اس کے حق میں وصیت کی اور اپنے اقوال وفضائل سے اس وصیت کی تاکید فرمائی۔ پس مت چھین حق اس کا اور

پھیر دے اس کو دنیا اسکی اور جان لے کہ اللہ غافل نہیں ہے اور صفحہ ۲۲ میں یہ اشعار موجود ہیں ؎

وفی القرآن الزمهم ولائی ۔۔۔ واوجب طاعتی فرضاً بعزم
کما هارون من موسیٰ اخوه ۔۔۔ کذاک انا اخوه وذاک اسمی
لذاک اقامنی له اماما ۔۔۔ واخبرهم به بغدیر خم
فمن منکم یعادلنی بسهمی ۔۔۔ واسلامی وسابقتی ورحمی
فویل ثم ویل ثم ویل ۔۔۔ لجاحد طاعتی ومرید هضمی
وویل للذی یشقی سفاها ۔۔۔ یرید عداوتی من غیر جرم

ترجمہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں لازم کی ہے اہل اسلام پر محبت میری اور واجب کی ہے اطاعت میری مثل اور احکام اور فرائض کے اور جیسا کہ حضرت ہارون کو مواخاۃ حضرت موسیٰ سے تھا اسی طرح مجکو مماثلت اسم اور مواخات میں ہے ابن عم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اسی وجہ سے بین اہل اسلام کے لئے امام قائم کیا گیا چنانچہ خبر دی باری تعالیٰ نے اقامت امامت کی مقام غدیر خم میں پس کون ہے تم لوگوں سے کہ مساوات ظاہر کرے ہمارے سہم میں ؟ اور کون شخص ہے کہ مقابلہ کرے ہمارے ساتھ سابق الاسلام اور سابق الامرا و رطیب النسب ہونے میں ؟ وائے ہو ان لوگوں پر کہ جو فردائے قیامت ملاقی ہوں گے خداوند عالم سے ساتھ ہمارے مظلمہ کے !! وائے ہو - وائے ہو حال پر منکرین طاعت ہمارے اور ارادۂ ظلم رکھنے والوں پر ہمارے -

وائے ہو - وائے ہو ان لوگوں پر کہ جو ازراہ مقابلہ رکھتے ہیں اور افسوس ہے افسوس ہے اُن لوگوں پر کہ جو بے جرم وخطا مجھ سے عداوت رکھتے ہیں !!! علاوہ اسکے اور تمہاری کتابوں میں بھی حضرت علی کی نارضامندی ابن بلکش سے بتصریح تمام مندرج ہے یعنی جب حضرت علی سے حضرت ابوبکر کی بیعت کی خواہش کی گئی تو حضرت نے صاف منہ پر کہدیا کہ میں تم سے زیادہ اس امر کا مستحق ہوں میں تمہاری بیعت نہ کروں گا بلکہ تم کو میری بیعت کرنی چاہیے تم نے خلافت رسول اللہ کی قرابت جتا کر لی - اب ہم اہلبیت سے لئے لیتے ہو ؟ کیا تم نے انصار سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم تم سے بوجہ قرابت رسول کی خلافت کے واسطے اولے ہیں ؟ پس میں تمہاری ہی دلیل سے حجت لاتا ہوں میں رسول اللہ سے قریب تر ہوں اور ان کے غیروں سے بہتر ہوں تم خدا سے خوف نہیں کرتے ہو ؟ حضرت عمر نے کہا تمکو ہم نہ چھوڑیں گے - جب تک بیعت نہ کرو گے جناب علی مرتضیٰ نے فرمایا احلب حلبا لک شطرہ واشدد له الیوم یردده علیک غدا (ترجمہ) کچھ ایسا کھینچ لو کہ تم کو بھی مل جائے مضبوط کرو اُن کے لیے آج کے دن - کہ پھیر دیں وہ کل تم کو اے عمر میں تمہاری بات نہ مانوں گا علی مرتضیٰ نے یہ بھی کہا کہ اے گروہ مہاجرین ڈرو خدا سے اور محمد مصطفیٰ صلعم کی سلطنت اُن کے گھر سے نہ نکالو اور ان کے اہل کو اس حق اور مرتبہ سے دور نہ کرو جو اُن کو میسر حاصل تھا - قسم خدا کی اے گروہ مہاجرین ہم تمام لوگوں کی نسبت زیادہ مستحق ہیں اور ہم اہلبیت ہیں اور ہم اس امر کے زیادہ احق تم سے ہیں - یاد رکھو کہ ہم لوگ کتاب خدا کے پڑھنے والے ہیں اور سنت رسول خدا کے عالم ہیں اور امر رعیت کے تحمل کرنے والے ہیں عدالت ساتھ تقسیم کرنے والے ہیں قسم خدا کی یہ کام ہمیں لوگوں کا ہے پس تم اپنی خواہش نفسانی کو راہ نہ دو تاکہ گمراہ نہ ہو جاؤ اور حق سے دوری نہ اختیار کرو قیس بن سعد نے

یہ سنکر کہا کہ اگر انصار یہ گفتگو آپ کی قبل بیعت ابوبکر کے سنتے تو دو شخص بھی آپ کے بارے میں خلافت نہ کرتے
دیکھو ابوبکر جوہری کی کتاب سقیفہ اور خواجہ احمد ابن اعثم کوفی اپنی معتبر او مستند تاریخ میں صفحہ ۳ چھاپہ دہلی
مطبع یوسفی یوں لکھتے ہیں۔

"جب تمام حاضرین حلقۂ بیعت کر چکے صدیق اکبر نے حضرت علی ابن ابیطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلانے کا پیغام
بھیجا آپ نے قبول کیا اور جس وقت کہ مجمع میں تشریف لائے رسم سلام ادا کرکے اپنے مرتبہ سے ہو بیٹھے اور فرمایا
کہ مجھے کس لیئے بلایا ہے عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کو ان سب مہاجرین و انصار نے اس لئے بلایا
ہے کہ آپ بھی ہم سے متفق ہو جائیں اور جس طرح جملہ صحابہ نے ابوبکر کو خلیفہ بنا کر بیعت کر لی ہے آپ بھی بیعت
کر لیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم نے اس منصب کو ہمارے ہاتھ سے بہانہ کر کے چھینا ہے اور
حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ داری کے ذریعہ سے اپنے آپ کو برتر بنایا ہے میں تمہاری
حجت کو تم ہی پر تمام کرتا ہوں اور مدلل دعویٰ تمہارے روبرو پیش کرتا ہوں مجھ سے وہ بات سنو جو بال سے
بھی زیادہ باریک ہے اور تم کو لازم تھا کہ اسے بیان کرنے والے رسول کے دوستو دیکھو دنیا میں حضرت محمد صلعم کا کون
زیادہ قریبی رشتہ دار ہے خدا سے ڈرو اور بہانہ نہ ڈھونڈو۔ انصاف پر قادر ہو کر انصاف کی بات کہو۔
ابوعبیدہ بن جراح نے کہا اے ابوالحسن تم ہی اس کام کے لئے لائق ہو بلکہ سب سے پہلے اسلام لانے اور قرابت میں سب
پر فضیلت رکھنے کے سبب اس سے زیادہ منصب کے سزاوار ہو لیکن اب رسول کے صحاب نے اتفاق کر لیا ہے اور
ایک کام پورا ہو چکا ہے تم بھی صحاب کی خوشی کے لیے رضامند ہو جاؤ اور جھگڑا کر کے اس مصلحت کو درہم برہم نہ کرو
علی رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوعبیدہ تم نبی صلعم کے پیارے اور امین ہو اور اس امت کے معتمد اپنے حال پر رحم کھاؤ
اور جو سچ بات ہو اسے ظاہر کرو۔ رب العزت نے جو بزرگی خاندان نبوت کو عطا کی ہے اُسے اپنے کنبوں کی طرف
منتقل نہ کرو ہمارے ہی گھر میں قرآن نازل ہوا ہے ہمارے ہی مکانوں میں جبرئیل وحی لے کر آتے ہیں علم اور فقہ اور
دین اور سنت اور فرائض کے معدن ہم ہی ہیں خلق اللہ کی فلاح کو ہم ہی خوب جانتے ہیں تم لالچ چھوڑ دو نہ تو
اور اپنے آپ کو ہلاکت کے بھنور میں نہ ڈالو اس میں تمہارا ہی نقصان ہے۔ بشیر بن سعد نے کہا کہ اے ابوالحسن خدا کی
قسم اگر تمہاری یہ باتیں بیعت سے پہلے لوگوں کے کانوں تک پہنچتیں تو کوئی صحابی آپ کی مرضی کے خلاف نہ کرتا اور
سب یکدل و یکزبان ہو کر آپ کی بیعت اختیار کر لیتے لیکن تم تو اپنے گھر میں ہو بیٹھے اور ہم سے علیحدگی اختیار کی اور
لوگوں سے جانا کہ تم بہانہ کر کے اس کام سے الگ رہنا چاہتے ہو جب بات طے ہو گئی تو آپ تشریف لائے
حضرت علی علیہ السلام نے کہا اے بشیر کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ میں رسول خدا کی نعش اطہر کو گھر میں پڑا رکھتا
اور کفن و دفن کی تدبیر سرسری طور پر کر کے جھگڑے کے لئے کمربستہ ہو جاتا اور خلافت لینے پر اڑ بیٹھتا۔

محی الدین: ۔ حضرت نے اس وقت جوش حرارت میں ایسا فرمایا ہو ممکن ہے کہ آخر میں آپ راضی ہو گئے ہوں
علی رضا: ۔ ہرگز نہیں میری کتابوں میں تو کیا کچھ نہیں ۔ مگر تمہاری کتاب استیعاب میں جو عبارت ہے اس کا ترجمہ
ذیل میں ہے امام عبدالبر رفاعہ بن رافع شعبی سے لکھتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ بعد حضرت عثمان کے خلیفہ
ہوئے تو طلحہ و زبیر نے خروج کیا ۔ ام الفضل نے یہ حال علی مرتضیٰ کو لکھا ۔ علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ طلحہ اور زبیر سے

عجیب ہے۔ جب جناب رسالتمآب نے انتقال فرمایا تو ہم نے یہ بات کہی کہ ہم لوگ ان کے اہل اور اولیا ہیں اور ان کی سلطنت میں کوئی ہم سے منازعت کرنے والا نہ ہو گا۔ لیکن ہماری قوم نے اس کو منظور نہ کیا اور ہمارے غیر کو اپنے اوپر والی کیا۔ قسم خدا کی اگر پھوٹ کا اور اس امر کا کہ کفر پھر عود کر آئے گا اور دین کے ہلاک ہونیکا ڈر نہ ہوتا تو ہم ضرور کل معاملات درہم و برہم کر دیتے۔ ہم مجبوری رنج و ملال پر صبر کیا۔

یہ داغ حضرت علیؑ کے دل سے کبھی نہ مٹا اور جب موقع آیا اپنے اپنے حق کا اظہار کیا اور اپنی حق تلفی پر متاسف ہوئے چنانچہ بعد خلیفہ دوم کے بھی جب آپ کو خلافت نہ ملی اور عبدالرحمان بن عوف نے حضرت عثمان کو منتخب کیا تو حضرت علی نے جیسا کہ مولانا شبلی صاحب اپنی کتاب المامون کے صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں صبر جمیل کیا۔ لیکن اپنے استحقاق کے اعلان و اظہار میں اس وقت جو حضرت نے علی رؤس الاشہاد تقریر فرمائی وہ لفظ بہ لفظ کتاب المرتضیٰ مولفہ حافظ عبدالرحمان صاحب حنفی سے نقل کی جاتی ہے دیکھو صفحہ ۶۷ کتاب مذکور۔

روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جب عبدالرحمان نے عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تو اس وقت علی مرتضیٰؑ نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا۔

"تم سب کو میں قسم دیتا ہوں سچ سچ کہنا کہ درمیان اصحاب رسول خدا کے کوئی ایسا شخص ہے کہ جب اپنے عقد مواخاۃ (بھائی چارہ) اپنے اصحاب میں باندھا تو میرے سوا کسی سے یہ کہا انت اخی فی الدنیا والاخرۃ سب نے کہا کوئی نہیں اس کے بعد کہا میرے سوا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس کے حق میں رسول کریم نے فرمایا ہو من کنت مولاہ فعلی مولاہ سب نے کہا کوئی نہیں پھر کہا میرے سوا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس کے حق میں آنحضرت نے فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی سب نے کہا کوئی نہیں۔ پھر کہا میرے سوا تم میں کوئی ایسا ہے کہ اسکو سورہ برات لیجانے کا امین قرار دے کر یہ کلمات اس کے حق میں کہے ہوں لا یودی عنی الا انا او رجل من عترتی سب نے کہا کوئی نہیں پھر کہا میرے سوا تم میں کون ایسا ہے جس کو رسول خدا نے جب سریوں میں بھیجا تھا تو کل مہاجرین و انصار پر امیر کیا ہو اور ان کو امیر لشکر کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیا ہو اور مجھ پر کسی کو امیر مقرر نہ کیا ہو سب نے کہا کوئی نہیں۔ پھر کہا میرے سوا کوئی ایسا ہے جس کے حق میں رسول خدا نے کہا انا مدینۃ العلم و علی بابہا سب نے کہا کوئی نہیں پھر کہا کیا تم نہیں جانتے کہ جب اکثر لوگ رسول خدا کو مقام مخاطرہ میں اعدا کے پاس چھوڑ کر میدان محاربہ سے بھاگ گئے تو میں ثابت قدم رہا سب نے کہا یہ سچ ہے۔ پھر کہا میرے سوا تم میں کوئی ہے جو دائرہ اسلام میں سب سے پہلے آیا ہو سب نے کہا نہیں۔ پھر کہا کوئی شخص رسول کریم سے از روئے نسب کے میرے سوا قریب تر ہے۔ سب نے کہا نہیں یہ تقریر سنکر عبدالرحمان نے کہا جو کچھ آپ نے بیان کیا سب سچ ہے مگر لوگوں نے عثمان کی طرف رغبت کر کے بیعت کر لی ہے امید ہے کہ آپ بھی لوگوں سے موافقت کریں گے۔

اب میں حیران ہوں کہ اس سے اور زیادہ علی مرتضیٰؑ کیا کہتے اور اس سے زیادہ کن الفاظ میں اپنا حق طلب کرتے اور کن لفظوں میں اپنی محرومی اور حق تلفی اور دلشکنی کو بیان فرماتے؟ آخر آخر وقت میں بھی جناب علی مرتضیٰؑ نے اپنے مراتب و حقوق کا اعلان و اظہار مقابلہ امیر معاویہ کے فرمایا ہے جو آپ کے دیوان میں صفحہ ۱۲۹ اس طرح منظوم ہیں ؎

محمد ن النبی اخی وصہری — وحمزۃ سید الشہداء عمی
وجعفر ن الذی یضحی ویمسی — یطیر مع الملٰئکۃ ابن امی
وبنت محمد سکنی وعرسی — مشوب لحمہا بدمی ولحمی
وسبطا احمد ولدای منہا — فمن منکم لھم سہم کسہمی
سبقتکم الی الاسلام طرًّا — غلامًا ما بلغت اوان حلمی
واوجب لی ولایتہ علیکم — رسول اللہ یوم غدیر خمی
واوصانی النبی علی اختیار — لامتہ رضًا منکم بحکمی
الا من شاء فلیومن بھذا — والا فلیمت کمدًا بغم
انا البطل الذی لم تنکروہ — لیوم کریہۃ ویوم سِلم

(ترجمہ) حضرت محمد مصطفیٰ کہ جو نبی خلائق کے ہیں بھائی اور خسر ہمارے ہیں اور حضرت حمزہ سید الشہدا چچا ہمارے ہیں اور حضرت جعفر کہ جو صبح وشام ساتھ ملائکہ کے پرواز کرتے ہیں ابن عم ہمارے ہیں اور دختر محمد مصطفیٰ رونق دینے والی گھر کی اور زوجہ ہماری ہیں اور وہ مخدرہ ایسی ہیں کہ لحم اور خون اُن کا ہمارے لحم اور خون سے مخلوط ہے دونوں نواسے محمد مصطفیٰ کے یعنی حسنؑ وحسینؑ فرزند ہمارے ہیں بطن سے اُن معظمہ کے پس کون شخص ہے تم میں سے کہ نصیب اس کا مثل ہمارے نصیب کے ہو؟ سبقت لے گیا میں تم لوگوں پر طرف حد اسلام کے در آنحالیکہ میں طفل تھا اور ساعات بلوغ کو نہیں پہنچا تھا اور واجب کیا رسول اللہ نے ہمارے ولایت کو تم لوگوں پر غدیر خم کے روز اور وصی گردانا مجھکو نبی نے اپنی امت کے لئے واسطے اجرائے احکام کے آگاہ ہو اے معاویہ جو شخص چاہے ایمان لانا اس امر پر وہ ایمان لائے ورنہ لازم ہے اس شخص کو کہ اپنے حزن وغم میں گھٹ کر مر جائے اور میں ایسا شجاع و دلیر ہوں کہ نہ مقابلہ کر سکے تم لوگ مجھ سے معرکہ میں اور صلح میں۔

علاوہ اسکے مشہور ہے کہ جب بعد خلیفہ دوم کے خلافت کا شوریٰ ہونے لگا تو لوگوں نے جناب امیر علیہ السلام کو کہا کہ اگر آپ سیرت شیخین پر عمل کیجیئے تو خلافت حاضر ہے آپ نے صاف انکار کیا اور کہا کہ میں صرف حکم خدا وسنت نبوی پر عمل کروں گا اس سے ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام خلافت شیخین سے راضی نہ تھے اور نہ انکو اولی الامر سمجھتے تھے اگر آپ ایسا سمجھتے تو فوراً اس شرط کو قبول کر لیتے جیسا کہ خلیفہ سوم نے کیا۔

محی الدین:۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہ ایسے شجاع و دلیر تھے تو آپ نے سکوت کیوں کیا۔

علی رضا:۔ مدارج النبوۃ میں روایت ہے کہ بوقت رحلت جناب سرور کائنات نے حضرت علی کو بلایا جب حضرت علیؑ آئے اور حضرت رسول خدا نے سر انور کو اپنے زانوئے مبارک پر رکھا تو حضرت نے فرمایا کہ اے علی فلاں یہودی کے اس قدر درہم میرے ذمہ ہیں جو واسطے تجہیز وتجھیز لشکر اسامہ کے میں نے قرض لئے تھے ضرور اس کا حق میرے ذمہ سے ادا کرنا اور اے علیؑ تم اول وہ شخص ہو گے کہ کنارہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچو گے اور بعد میرے مکروہات تمہیں پہنچیں گے تم کو دل تنگ نہ ہونا چاہیے اور صبر کرنا مناسب ہے اور جب تم دیکھو کہ لوگوں نے دنیا اختیار کی ہے تمکو آخرت اختیار کرنی چاہیے۔

محی الدین: - ممکن ہے کہ حضرت علی اس خلافت سے ناراض ہوئے ہوں مگر حضرت عمر نیک نیتی سے بوقت کمیٹی یہ باور کرتے ہوں کہ حضرت علیؑ ناراض نہ ہوں گے۔

علی رضا: - ماشاء اللہ! تم حضرت عمر کو ایسا بھولا بھالا سمجھتے ہو کہ بجائے خود اتنا قیاس نہ کر سکے ہوں کہ جس شخص کو ابھی نبی علیہ السلام نے مجمع عام میں مولائے مومنین قرار دیا ہے اسکو دوسرے شخص کے امیر المومنین ہونے سے کچھ گراں ہوگا؟ یہ کہکر تو تم حضرت عمر کی ساری مدبری اور دور اندیشی میں دھبہ لگاتے ہو اور بفرض محال اگر ایسا خیال تھا تو کسی آدمی کو بھیجکر جناب امیر اور جناب عباس کے ووٹ منگوا لینے کی کیوں جرات نہوئی دونوں حضرات کہیں دور دبیں نہ تھے۔

محی الدین: - لیکن حضرت عمر کی بے نفسی تو اسی سے ثابت ہے کہ باوجودیکہ حضرت ابوبکر نے آپ کو پروپوز کیا تھا مگر آپ نے اپنے لیئے اس وقت خلافت نہ لی اور حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر خود بیعت کر لی۔

علی رضا: - بھائی یہ بالکل ہٹہ بازی تھی حضرات ابوبکر اک ضعیف آدمی بالکل حضرت عمر کے ہاتھ میں تھے اور حضرت عمر "درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند" کی چال چلتے تھے اس وقت لوگوں کے دکھلانے کو ایسا کیا لیکن بعد خلافت تو حقیقتاً حضرت ہی سب کچھ تھے سر سید احمد خان کا قول ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت کا زمانہ تو شمار ہی نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ درحقیقت وہ زمانہ بھی حضرت عمر ہی کی خلافت کا تھا (سیرۃ الفاروق طبع اول صفحہ (۸۰) طبع ثانی صفحہ اول۔

اگر حضرت علی علیہ السلام نے بوقت خلافت ثلثہ تائید اسلام کی تو کیا اس سے ایجاب خلافت سمجھا جائے گا؟

محی الدین: - مگر مجھے بہ تحقیق معلوم ہوا ہے کہ خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ برابر صلاح مشورے میں خلفائے ممدوحین کے شریک ہوتے تھے اور اکثر مہمات میں ساتھ دیتے تھے بلکہ مجھے یاد آتا ہے کہ ایک غزوہ میں آپ نے اپنے پارہ جگر فرزند دلبند حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ساتھ کر دیا تھا تب اس سے بڑھ کر آپ کی رضامندی اور ایجاب کا ثبوت خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت سے اور کیا ہو سکتا ہے۔

علی رضا: - اس موقع پر تم نے تفصیلی واقعات بیان نہ کیئے ورنہ میں ہر ہر واقعات کی حقیقت اور روداد سے تمکو دکھلا دیتا کہ ایسے ایسے موقعوں پر جناب امیر علیہ السلام نے حقیقتاً دین اسلام کی حمایت فرمائی ہے اور نہ کسی کا ساتھ دیا ہے اور نہ کسی ناجائز امر کا ایجاب کیا ہے۔ لیکن بایں ہمہ جیسا تم نے مجمل سوال کیا ہے میں بھی مجمل جواب دیتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ یہی جواب تفصیلی امور کے لیئے بھی کافی ہوگا۔ لیکن قبل اسکے کہ میں تمہاری بات کا جواب دوں پہلے ایک فرضی امر پیش کرتا ہوں معاف کرنا۔

فرض کرو کہ تمہارے والد بزرگوار نے ایک بڑی عالیشان مسجد تعمیر کی تھی اور اس کے مصارف کے لیے جائداد کثیر المنفعت وقف کر دی تھی اور علی رؤس الاشہاد سب اقران برادران کے سامنے تمکو اس کا متولی مقرر کیا تھا مگر کہدیا تھا کہ جو شخص تم سے مخالفت کرے اس سے خدا سمجھے۔ لیکن تمہارے بھائی کی چالبازی سے تمہارے

والد تمہاری تقرری کو ضبط تحریر میں نہ لاسکے اس لئے بعد تمہارے والد کے تمہارے بھائی نے دھوکہ دھڑی اور فریبی ترکیبوں سے مسجد پر دخل کر لیا اور حیلہ املاک کے خود ساختہ متولی بن بیٹھے اور تم نے اس بارے میں جو مقدمہ دائر کیا تو دنیا کی دیوانی عدالت سے مقدمہ تمہارے خلاف فیصل ہوا اور اس لئے تمہارے بھائی خود ساختہ متولی مستقل ہو گئے اب فرض کرو کہ اس کے بعد وہ مسجد بے مرمت ہو گئی تو کیا تم مسجد کی مرمت سے کبھی انکار یا پسپائی کرو گے ؟ خدانخواستہ اگر کوئی شخص غیر مذہب والا اس مسجد کو منہدم کر کے اس مقام پر کوئی صنم خانہ بنانا چاہے تو تم اپنی جان و مال و متاع کو اس مسجد کی حمایت کے لئے صرف کرنے میں کبھی دریغ کرو گے ہرگز نہیں ! یا فرض کرو کہ وہی متولی خود ساختہ تمہارے بھائی اس مسجد میں ایک حوض نمازیوں کے غسل و وضو کے لئے بنواتے ہوں لیکن اس مسئلہ سے ناواقف ہوں کہ پانی طاہر و مطہر رہنے کے لئے حوض کا طول و عرض و عمق کس قدر ہونا چاہئے تو کیا تم اپنے علم سے اس کو واقف کر کے شرعی طول و عرض و عمق کا پیمانہ بتلا نہ دو گے جس میں حوض میں پانی طاہر و مطہر بمقدار کافی رہ سکے ؟

کیا ان سب امور میں تمہارے مشورہ دینے یا مسجد کی حفاظت و حمایت کرنے سے تمہارے بھائی کی تولیت ناجائز پیش خدا و رسول صلعم جائز ہو جائے گی ؟ کیا ان باتوں سے تمہارا ایجاب ان کی تولیت کی نسبت سمجھا جائے گا اور تمہارے حق میں استاپل ہو جائے گا ؟ ہرگز نہیں - بھائی یہ سب امور خیر جتنے تم کرو گے وہ اپنے لئے کرو گے اور اگرچہ ممکن ہے کہ اس میں ظاہرا تمہارے بھائی کی تائید ہو جائے - لیکن حقیقتاً تم ان سب کارروائیوں میں اپنا فرض منصبی ادا کرو گے اسی طرح سمجھ لو کہ بعد جناب رسول مقبول کے دین اسلام کی حمایت ہر مسلمان پر مثل حفاظت و حمایت مسجد کے واجب تھی اس لئے جب جب اسلام میں کسی خرابی کا خوف ہوا اور ترمیم کی احتیاج ہوئی تو حضرت علی علیہ السلام فوراً اسکی اصلاح کے لئے مستعد ہو گئے اور جب اس دین پر کوئی حملہ ہوا تو خود مع فرزندان علیہم السلام اس کی حمایت کی لئے کھڑے ہو گئے اور جب جب بوجہ جہل مسائل کے احکام خلاف شرع جاری ہونے لگے تو حتی الامکان اسکو روکا اور صحیح احکام شریعہ سے آگاہ کر کے حتی الامکان ان کا نفاذ کرایا ان کارروائیوں سے نہ تو آپ نے خلفاء ثلثہ کی ذاتی حمایت کی اور نہ ان کی خلافت ناجائز کو ایجاب یا تسلیم کیا بلکہ جو کچھ آپ نے کیا وہ محض قربتہً الی اللہ واسطے ترقی دین اسلام کے کیا اور خلفاء ثلثہ کی خلافت سے اپنی نارضامندی کا برابر اظہار و اعلان کرتے رہے جیسا ابھی میں تفصیل بیان کر چکا ہوں اعادہ کی احتیاج نہیں اور ذاتی امور میں طرفین کا طرفین سے جو خیال تھا وہ اس سے ظاہر ہے کہ تاریخ اعثم کوفی چھاپہ دہلی میں بصفحہ ۲۱۱ لکھا ہے کہ جب حضرت عمر نے انتقال کیا تو قبل اس نے صہیب ابن سنان سے یہ کہکر نماز جنازہ پڑھنے کے لئے کہا کہ بجز تجھی کو نماز جنازہ پڑھنے کی وصیت ہے اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر کو اس کا یقین کامل تھا کہ حضرت علی مرتضیٰ اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھائیں گے ورنہ ابتدائے اسلام سے آج تک ہر مسلمان کی فطرتاً یہی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے جنازہ کی نماز خاندان رسول میں جو سب سے اچھا ہو وہ پڑھائے تب حضرت علی اور حضرات حسنینؑ کے ہوتے حضرت عمر کی یہ وصیت کہ ان کے جنازے کی نماز ایک شخص غیر صہیب ابن سنان پڑھائے - نہایت تعجب خیز معلوم ہوتا ہے - ہاں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عمر صہیب ابن سنان کو ان بزرگوار دل کی

سے بھی اچھا سمجھتے تھے اس سے بھی طرفین کی دلی فیلنگ کا پتہ خوب مل جاتا ہے۔ المختصر واقعہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عمر کے جنازے کی نماز صہیب ابن سنان نے پڑھائی اور حضرت علی مرتضیٰ ان کی نعش کے نزدیک نہیں گئے پس اس سے سمجھ لو کہ حضرت علی مرتضیٰ حضرت عمر کو کیسا سمجھتے تھے اور جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کو تو حضرت شیخین نے کچھ ایسا ہی صدمہ پہنچایا تھا کہ اس معصومہ نے وصیت کی تھی کہ یہ لوگ میرے جنازے پر نہ آئیں چنانچہ وہ لوگ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کی تجہیز و تکفین و تدفین میں شریک نہ ہوئے۔

المختصر ان واقعات سے خیال کر لو کہ ذاتی امور میں طرفین مرتے دم تک طرف دیگر کو کیسا سمجھتے رہے بعدہ تمکو اختیار ہے چاہو حضرات شیخین کے ساتھ رہو چاہو حضرات اہلبیت طاہرین علیہم السلام کا دامن تھامو دونوں طرف داتا کی جے کہنے سے کچھ نہ ہو گا جیسا کہنے والے نے کہا ہے ؎

دو رنگی چھوڑ دے اک رنگ ہو جا سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

اب میں نے واقعۂ خلافت اور الیکشن کو پوست کندہ تمہارے سامنے بیان کر دیا اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اس الیکشن میں حرفت ہوئی یا نہیں؟ اور آیا انتخاب جائز طور پر ہوا یا نہیں۔

محی الدین:۔ اس کا جواب کل دوں گا۔

یہ کہکر محی الدین نے جناب مولوی عطا اللہ خاں صاحب بہادر کی لائبریری میں جا کر دونوں امور کی تحقیق کی تو صحیح پایا۔ یعنی واقعۂ غدیر کا جس قدر علی رضا نے کہا تھا سچ تھا اور آیہ یا ایہا الرسول بھی واقعی بعد حجۃ الوداع کے نازل ہوا تھا جب محی الدین شب کے وقت آرام کرنے کو گیا تو اس کو یہ سماں نظر آیا۔

شہزادۂ نور ایمان۔ کس شان سے آتا ہوں کوئی روک کے دیکھے
دعوے ہو کسی کو تو مجھے ٹوک کے دیکھے

قلعہ کی پانچوں کھائیوں کے اس پار اسپ صبا رفتار پر سوار

حضرت دل:۔ (تعصب سے) دیکھ یہ وہی شہزادہ ہے۔ کیا صورت ہے کیا تجمل ہے۔ کیا عنفوان شباب ہے۔ ہائے ایسا شہزادہ مجھ گمنام کی قلعہ بندیوں سے مجھ تک نہ پہنچے اور میں رات دن اس کے لئے تڑپا کروں۔

تعصب:۔ آپ بھی کیا مہمل ہیں۔ شہزادہ اچھا ہے تو ہو ایک پرائے شخص کو اپنے قلعہ میں آنے دینے کا نفع کیا ہے۔ غور تو کیجئے کہ اس کے آتے ہی کیسا کیسا انتشار پیدا ہو جائے گا۔

زبان:۔ ہاں بیٹا سچ کہتا ہے۔ یہ میاں مٹھو تو یوں ہی ٹیں ٹیں کرتے ہیں۔ دور اندیشی تو ان میں ذری چھو بھی نہیں گئی۔ مگر خیر تم گھبراتے کیوں ہو۔ میری فوج کٹ گئی تو کیا ہوا ابھی پانچ کھائیاں کیسی گہری ہیں کہ اللہ کی پناہ پہلے ان کھائیوں کو تو پار ہو لے تب مجھ تک پہنچے گا تم گھبراؤ نہیں دیکھو وہ کیسا منہ کے بل گرتا ہے۔

تعصب روحی لک الفدا۔

دوسرے روز علی رضا محی الدین کے مکان پر گیا بعد صاحب سلامت

علی رضا:۔ کیوں بھائی کوئی رائے قائم کی

محی الدین:۔ ہاں بھائی میں نے رائے قائم کی میرے نزدیک اس الیکشن میں جو ہوا وہ اچھا ہوا ہمارا اتفاق

ہمارا منہ نہیں کہ ہم اسکو بُرا کہیں۔
علی رضا:۔ ماشاء اللہ کتنا ہی کہو، کتنا ہی بتاؤ۔ مگر پھر وہی مرغ کی ایک ٹانگ خیر بہر کیف میں ذرا دلیل بھی سن لوں۔

پہلی کھائی یعنی خلفائے ثلثہ جناب رسولِ خدا کی صحبت پاکر کیوں بگڑے؟

محی الدین:۔ بھائی جس قدر تم نے کہا وہ سب صحیح بھی ہو تب بھی میں کیونکر یقین کرسکتا ہوں کہ جو لوگ رسول کے ایسے یارِ غار ہوں کہ ہر وقت جان نثار پر کمر باندھے رہے ہوں۔ جنہوں نے اک زمانہ تک صحبت رسول صلعم اٹھائی ہو ان پر رسول اللہ کی صحبت کا اتنا بھی اثر نہ ہوا کہ ان کو حق تلفی اور فریب کاری سے روکے؟ ایسا ماننا تو رسول پر دھبا لگانا ہے۔

شہزادۂ نورالایمان:۔ یا حیدر کرار پہلی کھائی پار

علی رضا:۔ بھائی تواریخ سے تو ثابت ہوتا ہے کہ نفسانیت میں لوگوں نے کیا کچھ نہیں کیا دعوئے خدائی تک کر بیٹھے ہیں اور تم یہ کہتے ہو کہ صحابہ کے افعال سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دھبا لگتا ہے تو یہ بالکل بے بنیاد ہے۔ بڑی بھاری مثال پیا پیر تو شیطان کی موجود ہے ہزاروں برس مقرب بارگاہ احدیت رہا مگر ذرا سی نفسانیت میں ایسا بگڑا کہ مردود ازلی وابدی ہو گیا۔ ہاروت ماروت کیسے ملائک مقرب تھے لیکن دنیا میں آکر بگڑ گئے تو کیا تم کہو گے کہ ان سبھوں کے مردود ہو جانے سے نعوذ باللہ ذات باری تعالیٰ پر کچھ دھبا آتا ہے باعتبار دنیا کے بھی دیکھو کہ حضرت نوح کے بیٹے آپ کی صحبت پائے ہوئے تھے آخر بگڑ گئے۔ اس سے حضرت نوح کا کیا بگڑا؟ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کی صحبت پاکر اور نور قدرت دیکھ کر گوسالہ پرستی کی حضرت موسیٰ پر کیا الزام؟ باعتبار تواریخ متاخرین بھی دیکھ لو کہ بیرام خان خانان کیسے جلیل القدر عہدہ دار بلکہ افسر دربار اکبر تھے مگر آخر بگڑ گئے۔ اس سے اکبر پر کیا الزام؟ حال کی بات ہے کہ سلیمان پاشا باوجود سابق کی نمک خواریوں کے لالچ میں آکر زار روس سے مل گئے اس سے سلطان المعظم عبد الحمید خاں کا کیا قصور؟ علاوہ ان مثالوں کے دو بڑے حسرتناک واقعے اس خاندان کے تمہارے کل اعتراضات و شبہات کو رفع کر دیتے ہیں۔ ذرا بغور خیال کرو یعنی دربارہ جناب امام حسن کے جناب رسول مقبول نے فرمایا کہ خدایا دوست رکھتا ہوں اسکو پس دوست رکھ تو اسکو جو دوست رکھے اس کو اور دربارہ حضرت علی علیہ السلام کے فرمایا انا علی منی وانا منہ یعنی علی مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں اور دربارہ حضرت علیؑ اور ان کی اولاد پاک کے فرمایا انا حرب لما حاربہم وسلم لمن سالمہم یعنی مجھے جنگ ہے اس شخص سے جو جنگ کرے ان لوگوں سے اور ہم کو صلح ہے اس شخص سے جو صلح رکھے ان لوگوں سے اور ابن عمر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں دخلت مع عمتی عائشۃ وسالت ای الناس کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قالت فاطمۃ فقلت من الرجال قالت زوجہا یعنی میں ساتھ اپنی پھوپھی کے عائشہ کے پاس پہنچا اور سوال کیا کہ رسول خدا کے نزدیک محبوب تر کون شخص تھا حضرت صدیقہ نے فرمایا کہ فاطمہؑ اور جب پوچھا کہ مردوں میں کون محبوب تر تھا آپ نے فرمایا کہ شوہر

اس کا (یعنی علی مرتضیٰ علیہ السلام)۔ یہ سب حدیثیں اور روایت کتاب مشکواۃ المصابیح باب مناقب میں موجود ہیں لیکن دیکھا جاتا ہے کہ انہیں حضرت عائشہ نے انہیں حضرت فاطمہ کے پیارے فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ حضرت کی نعش مبارک کو پہلوئے مزار مبارک جناب رسول مقبول میں دفن ہونے نہ دیا اور ایسی سخت مزاحمت کی کہ اگر جناب امام حسین علیہ السلام تحمل نہ فرماتے تو نوبت جدال و قتال کی پہنچتی اس لئے ہمارے امام مظلوم کی لاش گورغریباں میں بمقام بقیعہ دفن ہوئے۔ چنانچہ سنیوں کی معتبر اور مستند مصنف نے تاریخ اعثم کوفی میں بصفحہ ۳۴۶ مطبوعہ دہلی یوں لکھا ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام نے انتقال کیا تو سعید بن عاص مدینہ کے حاکم نے عائشہ کے پاس اطلاع کی کہ جنازے کو وہاں دفن ہونے دو۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ اونٹ پر سوار ہو کر اور کسی قدر عثمانی گروہ کے آدمی لیکر روکنے میں مشغول ہوئیں شیعوں میں سے بھی بعض نے للکارا کہ اے عائشہ ایک دن تو اونٹ پر سوار ہو کر لڑنے نکلی تھی اور آج اونٹ پر بیٹھ کے پیمبر کے نواسے کا جنازہ روکتی اور اسے اپنے نانا کے پہلو میں دفن نہیں ہونے دیتی ہے اس وقت آدمیوں کے دو گروہ ہو گئے کچھ عائشہ کے طرفدار بن گئے اور قریب تھا کہ تلوار چل جائے امام حسینؑ نے حسب وصیت اپنے مقدس بھائی کا لاشہ دادی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کے پاس دفن کر دیا اور بعضوں کے قول سے یہ بھی ثابت ہے کہ اس نعش مبارک پر تیر برسائے گئے اور وہی حضرت عائشہ بمقام بصرہ جنگ جمل میں واسطے مقابلہ حضرت علیؑ کے کھلے میدان خود بہ نفس نفیس ناقہ پر سوار ہو کر میدان جنگ میں تشریف لائیں اور محاربہ کیا یہ واقعات ایسے مشہور و معروف ہیں کہ سند کی احتیاج نہیں جن جن کتابوں میں واقعات خلافت جناب امیر علیہ السلام لکھے ہیں دیکھ لو۔ الغرض جب جناب حضرت عائشہ جن کو شب و روز شرف صحبت جناب رسول مقبول حاصل تھا اور جو حضرت کے برتاؤ کو ساتھ اپنے معزز داماد اور پیارے نواسوں کے روزمرہ ملاحظہ فرماتی تھیں عورت ذات ہو کر ایسی خلاف مروت و خلاف تہذیب بلکہ خلاف فطرت (اس لئے کہ عورتیں میدان جنگ کے لیئے پیدا نہیں ہوئی ہیں) کارروائی فرمائی اور اقوال و افعال جناب رسول مقبول پر کچھ اعتنا نہ کیا تو اصحاب بیرونی میں جن میں ایک حضرت عائشہ ہی کے پدر بزرگوار اور دوسرے حضرت عمر تھے جن کی سنگدلی اور درشت مزاجی شہرۂ آفاق ہے۔ اگر غدیر کی کارروائی کو بھلا دیا اور مولائے مومنین کو مجبور کر کے خود تخت خلافت پر جلوس فرما ہوئے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے یعنی جب جناب رسول مقبول کے وعظ و پند کا اثر خود حضرت کی بی بی پر اتنا ہوا کہ ان کو علانیہ میدان جنگ میں حضرت علی علیہ السلام سے محاربہ کرنے میں روکے تو حضرت کے خسر صاحبان کو تخت خلافت حضرت علیؑ سے بطور چراغ گل اور پگڑی غائب کے لے لینے میں کونسی بات مانع تھی؟ پس جیسا حضرت عائشہ کی کارروائیوں سے جناب رسول مقبول پر کوئی دھبہ نہیں آ سکتا ویسا ہی ان حضرات کی کارروائیوں سے جناب رسول مقبول پر یا اُن کے وعظ و پند پر کوئی الزام نہیں ہو سکتا اور اگر یہ کہو کہ حضرت عائشہ عورت ذات تھیں وہ مراتب جناب امیر علیہ السلام سے واقف نہ تھیں۔ یا ان پر جناب رسول مقبول کے وعظ و پند کا اثر ہونا ضروری نہیں ہے تو میں کہتا ہوں کہ اسی جنگ جمل میں حضرات طلحہ و زبیر جن کو آپ عشرہ مبشرہ میں داخل سمجھتے ہیں موجود تھے۔ کیا ان کو جناب رسول نے یہی تعلیم کی تھی کہ تم میرے معزز داماد

لشکر کشی کیجیو؟ کیا انھوں نے وعظ میں کبھی نہ سنا تھا کہ جو علی کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے۔
اور جو میرا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے؟ کیا یہ لوگ لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ سے بالکل ناواقف تھے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ آل نبی اور اولاد علیؑ سے لڑنا اور مخاصمہ کرنا تو اہل سنت جماعت کے پیشوا لوگوں ہی کا کام تھا اس لیئے اس بارے میں جناب رسول خدا پر الزام غلط ہے میں کہتا ہوں کہ ہدایت پانا اور راہ راست پر آنا بالکل قسمت کی بات ہے۔ اچھوں کی صحبت سے کچھ ضرور نہیں کہ ہر شخص اچھا ہو جائے بلکہ قرآن مجید میں پروردگار عالم نے جناب رسول مقبول سے یہاں تک فرمایا ہے کہ صحبت تو در کنار، کچھ ضرور نہیں کہ جس کو تم چاہو وہ ہدایت پائے البتہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے راہ راست پر لے جاتا ہے دیکھو پارہ بستم سورۂ قصص انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاءُ و ھو اعلم بالمھتدین پس جب باوجود چاہنے جناب رسول مقبولؐ کے ہر شخص نے خواہی نخواہی ہدایت نہیں پائی تو مجرد صحبت یا حضرت کے وعظ و پند سننے سے راہ راست پر آنا اور اسپر قائم رہنا اور عاقبت بخیر ہونا ہر شخص کا کیونکر یقینی ہو سکتا ہے خود حضرت عمر کی سیرت اور سرشت کو دیکھیئے یہ تو آپ سن چکے کہ قبل اسلام کے حضرت عمر رسول خدا صلعم کی ایذا رسانی میں اشد الناس تھے اور ابوجہل سے کم نہ تھے (دیکھو کتاب سیرۃ الفاروق صفحہ ۱۹ و ۲۰) اب بعد اسلام اور بعد حصول شرف صحبت رسول صلعم کے حضرت عمر کی ایک حرکت سنیئے۔
کتاب اصابہ میں بصفحہ ۸۳ ایک حدیث مرقوم ہے کہ جب حضرت رقیہ زوجہ حضرت عثمان نے جو آنحضرت صلعم کی بیٹی مشہور تھیں انتقال کیا تو آنحضرت صلعم بہت افسردہ تھے اور گھر کی عورتیں جو براہ ہمدردی آپ کے پاس جمع ہوئی تھیں حضرت رقیہ کے لیئے رو رہی تھیں حضرت عمر آئے اور ان عورتوں کو بمقابلہ جناب رسول خدا صلعم کے مارپیٹ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ جناب رسول مقبول کو روکنے اور منع کرنے کی نوبت آئی۔ حدیث مذکور کتاب مذکور کتاب مذکور میں بصفحہ ۸۳ یوں مرقوم ہے عن ابن عباس قال لما ماتت رقیۃ قال النبی الحقی بسلفنا عثمان ابن مظعون فبکت النساء علیٰ رقیۃ فجاء عمر ابن الخطاب فجعل یضربھن فقال النبی مہما یکن من العین ومن القلب فمن اللہ والرحمۃ ومہما یکن من الید واللسان فمن الشیطان۔
ترجمہ ابن عباس کہتے ہیں کہ جب رقیہ نے انتقال کیا تو حضرت رسول صلعم نے فرمایا۔ تو عثمان بن مظعون سے ملحق ہو جا پس عورتیں رقیہ کے لیئے رونے لگیں پس عمر ابن خطاب آئے اور سب عورتوں کو مارنے لگے آنحضرت صلعم نے فرمایا جو رونا آنکھ اور قلب سے ہوتا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور رحمت کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن جو رونا ہاتھ یا زبان سے ہوتا ہے وہ منجانب شیطان کے ہوتا ہے کتاب اصابہ من تمیز الصحابہ ملا حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیفات سے ہے جو شارح صحیح بخاری کے جس کا نام فتح الباری ہے۔ ملا صاحب بڑے پایہ کے عالم ہیں ان کی تحقیقات پر سب علمائے سنت گردن جھکا دیتے ہیں۔
اب ذرا غور کرو کہ حضرت عمر کو جناب رسول مقبول کی صحبت اور وعظ و پند کا بھی اثر ہوا تاکہ ان کو جناب رسول مقبول کے سامنے عورات ضعیف الخلقت شریف عورتوں کو مارپیٹ کرنے میں کوئی تامل نہوا اور اس حرکت کو انھوں نے خلاف انسانیت یا خلاف تہذیب یا خلاف داب سمجھا بلا! غور تو کرو اگر بلا تشبیہہ کسی گورنر جنرل کی بیچی

مرجائے اور جس وقت وہ غمگین و افسردہ بیٹھے ہوں اور ان کے گھر کی لیڈیاں اس لڑکی کے غم میں رو رہی ہوں اس وقت اگر گورنر صاحب کی کونسل کا کوئی ممبر گھر میں آکر عورتوں کو بیدھڑک مار پیٹ کرے تو سارے یورپ - ایشیا امریکہ کے اخبار والے اس ممبر کو کیا کہیں گے؟ کیا ایسے شخص سے بڑھکر کوئی شخص گستاخ بیہودہ ( ) سنگدل وحشی خیال کیا جا سکتا ہے؟ پس بھائی جس شخص کی فطرت میں کجروی اور سرشت میں درشتی اور سنگدلی ہو اسکو صحبت سے کیا اثر ہو سکتا ہے؟ زمین شور سنبل بر نیارد!!

ہاں اگر کوئی سبق لینا چاہے یا سبق لینا چاہتا وہ اللہ اسی حدیث سے ایک اعلیٰ سبق ملتا ہے یعنی جو برزگوار حق تعالیٰ کے مقبول ہوتے ہیں اور جنکی خلقت میں خلق عظیم ہے وہ کس تحمل سے سب بےعنو اپنوں کو برداشت کرتے ہیں جناب رسول خدا خود نہایت افسردہ اور غمگین بیٹھے ہوئے ہیں ان کے سامنے ایسی گستاخی ہو رہی ہے کہ ان کے گھر کی عورتیں پٹ رہی ہیں مگر قربان تحمل جناب سرور کائنات کے کہ کوئی خفگی ظاہر نہیں فرماتے ہیں بلکہ بکمال نرمی فرماتے ہیں کہ جو رونا آنکھ اور قلب سے ہوتا ہے وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے دوسرا کوئی معمولی مزاج کا آدمی ولی بھی ہوتا تو اس کا ہاتھ کفش کی طرف بڑھتا اور اگر دوسرا شخص خود حضرت عمر کے سامنے ایسی گستاخی کرتا تو آپ مارے غصہ کے بھوت ہو جاتے اور اسکی کھال کھینچ لیتے!!

دوسری کھائی یعنی بوقت خلافت اول حضرت علیؑ نے کیوں سکوت کیا اور معرکۂ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کیوں لڑے

محی الدین:- خیر بہرکیف اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ حضرت علیؑ سا دلیر جو امرد بہادر جنھوں نے جنگ خیبر و بدر و حنین فتح کی اور سینکڑوں غزوے سر کئے اگر یہ الیکشن ناجائز ہوتا تو اس وقت ایک حملہ میں توڑ دیتے اپنی کے فرزند ارجمند جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنا گھر بار لٹا دیا خود شہید ہوئے مگر یزید کی بیعت نہ کی پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کیا ہوا کہ باوجود ناجائز ہونے اس الیکشن کے جیسا کہ تم کہتے ہو ساکت رہے؟ حضرت چاہتے تو ایک آن میں سارا زور توڑ دیتے بلکہ طبقہ الٹ دیتے پس حضرت کا سکوت فرمانا صاف دلیل اس بات کی ہے کہ یہ الیکشن صحیح تھا اور حضرت صدیق اکبر خلیفہ برحق تھے۔

شاہزادہ نور ایمان:- یا امیر خیبر گیر دستم بگیر دوسری کھائی پار۔

علی رضا:- الحمد للہ کہ آپ کی اس پرجوش تقریر نے ہمارے ہیڈل کے نمبر ۹ کو بخوبی ثابت کر دیا یعنی یہ آپ کا مقبولہ ہوا کہ حضرات ثلثہ باہم متفق ہو کر حضرت علی کی مخالفت پر تل جاتے تو بھی حضرت علی بوجہ اپنی شجاعت اور دلاوری کے آن کی آن میں سارا زور توڑ دیتے اس سے فی البدایہ یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت علیؑ علیہ السلام شجاعت اور دلاوری میں ان حضرات سے فرداً فرداً بدرجہا زیادہ تھے - یہ تو علوم متعارفہ ہے کہ اگر ایک چیز چند چیزوں کے مجموعہ سے زیادہ ہو گی وہ ہر ایک فرد سے بہت زیادہ ہو گی- پس اس سے حضرت علی علیہ السلام کا اشجع الخلفا ہونا تمہارے قول سے بھی ثابت ہوتا ہے لیکن حضرت علی علیہ السلام کے سکوت

سے جو آپ جواز خلافت خلفاء ثلثہ ثابت کرنا چاہتے ہیں اس پر میں اتفاق نہیں کر سکتا غور کیجیے کہ حق تعالیٰ جل جلالہ کی طاقت کے مقابلہ میں حضرت علی کی طاقت کسی حساب میں نہیں ایسا قادر مطلق کہ جس کے ایک لفظ کن سے ساری دنیا قائم ہو گئی اور ایسا قہار برحق کہ ایک صدائے صور اسرافیل میں دنیا تو ایک طرف ثوابت و سیارہ آفتاب و ماہتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اگر ہوا کو حکم دے تو ایک آن میں دنیا برباد۔ اگر پانی کو اشارہ کرے تو طرفۃ العین میں ہمالہ پہاڑ کی اونچی چوٹی غرق آب۔ اگر بجلی کو امر فرما دے تو ایک دم میں سارا جہان سوخت۔ لیکن اس پر بھی روز ہزاروں عصیان لاکھوں فسق و فجور ہوتے ہیں جائیں معرض تلف ہوتی ہیں اس کے احکام کی توہین کی جاتی ہے کیسے کیسے اسکے پیارے بندے قتل ہوتے ہیں حتیٰ کہ اکثر مٹی کے پتلے اسی معبود برحق سے دعوے تقابل کر بیٹھے ہیں۔ لیکن اس پاک بے نیاز نے کبھی اسکی پروانہ کی اتنا بھی نہ کیا کہ صرف رعد ہی کو حکم فرما دے کہ تو زبان فصیح میں کڑک کر ان کج نہادوں سے کہدے کہ دیوانے نہ بنو اپنی حقیقت خود سمجھو۔ تم خاک سے پیدا ہوئے اور خاک میں مل جاؤ گے۔ اسپر اور مزہ یہ کہ یہ "عصیان در رزق بر کس نہ بست"۔ پس بقول تمہارے تو خداوند عالم کے سکوت سے لازم آتا ہے کہ کوئی گناہ گناہ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ شریک بھی عصیان نہیں

محی الدین۔ بھئی خدا کی مثال کی یہی نہیں وہ قادر مطلق ہے جو چاہے کرے اس نے تو پارہ چہارم سورہ آل عمران میں فرمایا ہے انما نملی لہم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مھین یعنی ظالموں کو ڈھیل دیتے ہیں جہاں تک کر سکیں ظلم کریں ہم روز حساب سمجھ لیں گے۔ ہم بذریعہ اپنے رسول کے صرف خبر کر دیں گے کہ آئندہ محبت نہ رہے پس تم کو چاہیے کہ انسانی مثال سے بہری تشفی کرو۔

علی رضا:۔ بہت خوب۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت علی سے ہر طاقت میں زیادہ تھے اور درگاہ کبریائی میں زیادہ اختیار بھی رکھتے تھے پس کیوں ابتدا ہی سے آپ نے اپنے کو رسول ظاہر نفرمایا کیوں ایک دن میں سارے کفار کو تہ تیغ نہ کر دیا؟ کیوں ہجرت فرمائی؟ کیوں غار میں چھپے؟ کیوں کفار مکہ سے صلح کر لی؟ اگر حضرت علیؑ سے شجاع کا غصب خلافت پر صبر و سکوت کرنا آپ محال سمجھتے ہیں تو جناب رسول مقبول سے قوی دل پیمبر کے خوف قریش سے غار میں چھپنے اور اپنے اہل و عیال کو دشمنوں میں چھوڑ کر گھر سے نکل جانے کو آپ محال تر سمجھیں گے لیکن واقعہ یہ ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے ہجرت فرمائی اور اسی میں مصلحت دیکھی اور اگر آپ بوجہ صبر و سکوت حضرت علی علیہ السلام کے یہ نتیجہ نکالیں کہ حقیقتاً خلفائے ثلثہ نے غصب خلافت ہی نہیں کیا اور اس دلیل سے واقعات زمانہ خلافت کو بالکل غلط مان لینے کو کہتے ہیں تو یہ ویسا ہو گا کہ ایک ہیرو کفار قریش کہے کہ نہ کفار نے جناب رسول مقبول پر کوئی ظلم کیا اور نہ حضرت نے ترک وطن کیا جس طرح تم کہتے ہو ویسا ہی وہ بھی کہیگا کہ ممکن نہیں کہ رسول مقبول سا قوی دل آدمی خوف جان سے غار میں چھپے اور اپنے عیال و اطفال کو چھوڑ کر اپنے شہر سے دوسری جگہ چلا جائے۔ مگر واقعہ تاریخی دونوں کی دلیلوں کو باطل کرتا ہے۔ علاوہ اسکے میرے اور آپ کے درمیان میں صرف یہ بحث ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ جناب امیرؑ نے تو جداری کیوں نہ کی اور میں کہتا ہوں کہ حضرتؑ نے صبر کیا۔ اب دیکھنا چاہیے کہ دونوں باتوں میں

کونسی بات مطابق سیرت نبوی ہے اور اسلام و اخلاق کس بات کی تعلیم کرتا ہے کیا ہمارے رسول نے صبر و تحمل کو لڑائی جھگڑے پر توفیق نہیں دی ہے؟ کیا حضرت کی شریعت صلح جو ہے یا جنگ جو؟ کیا بعثت رسول مقبول کا ایک باعث یہ نہیں ہے کہ اس وقت عرب کی قوم لڑتی رہتی تھی۔ اور اسلام و اسلام نے مثل آفتاب عالمتاب کے اپنی روشنی پھیلا کر صبر و آشتی کی تعلیم کی اور ان کے دلوں کو نور صبر و تحمل سے منور کر دیا۔ افسوس کہ آپ لوگ صبر کو بڑی چھوٹی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لیکن حق تعالیٰ اسی کو پسند فرماتا ہے جیسا کہ ان اللہ مع الصابرین فرمایا ہے آپ لوگ جناب امیرؑ کے فوجداری نہ کرنے پر جو چاہئے الزام دیجئے۔ لیکن ہمارے مولانا نے اسی صبر کے بدولت بڑا درجہ پایا ہے جیسا کہ حق سبحانہ تعالیٰ عز شانہ سورۂ ہل آتی میں جو بقول فریقین جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہوا ہے فرماتا ہے وجزاھم بما صبروا جنۃ وحریرا متکئین فیھا علی الارائک لایرون فیھا شمسا ولا زمھریرا۔ یعنی بعوض صبر کرنے کے حق تعالےٰ نے انکو باغ جنت اور حلہ فردوس عطا فرمایا۔ جہاں وہ تخت مرصع پر تکیں ہوئے اور ایسی جگہ پہنچے جہاں نہ آفتاب کی سخت گرمی ہے اور نہ زمہریر کی سخت سردی ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ جناب امیرؑ نے تخت خلافت کے چھن جانے پر جو صبر کیا بہت خوب کیا کہ اس کے عوض میں باغ جنت او رحلہ فردوس پایا اور تخت مرصع پر جلوہ افروز ہوئے کیا اب بھی آپ فرمائیں گے کہ جناب امیرؑ کو لازم تھا کہ خیال عقبیٰ کو برطرف کر کے ضرور فوجداری کرتے؟ قطع نظر احکام شریعت اور اجزاے صبر کے میں کہتا ہوں کہ اس وقت بھی اخلاقاً و عرفاً شرفا فوجداری سے پرہیز کرتے ہیں اور جو زمیندار یا تعلقہ دار فوجداری سے درگذر کرتے ہیں وہ پیش حکام ممدوح سمجھے جاتے ہیں بلکہ خطاب پاتے ہیں۔ لیکن آپ لوگ مصدر اخلاق و احسان منبع عزت و وقار یعنی حضرت علی مرتضیٰؑ کو نہ معلوم کیا سمجھے ہیں کہ حضرت پر بار بار یہی فرمائش ہے کہ حضرت فوجداری کرتے اور اگر لوگ بوجہ فوجداری نہ کرنے کے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت کا حق ہی نہ تھا تو اس نتیجہ سے دروازہ عدالت کا اسی وقت بند ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر ایک شخص دوسرے شخص کا مکان غصباً و تغلباً دخل کر کے اور شخص آخر فوجداری نہ کر کے مقدمہ عدالت میں رجوع کرے تو آپ لوگ تو یہ کہکر کہ اگر تمہارا حق ہوتا تو ہم ضرور فوجداری کرتے اس کا مقدمہ ہی ڈسمس کر دیجئے گا کیونکہ آپ لوگوں کے نزدیک حق و ناحق کا مدار فوجداری پر ہے عدالت کوئی چیز نہیں لیکن میں اس کو پسند نہیں کرتا

محی الدین:۔ تو ان باتوں سے تم کیا ثابت کرتے ہو؟

علی رضا:۔ ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے انتظام دنیاوی میں اکثر مصالح دنیاوی کا لحاظ فرمایا ہے یہاں تک کہ قرآن مجید میں چند ایسے احکام ہیں جو ایک وقت صادر ہوئے وہ دوسرے وقت کسی مصلحت سے منسوخ کیے گئے چنانچہ سورۂ قل یا ایھا الکافرون کی آخر آیت لکم دینکم ولی دین بعد نزول سورۂ برات کے منسوخ سمجھی جاتی ہے ایسا ہی حضرت رسول مقبول نے کیا اور ایسا ہی حضرت کے نائب نے بھی کیا۔ یعنی حتی الامکان اپنے حقوق کا اعلان و اظہار کیا اور اپنا حق طلب کیا جب لوگوں نے نہ مانا تو سب بات کو حوالہ بخدا کر کے سکوت کر بیٹھے۔

محی الدین :- تو حضرت علیؓ نے سکوت میں کیا مصلحت دیکھی۔
علی رضا :- حضرت نے دیکھا کہ خلیفہ ثانی کا فقرہ چل گیا۔ گروہ کے گروہ اُدھر متوجہ ہو گئے۔ تین حضرات جو رسول مقبول کے وقت میں ایک حیثیت رکھتے تھے آپ کی حق تلفی پر تل گئے حضرت عائشہ جن کو حرم رسول اللہ میں دخل تھا اپنے والد کی فطرتی طرفدار ہو گئیں اب رہ گئے کون کہ ایک حضرت عباس اور دوسرے چند بنی ہاشم! اس پر گھر کی یہ کیفیت کہ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کو فراق پدر میں دم بھر قرار نہیں دو بچے حسنؑ اور حسینؑ علیہما السلام ابھی مدد کے قابل نہیں پس میں تم ہی سے دریافت کرتا ہوں کہ اس جماعت ضعیف وقلیل کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کو اس وقت مناسب تھا کہ انبوہ کثیر سے بذریعہ طاقت انسانی مقابلہ کرکے خانہ جنگی پھیلاتے اور مقابلہ کرتے؟ اور اگر تم کہو کہ نتیجہ جو کچھ ہوتا حضرت علی علیہ السلام کو واجب تھا کہ لڑ مرتے تو تم کو یہ کہنا بھی لازم ہوگا کہ نتیجہ جو کچھ نکلتا جناب رسول مقبول کو ضرور تھا کہ مکہ ہی میں لڑ مرتے غار میں نہ چھپتے اور نہ گھر بار چھوڑ کر ترک وطن کرتے لیکن میں کہتا ہوں ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن کہ جاہا سپر باید انداختن

یہ عجیب طرح کی بات ہے کہ ہمارے نبیؐ نے تو اس میں بڑا نام کیا کہ عرب سی جنگجو قوم کو صلح و آشتی کی راہ بتائی اور آپ لوگوں کی فرمائش ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے کیوں جنگ و جدال و خونریزی نہ کی اور کیوں اپنے کو تہلکہ میں نہ ڈالا! اچھا بہرکیف ہم کہاں تک سمجھائیں ذرا خوب غور کرو گے تم خود کہو کہ بعد کارروائی سقیفہ اور بیعت کرنے متعدد اشخاص کے جناب امیر علیہ السلام کو بصورت ناجوازی خلافت خلیفہ اول کے واقعی کیا کرنا لازم تھا؟ حضرت واقعی کیا کرتے۔
محی الدین :- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی کے ساتھ دینے یا نہ دینے کی مطلق پروانہ کرکے ایکدم ذوالفقار میان سے کھینچکر نعرۂ اللہ اکبر کہکر درانہ دارالامارۃ میں گھس پڑتے اور ایک ضربت حیدری میں حضرت عمر کا کام تمام کرکے تخت خلافت کو حضرت ابوبکر سمیت الٹ دیتے اور حضرت عثمان کو شہر بدر کرکے خود تخت خلافت پر بیٹھ جاتے۔
علی رضا :- بھائی کیا تمہارے مذہب کے علما و عقلا کی بھی یہی رائے ہے؟ اگر ان حضرات کی یہی رائے رہے تو صد حیف! مجھکو اس تقریر پر ایک نقل اپنے دیہات کا جو پچاس ساٹھ برس کے اندر کا ہے یاد آتا ہے۔
ایک شخص میر بھتو جاہل مطلق نگروانت کے سید تھے انھوں نے کسی وجہ سے اپنی لڑکی کی شادی ایک کم ذات لڑکے سے کردی۔ یہ بات ان کی برادری والوں کو ناگوار ہوئی۔ کوئی شادی میں شریک ہوا مگر شادی انجام پا گئی۔ میر بھتو کے چچازاد بھائی میر بودھن بالکل جاہل مطلق کندہ ناتراش لٹھ تھے بنٹ و روز تاڑی کے جلسے اور بدمعاشوں کی صحبت میں رہتے تھے جب چار دن بعد شادی کے وہ لڑکا تازہ داماد اپنی سسرال آیا تو یہ روز تاڑی پینے پینے میر بودھن کو جوش خاندانی جو اٹھا تو گھر میں گئے اور ننگی تلوار لیکر واہی تباہی بکتے ہوئے میر بھتو کے دروازے پر پہنچے۔ اس غریب لڑکے پر جو نظر پڑی تو آٹھ دس ضرب شمشیر لگا کر اپنی دانست میں اُس کا تو کام ہی تمام کردیا بعدہ گھر میں یہ کہکر گھسے کہ اب لڑکی زندہ رہ کر کیا کرے گی ان کی بھاوج

و میر بھتو کی بی بی) نے شور کیا کہ بھیا پہلے ہمیں قتل کر تو تب میری بیٹی کو مارو۔ لیکن وہ کب سنتے تھے چار ضرب میں ان کو بھی گرا دیا کہ وہ اپنے خون میں لوٹنے لگیں۔ بعدہ بیچ لڑکی کی خلوت کی طرف چلے جوں ہی در کے پاس پہنچے کہ میاں بھتو بھی (جو کسی ضرورت کو باہر گئے تھے) تلوار لئے پہنچے اور زنانہ مکان کے صحن میں دونوں بھائیوں کے درمیان تلوار چلنے لگی اتنے میں بستی کے لوگ پہنچ گئے اور دونوں کو چھڑا دیا دوسرے دن تھانہ دار لوگ آئے۔ میاں بودھن گرفتار ہو کر دورہ سپرد ہوئے جہاں سے ان کی دس دس برس میعاد ہوئی اور میاں بھتو کی بی بی اور داماد بیس پچیس دن ہسپتال رہ کر صحیح وسالم پھرے۔

کیوں بھائی محی الدین کیا آپ کے عقلا ہمارے علی مرتضیٰ کو میاں بودھن کے ایسا جاہل و ناخواندہ سمجھتے ہیں؟ ہزار افسوس!! جس بزرگ کی ذات سے تمام عالم نے ہر قسم کی تہذیب اور عقل و شائستگی حاصل کی جو ابتدائے سن شعور تا دم واپسین سیرت رسول اللہ پر قدم با قدم چلتا رہا جس نے انا مدینۃ العلم و علی بابہا کا خطاب پایا اس پر یہ فرمایش کہ میاں بودھن کا کام کرے اور اس وجہ سے اپنی کل نیکنامیوں کو بلکہ خاندان کے کل تہذیب و اخلاق کو جو شہرہ آفاق تھا اور جس سے خاندان سرور کائنات کا بیش خدا یطہرکم تطہیرًا کا شرف حاصل کئے ہوئے تھا مٹا دے!! اور نعوذ باللہ نعوذ باللہ بدمعاشوں کی سیرت اختیار کرے۔ حیف صد حیف!! افسوس! صد ہزار افسوس!! پھر غور کرو کہ اگر حضرت علی علیہ السلام نعوذ باللہ ویسی کارروائی کرتے جیسا تم کہتے ہو تو نتیجہ اسکا سوائے اس کے اور کیا ہوتا جو میاں بودھن اور بھتو کی لڑائی کا ہوا۔

محی الدین :۔ یہ تو آپ نے فقط میرے لفظوں کی گرفت کر لی اور اس پر ایسی تقریر کی اور ایسی مثال لائے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ میاں بودھن کی طرح بکایک نامردی سے بلاعذر دئے ہوئے بھاگتے بلکہ پہلے آپ کہلا بھیجتے یا لکھ بھیجتے کہ تخت خلافت ہمارا حق ہے آپ لوگوں نے براہ ناجائز اس کو غصب کیا ہے براہ ایمانداری تخت سے اُٹھ جایئے۔

علی رضا :۔ اس قدر تو حضرت علی علیہ السلام کر چکے تھے یعنی بعد فراغت تجہیز و تکفین جناب رسول خدا آپ نے اپنے حق کا اعلان کیا تھا اور ہر طرح پر سمجھایا تھا کہ ہمارا حق ہے پس یہاں تو گفتگو یہ ہے کہ جب خلفاء ثلثہ تحریر و تقریر سے نہ مانتے جیسا کہ نہ مانا حضرت علیہ السلام کیا کرتے

محی الدین :۔ حضرت کہلا بھیجتے کہ میں نے اپنا حق طلب کیا لیکن آپ لوگ نہیں مانتے پس اب آپ لوگ ہوشیار ہو جایئے کہ میں جنگ کو آمادہ ہوں

علی رضا :۔ یہ تو کہلا بھیجتے لیکن کرتے کیا

محی الدین :۔ جنگ کی تیاری کر کے میدان پکڑتے

علی رضا ۔ کیا تیاری کرتے؟ ادھر تھا کون؟ کیا امام حسنؑ کو کہ جن کا سن سات برس کا تھا میسر تھا اور امام حسینؑ کو جن کا سن چھ برس کا تھا میسرہ پر بھیجتے؟ کیا جناب فاطمہ قلب فوج میں ہوتیں؟ کیا صرف بنی ہاشم اور چند رفقا کے زور پر آپ میدان پکڑ لیتے۔

محی الدین:۔ اگر کوئی ساتھ نہ دیتا تو خود بنفس نفیس آپ ذوالفقار کھینچکر دار الامارہ میں پہنچتے۔ اس قدر کہہ کر محی الدین کچھ سوچ کر دیعنی دور کر کے بات پھر وہی آگئی) ساکت ہو گیا۔

علی رضا:۔ تو یہی بات تو تم نے پہلے بھی کہی تھی۔ اس لئے نتیجہ آخر تو وہی نکلتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت علی علیہ السلام میاں بودھن کی چال چلتے! صرف فرق یہ ہوتا کہ میاں بودھن کے ساتھ کوئی لڑکا نہ تھا۔ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ دو معصوم بچے حسنؑ اور حسینؑ بھی ہوتے!! الغرض بات کو جس قدر بڑھایئے اور پھیرئے خوب غور کر کے دیکھئے کہ نتیجہ کلام آخر وہی نکلتا ہے یا نہیں؟ ہم نے ہرگز لفظی گرفت نہیں کی ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام فوجداری کرتے تو اس وقت آپ لوگ الٹا الزام دیتے کہ دیکھئے حضرت نے اپنے عہدہ پانے کے لئے براہ نفسانیت خونریزی کی اور کتنوں کی جان لی۔ پس بیچارے حضرت علی کو تو کسی حالت میں چین نہ تھا حضرت نے اپنی خلافت کے وقت میں جو امیر معاویہ کو معزول کیا اس پر تو لوگ کس قدر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کارروائی حضرت کے زمانہ کی پالسی کے خلاف تھی اگر اس وقت حضرت فوجداری کرتے تو غالباً آپ لوگ حضرت کو کسی قابل نہ سمجھتے۔

محی الدین:۔ تم خود کہہ چکے ہو کہ یہ امر عظیم تھا یعنی اس الیکشن کی وجہ سے ساری شریعت میں رخنہ پڑتا تھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حق تعالیٰ سے کیوں دعا نہ کی اور حق تعالیٰ نے کیوں حضرت کو قوت روحانی کے استعمال کی اجازت نہ دی۔

علی رضا:۔ تھوڑی دیر قبل تم نے خود بیان کیا ہے کہ حق تعالیٰ قوت روحانی کے استعمال کی اجازت رسولوں اور نبیوں کو بہت کم دیتا ہے وہ خود فرماتا ہے کہ ہم ڈھیل دیتے ہیں یعنی جتنا چاہیں ظالم ظلم کریں ہم عاقبت میں دیکھ لیں گے پس حضرت علیؑ کو قوت روحانی کے استعمال کی اجازت حق تعالیٰ کیوں دیتا؟

حق تعالیٰ کے نزدیک اس عالم مجاز اور اس عالم جاوید کے وقت کا فاصلہ کچھ بھی نہیں بس چند نفس کے لئے کیوں خلاف انتظام دنیاوی کلام کرتا اس وجہ سے حضرت علی کو سوائے صبر و سکوت کے کیا چارہ تھا۔ لیکن اس میں شک نہیں الیکشن ایک امر عظیم تھا اور اس کے غیر شخص کے ہاتھ میں جانے سے حضرت کو سخت صدمہ ہوا مگر حضرت نے صبر جمیل فرمایا۔

محی الدین:۔ تو اب یہ بتاؤ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کیوں اپنی جماعت قلیل کے ساتھ کٹ مرے؟ اس کا کیا جواب ہے۔

علی رضا:۔ اس مقام پر پہلے تم سے عذر خواہی کر کے ایک اعتقادی بات کہتا ہوں جو ہر شخص کے ساتھ ہے اور جس کے نہ ملنے کا تمہیں اختیار ہے بعدہ باعتبار ظاہر اس مسئلہ کو انشاء اللہ تعالیٰ بآسانی حل کروں گا۔ اعتقاد تو میرا ایمان ہے کہ اس برگزیدۂ خدا شفیع ہر دوسرا اصحاب خاندان رسالت محسن امت نے اپنی شہادت ہم عاصیوں کی شفاعت اور بوجھ ہلکا کرنے کے لئے بطیب خاطر خود اختیار خود فرمائی ہے اور باساب ظاہر کوئی حجت بھی اٹھا نہ رکھی تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ حضرت نے اپنے کو آپ ہلاکت میں ڈالا اور یہ بھی سچ ہے جیسا تمہاری کتابوں میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا میں کل فضائل جو نبیوں کو علیحدہ علیحدہ حاصل تھے مجملاً موجود تھے صرف

شہادت ظاہری حضرت کو بنفس نفیس نہ ہوئی۔ لیکن یہ شرف بھی آپ کو بذریعہ آپ کے پارہ جگر حضرت امام حسین علیہ السلام کے جن کے خون میں آپ کا خون ملا ہوا تھا ہوا اور ہر طرح پر حضرت رسول مقبول افضل المرسلین ہوئے اس قدر اعتقادی باتیں ہیں۔ مانو یا نہ مانو۔ تمہارے سوال کا جواب ابھی باقی ہے یعنی حضرت علی علیہ السلام نے کیوں سکوت فرمایا اور کیوں نہ لڑے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کیوں شہید ہوئے۔ اس کے جواب میں میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایک شخص تمہارے سامنے اگر شراب پیے اور دوسرا شخص تم کو زبردستی شراب پلائے تو ظاہر ہے کہ نفرت تو تم کو دونوں سے ہوگی۔ مگر یہ کہو کہ اپنی طاقت جسمانی کا انتہائی استعمال کس میں کروگے شخص اول کے شراب نہ پینے میں یا اپنے شراب پینے سے بچنے میں؟

محی الدین:۔ یہ بھی کوئی بات پوچھنے کی ہے یہ تو ظاہر ہے کہ مر جائیں گے مگر شراب حلق کے اندر جانے نہ دیں گے اور شخص اول کو پہلے سمجھا دیں گے۔ اگر وہ نہ مانے گا تو نکال دینے کی کوشش کریں گے اگر اس میں کامیاب نہ ہوں گے سکوت کریں گے۔

علی رضا:۔ کیوں؟ اس حالت میں کیوں جان دو گے۔

محی الدین:۔ اس لئے کہ وہ شراب پیتا ہے اپنے لئے۔ ہم کو کیا۔ اس کے شراب پینے سے ہم پر کچھ الزام نہیں آئے گا لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔

علی رضا:۔ ماشاء اللہ بہت خوب! اب تم غور کرو کہ اس ناجائز الیکشن میں حضرت علی شریک نہ تھے اس لئے جو کچھ کہ ظلم بذریعہ اس ناجائز الیکشن کے ہوا یا ہوتا گیا اور جتنے امور خلاف شریعت ہوئے اس کے حضرت علی کسی طرح جواب دہ نہیں ہیں لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ حضرت امام حسینؑ کی ایسی حالت نہ تھی اس لئے کہ جب یزید تخت پر بیٹھا تو اس نے ہر طرح کی منہیات جاری کر دیں اور ہر قسم کی منہیات اور عیاشی ناگفتہ بہ کا مرتکب ہوا۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنا اس کے نزدیک کھیل ہو گیا اس پر بھی اپنے کو امیرالمومنین مشہور کیا۔ جبر یہاں تک جو کچھ مردود کرتا تھا اپنے لئے۔ لیکن غضب تو یہ کیا کہ امام حسین علیہ السلام سے بیعت لینے کی خواہش ظاہر کی امام حسینؑ ایسے غیور کب اس فاسق و فاجر کی بیعت کرنے والے تھے صاف انکار کیا جب ولید بن عتبہ نے زیادہ تشدد کیا تو مدینہ چھوڑ دیا۔ مکہ پہنچے۔ جب وہاں بھی ظالموں کی چڑھائی ہوئی تو عراق کا سفر اختیار کیا اور زمین کربلا پر پہنچ کر ابن زیاد کی فوج میں گھر گئے اس وقت بھی آپ نے سب حجتیں تمام کیں اور آخر آخر وقت تک سمجھاتے رہے۔ کہ مجھ سے بیعت نہ لو تو میں ترک وطن کرنے اور تمہارا ملک تمہارے لئے چھوڑنے کو تیار ہوں مگر ابن زیادہ نے شرط بیعت یزید سے ہاتھ نہ اٹھایا بالآخر مجبور آپ لڑے اور شہید ہوئے۔ کیونکہ بغیر بیعت یزید کے جاں بری محال ہو گئی۔ اگر آپ سے بیعت لینے پر اصرار نہ کیا جاتا تو حضرت امام حسینؑ اور حضرت علی علیہ السلام سے بھی زیادہ صبر و سکوت کرنے کو حتیٰ کہ جلا وطنی اختیار کرنے کو موجود تھے۔

الغرض اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ اگر امام حسینؑ لڑ کر نہ مرتے اور یزید کی بیعت کر لیتے تو کیا اس مردود کو بلکہ ساری دنیا کو منہیات کی سند نہ مل جاتی؟ کیا اس حالت میں یزید موچھوں پر تاؤ دے دے کر پکار کر یہ نہ کہتا کہ مجھ کو یا میرے افعال کو کون برا کہہ سکتا ہے؟ رسول خدا کا پیارا متقی۔ ابرار نواسا میرا مرید ہے!! کیا ایسے ننگ

کے مقابلہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے غیور آدمی کو اپنی جان کوئی چیز معلوم ہوتی ہوگی؟ کیا امام حسینؑ کسی کی زبردستی سے یزید کی بیعت کرنیکو تمہاری کسی کی زبردستی شراب پلانیکے مقابلہ میں کم سمجھتے تھے؟ پس اب تم ہی کہو کہ سکوت حضرت علیؑ کا اور سر دینا حضرت امام حسین علیہ السلام کا اپنے اپنے موقع پر صحیح تھا یا نہیں۔

محی الدین:۔ گلے سے لپٹ کر جزاکم اللہ فی الدارین جزاءً ہ بھائی علی رضا خدا تمہیں عمر صدوسی سال عطا کرے اسوقت تو تم نے میرے آگے سے پردہ غفلت اٹھا دیا اس اعتراض کو تو میں ایک زمانہ سے لاجواب سمجھتا تھا لیکن اب صاف معلوم ہوتا ہے کہ واقعی فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمۃ جہاں پر جو حکم ہوا ہے وہی مناسب حال تھا یہ صرف ہم لوگوں کی سمجھ کا پھیر ہے کہ حالات پر غور نہیں کرتے اور بے دھڑک اعتراض کر بیٹھتے ہیں۔

علی رضا:۔ الحمد للہ کہ میری باتیں تمہیں پسند آئیں تم اس اعتراض کو ایک زمانہ سے لاجواب سمجھتے تھے اور مجھے اس اعتراض پر ایک زمانہ سے نہایت تعجب تھا کہ عوام تو خیر قابل درگذر ہیں تمہارے علما کیوں ایسے بے دھڑک اعتراض کر بیٹھتے ہیں اور مثال کے ہر پہلو کو دیکھ نہیں لیتے یہ تو ظاہر ہے کہ جبتک مشبہ اور مشبہ بہ میں موافقت نہ ہو مثال درست نہیں ہوتی۔ پس اس اعتراض میں حضرت علیؑ کو حضرت امام حسینؑ کے مقابلہ میں جو لائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن جبتک یہ بات ثابت نہ کی جائے کہ نعوذ باللہ حضرت ابوبکر ٹھیک جیسے فاسق و فاجر تھے تب تک یہ اعتراض کیونکر صحیح ہو سکتا ہے حضرت علیہ السلام نے ٹھیک وہی کارروائی کیوں نہ کی جو حضرت حسین علیہ السلام نے کی۔

محی الدین:۔ واقعی ہم تو سمجھتے ہیں کہ یہ اعتراض کرنا حضرت ابوبکر کے ساتھ سوءِ ادب کا مرتکب ہونا ہے اور حق یہ ہے کہ اگر یہ ہمارا ہی اعتراض ہوتا تو ہم تم سے اسوقت بگڑ بیٹھتے کہ تم نے تقریر میں اپنا عہد و پیمان تہذیب کا قائم نہ رکھا۔ لیکن جب میرا خود اعتراض تھا تو ہم تم پر کیا الزام دیں۔ ہاں آج سے ایسا اعتراض کبھی نہ کریں گے اور نہ کبھی اپنے ہم مذہب کو ایسا اعتراض کرنے دیں گے

تیسری کہانی یعنی اگر خلافت اول ناجائز تھی تو جمہور نے کیوں قبول کرلیا

محی الدین:۔ ہرچند سابقاً تم نے جواب اسکا بطور سرسری کچھ دیا ہے۔ مگر میرے دل سے یہ بات اٹھتی نہیں کہ اگر یہ الیکشن ناجائز تھا اور اس میں ایسی حرفت ہوئی تو لوگوں نے اسکو کیوں مان لیا۔ اور کیوں خلفا کے ساتھ ہوگئے اور کیوں اس الیکشن کو تسلیم کر لیا اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ الیکشن صحیح تھا اور خلفائے ثلثہ خلفائے برحق تھے۔

شہزادہ نورایمان

زمانہ بر سر جنگ ست یا علیؑ مددے
کمک بغیر تو تنگ ست یا علیؑ مددے

تیسری کہانی یار علی رضا:۔ بھائی یہ بن پڑنے کی بات ہے ایسے امور میں سلف سے گویا یہ فطرتی قاعدہ چلا آتا ہے کہ جو بات ہوگئی وہ ہوگئی۔ تم نے سنا ہوگا کہ جسوقت دو مخالف لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں آتے ہیں تو ہر ایک سپاہی ہر ایک لشکر کا اپنے سر کو ہاتھ پہ لیے ہوئے دوسرے سارے لشکر کے خون کا پیاسا ہوتا ہے۔

لیکن جب افسر مارا گیا تو سارا قصہ گاؤ خورد ہو جاتا ہے اور سب کے سب تیغ و سپر ڈال دیتے ہیں اور اپنے مخالف کے مطیع اور فرماں بردار ہو جاتے ہیں علیٰ ہذا القیاس جب ایک بادشاہ دوسرے ملک پر چڑھائی کرتا ہے تو اس ملک والے ابتداءً اپنے بادشاہ کے لئے بہت کچھ کرتے ہیں لیکن جب اُسنے شکست کھائی یا مارا گیا تو فوراً اسی غنیم بادشاہ کے مطیع و فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب ایک بادشاہ چند دعوی دار چھوڑ کر مرتا ہے تو جب دم ایک دعویدار تخت پر بیٹھ جاتا ہے اسکو سلامی گذر جاتی ہے سب لوگ اسی کے ہو جاتے ہیں اور ملک اسی کا ہو جاتا ہے اور اسی کا سکہ اور خطبہ جاری ہو جاتا ہے اور دوسرے دعوی دار کیسے ہی مستحق کیوں نہوں ساکت ہو جاتے ہیں چنانچہ اس بات کو خود علماء اہل سنت جماعت قبول کرتے ہیں کہ اگر اس الیکشن میں ایسی جلدی نہوتی تو کوئی دوسرا خلیفہ ہو جاتا اور تب اُسی کی سکہ اور خطبہ جاری ہوتا۔ اسی وجہ سے یاروں نے موقع وقت غنیمت جانکر جلدی سے اپنا کام نکال لیا اور یہ الیکشن بطور چٹ منگنی پٹ بیاہ کے انجام پایا اس پر بھی حضرت عمر کو خوف لگا رہا کہ شاید بنی ہاشم سر اٹھائیں اس لئے حضرت نے مارشل لا جاری کر دیا کہ آپ جو کوئی ایسا کرے اس کو قتل کرو۔ اب آپ ہی فرمایئے کہ جمہور کو ایسی حالتوں میں سوائے اس کے کیا چارہ تھا کہ جو زمانہ کا طور ہے اس طور پر چلیں اور اس لئے اس الیکشن کو بطور سنگ آمد سخت آمد سمجھ کر مان لیں پس قوم کے مان لینے پر استدلال کرنا عبث ہے قوم تو جو خلیفہ ہوتا اس کو مان لیتی کیونکہ سلف سے آج تک یہی دستور زمانہ کا ہے۔ چنانچہ جب علماء اہل سنت و الجماعت سے کہا جاتا ہے کہ خلفائے ثلثہ جناب رسول مقبول کی تجہیز و تکفین میں شریک نتھے تو بطور صفائی حضرت معصومین کے فرماتے ہیں کہ اگر خلفائے ثلثہ تجہیز و تکفین میں شریک ہوتے تو سقیفہ میں سعد ابن عبادہ خلیفہ ہو جاتے اس کے روک تھام کے لئے یہ حضرات سقیفہ گئے اور حضرت صلعم کی تجہیز و تکفین میں شریک نہوئے اور بعد تخت نشینی خلیفہ اول کے پبلک سے کہدیا کہ اب تو حضرت ابوبکر خلیفہ ہو گئے اب کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس بات کو پبلک نے مان لیا اس لئے کوئی شک نہیں کہ پبلک اسی کو مانتی جو سقیفہ میں خلیفہ ہو جاتا عام اس سے کہ زید ہو یا عمر ہو یا ابوبکر ہو۔ لیکن ایک بات البتہ یادگار ہے کہ یہ الیکشن ایسا بے وقت تھا کہ خلاف دستور قدیم اسی میں خرق عادت ہوا ہے۔ یعنی چونکہ یہ معاملہ دینی تھا اس لئے باوجود تخت نشینی خلفائے ثلثہ کے اور باوجود جاری ہونے ان کے سکہ و خطبہ کے ایک بڑی معزز قوم اس وقت سے آج تک اس کی مخالف ہے یعنی جن لوگوں نے اسکو معاملہ دینی سمجھا اور جن کے دلوں میں نور ایمان بھرا تھا وہ اسی وقت سے اس خلافت سے علیحدہ رہے اور اس وقت تک جدا ہیں اور خدا کے فضل سے (باوجود سہ بارہ قتل عام کے) اس وقت سارے ایران و عراق میں اور تھوڑا بہت ہر اقلیم میں حتی کہ ملک چین میں اشہد ان علیاً ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل کا نعرہ بھر رہے ہیں۔

پس جیسا تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ اگر یہ الیکشن ناجائز تھا تو جمہور نے کیوں تسلیم کر لیا (اور میں اس کا جواب معقول دے چکا) اسی طرح اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ الیکشن صحیح تھا اور سبھوں نے بطیب خاطر مان لیا تھا تو اسی وقت سے معزز لوگ اسکے مخالف کیوں ہوتے آئے؟ کیوں بنی ہاشم بگڑے رہے؟ کیوں اتنا بڑا معزز فرقہ شیعہ جس سے علیحدہ رہا اور آج تک علیحدہ ہے؟ دنیاوی آرام و راحت سب کچھ خلفاء

ثلٰثہ کے ساتھ تھی پھر کیوں ان لوگوں نے عیش دنیا کو چھوڑ کر اپنے کو ورطہ ہلاکت میں ڈالا اور کیوں اتنا بڑا مواخذہ عقبیٰ (اگر یہ خلافت جائز تھی) اپنی گردن پر لیا؟

جواب اس کا سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ یا تو یہ لوگ سب کے سب دیوانے مسلوب الحواس تھے یا یہ کہ ان لوگوں کا کانشنیس (ایمان) طمع دنیاوی کے اوپر تھا اور اُن کے کنوکشن (علم و یقین) کے نزدیک دنیاوی عیش و راحت کوئی چیز نہ تھی۔ اس بارہ قتل عام نے ان کی تعداد نہ گھٹائی اور انواع و اقسام کے مصائب اور حوادثنے اہلبیت رضوان اللہ علیہم کے صراط مستقیم سے ڈگنے نہ دیا!! میں تو سمجھتا ہوں کہ دنیا کی تواریخ میں یہ واقعہ نرالا ہے کہ باوجود تخت نشینی خلفاء ثلٰثہ اور باوجود جاری ہونے ان کے سکہ و خطبہ کے معزز لوگ اس سے علیحدہ رہے پھٹا پرانا پہنتے رہے۔ سوکھے چنے چبایا کئے۔ قید و جلاوطنی کی کڑیاں جھیلیں۔ دیواروں میں زندہ چن دئے گئے۔ تلواروں کی آگ میں کود پڑے مگر اپنے کانشنس (ایمان) کو ہاتھ جانے دیا اور دامن آل رسول کو نہ چھوڑا بلکہ اپنی گردن سے وابستہ رکھا!! پس اس میں شک نہیں ہے کہ شیعہ مذہب کا دارو مدار اور کانشنس (ایمان) اور کنوکشن (علم و یقین) پر ہے اور محبت و اطاعت رسول و آل رسول رضوان اللہ علیہم کے مقابلہ میں یہ لوگ کسی نعمت یا لذت دنیاوی کو دھیان میں نہیں لاتے اور نہ اپنی جان کو جان سمجھتے ہیں بعض حضرات سنت جماعت اس خیال کے ہیں کہ ایسے لوگوں کو دیوانہ کہنا بجائے خود دیوانہ پن ہے اس سوال کے جواب میں کہ شیعہ لوگ کیوں خلافت اصحاب ثلٰثہ کو نہیں مانتے ایک امر عجیب اور بہتان عظیم پیش کرتے ہیں یعنی فرماتے ہیں کہ نعوذ باللہ مذہب شیعہ قایم کیا ہوا عبد اللہ ابن سبا یہودی کا ہے اور اس کے بہکانے کا اتنا بڑا اثر پڑا کہ ایک بڑا فرقہ اسلام کا سنت جماعت سے علیحدہ ہو گیا ہر چند یہ امر بجائے خود محض لغو اور جھوٹ ہے لیکن آپ کے اعتراض کا پورا جواب ہے یعنی جب عبد اللہ ابن سبا کے ایسے ادنیٰ یہودی کو ایسی طاقت تھی اور اس وقت کے مسلمان ایسے ضعیف الاعتقاد تھے کہ اس کے بہکانے سے ایک معزز فرقہ خلیفہ زمان سے علیحدہ ہو گیا تو حضرت عمر سے جن کا جبر و قہر مشہور ہے کیا دور ہے کہ اُنھوں نے عوام کالانعام کو دھوکا دے کر حضرت علی علیہ السلام سے بذریعہ انتخاب ناجائز کے برگشتہ کر دیا ہو کیونکہ حضرت عمر کی حیثیت اور فطانت عبد اللہ ابن سبا سے کس طرح کم تھی۔

کیا مذہب شیعہ واقعی قائم کیا ہوا عبد اللہ ابن سبا یہودی کا ہے؟

محی الدین:۔ ہاں واقعی ہم نے سنا ہے کہ مذہب شیعہ قایم کیا ہوا عبد اللہ ابن سبا کا ہے اور وہی آپ لوگوں کا پیشوا ہے ورنہ فرمائے تو کہ واقعی یہ شخص ہے کون اور آپ لوگوں کے مذہب کی ابتدا کیونکر ہے۔

علی رضا:۔ عبد اللہ ابن سبا کا میری کتابوں میں کہیں پتا نہیں اور اگر یہ شخص یہودی تھا تو ہم اس پر سو بار تبرا کرنے کو تیار ہیں اور یہ جو کہتے ہو کہ ہمارا پیشوا ہے تو یہ عجب طرح کا پیشوا ہے جس کا ایک قول یا ایک حکم بھی ہماری کتابوں میں موجود نہیں ہے اور میں جملہ علمائے اہل سنت و الجماعت سے دعوے کرتا ہوں کہ وہ ایک قول یا ایک حکم اس کا ہماری کتابوں سے نکالدیں۔ تب عبد اللہ ابن سبا کو شیعوں کا پیشوا کہنا

ٹھیک ویسا ہے جیسا یہ کہنا کہ مذہب سنت والجماعت قایم کیا ہوا سامری ساحر کا ہے اور وہی اس جماعت کا پیشوا ہے۔ افسوس کہ لوگ دروغ کو فروغ دینے کے لئے کیسی کیسی جھوٹی باتیں گھڑتے ہیں۔ شاید ان کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالےٰ نے کاذبین کے بارے میں کیا فرمایا ہے!! خیر بہرکیف اس فقرہ کا بہتان عظیم ہونا ایک منٹ میں ثابت ہو جاتا ہے یعنی عبداللہ ابن سبا یہودی تھا اور یہ بات مشہور ہے کہ یہودیوں کو خاندان نبوی سے کمال عداوت ہے۔ تب عبداللہ ابن سبا کیسا یہودی تھا کہ اس فرقہ کو بہکا کر اپنے قبضہ میں تو لایا۔ مگر ایک کو بھی یہودی نہ بنایا طرفہ یہ کہ سب کو اپنے دشمنوں کا یعنی آل رسول اور اہل بیت طاہرین علیہم السلام کا جان نثار اور والہ و شیدا بنا دیا۔ واہ رے۔ عبداللہ واہ!!

پھر غور کیجئے کہ اگر فرقہ شیعہ بہکانے سے عبداللہ ابن سبا کے قائم ہوا۔ تو کیا کہہ کر وہ بہکاتا تھا۔ وہ یہی کہتا ہوگا کہ تم لوگ خلفاء ثلثہ سے نہ ملو بلکہ علیؑ اور اولاد علی علیہ السلام سے ملے رہو۔ ایسی حالت میں اگر خلافت خلفاء ثلثہ کی برحق ہوتی اور یہ حضرات ان سے راضی ہوتے تو خود جناب امیر علیہ السلام اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ و دیگر آئمہ معصومین علیہم السلام اس فرقہ شیعہ کو جو ان کی محبت کا دم بھرتا ہے سر اٹھانے نہ دیتے۔ کس قدر وعظ کرتے۔ کس قدر پند کرتے۔ کس قدر خطوط لکھتے کہ جس میں یہ لوگ خلفاء وقت سے علیحدہ نہوں بلکہ خلفاء ثلثہ کی خلافت کو برحق جانیں پس اگر ایک طرف عبداللہ ابن سبا بہکاتا تو دوسری طرف یہ حضرات سمجھاتے اور چونکہ ان حضرات کا رتبہ سب کا مانا ہوا تھا اس لئے ان حضرات کے سمجھانے کا اثر بہت زیادہ ہوتا جس کے مقابلہ میں عبداللہ ابن سبا کا بہکانا بیکار ہو جاتا۔ اور اگر حضرات کے سمجھانے کو یہ لوگ نہ مانتے تو یہ حضرات ان کو اپنے نزدیک چڑھنے نہ دیتے۔ علاوہ اس کے عبداللہ ابن سبا بہت جیا ہوگا تو ساٹھ برس اس کے بعد تو کوئی بہکانا والا نہ تھا اور سمجھانے والے یعنی ائمۂ طاہرین علیہم السلام تو مدتوں تک رہے۔ مگر بڑے تعجب کی بات ہے کہ آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کا زمانہ دوسو برس تک رہا۔ لیکن ان بزرگواروں میں سے کسی نے ان لوگوں کو نہ سمجھایا اور نہ ایک لفظ ان کے عقائد کے خلاف فرمایا شیعوں کی کتابوں کا تو کیا ذکر سنت جماعت کی بھی ایک کتاب میں نہیں دیکھا کہ شیعوں کے اعتقادات کی مذمت آئمہ اثنا عشر علیہ السلام میں سے کسی نے کی ہو یا ان کے عقائد اور ایمان کو خلاف ایک جملہ بھی فرمایا ہو یا اعتراض کیا ہو یا انکو فہمائش کی ہو کہ تم راہ راست پر نہیں ہو۔ برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ فرقہ شیعہ برابر آئمہ معصومین علیہم السلام کا پیرو اور جان نثار رہا اور یہ حضرات برابر اسکی صفت و ثنا کرتے رہے چنانچہ خود جناب سرور کائنات نے ان لوگوں کو شیعیان علی کا لقب دیا تھا اور حضرات معصومین علیہم السلام ان کے حق میں دعا کرتے رہے۔ کتاب سوانحعمری حضرت علی علیہ السلام کے صفحہ ۱۹۵ حصہ دوم وما بعد میں جتنی حدیثیں جناب مصنف نے فضائل شیعیان جناب امیر علیہ السلام کی بابت لکھی ہیں بعینہ سطور ذیل میں درج کی جاتی ہیں (۱) عن جابر بن عبد اللہ قال کنا عند النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فاقبل علی فقال النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم والذی نفسی بیدہ ان ھذا وشیعتہ لھم الفائزون یوم القیمۃ ونزلت ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریہ (اخرجہ ابن عساکر

والخوارزمی والسیوطی فی الدر المنثور) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسالتمآب
کے حضور میں حاضر تھے کہ جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد کیا کہ
قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ یہ اور اس کے شیعہ ہی قیامت کے روز جنت کے
بلند درجوں تک پہنچنے والے ہیں اور اسی حالت میں یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور نیک
کام کرتے ہیں وہی لوگ سب خلقت سے اچھے ہیں (۲) عن ابن عباس قال لما نزلت هذه الآية ان الذين
آمنوا وعملوا الصلحت اولئک هم خیر البریہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی هو انت وشیعتک
یوم القیمۃ راضین مرضیین واخرجہ ابن مردویہ وابو نعیم فی الحلیۃ والدیلمی فی فردوس الاخبار
والسیوطی فی الدر المنثور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت جب نازل ہوئی کہ بتحقیق جو
لوگ ایمان لائے ہیں اور کام کئے ہیں اچھے وہی لوگ سب خلقت سے بہتر ہیں جناب رسالتمآب نے جناب علیؑ سے
ارشاد کیا وہ لوگ تم ہو اور تمہارے شیعہ ہیں قیامت کے روز خوش اور خوشنود کیے گئے۔

(۳) عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الم تسمع قول اللہ تعالے ان الذین آمنوا و
عملوا الصلحت اولئک هم خیر البریہ انت وشیعتک وموعدی وموعدکم الحوض اذا جئتم یوم القیمۃ تدعون
غرا محجلین (اخرجہ ابن مردویہ والخوارزمی فی المناقب والسیوطی فی الدر المنثور) جناب امیر علیہ السلام سے
مروی ہے کہ مجھ سے جناب پیغمبر خدا نے فرمایا علیؑ کیا تو نے خدائے تعالیٰ کے فرمانے کو نہیں سنا ہے کہ بتحقیق وہ لوگ ایمان
لائے اور کام کئے ہیں اچھے وہی لوگ ہیں سب خلقت سے بہتر وہ لوگ تم اور تمہارے شیعہ ہیں میری اور تمہاری وعدہ
گاہ حوض کوثر ہے جب قیامت کے روز تمام گروہ حاضر ہوں گے تو تم سفید منہ اور نورانی ہاتھ اور پاؤں والے
ہیں سے جاؤ گے (۴) عن عبد اللہ قال بینا انا عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جمیع المهاجرین والانصار
الا ما کان فی السریہ اذ قبل علی یمشی وهو متغضب فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم من اغضبه
فقد اغضبنی فلما جلس قال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالک یا علی قال اذانی بنو عمک فقال
یا علی اما ترضی انک معی فی الجنۃ والحسن والحسین وذریاتنا خلف ظهورنا وازواجنا وذریاتنا و
اشیاعنا واتباعنا عن ایماننا وشمائلنا (اخرجہ احمد فی المناقب ابو سعید فی شرف النبوۃ ومحب الطبری
فی الریاض النضرۃ فی فضائل العشرۃ عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایکروز میں جناب سرور کائنات
کے حضور میں بیٹھا ہوا تھا۔ تمام مہاجر وانصار بھی موجود تھے سوا ان لوگوں کے جو لشکر میں تھے اتنے میں جناب
امیرؑ پیادہ آتے ہوئے نظر آئے ان کے چہرے سے غضب کے آثار نمایاں تھے حضرت رسولخدا نے ارشاد فرمایا
جس نے اسے غضب دلایا ہے اسنے مجھے غضب دلایا ہے۔ جب جناب امیرؑ آکر بیٹھ گئے حضرت نے ان سے پوچھا
یا علی تمہیں کیا ہوا ہے جناب علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور کے بنی اعمام نے مجھے تکلیف دی ہے حضرت
نے فرمایا یا علی کیا تو راضی نہیں کہ تو میرے ساتھ جنت میں چلے اور حسنینؑ اور ہماری ذریت ہمارے پس پشت
اور ہمارے شیعہ ہمارے داہنے بائیں ہوں (۵) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم یدخل الجنۃ من هذه الامۃ سبعون الفا لا حساب ثم التفت الی علی فقال هؤلاء شیعتک

یا علی وانت امامہم (اخرجہ شیخ الحرام الحافظ محمد بن یوسف بن الحسن الدرانی المدنی الانصاری فی درر السمطین فی فضائل علی والبتول والحسین) عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جناب سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے ارشاد فرمایا کہ اس امت سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے پھر حضرت امیر کی طرف ملتفت ہو کر ارشاد فرمایا کہ وہ تیرے شیعہ ہیں اور تو ان کے آگے ہوگا (۶) عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی ان اللہ قد غفرلک ولذریتک وولدک ولاھلک ولشیعتک ولمحبی شیعتک فابشر انک الانزع البطین (اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار) جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت نے مجھ سے ارشاد کیا کہ یا علی بتحقیق خدائے تعالیٰ نے تجھے اور تیری ذریت کو اور تیری اولاد کو اور تیرے شیعوں کو اور تیرے شیعوں کے دوستوں کو بخش دیا ہے پس خوش ہو کہ تو انزع اور بطین ہے (۷) عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ یا علی انت غدا فی الآخرۃ اقرب الخلق منی وانت علی الحوض خلیفتی وان شیعتک علی منابر من نور مبیضۃ وجوھہم حولی اشفع لہم یکونون فی الجنۃ جیرانی (اخرجہ ابن المغازلی فی المناقب والخوارزمی عن علی والملا فی وسیلۃ المتعبدین الی متابعۃ سید المرسلین محمد بن یوسف الکنجی الشافعی فی کفایۃ الطالب وابراھیم بن عبد اللہ الوصابی الیمنی الشافعی فی الاکتفاء فی فضائل الاربعۃ الخلفاء وابن سبع الاندلسی فی الشفا وابو سعید عبد الملک بن محمد بن ابراھیم الخرکوشی فی شرف النبوۃ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا کہ یا علی تم کل قیامت کو سب خلقت سے زیادہ میرے قریب اور حوض کوثر پر میرے خلیفہ ہوگے اور تمہارے شیعہ نور کے منبروں پر سفید منہ والے میرے ارد گرد ہوں گے میں ان کی شفاعت کروں گا وہ جنت میں میرے ہمسایہ ہوں گے (۸) عن ابی رافع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت وشیعتک تردون علی الحوض رواء مرویین مبیضۃ وجوھہم وان اعداءک یردون علی ظماء مقمحین (اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر فی مسانید ابی رافع ابراھیم) ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بتحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیرؑ سے ارشاد فرمایا کہ تو اور تیرے شیعہ حوض سے سیراب ہوں گے پورا سیراب ہونا تمہارے منہ نورانی سفید ہوں گے اور تمہارے دشمن پیاس سے سر اٹھائے ہوئے ہوں گے (۹) عن ابی رافع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعلی ان اول اربعۃ یدخلون الجنۃ انا وانت والحسن والحسین وذریاتنا خلف ظھورنا وازواجنا خلف ذریاتنا وشیعتنا عن ایماننا وشمائلنا (اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر) ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بتحقیق سرور دین پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب مرتضیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ جو چار شخص کہ سب سے اول جنت داخل ہوں گے وہ میں اور تو اور حسنؑ و حسینؑ ہیں اور ہماری ذریت ہماری پس پشت اور ہماری ازواج انکی پس پشت اور ہمارے شیعہ ہمارے داہنے بائیں ہوں گے (۱۰) عن ام سلمۃ قالت ان فاطمۃ اتت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہا علی فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہا راسہ فقال ابشر یا علی انت وشیعتک فی الجنۃ (واخرجہ فخر الاسلام نجم الدین ابوبکر بن محمد بن حسین السنبلاوی فی المرتضیٰ فی مناقب الصحابۃ) ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب فاطمہ علیہا السلام جناب امیر

کے ساتھ آنحضرتؐ کے حضور میں تشریف لائیں حضرت نے ان کی طرف سر اقدس اٹھا کر ارشاد کیا یا علی خوش ہو تو اور تیرے شیعہ جنت میں ہوں گے۔

محی الدین :۔ اس کتاب میں تو جناب مصنف نے فرمایا ہے کہ ان حدیثوں میں شیعوں سے ہم اہل سنت والجماعت مراد ہیں۔

علی رضا :۔ ماشاء اللہ چشم بد دور !! یوں تو شیعوں کو رات دن برا کہتے رہو ان سے عداوت رکھو اور اس نام سے انتہائی نفرت کرو۔ حتیٰ کہ اگر تمہیں کوئی شیعہ کہے تو مارنے دوڑو اور خود کہو کہ فرقہ شیعہ قائم کیا ہوا عبداللہ ابن سبا یہودی کا ہے اور وہی شیعوں کا پیشوا ہے۔ لیکن جب حدیث سے ثابت ہو کہ فرقہ شیعہ مقبول بارگاہ اہل بیت ہے تو کہو کہ ہم شیعہ ہیں ! بڑے خاصے !!! خیر اگر اس اعتقاد میں پورے ہو تو بسم اللہ آج اپنے کو شیعہ مشہور کر دو اور سب سنی بھائیوں سے کہو کہ اپنے کو شیعہ کہیں کہ جھگڑا ہی چکے دل سے نہیں تو زبان سے ہی سہی ع ایک مذہب ہو قاف سے تا قاف۔ بھائی شیعہ سنی کی تو صاف پہچان ہے۔ شیعہ وہ ہے جو حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد پاک یعنی آئمہ معصومین علیہم السلام سے محبت رکھے اور ان کی غلامی کا دم بھرے اور ان سے لڑنے جھگڑنے جنگ و جدال کو کفر سمجھے اور فرقہ سنت و جماعت وہ ہے جو زبان سے کہے کہ ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور انکی اولاد پاک سے رحن کا اگر کوئی پوچھے تو نام بھی نہ بتلا سکیں، شیعوں سے زیادہ محبت رکھتے ہیں لیکن حقیقت میں ان حضرات کے دشمنوں کو یعنی ان حضرات سے جنگ و جدال اور لڑائی جھگڑہ کرنے والوں کو اپنا بزرگ دین اور پیشوا سمجھے۔

حضرات امیر معاویہ و طلحہ و زبیر و بی بی عائشہ بقول فریقین حضرت علی علیہ السلام سے لڑے اور بعلانیہ حضرت پر لشکرکشی کی اور حضرت علی علیہ السلام کے قتل کرنے میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا (دیکھو سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام صفحہ ۲۵۹ لغایت ۲۶۸) اس پر بھی یہ حضرات فرقہ سنت و جماعت کے بڑے بزرگان دین اور معزز پیشوا ہیں اور جب وہ لوگ پیشوا ہیں تو سنت جماعت کا مذہب بھی وہی ہوگا جو ان پیشواؤں کا مذہب تھا اس لئے نتیجہ یہ ہوا کہ سنت جماعت کا مذہب وہی ہے جو حضرت علی سے لڑنے والوں اور ان کے خون کے پیاسوں کا تھا۔ پس یہ بات قابل غور ہے کہ ان فرقوں (شیعہ اور سنی) میں کس کا طریقہ حضرت علی سے موافقانہ ہے اور کس کا منافقانہ ؟ کس کی محبت سچی ہے اور کس کی زبانی ؟ کس فرقہ پر حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد پاک علیہم السلام اعتبار اور بھروسہ رکھتے ہوں گے اور کس فرقہ سے خائف اور ہوشیار رہتے ہوں گے۔ یعنی میں یہ حضرات کس فرقہ کو اپنا غلام معتمد کہہ کر پکاریں گے اور حمایت کریں گے اور کس کو بوقت طلب حمایت اپنے دشمنوں کی طرف بھیجیں گے۔

کتب سیر اور تواریخ کی طرف اگر توجہ کیجیئے تو ظاہر ہوگا کہ آئمہ کرام علیہم السلام کی اولاد اکثر شیعہ مذہب ہوتی آئی چنانچہ اس وقت بھی شیعوں میں سادات زیادہ ہیں اور جہاں جہاں سادات مستند ہیں وہ سب شیعہ ہیں سنی شیعہ کی کتابوں کو دیکھ لیجیئے کہ شیعوں کی حدیثوں کا دار و مدار اقوال آئمہ اثناعشر علیہم السلام پر ہے اور ان کے اقوال کو یہ لوگ مثل حدیث کے مانتے ہیں برخلاف کتب سنت جماعت کے کہ ان کے نزدیک

دار و مدار حدیثوں کا اوپر اقوال امام ابوحنیفہ و امام شافعی و مالک و حنبل کے ہے آئمہ اثنا عشر سے بہت ہی قلیل حدیثیں مذکور ہیں۔ ان سب وجوہات سے صاف ظاہر ہے کہ شیعوں کے مذہب کی ابتدا باعتبار تولائے اہلبیت علیہم السلام تو روز ازل سے ہے کیونکہ یہ لوگ عالم ارواح سے والہ و شیدا خاندان رسالت کے ہیں اور باعتبار ظاہر اسباب ابتداء مذہب کی اس وقت سے ہے کہ جناب امیر رسول مقبول کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے اور یہ لوگ اس کار خیر میں حضرت کے شریک تھے اور جب اس کام سے فراغت پائی تو زمانہ کا رنگ بدلا ہوا دیکھا مگر یہ ثابت قدم لوگ جناب امیرؑ کے ساتھ اور جناب امیر ان کے ساتھ رہے اور بعد حضرت امیر کے یہ لوگ امام حسن علیہ السلام کے ساتھ رہے اور اگرچہ عروج دنیا سقیفہ والوں کو ملا مگر یہ عاقبت بیں لوگ اہلبیت رسولؐ اللہ سے جدا نہ ہوئے اور اگرچہ معرکہ کربلا میں خاندان رسالت پر بڑی تباہی آئی تاہم ان لوگوں نے دامن اہل بیت کا نہ چھوڑا اور نفع دنیا کا مطلق خیال نہ کر کے اہلبیت علیہم السلام سے ملے رہے اور باوجود سہ بارہ قتل عام کے اس صراط مستقیم سے جدا نہ ہوئے اور حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام بھی برابر ان سے راضی رہے اور ان پر اعتماد و بھروسہ رکھتے آئے یہ لوگ وہ ہیں کہ جنہوں نے مذہب اپنا صرف واسطے رضائے پروردگار کے بلا طمع دنیا محض علم و یقین سے اختیار کیا اور اگرچہ زمانہ ان سے برابر کج کرتا آیا اور عوام لوگ ان سے ہمیشہ عناد رکھتے رہے مگر انھوں نے خوشنودی آل پاک رضوان اللہ علیہم کو سب پر مقدم جانا اور اس کے مقابلہ میں کسی اعزاز یا آرام دنیا کو دھیان میں نہ لائے بلکہ ان کی محبت میں سخت صعوبتیں اور اذیتیں گوارا کیں اور ہر وقت راضی برضا رہے ان لوگوں کی نسبت یہ کہنا کہ یہ لوگ بہکائے ہوئے عبداللہ ابن سبا کے ہیں چاند پر خاک ڈالنا اور دن کو رات کہنا ہے۔ الغرض جب یہ بات محض غلط قرار پائی کہ مذہب شیعہ قائم کیا ہوا عبداللہ ابن سبا کا ہے تو میرا یہ اعتراض کہ اگر خلافت خلفائے ثلثہ صحیح اور جائز تھی تو اتنا بڑا فرقہ شیعہ اب تک اس کے مخالف کیوں ہے لاجواب رہ جاتا ہے اور تمہارے سوال کا جواب کہ اگر یہ خلافت ناجائز تھی تو عوام نے کیوں مان لیا ہم دے چکے ہیں بلکہ ایک بات اور بھی کہتے ہیں کہ جمہور کے مان لینے سے خلافت ناجائز جائز نہ ہوگی اور نہ ایسا خلیفہ خلیفہ برحق سمجھا جائے گا۔ دیکھو کہ جب یزید تخت پر بیٹھا تو لاکھوں آدمیوں نے اس کی خلافت کو مان لیا جن میں ایک لاکھ کے قریب تو معرکہ کربلا میں نواسہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کے پیاسے موجود تھے سارا کوفہ و شام ان کے زیر نگیں تھا مگر اس سے کوئی یہ نہیں کہ سکتا کہ یزید خلیفہ برحق تھا۔ پس اگر جمہور کے مان لینے کو دلیل حقیقت مذہب سمجھو گے تو تمہیں بڑی مشکل ہو گی یعنی یزید کو خلیفہ برحق ماننے کے علاوہ غالباً دائرہ اسلام سے نکل جانا ہو گا کیونکہ دیگر مذاہب یعنی بودھ وغیرہ کی تعداد اسلام کی تعداد سے زیادہ ہے پس جس دلیل سے تم دیگر مذاہب کو باوجود ان کی کثرت کی باطل قرار دو گے اسی دلیل سے ہم مذہب سنت جماعت کو باوجود ان کی کثرت کے باطل قرار دیں گے کیونکہ شیعہ مذہب کو مذہب سنت والجماعت سے وہی نسبت ہے جو اسلام کو دیگر مذاہب سے۔ ہم تو کہتے ہیں اچھوں کی تعداد بروں کی تعداد سے ہمیشہ کم رہتی ہے یہاں تک کہ سب سے اچھا خدائے تعالیٰ ہے اور وہ صرف ایک ہے۔

چوتھی کھائی کیا واقعی جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام خلافت کے قابل نہ تھے؟

محی الدین: - مگر ایک بات قابل غور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ ایک شخص عابد و زاہد خدا ترس تھے آپ کو زمانہ کی پالسی سے بالکل ناواقفیت تھی بعد انتقال جناب رسول خدا کے زمانہ جس رنگ پر چلا اس کے لئے خلفا ثلثہ ہی موزوں تھے حضرت علی کرم اللہ وجہ عبادت کے لئے مخصوص تھے آپ کے لئے عبادتخانہ کا حجرہ اور خلفا ثلثہ کے لئے تخت خلافت مناسب وقت تھا ع ہر کسے را بہر کارے ساختن

شہزادہ نور ایمان: - نادعلیا مظہر العجائب :: تجدہ عونا لک فی النوائب (چوتھی کہانی بابا علی رضا)۔ کیا خوب تو آپ کے نزدیک نائب رسول ہونے کے لئے عابد زاہد خدا ترس ہونا داخل عیب ہی یا کم سے کم عابد و زاہد ہونے سے اسکی خلافت کی قابلیت میں کمی ہو جاتی ہے! - اگر آپ کی یہی رائے ہے تو فقہ معاف کیجئے شہدے یا کم سے کم تارک صوم و صلواۃ و ناخدا ترس تو مستحق ترین خلافت ہو جائیں گے! نعوذ باللہ من ذلک!! اور یہ جو کہتے ہو کہ حضرت علی علیہ السلام زمانہ کی پالیسی سے بالکل ناواقف تھے تو میں پوچھتا ہوں کہ پالسی سے تمہارا کیا مطلب ہی اگر پالسی سے تمہارا مطلب مکر و زور - دغا و فریب - کذب و بہتان ظلم و جور، عیاری و فتنہ پردازی ہے تو مجھے تمہارے ساتھ بالکل اتفاق ہے کہ حضرت علیہ السلام اس سے بالکل ناواقف و نافر تھے - مگر اسلام کی بنیاد ایسے بیہودہ اصول پر ہرگز نہ تھی اور نہ اسلام نے ان مکروہ طریقوں سے رونق پائی اور اگر تم اسلام کی ترقی ایسے نا معقول اصول پر چاہتے ہو تو بڑی شرم کی بات ہی نصاریٰ اور یہود کسی شاعر کا ایک مصرعہ "بیک دست گوہر بیک دست تیغ"، سنکر تو کس قدر طعن و طنز کرتے ہیں اگر ان کو یہ کہو کہ اسلام کی ترقی ان شرمناک طریقوں سے ہوئی تو جیا دار اور غیرت دار آدمیوں کو تو وہ مارے طعن و تشنیع کے راہ چلنے نہ دیں گے - میں کہتا ہوں کہ ہمارے سردار آقا افضل المرسلین خاتم النبیین نے اسلام کو مضبوط بنیاد صدق و صفا، صبر و رضا، رحم و کرم، علم و حلم، ریاضت و عبادت، مروت و سخاوت شجاعت و عدالت پر قائم فرمائی ہے - پس جو بحث ہمارے تمہارے درمیان میں ہے اس میں لئے اس پالیسی کے جو حضرت رسول مقبول نے اختیار فرمائی تھی اور جس پر حضرت نے اسلام کی بنیاد قائم کی تھی اور کسی پالسی کا خیال کرنا نہ چاہئے۔

اب دیکھنا چاہئے کہ ان اصول اور اس پالسی کا برتنے والا بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پردہ زمین پر سوائے علی مرتضیٰ کے اور کون تھا ان شائستہ اور پاک اصولوں کی بنا پر اگر جناب امیر علیہ السلام اور خلفاء ثلثہ کی قابلیت کی جانچ پرتال کی جائے تو ساری قلعی کھل جائے اور معلوم ہو جائے کہ افضل و اعلیٰ کون ہے - چونکہ تمثیل میں ہم اس کا موازنہ کر چکے ہیں اس لئے اس وقت ایک سوال پر اس قصہ کو مختصر کرتے ہیں یعنی کیا ممکن ہے کہ جبرالٹر سے پیکن تک کے کل علمائے سنت و جماعت مل کر خلفائے ثلثہ کو ان صفات حمیدہ میں جناب امیر علیہ السلام سے افضل ٹھیرا سکیں؟ کیا مجال!!! اور یہ جو کہتے ہو کہ حضرت علی علیہ السلام عبادتخانہ کے حجرے کے لئے موزوں تھے تو اس میں شک نہیں کہ جس طرح ہمارے

سردار حضرت سرورِ کائنات نے غار حرہ میں ایسی عبادت کی کہ فرشتے آسمان کی مدح و ثنا کرنے لگے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنے اخلاق ذاتی و صفاتی سے نورِ ایمان کو مثل آفتاب عالم تاب کے چمکایا اسی طرح میرے آقا مظہر العجائب و الغرائب نے حق تعالیٰ کی عبادت بھی انتہا کی کی اور اس کے ساتھ ساتھ خدا کی راہ میں اور اسلام کے سچے اصول پر اشاعت میں ایسے ایسے کار نمایاں کئے کہ دنیا کی تاریخ میں جن کا جواب نہیں عبادت ایسی اور اس میں وہ محویت کہ گویا درجہ وصال کا حاصل۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی کے پائے مبارک میں تیر چبھ گیا تھا جس کے نکالنے میں آپ کو سخت تکلیف ہوئی تھی لیکن قربان حضرت کی محویت عبادت کے کہ جب آپ سجدہ معبود کو جھکے تو سہ

اصلا خبر ہوئی نہ جناب امیرؑ کو　　کھینچا بزور پاؤں سے قنبر نے تیر کو

اس عبادت پر سخاوت ایسی کہ ایک وقت جب آپ رکوع میں تھے ایک سائل نے سوال کیا آپ نے سائل کی طرف ہاتھ بڑھا دیا کہ انگوٹھی نکال لے جب اس نے انگوٹھی نکال لی اور حضرت نے اس طرح پر زکوٰۃ و صلوٰۃ بیک وقت ادا کی تو بارگاہ قدرت سے خطاب ہوا کہ میرے خاص بندے وہ ہیں کہ یوتون الزکواۃ و ھم راکعون یعنی حالت رکوع میں زکواۃ ادا کرتے ہیں دیکھو سورہ مائدہ پارہ ششم پس بھائی ہمارے آقا تو عبادت ہی میں سب کچھ کر گئے ہیں اور حق یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ کیا وہ عبادت ہی عبادت تھی۔ صدق و صفا میں آپ کا سینہ نورانی آلائش دنیاوی سے بالکل پاک تھا آپ مجسم معصوم و طاہر تھے سب سے پہلے ایمان لائے اور ابتدائے ولادت سے تا وفات کوئی گناہ کیا ہی نہیں آپ کو جناب رسول خدا نے فرمایا انا و علی من نور واحد پس جو بزرگ نورِ نبوی سے پیدا ہوا اسکی صدق و صفا کا کیا کہنا۔ مروت و حمیت ایسی کہ ایک سال صوم میں عین افطار کے وقت تین دن متواتر مسکین و یتیم و اسیر سائل ہوئے آپ نے تینوں دن اپنے سامنے کی روٹیاں ان کے حوالے کر دیں اور خود فاقہ سے رہ گئے اس وقت بارگاہ احدیت سے یہ بشارت ہوئی و یطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا دیکھو سورہ دہر پارہ ۲۹ ایک مرتبہ آپ نے دن کے وقت اور شب کو مخفی اور علانیہ خیرات کی اس وقت بارگاہ احدیت سے ارشاد ہوا الذین ینفقون اموالھم باللیل و النھار سرا و علانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم سورہ بقر پارہ سوم یعنی وہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے مال کا نفقہ دیتے ہیں رات کو اور دن کو چھپا کر اور ظاہر ہیں ان کا اجر ان کے خدا کے پاس ہے سخاوت تو ایسی لیکن اپنی ذات کے لئے ارد جو پر اوقات بسر کی چنانچہ منقول ہے کہ اپنے کھانے کے جو کے آٹے پر آپ مہر کر دیتے تھے ایک شخص نے پوچھا کہ یا حضرت اس آٹے پر آپ مہر کیوں کر دیتے ہیں آپ نے فرمایا مجھے اس آٹے سے سو طرح کی لذت حاصل ہے۔ لیکن مجھے خیال ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ میرے بیٹے مجھ پر ترس کھا کر اس میں آرد گندم ملا دیں اس لئے میں مہر کر دیتا ہوں تا بروز حساب میں حساب دینے میں الجھ نہ جاؤں میں روز حساب کے حساب سے بہت ڈرتا ہوں۔ افسوس ہے دوری راہ و قلت زاد راہ پر! اس فاقہ کشی اور اس ریاضت اور عبادت پر شجاعت ایسی کہ جب غزوۂ خیبر میں اصحاب کو پے در پے شکست ہوئی اور مرحب کی ڈکار سے کلیجے تھرانے لگے اور میدان جنگ کی طرف رخ کرتے ہوئے بدن پر رعشہ آنے لگا۔ اس وقت میرا آقا

شاہ مرداں شیر یزداں خود رسول مقبول سے اجازت لیکر تن تنہا میدان جنگ میں موجود ہو گیا اور ایک ضربت حیدری میں اس دیو زاد کو واصل جہنم کیا اس وقت شور لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار سے سقف فلک گونج اٹھا اور پھر در خیبر کو اکھاڑ کر خندق پر پل بنا دیا کہ سارا لشکر اسلام قلعہ میں داخل ہوا اور اسلام کا جھنڈا گڑ گیا ۔ اس شجاعت پر رحم و کرم وہ کہ جب ابن ملجم لعین نے عین سجدے میں آپ کے سر مبارک پر ضرب کاری لگائی اور بعدہ رسی میں جکڑا ہوا گرفتار ہو کر آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے اسکی رسیاں کھلوا دیں اور فرمایا کہ اس وقت سے جو آب و غذا مجھے دو اس کو پہلے دو تب مجھے دو چنانچہ جب تک آپ زندہ رہے اس مردود کو آب و غذا سے سیر کرتے رہے ۔ پھر سنئے کہ ایک مرتبہ آپ کسی طرف جا رہے تھے راہ میں ایک ضعیفہ جس کا شوہر کسی لڑائی میں مارا گیا تھا پیٹھ پر مشک لئے کچھ آپ کی شکایت کرتی جاتی تھی آپ سنکر کانپ گئے اور فرمایا کہ اے ضعیفہ مشک مجھے دے کہ میں تیرا بوجھ بٹاؤں چنانچہ وہ مشک لئے ہوئے آپ اس ضعیفہ کے گھر پہنچے اور فرمایا کہ اے مومنہ اور کوئی خدمت ہو تو مجھے کہہ کہ میں بجا لاؤں اس نے کہا کہ تنور روشن کرو اور روٹیاں لگاؤ اور میرے بچوں کو بہلاؤ ۔ آپ نے خود تنور روشن کر کے روٹیاں تیار کیں اور اس ضعیفہ کے بچوں کو مثل اپنے بچوں کے بہلاتے رہے اور جب تنور کے دھویں سے آپ کی آنکھوں سے پانی جاری ہوا تو آپ نے فرمایا ذق یا علی اے علی مزہ چکھ اپنی غفلت کا حلم وہ کہ مشہور ہے کہ جہاد راہ خدا میں ایک کافر کو زیر کر کے آپ نے چاہا کہ اسکو قتل کریں اس نے آپ کے روئے مبارک پر تھوک پھینک دیا اگر دوسرا کوئی ہوتا تو اس کا غصہ اور بڑھ جاتا مگر قربان مولے کے حلم کے کہ آپنے فوراً اس کو چھوڑ دیا ۔ اور جب لوگوں نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں اس کو راہ خدا میں قتل کرتا تھا اس میں مجھ کو مطلق اپنی نفسانیت نہ تھی ۔ لیکن اب اگر میں اسکو قتل کرتا تو وہ اسکی بے ادبی کا بدلہ ہو جاتا ۔ اور مجھے ہرگز منظور نہیں کہ اگر کوئی مجھ سے بے ادبی کرے تو میں اس کا بدلہ لوں صابر اور راضی برضا ایسے کہ جب بہ شب ہجرت قریش کی تلواروں اور تیر دلوں نے خانۂ پاک جناب رسول مقبول کا محاصرہ کر لیا اس وقت یار لوگ جان لیکر ادھر ادھر جہاں جس کو موقع ملا بھاگ گئے یا چھپ رہے لیکن میرا دلاور بادشاہ بیخوف و خطر بستر پاک جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ڈٹ گیا اور اپنی جان کو حوالہ بخدا کر دیا اس وقت بارگاہ احدیت سے خطاب ہوا من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد یعنی میرے پیارے بندے وہ ہیں جو اپنی جان کو خداوند عالم کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں پس اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں پر بڑا مہربان ہے ۔

تبلیغ احکام یعنی سفارت میں حضرت علی علیہ السلام کو بے مثل ہونیکا سارٹیفکٹ اللہ تعالیٰ جل شانہ سے حاصل مشہور ہے کہ جب حضرت رسول مقبول کو حکم جہاد آیا اور سورہ برات نازل ہوا تو اس فرمان عالی کے پڑھنے کے لئے حضرت ابوبکر بھیجے گئے ابھی وہ مقام مقصود تک پہنچے بھی نہ ہوں گے کہ جبرئیل آئے اور فرمایا کہ اے علی حضرت جل شانہ کی مرضی یہ ہے کہ علی مرتضیٰ اس کام کو سرانجام کریں یہ کام ان کا ہے ۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رستے سے واپس پھیرے گئے اور علی مرتضیٰ علیہ السلام نے بے خوف و خطر بمقابلہ جمہور مخالفین و منافقین فرمان احکم الحاکمین کو جو مثل اعلان جنگ کے تھا پڑھ کر سنا دیا ۔ عدالت ایسی کہ جب فیصلہ کیا تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی حتیٰ

کہ خلافت ثلثہ کے وقت میں جب کوئی مسئلہ اہم یا قضیہ ادق پیش ہوا تو حضرت علی ہی سے مدد لی گئی اور حضرت ہی
کی رائے صائب پر فیصلہ ہوا چنانچہ حضرت عمر کے وقت میں القضیۃ ولا ابا الحسن (یعنی قضیہ بلا ابو الحسن کے
کیونکر فیصل ہو سکتا ہے) ضرب المثل ہو گیا تھا اس وقت بھی کتنوں کی جان بچائی چنانچہ حضرت عمر کا قول لولا
علی لھلک عمر یعنی اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا مشہور ہے۔
بعضے واقعے تو ایسے ہوئے کہ غریبوں پر بوجہ جہالت مسئلہ کے جس کو تم خطائے اجتہادی کہو گے حکم قتل صادر
ہوا تھا۔ لیکن ان کے نصیبوں سے راہ میں جناب امیر مل گئے اور ہوئے کے حکم صحیح شرعی بتانے سے ان لوگوں کی
جان بچی اور وہ لوگ دار سے پھرے۔ علم وہ کہ علاوہ خطاب انا مدینۃ العلم و علی بابھا کے روزمرہ ایسی
ایسی باتیں بتائیں کہ حکماء کی عقل دنگ ہو جائے ایک مرتبہ تین عرب سترہ اونٹ لیکر آئے اور حضرت سے کہا کہ یا
مولیٰ ان سترہ اونٹوں کے ہم لوگ اس طرح حق دار ہیں کہ ایک حق دار نصف کا ہے اور دوسرا حق دار ایک ثلث کا
ہے اور تیسرا حق دار نویں حصہ کا اس کو اب تقسیم فرما دیجئے کہ اونٹ کاٹا نہ جائے اور ہم لوگوں کو پورا حصہ مل جائے سوال
سے ظاہر ہے کہ اونٹ کاٹنے کی تقسیم مشکل ہے۔ لیکن قربان مولا کے ذہن رسا کے کہ آپ نے قنبر سے فرمایا کہ ایک
اونٹ میرا لا کر ملا دے جب وہ اونٹ ملایا گیا تو اٹھارہ ہوئے اپنے نصف حصہ والے کو نو اور ثلث والے کو چھ
اور نویں حصہ والے کو دو اونٹ دے یہ سب ملا کر سترہ اونٹ ہوئے باقی ایک اونٹ اپنا جو بچا اُس کو قنبر کے حوالہ کیا
اس تقسیم سے وہ عرب نہایت شاداں و فرحاں مولا کو دعائیں دیتے چلے گئے کہ ہر ایک نے اپنی پوری رسدی
بھی پائی اور اونٹ بھی نہ کٹے یہ تقسیم ظاہرہ معجزہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن حقیقتاً یہ حساب کسر کا ہے جس سے مولیٰ کی
اعلیٰ درجہ کی قابلیت حساب میں معلوم ہوتی ہے اس پر بھی میں کہتا ہوں کہ سب شرکا کو اپنی پوری رسدی ملنا اور اونٹ
کا نہ کٹنا اگر معجزہ نہیں تو کرامت میں شک ہی نہیں۔
اسی طرح دو عرب ایک جگہ جمع ہوئے ایک کے پاس پانچ روٹیاں اور ایک کے پاس تین دونوں ملا کر کھانے
کو بیٹھے کہ ایک تیسرا عرب بھی شامل ہو کر کھانے لگا اور تینوں نے برابر روٹیاں کھائیں جب تیسرا عرب کھا کر اٹھا تو اس
نے آٹھ درہم ان دونوں کے حوالے کئے اور چلا گیا بعد جانے اسکے ان آٹھ درہموں کو تقسیم میں ان دونوں میں جھگڑا
پڑا پانچ روٹی والے نے پانچ درہم خود لئے اور دوسرے کو تین درہم دینے لگا تو وہ راضی نہ ہوا اور کہا کہ ہم نصف
کے مستحق ہیں آخر دونوں حضرت کے پاس آئے آپ نے تین روٹی والے کو سمجھایا کہ تین درہم جو تجھکو ملتے ہیں کیوں نہیں
لیتا؟ اس نے کہا یا مولا میں نصف کا مستحق ہوں تین درہم کیوں لوں حساب سے مجھے چار درہم ملنے چاہیں آیندہ
حضور کو اختیار ہے۔ مولیٰ نے فرمایا کہ ایک تو درہم سے زیادہ نہیں پا سکتا اس لئے کہ آٹھ روٹیوں کے ۲۴ ثلث ہوئے
ہر ایک نے آٹھ آٹھ ثلث کھائے اور تمہاری تین روٹیاں تھیں اس کے نو ثلث ہوئے انمیں آٹھ ثلث تم نے کھائے باقی ایک ثلث
تمہاری روٹی سے مرد عرب نے کھایا اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیاں تھیں جسکے پندرہ ۱۵ ثلث ہوئے انمیں سے آٹھ ثلث اُسنے خود کھائے
باقی سات ثلث اسکی تیسرے عرب نے کھائے اسلئے سات درہم کا وہ مستحق ہے۔ ایک درہم کے تم۔ یہ فیصلہ سن کر وہ شخص خاموش
اور راضی ہو گیا اس سے ظاہر ہے کہ حضرت کو حساب کسور میں ملکہ تامہ تھا دیکھو کتاب المرتضیٰ صفحہ ۱۳۷۔
تحقیق ایسی کہ ایک روز عین نماز کے وقت ایک شخص نے حضرت سے سوال کیا کہ یا حضرت کون کون حیوان بچہ

بچہ دیتے ہیں اور کون کون انڈا؟ آپ نے اتنے بڑے سوال کا جس میں دنیا بھر کے بر و بحر و کوہ و ہامون و صحرا
کی تحقیقات درکار تھی صرف دو لفظوں میں جواب دے دیا جن کے کان ظاہر ہیں وہ بچہ دیتے ہیں اور جن کے
کان ظاہر نہیں وہ انڈا۔ اس جواب کو اگر معجزہ نہ کہئے تو اس میں شک نہیں کہ بغیر علم لدنی کے کوئی شخص بھی
ایسا جواب نہیں دے سکتا مخصوص وہ شخص جس نے ظاہرا عرب کے صرف دو تین شہروں کی سیر کی ہو اس سے
ظاہر ہے کہ یہ نتیجہ اس تعلیم کا ہے جو حضرت سرور کائنات نے درگاہ عالم الغیب سے حاصل کر کے سینہ بسینہ اپنے
فرزند عالی مقدار حیدر کرار کو عطا فرمایا تھا عقل سلیم اور طبع مستقیم ایسی کہ رسول خدا کے وقت میں آپ آنحضرت کے مشیر
اعظم تھے اور خود آپ کے علماء قبول کرتے ہیں کہ بوقت خلافت ثلثہ اہم مہمات میں حضرت ہی کے مشورہ پر کام
ہوتا تھا۔ پس ہم حیران ہیں کہ جب حجرہ عبادت میں جناب امیر علیہ السلام اشرف العابدین اور میدان جنگ میں
اشجع الناس اور کرسی حکومت پر صدر الصدور اور مدرسہ علمیہ میں اعلم العلماء اور کیبینٹ یعنی جلسہ وزراء میں آپ
مثل ہارون علیہ السلام کے وزیر اعظم اور محکمہ حساب میں سریع الحساب اور دار القضا اور دار العدالت میں بے
عدیل تھے تو پھر خلافت کے لئے اور کس بات کی ضرورت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام ناقابل تصور کئے جاتے ہیں
اگر تمدن اور تجربہ سے بحث کرو تو خدا کے فضل سے جناب امیر علیہ السلام کی قابلیت اس میں بھی آزمائی ہوئی
ہے خود جناب سرور کائنات نے جناب امیر علیہ السلام کو یمن کے ایسے وسیع اور زرخیز صوبہ کا حاکم مقرر کیا تھا اور
جناب امیر علیہ السلام نے بطور دلیعہد وہاں کا انتظام ایسا اچھا کیا کہ جناب رسول مقبول ہمیشہ رضامند رہے
جیسا کہ علماء کا قول ہے کہ یمن والوں کی شکایت پر جناب سرور کائنات نے فرمایا تھا کہ من کنت مولاہ فعلی
مولاہ برخلاف اس کے صحابہ ثلثہ کو ایک بیگھ یا بسوہ بھی جاگیر حکومت کے لئے نہ ملی تھی باوجود اسکے جناب
امیر علیہ السلام کو خلافت کے ناقابل سمجھنا اور خلفاء ثلثہ کو فائق سمجھنا بالکل ہٹ دھرمی اور ضد نہیں ہے تو کیا
ہے؟ اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ بعد انتقال جناب رسول مقبول ایک زمانہ جس رنگ پر چلا اس کے لئے
خلفاء ثلثہ ہی موزوں تھے اس پر مجھے ہنسی آتی ہے اور ایک شعر یاد آتا ہے ؎

مل کے مہندی بہ حوث مرجاں پر ہاتھ لالہ نا نگار کیا کہتا

یہ عجب طرح کی بات ہے کہ جناب رسول مقبول کی حیات تک تو حضرت علی علیہ السلام ہر طرح پر لائق۔ فائق
عاقل۔ قابل۔ عادل۔ شجاع۔ بہادر زیرک۔ دانا سب کچھ تھے پھر یہ کیسی ہوا چلی کہ حضرت سرور کائنات
کی آنکھ بند کرتے ہوئے آپ ایسے ناقابل ہو گئے کہ سوائے عبادت خانہ کی کوٹھڑی کے کہیں کے قابل نہ رہے۔
اب ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ برائے خدا سوچو کہ ایسے جامع کمالات صوری و معنوی اور ایسے مجموعۂ صفات
ظاہری و باطنی کو جسکی قابلیت کا سارا جزیرہ نمائے عرب بلکہ عجم گواہ ہے اور جس کو لیاقت اور قابلیت کے
سارٹیفکٹ اللہ و رسول سے حاصل ہیں اسکو تخت خلافت رسول مقبول کے ناقابل سمجھنا صریح ظلم بلکہ خون انصاف
ہے یا نہیں۔ یاد رکھو کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایک وقت ایسا بھی آئیگا کہ جناب رسول خدا کو منہ دکھلاؤ گے
کیا خدانخواستہ حضرت سے کہو گے کہ یا حضرت جس بزرگ کو حضور نے ستر ہزار آدمیوں کے سامنے مولائے
مومنین قرار دیا اور جس ولی کو حضور نے انہ منی وانا منہ کہا اور جس علی کو حضور نے انا و علی من نور

داخل ما فرمایا اسکو ہم نے بوجہ عابد زاہد وخدا ترس ہونے کے حضور کی نیابت کے قابل نہ سمجھا اور اس لئے مذہب سنت جماعت پر قایم رہے ؟ الامان۔ الحفیظ !!

پانچویں کھائی یعنی خلافت ثلثہ کا نتیجہ کیا ہوا ؟ اور اہلبیت آل رسول خدا صلعم کی اُس کی بدولت کیا حالت ہوئی

محی الدین:۔ خیر یہ سب کچھ سہی مگر میں کہتا ہوں کہ اس الیکشن کا نتیجہ کیسا اچھا ہوا کہ اسپین سے کابل تک دین محمدی جاری ہوگیا۔ جبرالٹر سے انڈس تک اشہد ان لا الہ الا اللہ کی صدائیں بلند ہوئیں علوم وفنون کی ترقی ہوئی پس میں تو کہتا ہوں کہ بمصداق اصول حکیم ویٹ یعنی الخیر ما وقع اس الیکشن کو جائز قرار دو اور اس کا احسان مانو۔

شہزادۂ لوا ایمان لافتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار ریا پانچویں کھائی پار

علی رضا:۔ یہ تقریر تمہاری مجھے ایسی معلوم ہوتی ہے کہ ایک شخص ایک شیر ببر کو پنجرے میں بند کر کے اُسکے ہاتھ پاؤں کو زنجیر سے جکڑ دے اور دانہ پانی اس کا موقوف کردے بعدہ ایک سنڈ مسنڈ بھیڑیے کو لومڑیوں کے شکار پر للکارے اور جب وہ بھیڑیا ان لومڑیوں کو شکار کرے تو سب لوگ چلا اٹھیں کہ واہ واہ اس بھیڑیے نے تو وہ کام کیا جو اس شیر ببر سے ممکن نہ تھا اور بعد برسوں کے جب اسد فاقوں کی شدت اور قید کی مصیبت سے ضعیف وناتوان ہو جائے اور جوارح اس کے سست ہو جائیں اور اس وقت لومڑیوں کے شکار کو بھیجا جائے اور اس میں اگر تھک جائے تو لوگ کہیں کہ اس اسد سے تو وہ بھیڑیا اچھا ہے! بھائی خدا کے لیے ذرا سوچو اور غور کرو اس الیکشن کے نتایج کی اس قدر تعریف تو کرتے ہو مگر یہ کیونکر کہہ سکتے ہو کہ اگر یہ الیکشن نہ ہوتا اور حضرت علی علیہ السلام موافق خواہش حضرت رسول خدا جانشین ہوتے تو رونق اسلام زیادہ نہ ہوتی۔

تھوڑی عقل کو دخل دینے اور غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ الیکشن نہ ہوتا اور حق بحقدار پہنچتا تو دنیا بہشت ہو جاتی سب لوگ ایک دل ایک بات ایک مذہب ایک ایمان رہتے شریعت کی رونق یوماً فیوماً بڑھتی رہتی بارہ نسلوں تک نور خاندان رسالت کا چمکتا رہتا۔ دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی۔ اسکندریہ کا کتبخانہ جلایا نہ جاتا جہاز رانی کا کارخانہ بڑھتا تجارت کے لیے شناوصیت کا خیال ہوتا قل سیروا فی الارض کی پوری تعمیل ہوتی۔ اخلاق وتہذیب نبوی کی ترقی ہوتی مکر و زور دغا اور فریب کا نام نہ ہوتا۔ لوگ حق شناس ہوتے احسان فراموشی، نمکحرامی۔ وعدہ خلافی، نفاق کا نام نہ لیتے۔ علوم دینی و دنیاوی جو خانہ جنگیوں کی وجہ سے طاق پر رکھ دیے گئے تھے ترقی پکڑتے۔ جھوٹ فریب دغا کا نام نہ ہوتا اس ترقی علمی میں عجب نہیں کہ میری قوم ملک امریکہ ڈھونڈ نکالتی اور اس وقت یونائٹڈ اسٹیٹ اور برازیل سے چین اور جاپان تک انگلستان اور پرتگال سے کیمسکٹکا تک مغربی افریقہ سے مشرقی ایشیا تک صدائے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ واشہد ان علیا ولی اللہ بلند

ہوتی۔ برخلاف اس کے اس الکشن نے نور خاندان رسالت کو اسی وقت نظربند کردیا نفاق باہمی اور اختلاف قومی نے انتہا درجہ کی ترقی کی جس کو ہم تم آج تک کس خرابی سے بھگت رہے ہیں۔ غور کرو کہ اگر یہ الیکشن نہوتا اور حضرت علیؑ اسی وقت تخت پر بیٹھتے تو یہ سنی شیعہ کا اختلاف کاہے کو ہوتا؟ اگر حضرت عثمان خلیفہ نہوتے تو معاویہ ایسے موروثی دشمن خاندان رسالتؐ کو ایسی طاقت کہاں ہوتی کہ سارے شام کے مالک ہوجاتے پھر یزید بدکس شمار میں ہوتا؟ یہ معرکہ سخت جس کی وجہ سے ؎

افسوس کہ کربلا میں گھر زہرا کا ایسا اجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا

کیوں واقع ہوتا؟ خاتونِ جنت کی اولاد ایسی سرگردان کیوں ہوتی کہ بعد سخت مصائب جھیلنے کے کسی کو کربلا، کسی کو کاظمین، کسی کو سامرہ اور کسی غریب کو خراسان آرام کی جگہ ملی سادات بنی فاطمہ کا تین مرتبہ قتل عام کیوں ہوتا؟ ہزاروں سادات بغداد کے گمرک خانہ کی دیواروں میں کیوں چن دیئے جاتے؟ پس ہمارا تو اس الیکشن کی بدولت خاتمہ ہوگیا تباہ ہوگئے اور تم کہتے ہو کہ ہم الیکشن کا احسان مانیں!! ہم سادات بنی فاطمہ کیونکر احسان مان سکتے ہیں ہم تو سمجھتے ہیں اور ثابت کر سکتے ہیں کہ اگر یہ الیکشن نہوتا تو باسباب ظاہر قتل حسینؑ غیر ممکن تھا۔ علاوہ اس کے اشاعت اسلام کو تو آپ نے اس قدر شد ومد سے بیان کیا اور سب کا باعث اسی الیکشن کو گردانا مگر اسلام میں بڑے بھاری بھاری عیب جو رہ گئے اسکی جواب دہی کون کرتا ہے بغض نفاق حسد، احسان فراموشی۔ نمک حرامی جو اسلام میں اسوقت سب قوموں سے زیادہ ہے اس کا الزام کس کی گردن پر رکھیئے گا۔ واقعات تاریخی کو دیکھئے تو کہ مسلمان افسروں میں یہ عیب کہ رشوت لیکر اپنی سلطنت کے غنیم سے مل جانا اور اپنے آقا اور بادشاہ سے نمک حرامی کرنا سب قوموں سے زیادہ پایا جاتا ہے یا نہیں پس آپ تو اشاعت اسلام کا باعث اسی الیکشن کو بتاتے ہیں۔ پھر ہم اپنے آقا اور مالک سے نمک حرامی کرنے کے عیب کو کس طرف پھینکیں؟ اور کیونکر کہیں کہ اس عیب کی ابتدا کب اور کیونکر ہوئی؟ اصول فکیٹم ڈیلیٹ کو جو تم نے بیان کیا تعجب ہے۔ غصب یا جرائم ملکی میں اصول فکیٹم ڈیلیٹ کو دخل نہیں اگر کوئی شخص تمہاری چاندی کی گھڑی چرا کر اسپر سونے کا پانی پھروا دے اور اسکو بہت اچھے مخملی بکس میں رکھے تو فکیٹم ڈیلیٹ سے وہ گھڑی اس چور کی نہیں ہوجائے گی اور نہ چوری اسکی جائز ہوجائے گی یا اسکی سزا میں کمی ہوگی۔

محی الدین:۔ یہ تو تم نے خیالی پلاؤ پکائی۔ حضرت علیؑ آخر میں تو خلیفہ ہوئے۔ پھر کہاں کوئی تمہاری خیالی باتیں ظہور میں آئیں اور یہ جو ایک کلمہ سخت تم بول گئے وہ تو بالکل مہمل ہے قتل حسینؑ سے اور اس الیکشن سے کیا تعلق؟ وہ کب کی بات اور یہ کب کی۔

علی رضا:۔ افسوس کہ تم نے میرے الفاظ کو خیال نہ کیا وہ سب نتیجہ اس وقت ہوتا جب یہ بانی فساد الیکشن نہوتا اور حضرت علی ابتدا ہی میں تخت نشین ہوتے۔ خلافت آخری جو حضرت علیؑ کو ملی وہ کب ملی؟ سارا عالم سنی شیعہ جانتا ہے کہ وہ زمانہ نہایت ہی ناموافق تھا یعنی دو فرقے شیعہ سنی قائم ہو چکے تھے خانہ جنگیاں شروع ہوگئی تھیں اور حضرت عثمان کے ضعف سے سلطنت کی ناؤ کنارے لگ گئی تھی۔

چنانچہ مصنف کتاب سیرۃ الفاروق اپنی کتاب مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں" اصلی زمانہ خلافت

حضرت عثمان ان کی خلافت کا اخیر زمانہ سمجھنا چاہیئے جس میں تمام اصول ریاست مدن اور وہ اصول سلطنت جمہوری جن پر اس عالیشان محل کی بنیاد قائم ہو گئی تھی سب کے سب سست اور درہم برہم ہو گئے تھے اور غدر ہونا اس کا ایک ضروری نتیجہ تھا - جو ہوا حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام تک جب خلافت پہنچی تو ایسی ابتر و خراب ہو گئی تھی جس کا درست ہونا اگر ممکن نہ تھا تو قریب قریب ناممکن کے تھا اس کی اصلاح میں جہاں تک ممکن تھا کوشش کی گئی ملک دئے گئے دوسری حکمتیں تسلیم کی گئیں مگر اصلاح نہ ہوئی اور روز بروز خرابی بڑھتی گئی اور سب سے بڑھ کر یہ خرابی جڑ پکڑ گئی تھی کہ معاویہ کو ملک شام میں پوری طاقت پیدا ہو گئی تھی اور خاندان رسالت کے مٹا دینے کا سامان اسکے پاس پورا مہیا ہو گیا تھا باین ہمہ حضرت علی نے پانچ برس جو سلطنت کی وہ فیلبور نہیں ہوئی اس میں شک نہیں کہ معاویہ اور حضرت عایشہ کے عناد کی وجہ سے اکثر اوقات آپ کے جنگ میں صرف ہوئے اور ملکی ترقی کا موقع آپ کو بہت کم ملا ایسی صورت میں تھا ایسا پوچھتا ہوں کہ اگر حضرت علی ابتداً تخت پر بیٹھتے تو معاویہ ملک شام میں کیونکر جگہ پاتا اور اگر معاویہ شام میں زور نہ پکڑتا تو امام حسین بیش سے کرخانہ نشین کیوں ہوتے اور اگر معاویہ اپنی کوشش بلیغ سے خلافت شرط صلح یزید کو اپنا ولیعہد کرتا تو امام حسین کو کون قتل کرتا اور خاندان محمدی و مرتضوی پامال کیوں ہوتا - تو کیا سلسلہ وار نتیجہ نکالنے سے وہی الیکشن قتل امام حسین علیہ السلام کا باعث نہیں ہوتا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

محی الدین یہ سب باتیں قیاسی ہیں اور مذہب میں قیاس کو دخل نہیں - میں حکیٹ اور نیگیر (واقعات اور تعداد) سے بحث کرتا ہوں - اب دیکھیئے تو سہی کہ اس الیکشن کی بدولت لاکھوں آدمی مشرف باسلام ہوئے اور ہزاروں میل دائرہ اسلام وسیع ہوا -

علی رضا:- میں چند بار کہہ چکا ہوں کہ تعداد افراد اور وسعت ملک دلیل حقیقت مذہب ہو نہیں سکتی باین ہمہ چونکہ بالفعل حضرات سنت وجماعت انگریزی تعلیم یافتہ - چہ صغیر و چہ کبیر اس بات پر بہت ناز کرتے ہیں اور ہر شخص کو اس الیکشن کے نتیجہ پر بڑا غرہ ہے اس لئے میں نے ایک ٹیبل تیار کیا ہے جس میں دکھلایا ہے کہ مذہب اسلام اور بانی اسلام نے کس بات کی تعلیم کی اور مسلمانان الیکشن نے اور ان کے تبع تابعین نے ان اصول پاک کو کیسا پامال کیا ہے اور بانی اسلام اور اس حبیب خدا کی اولاد کے ساتھ کیسا مخاصمانہ سلوک کیا ہے اصل یہ ہے کہ ہمارے حضرات سنت وجماعت بھائیوں نے اس معاملہ کو محض ایک طرفہ مان لیا ہے اور صرف تعداد افراد اور وسعت ملک پر نگاہ ڈالی ہے مگر اس بات کی طرف مطلق توجہ نہیں کی ہے کہ اس الیکشن کی بدولت اصول اسلام کی کیسی توہین ہوئی ہے - اور بانی اسلام کے خاندان پاک پر کیسی تباہی آئی ہے یہی وجہ ہے کہ تم اس الیکشن کا احسان ماننے کو کہتے ہو میں کہتا ہوں کہ میرے ٹیبل پڑھنے کے بعد - میں تو میں یا تم تو تم غالباً کوئی انگریز جرمن ویہود و نصاریٰ ، ہنود ایسا نہ ہوگا جس کا دل مسلمانوں کی شقاوت اور قساوت اور اس الیکشن کے خونخوار نتائج پر ہل نہ جائے گا اس ٹیبل میں ایک امر کی معذرت کرتا ہوں کہ بعض باتیں جو میں کہہ چکا ہوں اور بعض باتیں جو میں آیندہ بہ تصریح کہوں گا اس ٹیبل میں مجملاً درج ہو گئی ہیں یہاں اور وجہ اس کی یہ ہے - کہ بوجہ تقابل کے اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت آگئی ہے اس لئے میں مجبور ہو گیا -

خلافتِ ثلثہ و تبعِ تابعین کے وقت میں احکام خدا کی خلاف الٹی کارروائی

احکام حق تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ	مسلمانانِ الیکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی
۱- قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ ترجمہ:- کہو اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں تم سے اجر رسالت کچھ نہیں چاہتا۔ میں تم سے صرف اپنے اقربا کی مودّت چاہتا ہوں۔ پارہ (۲۵) سورہ شوریٰ	۱ جناب رسولخدا نے مودت اقربا کے لئے ایسی التجا فرمائی مگر ازحد افسوس کہ حضرت کی رحلت کے دو ہی دن بعد بانی الیکشن نے ایسی ہتک کی کہ حضرت کی نوردیدہ جناب فاطمہؑ کے مکان میں آگ لگانیکا اقدام کیا جو تواتر سے ثابت ہے - چنانچہ بالفعل ایک انگریزی تواریخ عالم موسومہ ہسٹورینس ہسٹری چھپی ہے - اسکی جلد ۸ صفحہ ۱۴۶ کا ترجمہ حسب ذیل ہے:- علیؑ اس الیکشن میں حاضر نہ تھے جب اُن کو یہ خبر ملی تو وہ مطلق خوش نہ ہوئے کیونکہ ان کو امید تھی کہ لوگوں کی پسند خلافت کو لئے انہیں پر قرار دیگی ابوبکر نے عمر کو فاطمہؑ کے گھر پر جہاں علیؑ اور ان کے چند احباب تھے بھیجا اور حکم دیا کہ اگر وہ لوگ خوشی سے نہ آئیں تو ان کو زبردستی لاؤ اور بیعت کراؤ عمر نے جب مکان میں آگ لگانا چاہا تو فاطمہؑ نے کہا اس کے کیا معنی ہیں؟ عمر نے کہا کہ ہم ضرور مکان کو جلا کر خاک سیاہ کردیں گے اگر یہ لوگ ایسا کریں گے (یعنی بیعت نہ کریں گے) جیسا اوروں نے کیا ہے" سبحان اللہ حکم خدا اور وصیت رسولؐ کی کیا اچھی تعمیل ہوئی ہے!!! اگر اسوقت جناب رسولخدا زندہ ہوتے تو کس قدر خوش ہوتے کہ وہ میرے پیارے فاروقؓ نے میری وصیت کی کیا اچھی تعمیل کی!! العوذ باللہ من ذالک!!!
۲- لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ ترجمہ:- نہ فساد کرو زمین میں بعد صلاح کے اور پکارو خدا کو از روئے خوف و طمع کے تحقیق رحمت خدا کی نزدیک ہے نیکی کرنیوالوں کے۔ سورۂ اعراف پارہ ہشتم۔	۲- خلافت خلفائے ثلثہ میں جو کچھ فساد برپا ہونا تھا ہو چکا تھا اس پر بھی افسوس ہے کہ جب اسکی اصلاح کا زمانہ آیا یعنی حضرت علیؑ خلیفہ ہوئے تب بھی لوگ فساد سے باز نہ آئے اور بی بی عائشہ اور طلحہ اور زبیر نے حضرت علی علیہ السلام پر لشکر کشی کی اور قریب مقام بصرہ حضرت سے جنگ کی اور خود عائشہ اونٹ پر سوار ہوکر میدان جنگ میں آئیں اور حضرت علی سے جدال کیا (دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ (۲۴۹) و (۲۵۷) اور اسی طرح معاویہ امیر شام نے برسوں جناب امیر علیہ السلام سے جدال و قتال کیا اور بعد صلاح کے فساد برپا کرتے رہے (دیکھو سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام صفحہ (۲۴۰)
۳- وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا	۳ حق تعالیٰ نے ایک مومن کے قتل عمد پر کیسی ناراضی ظاہر فرمائی ہے کہ غالباً اس سے سخت تر الفاظ غضب الٰہی کے ہو نہیں سکتے مگر ازحد افسوس کہ الیکشن والے مسلمانوں نے قتل مومن کو ایک بائیں ہاتھ کا کھیل بنالیا اور اپنا شعار کرلیا چنانچہ قتل عظیم تو وہ ہوا کہ عاشورہ محرم کو حضرت رسول مقبولؐ کے نواسے امام ابن امام - کریم ابن کریم - رحیم ابن رحیم حضرت امام حسینؑ کو تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا اور حضرت کے سامنے آپ کے بیٹوں بھائیوں

احکام حق تعالیٰ شانہ وعم نوالہ

ترجمہ :- جو قتل کرے مومن کو عمداً جزا اُس کی جہنم ہے جسم میں وہ رہے گا اور اس پر خدائے تعالےٰ کا غضب ہی اور خدائے تعالےٰ اس پر لعن کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے لئے عذاب سخت مہیا کیا ہے

(سورہ نساء پارہ پنجم)

مسلمانان الیکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

بھتیجوں اور بھانجوں کو قتل کیا یہاں تک کہ جب ایک بچہ تشنہ لب پیاس کی شدت تشنگی سے تڑپنے لگا تو خود اسکو میدان میں لائے اور فرمایا کہ تمہارے زعم میں اگر مجرم ہیں تو ہم ہیں اس بچے نے کیا قصور کیا ہی برائے خدا دو گھونٹ پانی اس بچے کو الگ سے پلا دو کہ اسکی جان بچ جائے مگر ہزار افسوس کہ دو لاکھ مسلمانوں میں کسی نے رحم نہ کھایا بلکہ اس کی گردن نازنین پر ایک تیر مارا جس سے وہ بچہ تڑپ کر رہ گیا اور شہید ہوا اور اسیطرح ۷۲ بزرگوار بے جرم وخطا شہید ہوئے اس ظلم پر بھی خاتمہ نہوا اور بعد آپ کے جتنے امام ہوتے گئے سوائے امام عصرؑ کے سب قتل ہوئے تفصیل سب آئمہ کی شہادت کی حسب ذیل ہے پس کیا اچھا نتیجہ الیکشن کا ہوا کہ اولاد رسولؐ میں جو بزرگ سب سے اچھے ہوتے وہ ضرور قتل کئے گئے۔

نام امامؑ	تاریخ شہادت	ذریعہ قتل	نام قاتل	مدفن
حضرت علیؑ	۲۱ رمضان ۴۰ھ	شمشیر	ابن ملجم	نجف اشرف
حضرت امام حسنؑ	۲۸ صفر ۵۰ھ	زہر	جعدہ باشارہ معاویہ	جنت البقیع مدینہ
حضرت امام حسینؑ	۱۰ محرم ۶۱ھ	خنجر	شمر بحکم یزید	کربلائے معلےٰ
حضرت زین العابدینؑ	۱۸ محرم ۹۵ھ	زہر	ہشام یا ولید	جنت البقیع
امام محمد باقرؑ	۷ ذی الحجہ ۱۱۶ھ	"	ہشام	"
امام جعفر صادقؑ	۱۵ رجب ۱۴۸ھ	"	منصور	"
امام موسیٰ کاظمؑ	یکم رجب ۱۸۳ھ	"	ہارون رشید	کاظمینؑ
امام علی رضاؑ	۱۷ صفر ۲۰۳ھ	"	مامون رشید	خراسان
امام محمد تقیؑ	۲۹ ذیقعد ۲۲۰ھ	"	معتصم	کاظمین
امام محمد نقیؑ	۳ رجب ۲۵۴ھ	"	متوکل	سامرہ
امام حسن عسکریؑ	۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ	"	معتز باللہ	"

۴۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُہْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا

پارہ ۲۲ سورہ احزاب

ترجمہ:- وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں مومنین اور مومنات کو بغیر اس کے کہ بُرا کیا انھوں نے پس بتحقیق اٹھایا انھوں نے اپنے اوپر بہتان اور گناہ ظاہر کو

۴ حق تعالےٰ نے تو عام مومنین و مومنات کو ایذا دینے سے منع کیا لیکن افسوس کہ الیکشن کے مسلمانوں نے بانی اسلامؐ کی پیاری بیٹی کو ایذا دی اور اس کا حق تلف کیا۔ دیکھو صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ اس کے بعد حضرت خاتون جنتؑ کے پوتے امام زین العابدینؑ کو حالت مرض میں قید کیا اور طوق وزنجیر پہنا کر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام لیگئے دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۹۷ اسی طرح حضرت کی بیٹیوں بہوؤں، پوتیوں کو اسیر کرکے دیار بدیار پھرایا کہ اسی عالم میں آپ کی پوتی معصومہ صغیر سن گھٹ گھٹ کر قید خانہ میں مرگئی۔ اس کے بعد آپ کے فرزند حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کو چودہ برس تک قید رکھا سے حضرت پہ انتہائے اسیری گذر گئی یعنی زندان میں جوانی و پیری گذر گئی۔ دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۴۰۷۔ علاوہ اولاد رسولؐ کے اصحاب رسولؐ کو جو حضرت کے خاندان سے ملے رہے ایذائیں دی گئیں چنانچہ حضرت عمار یاسر کو جو بڑے معزز صحابہ تھے اور جن کے بارہ میں آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ عمار یاسر سر سے پا تک مجسم ایمان ہے حضرت عثمان کے اقربان نے بڑی ایذا دی اور ان کو اسقدر مارا کہ بیہوش ہوگئے۔ دیکھو

احکام حق تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہٗ	مسلمانان الیکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی
۵- وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔ پارہ (۱۷) سورہ حج ترجمہ جو کوئی تعظیم کرے خدا کی نشانیوں کی پس وہ پرہیزگار قلب ہے :	۵- ظاہر ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور کربلائے معلیٰ اور دیگر روضات مقدسات حضرات ائمہ طاہرین شعائر اللہ ہیں۔ لیکن ہزار افسوس کہ خانہ کعبہ پر حجاج سپہ سالار خلیفہ عبدالملک نے شعلہ پھینکا اور آگ لگائی چنانچہ کچھ حصہ اس متبرک جگہ کا گرا دیا گیا اور شعلہ پھینک کر دشمنوں نے (مسلمانوں نے) اس میں آگ لگائی۔ دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۳۲ علیٰ ہذا القیاس یزید پلید کے عہد میں مدینہ منورہ پر حملہ ہوا اور مسجد نبوی میں گھوڑے اور خچر باندھے گئے اور اس متبرک جگہ کا احترام مثل اصطبل کے کیا گیا دیکھو روضۃ الصفا و تذکرۃ الکرام اسی طرح خلیفہ متوکل نے سنہ ۲۳۶ھ میں حکم دیا کہ قبر امام حسین علیہ السلام کو مع حوالی کی قبروں کے ڈھا کر کھیت کر دیں تاکہ کوئی زیارت کو نہ آوے۔ چنانچہ کربلا ویران اور جنگل ہو گئی۔ دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۴۱۵
۶- وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا۔ پارہ ۱۴ سورہ نحل۔ ترجمہ اور پورا کرو خدا کے عہد کو جب عہد کرو اور نہ توڑو قسموں کو موکد کرنے کے بعد اور تحقیق کہ تم نے اللہ کو اپنے اوپر ضامن کیا	۶- حق تعالیٰ جل شانہ نے ایفاء عہد کی بڑی تاکید کی ہے مخصوص جب امور مذہبی اور تمدن میں ہو چنانچہ اس وقت جب دو سلطنتوں میں کوئی معاہدہ ہوتا ہے۔ تو اس کی تعمیل لازمی ہوتی ہے۔ لیکن افسوس کہ خلفاء الیکشن نے اس کا کچھ خیال نہ کیا۔ امیر معاویہ نے حضرت امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دو شرطوں پر صلح کی ایک یہ کہ کوفہ کی آمدنی حضرت امام حسن علیہ السلام کو دی جائے اور دوسری یہ کہ امیر معاویہ اپنی حیات میں کسی کو اپنا جانشین نامزد نہ کریں جس کو عامہ خلائق پسند کریں وہی خلیفہ ہو لیکن معاویہ نے دونوں معاہدوں کو توڑ دیا اور کسی کی تعمیل نہ کی یعنی نہ تو کوفہ کی آمدنی امام حسنؑ کو دی اور نہ اپنا خلیفہ نامزد کرنے سے باز رہا بلکہ یزید کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور اسکی کوشش بلیغ کی کہ لوگ یزید کی بیعت کریں دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۰۳
۷- وَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ پارہ (۳۰) سورہ والضحیٰ ترجمہ یتیم پر قہر نہ کرو	۷- حق تعالیٰ نے یتیموں پر جبر و قہر تک جائز نہیں لکھا ہے لیکن ہزار افسوس کہ دشمنان اہلبیت نے یتیمان حضرت امام حسین علیہ السلام کو سخت ایذا دی منقول ہے کہ بروز عاشورا جناب امام حسینؑ نے شہادت پائی تو اشقیائے کوفہ و شام واسطے غارتگری کے خیمہ مبارک میں دھنس پڑے قضا را شمر لعین کو ایک لڑکی چار سالہ جس کے کان میں گوشوارے تھے ملی اس شقی نے اس معصومہ کو طمانچے مارے اور گوشوارے اس کے اس طرح کھینچ لئے کہ کان اس کے مجروح ہو گئے اور وہ لڑکی منہ کے بھل زمین پر گر کر فریاد کرنے لگی تب اشقیا نے اس معصومہ کو اسیر کیا اور کوفہ و شام لے گئے جہاں وہ معصومہ فراق پدر میں روتی اور تڑپتی رہی۔ آخر ایکدن

احکام حق تعالیٰ جل شانہ و عم نوالہ	مسلمانان الکیشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی
	یزید پلید نے اس کے بہلانے کے لیے سر مبارک جناب امام حسینؑ کا اس کے پاس بھجوایا۔ جس وقت اس معصومہ نے اپنے باپ کا سر مبارک دیکھا منہ سے منہ ملنے لگی اور اسی حالت میں جان بحق تسلیم ہوئی اور اہلبیت پر ایک مصیبت عظیم واقع ہوئی کہ اس یتیم امامؑ نے عالم غربت میں انتقال کیا اور ملک شام میں دفن ہوئی دیکھو روضۃ الصفا ص ۱۳۱
۸- یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم پارہ ۲۲- سورہ احزاب ترجمہ اے ایمان لانے والو نہ داخل ہو گھر میں نبی کے جبتک تمکو اجازت نہ دیں۔	۸- پروردگار عالم کے اس حکم کی تعمیل ملائکہ مقربین نے کی حتیٰ کہ ملک الموت نے جو ہر جگہ جانے کے لیے ماذون ہی بغیر حکم اہلبیت کے خانہ رسولؐ میں داخل ہو۔ اس گھر کا احترام حضرت عمر نے یہ کیا کہ آگ لگانیکو مستعد ہو گئے اور اشقیا دکوفہ و شام دشت کربلا میں در خانہ خیمہ جناب امام حسینؑ میں داخل ہوئے اور کل مال و اسباب لوٹ لیا اور خیمہ میں آگ لگا دی اور اہلبیت کو اسیر کر کے کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام لے گئے دیکھو روضۃ الشہدا و وقائع اہلبیت
۹- و یطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا پارہ ۲۹ سورہ دہر ترجمہ اور کھلاتے ہیں محبت خدا میں مسکین و یتیم و اسیر کو	۹- یہ آیہ کریمہ جناب امیر کی شان میں نازل ہوا ہے جبکہ آپنے تین دن متواتر عین افطار کے وقت اپنے سامنے کا طعام مسکین و یتیم و اسیر کو کھلا دیا اور خود فاقہ کش رہے۔ لیکن ہزار افسوس کہ اسی ولی خدا کے یتیم بچے پوتے اور پوتیاں اسیر ہوئیں تو کسی نے اتنی بھی خبر نہ لی کہ وہ کیا کھاتے ہیں اور کیا کھانیکو ملتا ہے یہاں تک کہ جب لٹا ہوا قافلہ شہر کوفہ میں داخل ہوا تو کوئی عورتوں نے اپنے بچوں کا صدقہ ان یتیموں کی طرف پھینکا۔ مگر قربان غیرت فاطمی کہ ان بچوں نے اسکو نہ کھایا اور جناب حضرت ام کلثوم نے فرمایا کہ آگاہ ہوا ے کوفیو کہ ان الصدقۃ علینا حرام یعنی ہم اس خانہ پاک کے رہنے والے ہیں کہ صدقہ ہم پر حرام ہے
۱۰- الحج اشہر معلومات فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج پارہ ۲ سورہ بقر	۱۰- حق تعالیٰ نے اس آیت میں بزمانہ حج جدال و قتال کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔ لیکن ہزار افسوس مسلمانان الکیشن ظاہرا تو حج کے لئے جمع ہوئے۔ لیکن عین خانہ کعبہ میں جگر گوشہ جناب رسول مقبول سے جدال و قتال پر تل گئے اسلئے جناب امام حسینؑ کو بخیال حرمت حرم محترم عین حج میں اس مقام کو چھوڑ دینا پڑا اور عرفہ کے دن

احکام حق تعالیٰ جل شانہ و عم نوالہ

مسلمانان اہلکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

ترجمہ

حج کے مہینے معلوم ہیں پس جو شخص ان
میں حج مقرر کرے تو اس کو عورتوں کی طرف
رغبت کرنا اور گناہ کرنا اور جدال و قتال
کرنا چاہیئے۔

یعنی ہشتم ذالحجہ کو حج کو عمرے سے بدل کر کوفہ کی طرف مع انصار
واہل بیت روانہ ہوگئے اور حج ادا کرنے کی حسرت اپنے ساتھ لے
گئے جیسا کہ حضرت کا قول ایک شاعر نے نظم کیا ہے ؎

حج بھی نہ میسر ہوا مغموم چلا ہوں
احرام تلک باندھ کے محروم چلا ہوں

یہ واقعہ عہد سلطنت یزید کا ہے۔ معاویہ کے عہد میں معاویہ نے
لشکر بھیجکر ان لوگوں کو جن کو جناب امیر علیہ السلام نے واسطے
حفاظت حاجیوں کے معین کیا تھا قتل کروا ڈالا دیکھو روضۃ الصفا

۱۱- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

پارہ ۷ سورۂ مائدہ۔

ترجمہ اے ایمان والو کہ بتحقیق شراب اور جوا
اور انصاب ناپاک ہیں اور عمل شیطان ہے۔
پس بچو اس سے تاکہ فلاح پاؤ

۱۱- خلفاء بنی امیہ کا شراب پینا اور قمار بازی کرنا مشہور ہے
چنانچہ جس وقت سر مبارک جناب امام حسین علیہ السلام کا یزید
پلید کے سامنے لایا گیا تو وہ بنا بر مشہور اس وقت شراب پیتا
تھا اور شطرنج کھیلتا تھا اور خلفاء بنی عباس بھی شراب پیتے
تھے۔ چنانچہ متوکل کے شراب پینے کا ذکر تذکرۃ الکرام صفحہ
۲۱۶ میں مندرج ہے اور ولید نے تو یہاں تک غضب ڈھایا تھا
کہ قصد کیا تھا کہ شراب پیکر خانہ کعبہ پر جائے۔ دیکھو روضۃ الصفا

۱۲- وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ پارہ ۲۲ سورہ احزاب

ترجمہ اے نبی کی بیبیو تم لوگ گھروں میں
قرار پکڑو اور جاہلیت کی طرح کا بناؤ نہ بناؤ

۱۲- حق تعالیٰ نے عورتوں کو پردہ داری کا حکم دیا ہے اور تاکید
فرمائی ہے کہ تم لوگ گھروں میں رہو اور وہیں قرار کرو لیکن
حضرت بی بی عائشہ۔ خود جنگ جمل میں بمقام بصرہ کھلے بندوں
میدان جنگ میں آئیں اور جنگ کی ناظرین غور فرمائیں کہ اگر جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس بات کو دیکھتے تو حضرت
کے قلب کا کیا عالم ہوتا

۱۳- إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

پارہ ۲۶- سورہ حجرات ترجمہ سب مومنین بھائی ہیں
پس آپس میں صلاح کرو درمیان اپنے دو بھائیوں کے۔ تاکہ تم لوگ فلاح پاؤ

۱۳- حق تعالیٰ نے آپس کے لڑائی جھگڑے کو بہت ناپسند فرمایا
ہے لیکن ہزار افسوس کہ اہلکشن کے تابعین نے جنگ و جدال ہی کو
اپنا شعار کیا۔ حضرت بی بی عائشہ اور طلحہ اور زبیر جناب امیر سے لڑے
خالد نے مالک ابن نویرہ سے جنگ کی عبدالملک ابن زبیر سے لڑا حلیفہ
ہارون رشید میں سو جنگ کی درمیان بنی امیہ اور بنی عباس کے اسقدر جدال
و قتال ہوا کہ مسلمانوں کے خون کے دریا بہے اور بقول ایک انگریزی مؤرخ

احکام حق تعالیٰ جل شانہٗ و عم نوالہ	مسلمانان الیکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی
۱۴- اَلَا لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ ترجمہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔	۱۴- حق تعالےٰ نے جھوٹوں سے اپنی بڑی ناراضگی ظاہر فرمائی ہے لیکن مسلمانان الیکشن کے بڑے بڑے لوگ اس قدر جھوٹ بولے ہیں کہ اس کا انحصار مشکل ہے۔ حضرت عمر کا باوجود علم وفات جناب سرور کائنات کے یہ کہنا کہ آنحضرت نے انتقال نہیں کیا۔ امیر معاویہ کا محض جھوٹ یہ کہنا کہ امام حسینؑ وغیرہ نے خلوت میں یزید کی بیعت کی مشہور ہے۔ ایک پبلک جھوٹ کا واقعہ یہ ہے جب بی بی عائشہ جناب امیرؑ سے لڑنے کے لئے بمقام بصرہ جاتی تھیں تو رستہ میں بمقام حواب آپ کے ناقہ کے چاروں طرف کتے بھونکنے لگے تب آپنے دریافت کیا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اس مقام کو حواب کہتے ہیں یہ سنکر آپ بہت گھبرائیں اور فرمایا کہ حضرت نبی نے فرمایا تھا کہ میری ایک بی بی پر حواب کے کتے بھونکیں گے جب کہ وہ برسر ناحق ہوگی۔ اس پر لوگوں نے جھوٹ یہ کہلا دیا کہ یہ مقام حواب نہیں ہے اور حضرت طلحہ و زبیر نے ۵۰ آدمیوں سے جھوٹی گواہی دلوا دی کہ حضرت علی علیہ السلام مع لشکر آ پہنچے دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۵۰۔ مطلب اس جھوٹی گواہی دلوانے سے یہ تھا کہ حضرت عائشہ جناب امیر سے جنگ کرنے میں پسپا نہ ہو جائیں اس واقعہ کو مصنف ہسٹوریئنس ہسٹری نے بھی صفحہ ۱۷۱ جلد ۸ بصراحت لکھا ہے اور لکھا ہے کہ یہ پہلا پبلک جھوٹ بولا گیا ہے۔
۱۵- حَافِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوۃِ الۡوُسۡطٰی ٭ وَ قُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قٰنِتِیۡنَ پارہ ۲ سورہ بقر ترجمہ حافظ رہو نمازوں پر اور بیچ والی نماز پر (نماز ظہر و عصر) اور کھڑے ہو اللہ کے آگے ادب سے	۱۵- حق تعالےٰ نے نماز کے لئے مسلمانوں کو بڑی تاکید فرمائی ہے مگر ہزار افسوس کہ مسلمانان الیکشن خود نماز کیا پڑھیں گے بڑے بڑے مقدس نمازیوں کو عین نماز میں شہید کیا چنانچہ حضرت علی کو عین سجدہ خدا میں ضربت لگائی اور جناب امام حسینؑ کو نماز عصر میں جس وقت کہ وہ سجدے میں تھے شہید کیا اور آپ کے سر مبارک کو نیزہ پر چڑھایا اور حضرت کی نعش اطہر کو مع نعشہائے دیگر شہدا بے دفن و کفن جلتی ریت پر میدان کربلا میں چھوڑ دیا۔
۱۶- وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُوۡلِ وَ لِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ پارہ (۱۰) سورہ انفال ترجمہ جان رکھو کہ جو مال غنیمت سے تمکو ملے تو اس میں ایک خمس اللہ و رسول اور ذوی القربیٰ اور یتیموں اور مساکین کے لئے ہے	۱۶- حق تعالےٰ کا حکم ہے کہ مال غنیمت سے خمس اللہ اور رسول کے لئے ہے لیکن مسلمانان الیکشن نے بجائے خمس دینے کے خود خانہ جناب رسول یعنی بیتیاں جناب امام حسینؑ کو لوٹا اور کچھ بھی اسیران اہلبیت کے لئے رہنے نہ دیا اور آب و طعام سے ان بزرگوار کو ترساتے رہے اور ایک خس بھی گھر میں نہ چھوڑا۔
۱۷- یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ وَ جَاہِدُوۡا	۱۷- خدائے تعالےٰ نے اس آیت میں حکم دیا ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد کرو جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول یا امام زمان کے ساتھ کافروں پر جہاد کرو مگر تابعان الیکشن نے ٹھیک اس کے برعکس

احکام حق تعالیٰ جلّ شانہ وعم نوالہ	مسلمانان الکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی
فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ پارہ ۶ سورۂ مائدہ ترجمہ اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ اور جہاد کرو اس راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ	کارروائی کی یعنی خود خلیفہ وقت اور امام زمان سے جنگ وجدال کیا۔ جیسا کہ سابقًا لکھا گیا کہ حضرات بی بی عائشہ اور طلحہ اور زبیر نے جناب امیر علیہ السلام سے جنگ جمل میں جو اُس وقت بقول فریقین خلیفہ زمان تھے لڑائی کی اور امیر معاویہ نے جنگ صفین میں جناب امیر علیہ السلام سے چند سال تک جدال اور قتال کیا اور حضرت علی علیہ السلام کے لئے چیدہ اور منتخب پہلوان پے درپے میدان جنگ میں بھیجے اور ہر طرح کی ترغیب دی اور کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا کہ جس میں جناب امیر علیہ السلام قتل کئے جائیں۔ دیکھو سوانحعمری جناب امیر علیہ السلام صفحہ ۲۴۰۔

یہاں تک صرف ان نافرمانیوں اور الٹی کارروائیوں کا ذکر تھا جو احکام خداوندی کے خلاف مسلمانانِ الیکشن سے عمل میں آئیں۔ اب ذرا احکامِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی متابعت ملاحظہ فرمائیے۔

خلافتِ ثلثہ و تبع تابعین میں رسولِ خدا کے احکام کی کیسی مخالفت کی گئی اور کیسی کیسی الٹی کارروائیاں ہوئیں

احکام رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

۱- مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ دیکھو تفسیر کبیر آیہ یا ایہا الرسول

ترجمہ یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے خدایا دوست رکھ اس کو جو دوست رکھے اسکو اور دشمن جان اسکو جو دشمن جانے اسکو اور نصرت کر اسکی جو نصرت کرے اسکی اور ذلیل کر اسکو جو ذلیل کرے اسے دیکھو سٹر امیر علی کی اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۱۲۴ سوانح عمری حضرت علی ص ۲ تا ۲۰

مسلمانان الیکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

۱- جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بمقابلہ ستر ہزار آدمیوں کے باضابطہ طریقہ پر فرمایا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی مولیٰ ہے لفظ مولیٰ کا اس جگہ پر درجہ مساوات کا دکھلاتا ہے اور یقیناً لفظ خلیفہ سے معزز تر ہے کیونکہ خلیفہ یعنی نائب اپنے منیب سے کم ہوتا ہے مگر چونکہ جناب رسالتمآب حضرت علی کو مثل اپنے سمجھتے تھے اس لئے جو لفظ کہ اپنی شان میں استعمال کیا وہی لفظ حضرت علی کی شان میں استعمال فرمایا ہے جس سے یقیناً یہ بات مراد تھی کہ لوگ حضرت علی کو ویسا ہی جیسا حضرت کو مانتے ہیں مگر ہزار افسوس کہ یہ کل کارروائی حضور کی بیکار ہو گئی - اور سقیفہ میں یاروں نے مثل رسول سے ایسا قطع تعلق کیا کہ گویا کوئی معمولی لیاقت کا بھی آدمی اس خاندان پاک میں اسوقت نہ تھا حضرت علی علیہ السلام آنحضرت کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے دوسرے لوگ مولائے مومنین بن بیٹھے اور حضرت علی کا نام تک نہ لیا گیا شاید الیکشن کی ڈکشنری میں محبت و ولا کے یہی معنی ہیں لیکن دیکھنا ہے کہ رسول مقبول کی دعا بروز محشر کیا اثر دکھلاتی ہے

۲- اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَاحِدٍ

دیکھو سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام صفحہ ۵۲۶

ترجمہ میں اور علی نور واحد سے ہیں

۲- دیکھو جناب رسول نے تو اپنے کو اور حضرت علی کو نور واحد سے قرار دیا مگر افسوس کہ بعد انتقال حضور کے حرص و طمع دنیاوی کی ایسی تاریکی چھائی کہ یہ نور بارونق نظروں سے بالکل چھپ گیا اور زمانہ میں ایسا اندھیرا ہوا کہ اس نور کا نظر بند اور خانہ نشین رہنا موجب رونق اسلام سمجھا گیا !!! افسوس صد ہزار افسوس !!!

۳- اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ

دیکھو سوانح عمری حضرت علی صفحہ ۱۳۷ تتمہ کتاب - ترجمہ - نظر کرنا طرف رخسار علی کے عبادت ہے - اس حدیث کے راوی خود حضرت ابوبکر ہیں دیکھو فتوحات اسلام محاربہ صد لقبیہ صفحہ ۱۲

۳- حضرت رسول مقبول نے تو زیارت علی کو عبادت میں داخل کیا تھا لیکن حضرت علی کے ساتھ حق عبادت اس طرح بجا لایا گیا کہ آپ گرفتار کئے گئے اور آپ کے مکان میں آگ لگانے کا اقدام کیا گیا اور کہا گیا کہ اگر بیعت نہ کرو گے تو تمکو قتل کریں گے دیکھو کتاب الامامۃ والسیاسۃ سبحان اللہ عبادت ہو تو ایسی ہو !!!

۴- مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ

سوانح عمری حضرت علی ابن ابی طالب صفحہ ۱۴۵-

۴- جناب رسول نے تو حضرت علی کی شان میں یہ فرمایا مگر مسلمانان الیکشن نے اس کی یوں تعمیل کی کہ حضرت علی کی شان میں جامع مسجد میں بمقام دمشق عام طور پر تبرا ہوتا تھا اور خلفاء عباسیہ کے وقت میں بھی

احکام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ	مسلمانان الیکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی
تتمہ کتا ب۔ ترجمہ۔ جس نے علی کو بُرا کہا اس نے مجھ کو بُرا کہا	حضرت علیؑ پر علانیہ سبّ ہوتا رہا۔ دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۶۹ اور فیصلہ مصدورہ ۱۸۶۶ء مصدورہ ہائی کورٹ بمبئی [illegible] صفحہ ۳۴۳ نعوذ باللہ من ذالک پس مسلمانان الیکشن نے [illegible]
۵- اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ دیکھو سوانح عمری حضرت امیر علیہ السلام ص (۳۴۹) ترجمہ حسن و حسین علیہم السلام سردار جوانان بہشت ہیں	۵- جناب رسول مقبول نے اپنے پیارے نواسوں کو سردار جوانان بہشت فرمایا ہے مگر مسلمانان الیکشن نے سردار اول کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ وہ زہر دغا سے شہید کئے گئے اور جب [illegible] نعش مبارک کو پہلوئے جناب رسولؐ میں دفن کرنا چاہا تو [illegible] اور جدال و قتال کی نوبت پہنچی اس لئے سردار مظلوم کو [illegible] بقیعہ دفن ہوئے دیکھو تاریخ اعثم کوفی مطبع [illegible] صفحہ ۲۰ اور [illegible] دوم کے ساتھ تو مسلمانان الیکشن نے وہ کیا جو کوئی کافر بھی [illegible] یعنی انکا سر مبارک نیزے پر چڑھایا۔ کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام لے گئے اور اس طرح انکو سرداری کی سرداری بتا دی الامان [illegible]
۶- حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْن ترجمہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں	۶- جناب رسول مقبول نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں لیکن ہزار افسوس کہ جب اسی پیارے حسین مظلوم کا سر مبارک یزید پلید کے سامنے لایا گیا تو اس شقی نے ایک چھڑی سے مبارک امام حسین کو کھولا اور کہا کہ کیا اچھے لب و دندان حسین ہیں پس ایک شخص چلا اٹھا کہ اے یزید جلد اس چھڑی کو اٹھا لے کہ میں نے بارہا دیکھا تھا کہ رسول اسی لب و دندان کے بوسے لیتے تھے دیکھو [illegible] صفحہ ۴۰۳ اور مسٹر امیر علی کی اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۳۰۵ [illegible] جناب رسولِ خدا اپنی آنکھ سے اس واقعہ کو دیکھتے تو کیا ذرا [illegible] کے اسلام پھیلانے سے مسرور و خوش ہوتے [illegible]
۷- اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ دیکھو سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام صفحہ ۳۸۷-	۷- حضور پر نور نے دو امانتیں چھوڑیں ایک کتاب خدا اور دوسری عترت طاہرہ- کتاب خدا کے ساتھ یہ سلوک ہوا کہ حضرت عثمان نے بہت سے کلام پاک جلوا دئے۔ دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۳۳۷- اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ آپ چند جلدیں مرتب کرا چکے تھے اس لئے اور سب اوراق کو جلوا دیا تو میں کہوں گا کہ جس قدر

احکام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	مسلمانان ملکیتن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی
ترجمہ میں تم لوگوں میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں یعنی کتاب خدا اور اپنی عترت کو	کلام پاک تھے وہ کلام خدا اور امانت رسول تھے اس امانت کے نقصان اور ضائع کرنے کا حضرت عثمان کو کیا حق تھا - اس سے بڑھ کر امانت میں خیانت کیا ہوگی کہ خود حلوا دیا ولید نے بھی کلام پاک کی بڑی بے حرمتی کی - یعنی اس کی طرف تیر چلایا دیکھو روضۃ الصفا - اور دوسری امانت جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ گئے تھے اس کے ساتھ مسلمانان ملکیتن نے جو سلوک کیا اس کو بیان کر چکا ہوں اس جگہ صرف ایک شعر پر اکتفا کرتا ہوں ؎ مشہد میں کربلا میں نجف میں مدینہ میں بکھرے گل ریاض پیمبر کہاں کہاں
۸ - اَکْرِمُوْا اَوْلَادِیَ الصَّالِحِیْنَ لِلّٰہِ وَالطَّالِحِیْنَ لِیْ ترجمہ تعظیم کرو میری اولاد صالحین کی خدا کے لئے اور گنہگاروں کی میری خاطر سے	۸ - مسلمانان ملکیتن نے جو سلوک ساتھ فرزندان خاص جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو درجہ امامت پر فائض تھے کیا وہ مختصراً لکھا جا چکا ہے اب عام اولاد کے ساتھ جن کی تعظیم کے لئے حضور نے اپنا واسطہ دیا تھا یہ سلوک کیا گیا کہ تین مرتبہ ان کا قتل عام ہوا یہاں تک کہ اپنے علم میں ظالموں نے اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا چنانچہ ایک قتل عام ۶۴۵ھ ہجری میں معتصم باللہ کے زمانہ میں ہوا کہ جس میں کل شیعہ قتل کر دئے گئے اور اس شقی نے ایک عام اشتہار دیا کہ سنی لوگ شیعوں کو بے خوف وخطر لوٹیں ان کے گھروں کو مسمار کر دیں ان کی زراعت کو پامال کریں اور ان کی عورتوں اور لڑکیوں کو لونڈی بنائیں الامان!! الحفیظ!!! دیکھو مسٹر امیر علی کی کتاب اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۴۱۶ و پرسنل قانون محمدی صفحہ ۱۴ دیباچہ - الغرض مسلمانان ملکیتن نے حضور پرنور رسول مقبول کی وصیت کی کیا اچھی تعمیل کی اور حضرت نے جو خدا کا اور اپنا واسطہ دیا تھا اسکو

احکام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	مسلمانان اہلکتن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی
۹- اَلتَّعْزِيَةُ تُوْرِثُ الْجَنَّةَ ترجمہ تعزیت کرنے سے جنت حاصل ہوتی ہے	۹- یہ امر محتاج بدلیل نہیں ہے کہ جب کسی گھر میں کوئی حادثہ یا غمی واقع ہو تو اسکے اہل کو پرسا دینا چاہیے اور دل دہی کرنا چاہیے۔ مگر ہزار افسوس کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو ان کے اہل بیت کے ساتھ بجائے تعزیت یعنی پرسا دینے کے یہ بیرحمی کی گئی کہ جس خیمہ میں عورتیں اور بچے تھے اس میں آگ لگا دی گئی اور شب بھر اہل بیت اسی میدان میں اسیر رہے اور جب دشمنوں کا لشکر کوفہ کی طرف روانہ ہوا تو بنظر ایذا دہی اہل بیت کے مخدرات حرم کو قتل گاہ کی طرف لے گئے۔ اس وقت ان خواتین کو اپنے اپنے پیاروں کو فرش خاک پر خواب عدم پر سوتے ہوئے دیکھ کر جو صدمہ پہنچا ہوگا وہ بیان سے زیادہ قابل خیال ہے۔ پس اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کے غم والم میں رسم تعزیت کیا اچھی طرح سے بجالایا گیا!!! العوذ باللہ من ذالک
۱۰- مَنْ عَادَ مَرِيْضًا فَلَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ سَبْعُوْنَ اَلْفَ حَسَنَةٍ ترجمہ:- جو شخص عیادت کرے مریض کی تو اس کے ہر قدم پر اپنے گھر واپس آنے تک ستر ہزار ثواب ملتے ہیں	۱۰- یہ امر محتاج بدلیل نہیں ہے کہ مریض کی خدمت کرنا فعل حسنہ ہے مگر ہزار افسوس کہ فرزندان رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مسلمانان اہلکتن ایسے بگڑے کہ جناب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو بعد شہادت امام حسین بستر مرض پر پایا تو بجائے علاج اور خدمت کے جس فرش پر آپ لیٹے تھے اس کو کھینچ لیا اور آپ کو طوق اور زنجیر میں جکڑ کر کربلا سے کوفہ ساتھ ابن زیاد ملعون لے گئے جہاں اس شقی نے آپ کے قتل کا حکم دیا۔ دیکھو روضۃ الشہدا۔ الغرض فرزندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا خوب عیادت اور خدمت کی گئی۔
۱۱- مَنْ شَيَّعَ جَنَازَةً فَلَهُ بِكُلِّ	۱۱- یہ امر بھی محتاج بسند نہیں کہ مذہب اسلام نے احترام نعش مسلمانان کو فعل حسنہ سمجھا ہے۔ مگر ہزار افسوس کہ نواسہ رسول

احکام رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ

قَدَمٍ بِرُفْعِهٖ مِائَةُ حَسَنَةٍ

ترجمہ

جو شخص کسی جنازہ کی مشائعت کرتا ہی تو اس کو ہر قدم پر سو ثواب ملتے ہیں۔

۱۲۔ مَنْ اَکْرَمَ غَرِیْبًا فِیْ غُرْبَتِہٖ اَوْ نَفَّسَ غَمَّہٗ اَوْ اَطْعَمَ اَوْ سَقٰی شَرْبَۃً اَوْ ضَحِکَ فِیْ وَجْہِہٖ فَلَہُ الْجَنَّۃُ

ترجمہ

جو اکرام کرے غریب مسافر کا اس کی مسافرت میں یا غم اس کا غلط کرے یا کھانا کھلائے یا ایک گھونٹ پانی پلائے یا اس کے سامنے بشاشت ظاہر کرے تو اس کے لئے جنت ہی۔

مسلمانان الیکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر شہدائے کربلا کی نعشہائے مقدس میدان کربلا میں بے دفن وکفن چھوڑ دی گئیں اور کسی کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ جنازہ ترتیب دے اور اسکی مشائعت کرے یا ان غریبوں کی قبریں بناکر دفن کر دے آخر قوم بنی اسد نے ساتھ امام زماں کے چند روز کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام اور حضرت عباس علیہ السلام اور شاہزادگان علی اکبر و قاسم علیہما السلام کو علیحدہ علیحدہ قبروں میں دفن کیا اور بقیہ کل شہدائے راہ خدا کی لاشوں کو ایک جگہ پر گنج شہیداں میں دفن کیا۔

۱۲۔ یہ امر بھی ظاہر ہے اور محتاج بہ ثبوت نہیں ہے کہ مہمان اور غریب الوطن کی خاطرداری اخلاق کے اچھے کاموں میں سے ہے مگر ہزار افسوس کہ الیکشن کے تعلیم یافتہ مسلمان ایسے نکلے کہ زمانہ جاہلیت تک کی حمیت ان میں باقی نہ رہی۔ چنانچہ مشہور ہے کہ جب حضرت مسلم علیہ السلام کو ابن زیاد نے شہید کیا تو حضرت کے دو معصوم بچے نو دس برس کے سن کے محبس میں بھیجد ئے گئے وہاں کے افسر نے ترس کھاکر ان کو محبس سے نکال دیا وہ یتیم و غریب افتاں و خیزاں ایک درخت کی آڑ میں جا چھپے اتفاقاً وہاں ایک عورت پانی بھرنے کو آئی اس نے ان معصوموں کو دیکھ کر ترس کھایا اور اپنے گھر لائی اس کی بی بی مومنہ دوستدار اہل بیت تھی اس نے ان معصوموں کو اپنے گھر میں جگہ دی اور مہمان بنایا شب کے وقت اس شوہر کا جو دشمن اہل بیت تھا بچوں کی آہٹ پاکر اس گھر میں گیا اور پوچھا کہ تم کون ہو ان بچوں نے اسکو دوستدار سمجھکر کہا کہ ہم پسران مسلم ہیں یہ سن کر وہ شقی غضبناک ہوا اور بچوں کے رخسارو پر طمانچے لگائے اور رسی میں دونوں کے ہاتھ باندھ کر

احکام رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ	مسلمانان الیکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی
	پلنگ میں باندھ دیا اور صبح کو دریائے فرات پر لیجا کر قتل کرنا چاہا بچوں نے نمازیں پڑھیں بعدہ اس شقی نے بڑے بھائی کا سر قلم کر کے جسد اطہر اس کا دریائے فرات میں ڈالدیا چھوٹا بھائی بڑے بھائی کا سر گود میں لیکر منہ سے منہ ملنے لگا اسی عالم میں چھوٹے بھائی کے سر کو بھی اس مردود نے قلم کر کے نعش کو دریا میں پھینکدیا آخر دونوں نعشیں نکالی گئیں - اور دونوں معصوموں کا ایک روضہ بنا جو اب تک مسیب میں موجود ہے - دیکھو روضۃ الشہدا صفحہ ۲۷۶ الغرض الیکشن نے ایسے مسلمان بنائے جو شقاوت اور قساوت میں دنیا بھر کے اشقیا سے گوئے سبقت لے گئے -
۱۳ - اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ بِالصِّیْنِ ترجمہ طلب کرو علم اگرچہ وہ چین میں ہے	۱۳ - جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بڑے علم دوست تھے مگر حضرت خلیفہ دوم کو علوم سے کچھ ایسی نفرت تھی کہ آپ نے اسکندریہ کا کتب خانہ جلوا دیا اور اس میں اتنا بھی لحاظ نہ فرمایا کہ اس میں کون کون کتابیں رہنے کے قابل ہیں اور کون کون نہ رہنے کے قابل ہیں بلکہ بلا تحقیق و تفتیش سارے کتب خانہ کو خاک میں ملادیا اسپر مسلمانوں کا ناز کرنا کہ خلفائے ثلثہ کے وقت میں علوم کی ترقی ہوئی کس قدر بے محل ہے
۱۴ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ الْجَنَّۃَ عَلٰی مَنْ ظَلَمَ اَھْلَ بَیْتِیْ اَوْ قَاتَلَھُمْ اَوْ اَعَانَ عَلَیْھِمْ اَوْ سَبَّھُمْ دیکھو سوانح عمری حضرت علی صفحہ ۲۸۶ ترجمہ اللہ نے حرام کیا ہے جنت کو اس شخص پر جس نے اہلبیت پر ظلم کیا یا اُن سے قتال کیا یا اُن کو بُرا کہا - وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُبْغِضُ اَھْلَ الْبَیْتِ اَحَدٌ اِلَّا اَکَبَّہُ اللّٰہُ فِی النَّارِ دیکھو کتاب ایضاً صفحہ ایضاً ترجمہ قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہم اہل بیت سے وہی بغض رکھیگا جس کو اللہ تعالیٰ آگ میں گرادیگا	۱۴ - ان حدیثوں کو کبرے اور جس قدر واقعات اوپر تحریر ہوئے ان کو فرداً فرداً صغرا قرار دے کر جو نتیجے نکلیں اُن کو آپ خود نکال لیں میرے لئے زیادہ حد ادب ہے آپ کا خادم سید علی رضا

موجودہ ٹیبل

ضرور اس قابل ہی کہ تمام وہ مسلمان جو جذبۂ ایمان دل میں اور دل پہلو میں رکھتے ہیں انصاف اور راست بازی سے اِن احکام خداوندی اور فرامینِ رسولؐ پر نگاہ ڈالیں۔ پہلے ایک تنقیدی نگاہ میں یہ جانچیں کہ آیا یہ احکام حقیقت میں کہیں ہیں بھی یا نہیں پھر یہ دیکھنے کی ضرورت کہ جو خلاف ورزیاں مسلمانان ایلکشن کی دکھائی گئی ہیں وہ ظہور میں آئی بھی یا نہیں۔ اگر یہ احکام بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہوں اور خلاف ورزیاں بھی کتب تواریخ سے متحقق ہوں تو موجودہ مسلمانوں کا فرض ایلکشن کی نسبت ایک مستقل رائے کا اعلان کرکے اپنے فرض ایمانی وانسانی وخلاقی سے سبکدوش ہوجائیں تاکہ پیش خدا ورسولؐ جو لابدی حاضری دینی ہے اُس وقت ندامت نہو

علی رضا

مسلمانان الیکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

۱۳ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے علم دوست تھے مگر حضرت خلیفہ دوم کو علوم سے کچھ ایسی نفرت تھی کہ آپنے اسکندریہ کا کتبخانہ جلوادیا اور اس میں اتنا بھی لحاظ نہ فرمایا کہ اس میں کون کون کتابیں رہنے کے قابل ہیں اور کون کون نہ رہنے کے قابل ہیں بلکہ بلا تحقیق و تفتیش سارے کتبخانہ کو خاک میں ملادیا اسپر بھی مسلمانوں کا ناز کرنا کہ خلفاء ثلثہ کے وقت میں علوم کی ترقی ہوئی کس قدر بے محل ہے

۱۴ ان حدیثوں کو کبرے اور جس قدر واقعات اوپر تحریر ہوئے ان کو فرداً فرداً صغری قرار دے کر جو نتیجے نکلیں ان کو آپ خود نکال لیں۔ میرے لئے زیادہ حد ادب

آپکا خادم سید علی رضا

محی الدین:- براہ عنایت مجھے یہ ٹیبل عنایت کیجئے کہ میں گھر پر اسکو باطمینان پڑھوں اور نتایج پر غور کروں

علی رضا:- بسم اللہ حاضر ہے۔ یہ کہہ کر علی رضا نے وہ ٹیبل محی الدین کو دیا اور انھوں نے اپنے گھر لیجاکر پڑھا اور اکثر باتوں کو کتابوں سے ملایا تو واقعات مندرجہ ٹیبل کو صحیح پایا تب اس کے دل میں بڑی الجھن پیدا ہوئی دو روز کے بعد علی رضا کے مکان پر گیا اور ٹیبل واپس کیا۔

علی رضا:- کیوں بھائی آپنے ٹیبل ملاحظہ کیا؟

محی الدین:- ہاں بھائی میں نے بغور دیکھا۔

آل رسول خدا پر بہ نتیجہ خلافت کیسی کیسی شدائد گذری؟

علی رضا:- کیوں بھائی محی الدین تم تو الیکشن کے نتایج کے فیکٹ اور فیگر سے بحث کرتے ہو۔ تو میں کہتا ہوں کہ نعوذ باللہ تم کو اس فیکٹ پر ناز ہے کہ رسول مقبول تو مودت اقربا کے لئے وصیت اور التجا کرگئے تھے لیکن دو تین ہی روز بعد انتقال آپ کے اس وصیت کی یہ تعمیل ہوئی کہ آنحضرت کی پیاری بیٹی کے گھر میں آگ لگائی گئی یا آگ لگانے کا اقدام کیا گیا؟ اور کس نے ایسا کیا؟ بانی الیکشن نے!! کیا تمکو اس فیکٹ (واقعہ) پر ناز ہے کہ جناب رسول خدا کا بڑا لخت جگر۔ حضرت امام حسنؑ) اپنے جد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہونے نہ پایا اور اس کی نعش مطہر پر تیر برسائے گئے؟ اور یہ کس کے حکم سے؟ الیکشن کے بڑے حضور کی صاحبزادی کے حکم سے!! کیا تم کو اس فیگر پر ناز ہے کہ جنگ صفین میں ستر ہزار مسلمان جناب امیر علیہ السلام خلیفہ وقت اور نائب رسول سے جنگ کرنے کو آئے تھے اور ان میں ہر ایک حضرت علیؑ کا سر کاٹنے کے لئے کمربستہ تھا۔ دیکھو سوانحعمری حضرت علی ابن ابی طالب صفحہ ۲۴ اور یہ کس کے حکم سے؟ الیکشن کے چھوٹے حضور کے بھتیجے کے حکم سے!! کیا نعوذ باللہ تم کو یا کسی مسلمان کو اس فیگر پر ناز ہے کہ معرکہ کربلا میں دو لاکھ شامی اور کوفی خاندان رسالت کو ایکدم تباہ برباد کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے اور سبھوں نے

نے اپنے جانتے اس خاندان پاک کو نیست و نابود کر دیا تھا یعنی اس حبیب خدا کے نورعین حضرت امام حسینؑ کو اوران کے بیٹے بھائی بھتیجے بھانجے حتیٰ کہ بے زبان شیر خوار لڑکے کو بے جرم وگناہ تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا تھا؟ اور یہ کس نے یا کس کے حکم سے؟ الیکشن کے چھوٹے حضور کے پوتے اور حضرت معاویہ کے صاحبزادے بلند اقبال فخر خاندان کے حکم سے!!۔

کیا خدا نخواستہ تم گویا نعوذ باللہ کسی مسلمان کو اس مسلمانی اور اس وسعت ملک پر ناز ہے کہ حبیب خدا اشرف انبیا صاحب قاب قوسین افضل المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین کی نواسیاں اور بہویں اور پوتیاں بے جرم وخطا اسیر ہو کر سر برہنہ شتران بے کجاوہ پر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے قادسیہ اور تکریت اور وادی نخلہ اور موصل وارمن نصیبین اور حلب اور عسقلان اور بعلبک وغیرہ ہو کر ملک شام میں دمشق تک پھرائی گئیں اور بیس دن تک زندان شام میں مقید رہیں کسی نے ان غریبوں پر اتنا ترس نہ کھایا کہ ان بیکسوں کو ظالموں کے پنجہ سے چھڑائے اسی کے ساتھ ساتھ خیال کرو کہ اسی حبیب پاک کے اس نواسہ کا سر جس کو آپ اپنے کاندھے پر چڑھاتے تھے اور جس کو حسینؑ منی وانا من الحسینؑ فرماتے تھے ظالموں نے نیزہ پر چڑھایا اور اسی طرح شہر بشہر دیار بدیار لے گئے اور ایسا سخت واقعہ کس کے ہاتھ سے اور کس کے حکم سے ہوا؟ مسلمانوں کے ہاتھ سے اور حضرت معاویہ کے صاحبزادے کے حکم سے!!

اب یہ بات نہایت غور کے قابل ہے کہ عرب کی حمیت مشہور ہے۔ پھر کیا وجہ ہوئی کہ ایسے شدید واقعات پر سارے عراق عرب اور سارے ملک سیریا یعنی شام کے مسلمانوں نے ایسی بے اعتنائی کی کہ رسول زادیاں اسیر ہوئیں اور رسول خدا کے نواسہ کے سر مبارک کی تشہیر ہوئی مگر سارے عراق وشام کے الیکشن والے مسلمان منہ دیکھتے رہ گئے اور کسی نے ان اسیروں کو ظالموں کے پنجہ سے نہ چھڑایا!!! اگر کسی نے کچھ کیا تو صرف اتنا کہ اشقیائے کوفہ وشام کو اپنے شہر میں ٹھہرنے نہ دیا۔ میرے نزدیک اس حسرتناک بے اعتنائی کی وجہ تو ظاہرا یہی معلوم ہوتی ہے کہ الیکشن کے تعلیم یافتہ مسلمان تو جانتے تھے کہ ان کے پیشوا اور رہبر دارین یعنی الیکشن کے منجھلے حضوران اسیروں کی مادر گرامی کا گھر جو خاتون جنت کہلاتی تھیں اپنے دست مبارک سے جلا چکے تھے۔ پھر ان کی بیٹیاں۔ بہویں۔ پوتیاں اسیر ہوئیں تو کیا ہوا۔ وہ کیوں حمایت کرنے لگے یا ان کو چھڑانے لگے؟

بھائی محی الدین تم خود غور کرو کہ اگر ایسا سبق ملا ہوتا تو ممکن تھا کہ رسول اللہ کی نواسیاں اور پوتیاں یوں دیار بدیار سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل پھرائی جائیں اور کسی شہر میں یا کسی دیار میں کسی مسلمان کو حمیت عرب یا جوش اسلام نہ ہوا؟ کیا اس وقت ممکن ہے کہ زار روس خدا نخواستہ سلطان المعظم عبد الحمید کی لونڈیوں کو اسیر کر کے ماسکو وغیرہ مسلمان شہروں میں تشہیر کرے اور اسی کی رعایا ان شہروں کی اسکو گوارا کریں اور چپ چاپ تماشا دیکھیں؟ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اگر تمہارے نزدیک میرا قیاس غلط ہے تو برائے خدا تم بتلاؤ کہ یہ حسرتناک اور افسوسناک بے اعتنائی کی کیا وجہ ہے تم تو فیکٹ اور فیگر پر بات کرتے ہو۔ پھر یہ کیسا فیکٹ ہے اور یہ کیسا فیگر ہے کہ رسول خدا کے نواسہ کا سر اور اس رحمۃ للعالمین کی

کی نواسیاں، بہویں اور پوتیاں اسیر ہوکر شہر بشہر دیار بدیار پھرائی گئیں اور سینکڑوں ملکہ ہزاروں کوس کے لاکھوں مسلمان ایلکشن کے تعلیم یافتہ منہ دیکھتے رہ گئے اور کسی نے کچھ نہ کیا!!!
بھائی محی الدین بڑی لائبریری اس شہر میں موجود ہے جاؤ اور سب ملک کی تواریخ دیکھ جاؤ دیکھو تو کہ حضرت آدم سے لیکر اس وقت تک کسی ملت۔ مذہب۔ قوم قبیلہ۔ فرقہ۔ تعلیم یافتہ، جنگلی، وحشی صحرائی دریائی، کوہستانی، گورے کالے نے ایسا اندھیر کیا ہے کہ اپنے مذہب کے پیشوا یا پیغمبر یا ولی یا پیر یا گرو کی عورتوں یعنی نواسیوں اور بہوؤں اور پوتیوں کو اس طرح پر ذلیل کیا ہے یا ان کو شہر بشہر دیار بدیار پھرا کر تشہیر کیا ہے؟ ہزار افسوس کہ دنیا کی تواریخ میں یہ واقعہ نرالا ہے اور اسکا کریڈٹ (ناموری) صرف ایلکشن والے ہی مسلمانوں نے حاصل کیا ہے!! ایک معاملہ جناب سید الشہدا علیہ السلام کے سر مبارک کا ہے۔ کہ کہاں کہاں پھرایا گیا اور کہاں کہاں رکھا گیا اور پھر اس کے ساتھ کیسی کیسی بے ادبیاں کی گئیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جسد اطہر کے ساتھ کربلا میں دفن ہوا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ مصر میں دفن ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ دمشق میں دفن ہوا۔ جسد اطہر اس مظلوم غریب الوطن کا چند دن تک میدان کربلا میں بے غسل و کفن پڑا رہا اور بعدہ قبر نصیب ہوئی جسد اطہر اور سر مبارک کے حالات کو ایک شاعر نے بزبان حال سر مبارک کی زبانی اس طرح پر نظم کیا ہے۔ اس میں شاعر نے صرف اس قدر شاعری کی ہے کہ سر مبارک کے حالات کو سر مبارک کی زبانی بیان کیا ہے۔ سوائے اسکے اور مطلق شاعری یا مبالغہ نہیں ہے بلکہ بالکل سچے واقعات نظم ہوئے ہیں اور ہر ایک مصرعہ روایت صحیحہ سے ثابت ہے ؎

کٹا عاشور کو پیاسا گلا حضرت کا خنجر سے — رہی سر کو جدائی تا بہ چہلم جسم اطہر سے
پس از رنج و مصیبت چھوٹکر قید ستمگر سے — سر و تن جب ملے سر و دئیے تب تن نے کہا سر سے
کہ بے گور و کفن افتادہ تم بن ہم تو بن میں تھے

خبر ہے کچھ کہ اسواروں نے روندا ہمکو زیر سم — فلک کی صبح تک گرتے تھے شکوہ لوٹ کر انجم
وہ دن کی دھوپ وہ آندھی اماں نایاب جستہ گم — کہو اب سرگذشت اپنی کہاں تھے کسطرح تھے تم
وہاں آرام و آسائش تھی یا رنج و محن میں تھے

کبھی راحت بھی پائی یا اٹھائے جور بیدرداں — سبھی تھے سنگدل یا کوئی جوہر بین و جوہرداں
مدد کرنے کو آئے تھے کسی دکھ بیش مرداں — کہا سر نے کبھی ہم تھے سر نیزہ پہ سرگرداں
کبھی لٹکے ہوئے تھے بال دست تیغ زن میں تھے۔

نگاہوں سے کبھی صدمے اٹھائے ہمنے نیز و تیر — کبھی پتھر لگا زخمی ہوئی پیشانی انور
کبھی رستے سے خولی لے گیا تھا ہمکو اپنے گھر — کبھی ہم راکھ میں آلودہ تھے تنور کے اندر
کبھی ہم سامنے ظالم کے سونے کے لگن میں تھے

سر نیزہ عجب گردش میں زیر چرخ گرداں تھے — پہاڑوں میں کبھی تھے گاہ بامن بیاباں تھے
کوئی دم تھی نہ آسائش کبھی یاں تھے کبھی واں تھے — نئے گھر میں کبھی نیزے کے ہم شب باش و مہماں تھے

اسیروں کے کبھی نزدیک زندان کہن میں تھے

کبھی تھے جاند سے ہم شام کے لشکر کے بادلمیں — گذر جاتے تھے ہم پر سیکڑوں دکھ درد اک پل میں
کبھی وہ تیں شہروں میں تھے اور گاہ جنگل میں — کبھی ہم چھپتے تھے ہو کر بند صندوق مقفل میں
کبھی قرآں تلاوت کرتے ہم اہل کفن میں تھے

کبھی اپنی مصیبت پر تھے چشم لئے گریہ زاں — کبھی تھی چہرۂ پر خونیہ گرد پائے شدیزاں
پچلے جاتے تھے زندان تک کبھی افتاں کبھی خیزاں — کبھی قندیل ساں تھی ہم در حاکم پہ آویزاں
کبھی اپنی سکینہ لاڈلی کے پیرہن میں تھے

کبھی ہم راہ میں لٹکائے جاتے تھے درختوں پر — چھڑی رکھی کبھی ظالم نے ان ہونٹوں پہ ہنس ہنس کر
محل میں ہند کے شب باش تھے ہم اور کبھی باہر — کبھی پوشیدہ و پنہاں رہے ہم خوان کے اندر
کبھی ہم آشکار اہل حرم کی انجمن میں تھے

کیوں بھائی محی الدین جس نواسے کو جناب رسول مقبول حسین منی وانا من الحسین فرمائیں جس پارہ جگر کو خصوصاً لحمی ودمک دمی فرمائیں اس کا سر مبارک مسلمانوں کے ہاتھوں سے نیزہ پر چڑھایا جائے اور یوں تشہیر کیا جائے اور ایسی مسلمانی پھیلنے پر ناز کیا جائے ؟ نعوذ باللہ من ذالک ؏ اسلام گر یہی ہے تو اسلام کو سلام !!! واللہ ایسے مسلمانوں کو جو اپنے رسول کی عترت پاک کو یوں ذلیل کریں۔ ان کو ہم آدمیوں سے بدتر کیا کہیں۔ ایسے مسلمان تو سگ وخوک سے بدتر ہیں اور بھائی ایسا اسلام اگر اسپین و پرتگال کیا معنی نو آسکوشیا اور نواز نیلا ملکہ یونا ئٹڈ سیٹ اور برازیل تک پھیلا تو ہم کو کیا ہم تو مٹ گئے!!!
اتنا کہنا تھا کہ علی رضا اور محی الدین کو ایسی رقت طاری ہوئی کہ دونوں کو ہچکیاں بندھ گئیں اور گفتگو موقوف ہو گئی۔ دوسرے دن محی الدین علی رضا کے گھر پر گئے اور تھوڑی دیر کے بعد پھر باتیں شروع ہوئیں محی الدین نے شب بھر میں سوچ کر یہ پہلو نکال رکھا تھا کہ ان شدید واقعات کا انکار تو ہو نہیں سکتا اس کو مناسب ہے کہ اس کا مظلمہ یزید کے سر پھینکوں کہ پھر الیکشن کے نتائج کا کیا پہلو باقی رہ رہے۔ اس لئے۔
محی الدین :۔ مگر یہ افعال قبیحہ تو یزید اور اس کے لشکریوں نے کئے ہیں ان لوگوں کو تو ہم بھی کافر کہتے ہیں۔
علی رضا :۔ جزاک اللہ بس یہی بات آپ کے منہ سے کہلانا چاہتا تھا یعنی اب خود آپ کے قول سے ثابت ہوا کہ الیکشن نے لاکھوں مخلوق خدا کو مسلمان بنا یا کافر ہونے کے لئے ! واہ رے الیکشن اور واہ رے تیری تعلیم !! اور اس پر واہ رے مسلمانوں کا ناز !!!
بھائی خدا کے لئے غور کرو کہ اگر کوئی سپاہی پیکیت کا استاد لوگوں کو فن ضرب وحرب یعنی شمشیر زنی اور نیزہ بازی۔ تیر اندازی سکھلائے۔ لیکن اسکے تعلیم یافتہ شاگرد سیکڑے پچاس ڈاکو رہزن ہو جائیں رات دن لوگوں کو لوٹیں ماریں، ستائیں اور بعدہ حبس دوام بعبور دریائے شور ہوں تو کیا تم کہو گے کہ اس استاد کی تعلیم کا نتیجہ کیا اچھا ہوا ؟ میں تو کہتا ہوں کہ اگر سیکڑے پچیس بھی اس کے تعلیم یافتہ ایسے

ایسے خراب نکلیں تو کوئی عاقل استاد کی تعریف نہ کرے گا اور نہ کوئی شریف آدمی اپنے لڑکے کو اس بیکیت سے تعلیم کرائے گا اور اگر وہ استاد صاحب خود بھی ایک مرتبہ ڈاکہ دے چکے ہوں اور کبھی کبھی اپنے شاگردوں کو بھی ساتھ لیتے گئے ہوں تو ان کی تعلیم بجائے تحسین کے سزاوار سولعزین کی ہوگی۔ اسی سے قیاس کر لیجئے کہ جب الیکشن اسکول کے تعلیم یافتہ ایسے اشخاص نکلے جن کو آپ بھی کافر کہتے ہیں تو الیکشن کے نتیجہ کو کیونکر پسند کر سکتے ہیں؟ علاوہ اس کے یہ تو فرمائیے کہ آخر یزید کس کا بیٹا تھا؟ اس کا آبائی مذہب کیا تھا کیا وہ الیکشن کے احاطہ باہر تھا؟ کیا وہ الیکشن کے چھوٹے حضور کا پوتہ نہ تھا؟ کیا وہ عبداللہ ابن زیاد اور عمر ابن سعد اور شمر ذی الجوشن اور سارا لشکر کوفہ و شام جو معرکہ کربلا میں خاندان رسالت کی بیخکنی کے لئے موجود تھا سنی مذہب نہ تھا؟ کیا سب کے سب بانی الیکشن یعنی حضرت عمر ابن الخطاب کو اپنا پیشوائے دارین اور ہادی کونین نہیں سمجھتے تھے؟ اس جواب سے محی الدین کے آئے ہوا ہی جاتے رہے اور دل میں کہنے لگا کہ واہ ع

مادر چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

ساری رات بھر میں جو بات سوچکر نکالی وہ یوں کٹ گئی ایک گھنٹہ تک سر جھکائے ہوئے سوچتا رہا۔ آخر سوچ ساچ کر ایک بات نکالی۔

محی الدین:- یہ تو سب صحیح ہے مگر واقعہ کربلا تو بعد خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ہوا۔ پھر سب کا الزام آپ الیکشن کی تعلیم پر کیوں دیتے ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اپنی خلافت میں اس تعلیم کے اثر کو کیوں نہ مٹایا؟ پھر ہمارے خلفائے الیکشن پر سارا الزام کیوں دیا جائے گا۔

علی رضا:- ماشاءاللہ چشم بد دور البتہ بات تو سوچکر خوب نکالی۔ لیکن شاید آپ میری بات بھول گئے میں نے کہا تھا کہ خلافت ظاہری حضرت علیؑ کو کب ملی۔ حضرت کو خلافت ظاہری اس وقت ملی جب خاندان رسالت مٹا دینے کا میگزین تیار ہو چکا تھا۔ یعنی معاویہ کو ملک شام میں پوری طاقت حاصل ہو چکی تھی اور جناب امیر علیہ السلام کے اوقات اس موروثی دشمن خاندان رسالت کے ساتھ جنگ میں زیادہ صرف ہوئے اس لئے پانچ برس کی خلافت میں آپ ان نتائج الیکشن کو جو مضبوط جڑ پکڑ چکے تھے دفع نہ کر سکے اور یہ جو تم نے سوچکر بات نکالی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے الیکشن کی تعلیم کو اپنے زمانہ میں کیوں نہ مٹایا اور صرف بیچارے خلفائے ثلثہ پر الزام کیوں دیا جائے گا اس سے تو میری دلیل اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے۔ یعنی تم خود کہہ چکے ہو اور ناز کرتے ہو کہ یہ لوگ الیکشن کے بنائے ہوئے مسلمان تھے تب الیکشن نے ان کو اہلبیت رسول خدا سے بے اعتنائی اور مخاصمت کی ایسی تعلیم دی اور وہ تعلیم ان کے دلوں پر ایسی نقش کالحجر ہو گئی کہ ایک ولی خدا کے مٹائے سے بھی نہ مٹی کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام یہ کبھی نہ کہتے ہوں گے کہ تم لوگ میری بیٹیوں، بہوؤں، پوتیوں کو اسیر و ذلیل کیجو وہ کبھی نہ یہ کہتے ہوں گے کہ تم میرے بیٹے کا سر کاٹ کر نیزہ پر چڑھائیو۔ وہ تو یہی کہتے ہوں گے کہ ہم لوگ تمہارے رسول کی آل ہیں ہماری تعظیم کرو۔ ہمارا اکرام کرو اور بموجب وصیت جناب سرور کائنات کے ہم سے مودت رکھو مگر ہزار افسوس کہ الیکشن والے مسلمانوں نے ایک نہ سنا اور ایسا کام کر گئے جو کسی کافر نے نہیں کیا تھا۔ اس لئے جب ان کے مسلمان ہونے کا اور ان میں مسلمانی پھیلنے کا کریڈٹ الیکشن کو ہے تو ان کے کفر کا کریڈٹ

الیکشن کی تعلیم کے اور کس کو ہوگا؟ میں پوچھ چکا ہوں اور پھر پوچھتا ہوں کہ کس نے اور کس تعلیم نے دو لاکھ آدمیوں کو ایسا مسلمان بنایا کہ ان کو کافر ہونے میں کچھ باک نہ ہوا؟ اور کس تعلیم نے عراق اور شام کے لوگوں کو ایسا مسلمان بنایا کہ ان میں ایام جاہلیت کی حمیت تک باقی نہ رہی؟ یعنی نبی کا کنبہ اسیر و ذلیل ہوا اور دیار بدیار پھرایا گیا اور وہ لوگ منہ دیکھتے رہے اور کچھ نہ کرسکے؟ پھر غور کیجیئے کہ یزید کو آپ امام حسین علیہ السلام پر لشکر کشی کرنے کی وجہ سے کافر کہتے ہیں تب اسکے والد ماجد امیر معاویہ کو جنہوں نے جناب امیر علیہ السلام پر لشکر کشی کی اور خود بہ نفس نفیس میدان جنگ میں آئے اور جناب امیر علیہ السلام کے سر کاٹ لانے کا انعام مقرر کیا تھا آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرات بی بی عائشہ طلحہ و زبیر جو الیکشن کے اعلےٰ طبقہ کے لوگ ہیں مگر خود بنفس نفیس میدان جنگ میں بمقام بصرہ جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام سے لڑنے کے لئے تشریف لائے گئے ان کو آپ کیا فرماتے ہیں؟ ان حضرات کو کس نے ترغیب دی کہ خلاف حکم خدا اور رسول اہلبیت سے بجائے مودت کے جدال و قتال پر تل گئے اور اسمیں ایسا انہماک کیا کہ خود حضرت بی بی عائشہ عورت ہو کر میدان جنگ میں تشریف لائیں؟ گویا شوہر خاتون جنت سے جدال و قتال کرنا مذہبی کام تھا اور عیاذاً باللہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجائے محبت و مودت قربیٰ کے ان سے جدال و قتال کو کہہ گئے تھے اگر یہ لوگ تابع الیکشن مسلمان تھے اور اس سے تمکو انکار نہیں کہ یہ تابع تابعین تھے تب تمکو ماننا ہوگا کہ الیکشن کا نتیجہ ایسا ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے پچیس ہی برس کے اندر اعلیٰ طبقہ کے مسلمان بجائے مودت کے آل رسول سے جدال قتال کرنے لگے اور عوام میں دو لاکھ مسلمانوں کا ایسا رسالہ تیار ہو گیا جس نے نفس رسول اور پارہ نور رسول (انا و علی من نور واحد) سے جنگ کرنے اور اس کا خون بہانے کو کار خیر سمجھا!! لاحول ولا قوۃ الا باللہ!!! کیا بھائی تم کو اس فیکٹ اور فیگر پر خواہ مخواہ ناز ہے؟

محی الدین:- نعوذ باللہ۔ ہرگز نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ واقعہ کربلا بہت بڑا ہولناک اور حسرتناک واقعہ ہوا لیکن جنگ جمل تو اتفاق وقت سے اور جنگ صفین خطائے اجتہادی سے ہوئی اس کے بعد تو اسلام کیسا چمکتا گیا ہے اس کا کریڈٹ تو اسی الیکشن کو ملنا چاہیئے۔

علی رضا:- قہ قہ قہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کی سرتابی اور اسکی برعکس کارروائی اور اتفاق وقت اور خلیفہ وقت سے جدال و قتال اور خطائے اجتہادی!! واہ میرے شیر جیتے رہو۔

مگر خیر اس پر بھی میری بات جاتی نہیں یعنی الیکشن کی شریعت نے یہ تعلیم کی اور ایسے مجتہد تیار کئے جن کا یہ اجتہاد ہوا کہ رسول خدا لاکھ اپنی عترت کے لئے کہیں لاکھ مودت و محبت و اطاعت کے لئے وصیت کریں تم شوق سے ان کو مارو لوٹو۔ ان کا مال کھاؤ سب حلال! رسول خدا کہا کریں کہ انا و علی من نور واحد ہمارا اجتہاد یہ ہے کہ جو ان کا سر کاٹ لائے اسکو ایک ہزار درہم انعام ہا!!

واہ رے الیکشن اور واہ رے تیرے مجتہد اور واہ رے تیری تعلیم کا نتیجہ!!! اور یہ جو کہتے ہو کہ بعد واقعہ کربلا کے جو اسلام چمکا ہے اسکا کریڈٹ اسی الیکشن کو دینا چاہیئے یہ خیال خام ہے۔ الیکشن نے تو بروز عاشورہ اپنے جانتے نور اسلام و ایمان کو مٹا ہی دیا تھا تم خود غور کرو کہ اگر جناب سید الساجدین علیہ السلام

اور انکی صاحبزادی قدرت خدا سے بچ جاتے تو سیادت کہاں، امامت کہاں، نور رسالت کہاں رہتا اور جب نور رسالت فنا ہو جاتا تو نور اسلام کیا باقی رہتا؟ اصلی اسلام کو چمکنے کا کریڈٹ ہرگز الیکشن کو کسی صورت نہیں مل سکتا۔ الیکشن تو روز الیکشن سے آج تک نور ایمان و اسلام کو مٹا دینے پر بازنہیں آتا ابتدائے تخت نشینی خلیفہ اول سے تا روز عاشورہ جیسے جیسے کارنامے الیکشن اور تبع تابعین الیکشن کی اور جیسے جیسے رسالے مسلمان کافر و حجی بیار گئے اسکو ہم بتصریح بیان کر چکے اور تمام جانباز اب کچھ عاشورا کے بعد کی کرتوت الیکشن اور تبع تابعین الیکشن کچھ عرض کرتا ہوں۔ کیوں بھائی محی الدین بعد جاننے واقعات کربلا کے اور جاننے حال اسیری جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے کوئی دل والا بشر گمان بھی کرسکتا ہے کہ اب اس بیچارے مظلوم بے پدر بے برادر بے جو با پ بھائی چچا سب کو کھو کر گوشہ نشین ہو گیا تھا اور جس کا نہ کوئی یار تھا اور نہ مددگار تھا اور جس کو شب و روز سوائے گریہ و زاری و درود و وظائف کے کچھ کام نہ تھا اور جس کی مناجات اور جس کی دعائیں جو صحیفہ کاملہ میں اب تک موجود ہیں ایسی ہیں کہ بعد قرآن مجید کے شاید ہی کوئی ایسا اثردار کلام ہو اس پر پھر کوئی ظلم و ستم کرے گا مگر ہزار افسوس اور حیف صد حیف کہ یہ رحیم ابن رحیم۔ کریم ابن کریم۔ غریب ابن غریب۔ امام ابن امام پھر گرفتار ہو کر شام بھیجا گیا!!

جب آپ اسیر ہو کر شام جانے لگے تو جناب زینب خاتون آپ کی پھوپھی ساتھ ہوئیں حضرت عابد نے فرمایا کہ اے پھوپھی اماں آپ ایک مرتبہ تو اسیر ہو کر ہزاروں سختیاں اور مصائب جھیل چکی ہیں اب میرے ساتھ کیوں ہوتی ہیں۔ جناب زینبؑ نے فرمایا بیٹا میرے سوا اب تیرا کون ہے جو نہ جاؤں تو کیا بھائی عباسؑ کو ساتھ کر دوں؟ اپنے لخت جگر علی اکبرؑ کو ساتھ کر دوں؟ قاسمؑ کو ساتھ کر دوں؟ کیا دونوں مرنے والے تیرے بھائی عون و محمد کو ساتھ کر دوں؟ کیا بھائی خود ساتھ جاتے ہیں کہ میں نہ جاؤں؟ الغرض جناب زینب علیہا السلام ساتھ ہوئیں۔ لیکن ہزار افسوس کہ اس امام زادی رسول کی نواسی کو شام کی راہ میں ایک لعین نے بیلچہ مار کر شہید کیا حضرت کی قبر راہ شام میں اب تک موجود ہے۔ جس کی لوگ زیارت کرتے ہیں اب مجھے کوئی بتلائے کہ یہ رسول زادی تو مدینہ کی رہنے والی تھیں پھر یہ راہ شام میں کیوں دفن ہوئیں؟ اور ہر ملک کی تواریخ دیکھ کر کہئے تو کہ کسی پیغمبر کی امت نے یا کسی مذہبی پیشوا کے تابعین نے سوائے الیکشن والے مسلمانوں کے ایسا غضب ڈھایا ہے کہ اپنے مذہبی پیشوا کی نواسی کو شہید کیا ہے الامان الحفیظ!! الغرض جب امام زین العابدینؑ پیش یزید لائے گئے تو اس نے دیکھا کہ ان میں تو کوئی حالت ہی باقی نہیں ہے یہ کیا بغاوت یا سرکشی کریں گے اس لئے اس وقت تو رہا کر دیا لیکن اسپر بھی آپ زہر سے شہید کئے گئے۔ کیوں بھائی کیا کربلا اور کوفہ اور شام کی مصیبت اس امام زادہ کے لئے کم تھی کہ پھر شہید کئے گئے۔؟ اور پھر کس کے ہاتھ سے؟ مسلمانوں کے ہاتھ سے اس تقریر سے دونوں صاحبزادوں کا دل بھرا ہوا تھا رقت طاری ہوئی کہ قریب تھا کہ غش آجائے اور جناب زینب علیہا السلام کے کلمات جو حضرت عابد علیہ السلام سے کہے تھے اسپر تو دونوں بہت روئے اور پھر کچھ بول نہ سکے دوسرے دن۔

بعد واقعہ کربلا کے آل رسول کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟

علی رضا:۔ اس واقعہ حسرتناک کے بعد میرا سلسلہ کلام باقی تھا یعنی بعد اس حسرتناک واقعہ کے بھی اہل

رسولؐ چین سے نہ رہی۔ امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام زہر سے شہید کئے گئے اور کس نے شہید کیا؟ الیکشن والے مسلمانوں نے۔ پھر حضرت امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام چودہ برس تک بغداد کے جیلخانہ میں قید رہے اور بعدہ زہر سے شہید ہوئے اور کس کے حکم سے؟ الیکشن کے طبقہ اعلیٰ کے متبع تابعین یعنی خلیفہ ہارون رشید کے حکم سے!! امام علی رضا علیہ السلام امام محمد تقی علیہ السلام امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکری علیہ السلام سب زہر سے شہید ہوئے اور کس نے شہید کیا؟ الیکشن والے مسلمان نے۔ کیوں بھائی محی الدین یہ کیا سب امام حجت خدا تھے۔ اُن کا خون رسول مقبول کے خون سے ملا ہوا تھا یہ سب جناب فاطمہ زہرا کے پیارے تھے۔ ان کی خلقت اسی نور سے ہوئی تھی جو جناب حضرت عبداللہ علیہ السلام کے صلب پاک میں تھا۔ پس کیا یہ بڑی شرم کی بات نہیں ہے کہ گیارہ اماموں میں سے ایک بھی اپنی موت سے نہ مرا سب قتل کئے گئے!! اور کس کے ہاتھوں سے؟ مسلمانوں کے ہاتھوں سے!! اب آپ فرمائے کہ امام زین العابدینؑ سے لیکر امام حسن عسکری علیہ السلام تک جب یہ ائمہ طاہرین شہید ہوئے اس وقت یزید کہاں تھا اس وقت کے مسلمان تو وہی مسلمان الیکشن والے تھے جن کی ترقیوں پر فخر و مباہات کیا جاتا ہے اس وقت تو فرزندان جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کو انہیں لوگوں نے شہید کیا جو لوگ حضرت خاتون جنت علیہا السلام کا گھر جلانے والے کو اپنا پیشوا اور ہادی دارین جانتے تھے اور جن کی کارروائیوں کو اپنے لئے سبق مانتے تھے اور جن کے قدم بقدم چلنے کو باعث ثواب دارین سمجھتے تھے

محی الدین:۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں نے جو ایسے افعال قبیحہ کئے وہ اپنے نفس امارہ اور وسوسہ شیطانی سے کئے ان کی حرکات کو آپ الیکشن کی طرف کیوں پھینکتے ہیں؟

علی رضا:۔ یہ اچھی کہی جب لوگوں کے اسلام لانے کا باعث آپ الیکشن کو گردانتے ہیں تو جو افعال ذمیمہ بسبب حصول اسلام کے الیکشن والے مسلمان کریں اُنکو الیکشن کے ذمہ نہ لیجیئے گا۔ یہ کون انصاف ہے؟ آپ کہتے ہیں کہ الیکشن نے ہزاروں کافروں کو مسلمان بنایا اور ہم کہتے ہیں کہ جن کو الیکشن نے مسلمان بنایا ان میں بہتیرے آخر میں کافر ہو گئے۔ پس اگر میرا قول صحیح ہے؟ تو الیکشن کی اس میں کون سرسبزی ہوئی؟ کیا الیکشن ان مسلمانوں پر ناز کر سکتا ہے جو آخر میں کسی وجہ سے کافر ہو گئے؟ پس انصاف یہ ہے کہ اگر لیجیئو تو وہ دونو پہلو لیجیئے ورنہ کچھ نہ لیجیئے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے اپنے نفس امارہ کے وسوسے کفر کیا الیکشن کا کیا قصور تو ویسا ہی ہم بھی کہیں گے کہ جو لوگ مسلمان ہوئے اپنے نصیب سے بمقتضائے فطرت مسلمان ہوئے اس میں الیکشن کی کون بڑائی۔ کل مولود یولد علیٰ فطرۃ الاسلام

محی الدین:۔ یہ سچ ہے انصاف یہ ہے کہ کریڈٹ اور ڈسکریڈٹ دونوں لینا چاہیئے۔ لیکن ایک بات میں کہتا ہوں کہ معرکہ کربلا کے بعد جب حسینی قافلہ لٹا ہوا شہر بشہر پھرایا گیا اس وقت آپ کے شیعیان علی کہاں تھے آپ نے سب الزام سنیوں پر دیدیا ہے وہ الزام تو شیعوں پر بھی ہو سکتا ہے۔

علی رضا:۔ شیعوں کی کارروائی سے یہاں بحث نہیں۔ ما نحن فیہ تو یہ ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ الیکشن نے بڑا اچھا کام کیا اور ہم کہتے ہیں کہ کچھ نہ کیا۔ یہاں غیر الیکشن والوں سے تو بحث نہیں یا ایں ہمہ حیرت

شہروں سے لٹا ہوا حسینی قافلہ گیا ہے وہ سب شہر جن کے نام ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اس زمانہ میں ایلکشن والے مسلمانوں سے بسے اور بھرے ہوئے تھے اور سب معاویہ اور یزید کے زیر نگین تھے۔ لیکن جب یہ خبر مشہور ہوئی تو شیعیان علی نے ظالموں کا پورا قلع قمع کیا ہے۔ حضرت مختار ثقفی اور حضرت ابراہیم خلف الصدق جناب حضرت مالک اشتر رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا انتقام لیا ہے کہ سب کافروں کو داخل جہنم کیا ہے چونکہ یہ معرکہ ہماری اور تمہاری بحث سے بالکل علیحدہ ہے اس لئے تشریح اسکی فضول ہے تمہارا جی چاہے تو کتاب سیف نامہ۔ مختار نامہ پڑھو۔ ابھی میرا سلسلہ کلام باقی ہے یعنی بعد ائمہ معصومین علیہم السلام کے بھی ایلکشن اور اسکے تبع تابعین مسلمانوں کی کارروائیاں نہایت خطرناک ہوئیں اور سادات بنی فاطمہ کا سہ بارہ قتل عام ہے ہزاروں سادات۔ بغداد کے گمرک خانہ کی دیواروں میں چن دئے گئے ہیں خلفاء عباسیہ اور بنی امیہ نے چند بار چاہا کہ روضہ اقدس جناب علی مرتضیٰ اور شہید کربلا کو میت و نابود کردیں دیکھو سیرۃ الفاروق مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۸۔ مسلمانان ایلکشن کی بے اعتنائی جناب خاتون جنت علیہا السلام اور ان کی اولاد پاک سے اب تک بر ملا عیاں و آشکار ہے۔ مدینہ منورہ میں جاکر دیکھ لو کہ مسجد نبوی میں غالباً اس گمان سے کہ وہاں خلیفہ ثلاثہ مدفون ہیں کیسی کیسی تیاریاں ہیں کہ سبحان اللہ کیسے کیسے جھاڑ کیسے کیسے کنول۔ کیسے کیسے فانوس روشن ہوتے ہیں اور کتنے حاجی و زوار کا ہجوم رہتا ہے مگر ہزار افسوس کہ بقیعہ میں جہاں جناب خاتون جنت علیہا السلام کی قبر ہے اور جہاں وہی غریب ابن غریب و مظلوم ابن مظلوم جناب امام حسن اور امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیہم السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کا مزار ہے وہاں ایک چراغ بھی نہیں جلتا سر شام ہی سے دروازہ بند ہو جاتا ہے اور سو میں ایک بھی سنی حاجی و زوار ادھر زیارت کو نہیں جاتے اور اگر کوئی شیعہ وہاں کوئی چیز نذر کرتا ہے تو اس کو وہاں کے خدام فوراً بیچ کھاتے ہیں۔

اب مجھے کوئی بتلائے کہ اگر اسی ایلکشن کی تعلیم کا یہ اثر نہیں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اولاد جناب فاطمہ علیہا السلام سے ایسی بے اعتنائی ہے؟ یہ بزرگوار بھی تو فرزندان رسول ہیں ان کی تعظیم کے لئے بھی تو رسول خدا وصیت کر گئے ہیں۔ پھر ایک جگہ اور ایک شہر میں اتنا بڑا فرق کیوں ہے؟

الغرض تھوڑے غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ بعد انتقال جناب رسول خدا کے دو پارٹی ہو گئیں ایک ایلکشن کی پارٹی اور ایک اہلبیت کی پارٹی اہلبیت کی پارٹی ہمیشہ معدوم و مظلوم رہی اور ایلکشن کی پارٹی ہمیشہ برسر عروج دنیاوی رہی اور اہل بیت کی پارٹی کی بیخکنی میں ہمیشہ مصروف رہی اور جب جب موقع ملا اہل بیت کی پارٹی کو ایذا دیتی اور ستاتی چلی آئی اور چلی آتی ہے۔ ہندوستان میں دیکھ لیجئے کہ ہر محرم میں سادات۔ اور محلات آل رسول پر کیسے کیسے حملے ہوتے ہیں۔ لیکن ہزار شکر پروردگار عالم کا ہے کہ اس حاکم حقیقی نے اس وقت ہماری حمایت کے لئے ہم کو ایسا شہنشاہ عادل یعنی شاہنشاہ جارج پنجم دام سلطنتہ دیا ہے کہ اسکے زور اور قانون کے مقابلہ میں کسی قوی کی مجال نہیں گو اسکی تعداد کتنی ہی زیادہ ہو کسی ضعیف کو گو اسکی تعداد کتنی ہی کم ہو ستا سکے ایسی جہاں پناہ سلطنت میں ہم لوگ کس عزت و آبرو سے اوقات بسر کرتے ہیں اور کیسی آزادی سے اپنے مذہبی اعمال اپنے کانشنس کے موافق بجا لاتے ہیں اور جب جب ایلکشن والی پارٹی ہمکو دبانا چاہتی ہے تو ہمارے حضور قیصر ہند کی عادل حکام ہماری حمایت فرماتے ہیں اور جب جب مقدمہ ہوا تو بالا بالا سدا ہمی ہماری ہوئی ددد

کا دودھ یا نی کا پانی فیصلہ صادر فرماتے ہیں اور ہمارے مخالفین کا زور چلنے نہیں دیتے اگر خدانخواستہ ہم لوگ الیکشن والی سلطنت میں ہوتے تو اب تک ہمیں دیئے جاتے ہم تو کہتے ہیں کہ جیسا ہم تم سے بول رہے ہیں اسی کی سزا میں دار پر کھینچ دیئے جاتے مگر واہ رے ہمارا قیصر ہند کہ اس کی سلطنت میں سب لوگ اپنی اپنی کانشنس کے مطابق اپنے اپنے مذہبی اعمال بجا لاتے ہیں کتابیں چھاپتے ہیں اپنی اپنی عقائد اخباروں میں شایع کرتے ہیں مگر کسی کی مجال نہیں کہ اس میں کچھ چون وچرا کر سکے اس لئے ہم شیعوں کے لئے تو یہ سلطنت نعمت عظمیٰ ہے۔

اس لیے ہم لوگ سب شیعہ قندھار سے مانڈلے اور نیپال سے کیپ کومورن تک رہنے والے دعا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ اس عادل ومہربان سلطنت کو ہمیشہ قائم رکھے اور ہمارے حضور قیصر ہند کو طول عمر عطا فرمائے۔ ہم لوگ بارہ سو برس سے کرڈیاں جھیلتے اور ایذائیں سہتے سہتے تھک گئے۔ الٰہی اب ایسا فضل وکرم ہو کہ ہم لوگ اس سلطنت میں چین سے زندگی بسر کریں اور جمعیت خاطر سے تیری عبادت اور تیرے حبیب کے فرزندوں سے مودت رکھنے میں مصروف رہیں

محی الدین:- اب تو بھائی میری سب چوٹی کے سوالات ختم ہوگئے اب تو میری آنکھوں سے پردہ غفلت اٹھ گیا اب میرے نزدیک یہ بات واضح اور آشکار معلوم ہوتی ہے کہ الیکشن اولاد جناب خاتون جنت علیہم السلام کے ہمیشہ خلاف رہا حتیٰ کہ اس خاندان کی بیخکنی پر موقع ملا تو کمر باندھ کر کھڑا ہوگیا اس لئے تم سچ کہتے ہو کہ اگر اسلام اسپین اور پورچوگل کیا معنی توسکوشیا تک پھیلا تو ہم کو کیا کیونکہ اسلام تو یہ ہے کہ خدا ورسول کو مانے اور ان کے احکام کو بجالائے اولاد رسول کے ساتھ مودت رکھو۔ ان کی تعظیم کرے۔ پس جس اسلام میں یہ نہیں وہ کچھ نہیں میں ضرور تمہاری تقریر کو اپنے ہم مذہب دوستوں سے اعادہ کروں گا اور تمہارا ایمبل دکھلاؤں گا اس کے بعد میرا خیال ہے کہ کوئی شخص اب ان فنیکٹ یا فیگر پرناز نہ کرے گا۔ لیکن خدا کے فضل سے اس گئے گذرے پر بھی چاروں اقلیم میں نور ایمان و اسلام قائل ہے۔ پس اگر الیکشن اسکا باعث نہیں تو پھر اور کیا باعث ہو۔

نور ایمان خلافت ثلثہ سے چمکا یا امام حسینؑ کی نمایاں کارروائیوں سے

علی رضا:- میں کہہ چکا ہوں کہ الیکشن نے تو بروز عاشورا محرم نور ایمان واسلام کو گویا ٹھنڈا ہی کر دیا تھا تو وہ محض خدا کی قدرت تھی کہ امام زین العابدین علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام بچ گئے کہ نور محمدی دنیا میں قائم رہا۔ ورنہ الیکشن نے تو اسلام کا خاتمہ ہی کر دیا تھا ہاں اب تک چاردانگ عالم میں جو اس نور کا جلوہ دیکھا جا رہا ہے اور اسلام اپنے اصلی اور سچے نور میں چمک رہا ہے اس کا باعث وہ برگزیدۂ خدا ہے جس نے اصول اسلام کو اپنی گردن کی رگ سے وابستہ رکھا اور جس نے باغ ایمان کو اپنے طاہر خون سے سینچا اور تمام عالم کو دکھا دیا کہ سچے اور خدا کے پیارے بندے اسکی راہ میں کس صبر واستقلال سے اپنا گھربار لٹا دیتے ہیں اس مقبول بارگاہ احدیت کا نام نامی یہ ہے۔

دریگانۂ دریائے مجمع البحرین ۔ بحون طپیدۂ کرب وبلا امام حسینؑ

اس مخزن رونگا دے دکھا دیا کہ سچے مسلمان اور اسلام کے سچے حامی اسلام پر داغ آنے کے مقابلہ میں

اپنی جان کو جان اور مال کو مال نہیں سمجھتے چنانچہ خود مع اقربا کٹ گئے - مگر یہ ننگ گوارا نہ کیا کہ یزید فاسق و فاجر کی جس نے جمیع محاسن اسلام کو ڈبو دیا تھا اور جس نے اس پاک مذہب کو محض ذلیل کر دیا تھا بیعت کریں اور واقعات کربلا پر نظر غائر ڈالنے سے صاف ظاہر ہوگا کہ اسلام کے جتنے اعلیٰ اصول حق سبحانہ تعالیٰ عزشانہ نے قرآن مجید قائم فرما رہے ہیں ان سب کو جناب سید الشہدا علیہ سلام نے ایک دن میں اپنی نمایاں کارروائیوں سے چمکا دیا اور مستحکم کر دیا - ہر شخص جانتا ہے کہ اصول دین - وحدانیت - عدالت نبوت - امامت اور معاد ہیں

وحدانیت :- کا سبق آپ نے یوں دیا کہ دنیا ایک طرف تھی اور آپ تنہا ایک طرف تھے - اسیر سوائے واحد مطلق کے آپ کسی کو دعیان ہیں نہ لائے حتیٰ کہ ملائکہ اور اقوام اجنہ کی مدد قبول نہ کی اور دکھلا دیا کہ شیدائے وحدانیت سوائے اس معبود برحق کے اور ہر شے کو لاشے سمجھتے ہیں -

عدالت کی تعلیم یوں فرمائی کہ انصار نیکو کار کو جیتے جی باغ ارم کی سیر دکھا دی اور مخالفین بیدین کو ایک نگاہ قہر سے واصل جہنم کیا اور دکھلا دیا کہ بروز محشر صالحین اپنی نیکی کی جزا اور بدکار اپنے اعمال کی سزا پائیں گے -

نبوت کو یوں ثابت کیا کہ جتنے انبیائے سلف گذرے ان سب بزرگواروں نے ایک ایک مصیبت گوارا فرما کر درجات عالی حاصل فرمائے اور خود پروردگار عالم نے بھی فرمایا کہ ہم تمہارا امتحان مفصلہ ذیل مصائب میں سے صرف ایک میں لیں گے اور اگر اس پر ثابت قدم رہو گے تو میری صلوٰۃ اور رحمت کے مستحق ہو گے تفصیل ان کی یہ ہے - خوف بھوک مال کا نقصان - جان کا نقصان - پھل یعنی اولاد کا نقصان - قربان ہمت فرزند ختم المرسلین کہ آپ نے سب مصائب میں بیک روز و بیک وقت اپنے صبر و استقلال کا امتحان دیا یعنی عالم انتہائے خوف میں جس وقت چاروں طرف دریائے آہن امڈ اہوا تھا اور نیزہ و شمشیر کا نیستاں بن گیا تھا تین دن کی بھوک پیاس میں بیٹے بھائی بھتیجے بھانجے جو آپ کے ثمرات زندگانی تھے سب کو نذر خدا کر کے بانفس نفیس کمال صبر و استقلال سے عین عبادت پروردگار میں سوکھا گلا کٹوا دیا اور عالم غربت میں سارا گھر بار لٹا دیا اور اس امتحان میں ایسے کامل برآئے کہ ملائک عرش اعظم کے فخر و مباہات کرنے لگے اور تمام عالم سے منوا دیا کہ جس خیر بشر فخر بنی آدم کی ذریت ایسی ہو اس کے افضل المرسلین اور خاتم النبیین ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے اور اس کا عرش اعظم پر جانا اور قاب قوسین کا درجہ حاصل کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے

امامت :- کو یوں ثابت کیا کہ نائب رسولؐ ہونے کے لئے اپنے جوہر ذاتی اور صفاتی سے مقبول بارگاہ احدیت ہونا چاہیئے پہلے صلوٰۃ و صوم صبر و رضا - عبادت و ریاضت - محبت و مروت - شجاعت و سخاوت - صداقت و عدالت میں پیش خدا اور رسول و ملائکہ مقربین درجہ حاصل کرے تب نیابت رسول کا حوصلہ کرے ان اصولوں کو جس تکمیل سے جناب سید الشہدا علیہ السلام نے معرکہ کربلا میں چمکایا شاید دنیا کی تاریخ میں جواب نہیں رکھتا میں چاہتا ہوں کہ ہر ایک اصول کے برتنے میں حضرت کی کارروائیوں کو عرض کر دوں مگر بخوف طوالت مجمل عرض کرتا ہوں کہ جو شخص واقعات کربلا سے واقف ہے وہ بلا تامل کہے گا کہ ان اصول پاک کے برتنے میں جناب سید الشہدا علیہ السلام تمام عالم پر گوئے سبقت لے گئے - ایک امر مروت ہی کو دیکھیئے کہ جب کوئی شخص عالم غربت میں کسی آفت میں پھنستا ہے تو اپنے ساتھیوں کو سمیٹے رہتا ہے اور تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے مگر قربان قناعت و صبر و استقلال

ومروت حضرت سید الشہدا علیہ السلام کے کہ نویں محرم کو جب راہ امن وامان بالکل بند ہو گئی اور سوائے موت کے
اور کوئی چارہ کار نہ رہا تو شام کے وقت آپ نے اپنے سب انصار کو جمع کیا اور فرمایا کہ یہ اشقیا صرف میرے سر کے طلبگار
ہیں تم سے ان کو کچھ مخاصمہ نہیں پس کیا ضرور ہے کہ تم لوگ میرے ساتھ ورطۂ ہلاکت میں پڑو میں تم سبکو بخوشی اجازت
دیتا ہوں کہ تم لوگ میرا ساتھ چھوڑ دو اور جدھر چاہو چلے جاؤ چنانچہ اکثر کم نصیب لوگ واقعی شب کو ادھر ادھر
چلے گئے۔ مگر بہتر تمر آسمان سعادت وشہادت اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے اور ان کے ساتھ درجہ شہادت پر فائز
ہوئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام یا نائب رسول وہی ہوتا ہے جو اپنے جوہر ذاتی سے وصفاتی سے مقبول خدا
ہوتا ہے اس عہدہ کے لیے کسی محلہ کے چند خفیف الاوقات لوگوں کا ووٹ محض بے حقیقت ہے۔

قیامت:۔ ہر چند معرکہ کربلا بجائے خود تمام عالم کے لئے ایک واقعہ قیامت خیز تھا مگر جناب سید الشہدا علیہ السلام
نے اپنی مستقل کارروائیوں سے ثابت کر دیا کہ دنیا محض فانی اور بے حقیقت ہے اور ہر چیز کے لئے دنیا کی زندگانی
دوروزہ پلک جھپکنے سے زیادہ نہیں ہے۔ اس لئے ہر شخص کو چاہیے کہ آئندہ زندگی کا سرمایہ حاصل کرے اگر بشر
کی ابتدا اور انتہا اسی دنیاوی زندگی پر ہوتی تو آپکو ان مصائب کے برداشت کرنے کی ضرورت نہ تھی مگر
آپ نے اپنے استقلال سے اپنے تابعین کو بتلا دیا کہ یہ دنیا کچھ نہیں ہمیشہ آخرت کی خبر لیتے رہو اور ایسا
کام کر جاؤ کہ جو بروز محشر وہاں کام آئے۔

بھائی محی الدین اب تم اپنے دل میں غور کرو کہ بارہ تیرا سو برس گذرنے پر تمہارے بلکہ سب سچے مسلمانوں کے
دلوں میں ہمت اور رغبت صبر واستقلال وعبادت ریاضت مروت وشجاعت وغیرہ محاسن مذہب اسلام کے
واقعات کربلا سن کر ہوتی ہے یا واقعات سقیفہ سن کر؟ پس اب تم خود کہو کہ نور ایمان واسلام واقعہ کربلا کا
سبق سے چمکتا ہے یا الیکشن کے کرتوت سے؟

محی الدین:۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ واقعات کربلا سے جمہور اسلام کو صبر ورضا کا اعلیٰ سبق ملا ہے اور
ساری دنیا کے عالی خیال لوگ مان گئے ہیں کہ سچے مسلمان مذہبی استقلال میں اپنا ثانی نہیں رکھتے مگر لوگ
یہ بھی کہتے ہیں کہ الیکشن والے مسلمان بھی استحکام اسلام میں کارنمایاں کر گئے ہیں۔

علی رضا:۔ کہنے کو لوگ جو کچھ کہیں مگر واقعہ یہی ہے کہ جس قدر جنگ وجدال اور خونریزی مسلمانوں میں
ہوئی اس کا باعث وہی سقیفہ کا الیکشن ہے اور ساری آگ اسی روز کی بھڑکائی ہوئی ہے نہ حضرت عمر حضرت
ابوبکر کو خلیفہ بناتے نہ یہ روز سیاہ ہم لوگ دیکھتے۔ یہ البتہ ہے کہ جو بیج حضرت عمر سقیفہ کے روز بو گئے اس کا
پھل معاویہ نے کھایا اور اس ننگ روزگار نے خاندان رسالت کے ساتھ وہ کام کیا جیسا کہ حضرت موسیٰ کے
ساتھ فرعون نے۔

محی الدین:۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم حضرت معاویہ کا نام تحقیر سے لیتے ہو۔ کیا یہ صحابہ رسول میں سے نہ تھے

خاندان معاویہ اور خاندان رسالت سے ہمیشہ کیسا برتاؤ رہا؟

علی رضا:۔ بھائی ان کے بارے میں تو ہم کچھ نہ کہیں گے صرف اتنی بات یاد رکھو کہ ان کے پدر بزرگوار

جن کا نام ابوسفیان تھا حضرت رسول مقبول سے برابر لڑا کئے۔ مادر گرامی آپ کی ہندہ ایسی سنگدل بے رحم تھیں کہ حضرت حمزہ علیہ السلام کا جگر چاک کر کے کھایا تھا۔ خود ذات شریف حضرت علی کے خون کے پیاسے رہے اس برگزیدۂ خدا پر برسوں لشکر کشی کی۔ آپ کے فرزند دلبند تو ایسے فخر خاندان ہوئے کہ چراغ امامت کو گل ہی کر چکے تھے۔ وہ تو بڑی خیریت ہوئی کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے ہاتھ سے بچے ویسے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اس مردود کے ہاتھ سے بچ گئے کہ نور ایمان دنیا میں قائم رہا ورنہ خاندان امامت و رسالت کا خاتمہ تھا بس وہ خاندان رسالت کے ایسے دشمن ابدی و ازلی کی تعظیم مجھ سے نہیں ہو سکتی اس میں مجھے معاف رکھو میں تو سمجھتا ہوں کہ جیسے حضرت خیر البشر صلعم کے خاندان پر رحم و کرم کا خاتمہ ہوا ہی ویسا ہی امیر معاویہ کے خاندان پر ظلم و جور و قساوت کا خاتمہ ہوا ہے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے۔

دوستان پسر ہند مگر نشنید مد ۔ کہ از و بر سر اولاد پیمبر چہ رسید
پدر او دُر دندان پیمبر بشکست ۔ مادر او جگر عم پیمبر بہ مکید
او بناحق حق داماد پیمبر بگرفت ۔ پسر او سر فرزند پیمبر برید

محی الدین:۔ حضرت علی سے لڑائی تو بوجہ خطائے اجتہادی کے ہوئی تھی نا؟ اس کو آج تک یاد رکھنا اور حضرت کو برا بھلا کہنا صریح تعصب ہے۔

علی رضا:۔ تمہاری اس تقریر نے ہمیں ایک قصہ یاد دلایا اسی کالج میں ایک روز ایک مولوی صاحب مرزا رفیع سودا کا قصیدہ اٹھ گیا ہمن ودے کا چمنستان سے عمل جو حضرت علی علیہ السلام کی شان میں ہے پڑھا رہے تھے۔ اتفاقاً اس میں ذکر امیر معاویہ کا آگیا۔ مولوی صاحب نے جیسا تم کہتے ہو فرمایا کہ شیعہ لوگ واقعی بڑے ہی متعصب ہیں کہ حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس قدر مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت معاویہ صحاب رسول میں سے تھے آپنے حضرت علی سے جو بوجہ خطائے اجتہادی کے جنگ کی ہرگز قابل خیال نہیں ہے اتفاقاً اس وقت اس کلاس میں ایک سنی مذہب لڑکا جو امیر معاویہ کی کارستانی اور پالیسی سے خوب واقف تھا موجود تھا مولوی صاحب کی اس گفتگو سے دل میں کمال برہم ہوا۔ مگر غصہ کو ضبط کر کے نہایت متانت سے کہنے لگا کہ شیعہ تو شیعہ ہم لوگ کیا کم متعصب ہیں اور ذرا ذرا سی بات کو کس قدر طول دیتے ہیں حضور ہی غور فرمائیے کہ حضرت شیطان رضی اللہ عنہ کیسے مقرب بارگاہ احدیت تھے کہ گروہ ملائکہ میں آپ سب سے ممتاز تھے حضرت سے ذرا سی غلطی اجتہادی یہ ہوئی کہ آپنے نیک نیتی سے اپنی خلقت کو حضرت آدم کی خلقت پر افضل سمجھ کر حضرت آدم کو سجدہ نہ کیا فقط یہ واقعہ نہ معلوم کس قدر ہزار برس کا ہے اور غالباً اس کارروائی میں دو چار دس بیس منٹ سے زیادہ نہ گذرا ہوگا اپر ہم لوگ کی یہ زیادتی ہے کہ رات دن اٹھتے بیٹھتے حضرت کو سخت و درشت کہتے ہیں۔ اب حضور ہی فرمائیں کہ یہ تعصب نہیں ہے تو کیا ہے جب مولینا نے جواب ترکی بہ ترکی سنا تو چیں بہ جبیں ہو کر وہ فرمانے لگے کہ میاں تم بڑے بیہودہ ہو کیا واہیات بکتے ہو لڑکے نے کہا کہ حضور ہم نے تو کچھ اور نہیں کہا ہم نے تو صرف اس اصول کی تائید کی جس کو حضور نے کس شد و مد سے بیان فرمایا۔ مولوی صاحب یہ سنکر خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد

کہنے لگے خبردار کسی شیعہ کے سامنے ایسی تقریر نہ کرنا لڑکے نے کہا کہ میں نے سوائے آپ کے اور کسی کے سامنے ایسی تقریر نہ کی ہے اور نہ انشاء اللہ آیندہ کبھی کروں گا۔ فقط

بھائی محی الدین ذرا غور کرو کہ خطائے اجتہادی فروعات میں قابل عفو ہے یا اصول میں کیا کوئی شخص اگر خطائے اجتہادی سے کافر ہو جائے تو اسکو تم روا رکھو گے ؟ کسی مذہب میں خطائے اجتہادی اصول میں یا ملکی جرائم میں جائز نہیں ہے اگر کوئی خطائے اجتہادی سے خدا کا قائل ہو رسول کی رسالت پر شک کرنے خلیفہ وقت سے جنگ کرے اپنے بادشاہ وقت سے بغاوت کرے۔ تو وہ ہرگز قابل عفو نہیں ہو اب دیکھنا چاہیئے کہ حضرت علی علیہ السلام بقول فریقین خلیفہ وقت تھے اس وقت ان کی اطاعت سب پر واجب تھی۔ لیکن امیر معاویہ نے برخلاف اس کے ان سے جنگ کی اور ستر لڑائیاں لڑے جس میں ہزاروں جانیں تلف ہوئیں اور خون کے دریا بہے ایکل روائی کو شرعاً قانوناً اور اخلاقاً کون شخص جائز رکھ سکتا ہے اور اگر جائز کہے تو میں اتنا ضرور پوچھوں گا کہ تب ہزاروں دیوں کا خون جو جنگ صفین وغیرہ میں قتل ہوئے۔ کس کی گردن پر رہا ؟ علاوہ اس کے ایک بات اور سن لو کہ امیر معاویہ کو حضرت علی سے وہ عناد تھا جو شیعوں کو اصحاب ثلاثہ سے نہیں ۔ تم کو معلوم ہو گا کہ شاہ ایران نے اپنے ملک میں علانیہ تبرا کرنے کو جرم قرار دیا ہے مگر معاویہ کو حضرت علیؑ سے وہ عداوت تھی کہ ان کے عہد سلطنت میں جامع مسجد دمشق میں علانیہ ان پر تبرا ہوتا تھا اور امیر معاویہ دیکھتے اور سنتے تھے ۔ حالانکہ مشکواۃ المصابیح میں جناب رسول مقبول کا قول ہے من سب علیا فقد سبنی یعنی جس نے علیؑ کو بُرا کہا اس نے مجھے بُرا کہا۔

محی الدین :۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ امیر معاویہ کے وقت میں حضرت علی پر تبرا ہوتا تھا

علی رضا :۔ جناب شاہ محمد کبیر صاحب ابو العلائی تاریخ تذکرۃ الکرام میں بہ صفحہ ۲۶۹ یوں تحریر فرماتے ہیں آپ (حضرت امام حسن) نے کہا کہ تین شرط پر ہم خلع خلافت کرتے ہیں ایک تو یہ کہ کوفہ کی آمدنی میرے صرف کے لئے رہے ۔ دوسرے یہ کہ آپ اپنے بعد کسی کو جانشین نامزد نہ کیجیئے ۔ جس کو عامہ خلائق پسند کریں وہی خلیفہ ہو تیسرے یہ کہ حضرت علی کی شان میں تبرا نہ کہا جائے ۔ امیر معاویہ نے سابق کی دونوں شرطوں کو قبول کیا اور تیسرے سے انکار کیا کہ یہ اختیار سے باہر ہے ہم کس کس کو روکیں گے امیر لوگوں نے حضرت امام حسن کو سمجھایا کہ پس پشت کسی کے کہنے کا خیال نہ چاہیئے ۔ چنانچہ انہیں شرطوں پر تصفیہ ہوا ۔ لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کو خلاف تھا اور آپ نے فرمایا کہ ہمارے باپ اور بنی ہاشم کی اس سے بے عزتی ہوتی ہے ۔ لیکن امام حسنؑ نے نہ سنا اور اپنے بھائی کو لئے ہوئے مدینہ آئے ۔ حضرت علیؑ کے نام پر ہر جمعہ کو دمشق میں تبرا ہوتا تھا ۔ علاوہ اسکے قطع نظر اعتقادات مذہبی کے امیر معاویہ کے لاالف کذاب تاریخ اعثم کوفی یا جس کتاب میں جی چاہے دیکھیئے اور غور کیجیئے کہ عمر بھر آپ نے اپنی اوقات شریف صرف مکروزور دغا فریب جھوٹ بہتان میں صرف کی ہے یا نہیں ؟

ان کے بارے میں جناب حافظ عبد الرحمان صاحب اپنی کتاب المرتضیٰ میں بہ صفحہ ۱۱۴ کیا خوب تحریر فرماتے ہیں ۔ معاویہ اور اُن کے مددگاروں کا یہ حال تھا کہ مکر کرنے جھوٹ بولنے اور مسلمانوں کا ناحق خون بہانے میں ان کو ذرہ تامل نہ ہوتا تھا دریائے فرات کا پانی مسلمانوں پر بند کرنا ۔ حالت شکست میں قرآن کا نیزہ پر لگانا معاملہ تحکیم میں ابو موسیٰ کو فریب دینا قیس بن سعد حاکم مصر کو لالچ دے کر انحراف کی کوشش کرنا یہ سب

ایسے واقعات ہیں جن کا ظہور ایک بھلے آدمی سے ہونا مشکل بلکہ محال معلوم ہوتا ہے۔"
اب میں حیران ہوں کہ جب حضرات سنت جماعت کے بزرگان دین ایسے ہیں تو ان کے بزرگان دنیا کیسے ہوں گے؟ کیا اس سیرت کے آدمی کا بزرگ دین ہونا اس دین کا ننگ ہے یا نہیں۔
محی الدین نعوذ باللہ من ذالک۔ بس اب ان کے بارے میں زیادہ کہنے کی احتیاج نہیں۔ سچ کہتے ہو کہ اگر امیر معاویہ حضرت علیؑ کے دوست تھے تو شاہ ایران بہت بڑے دوست حضرات خلفاء ثلٰثہ کے ہیں پس اب ان سے قطع نظر کر کے میں پوچھتا ہوں کہ تم نے اب تک جتنے الزام بیان کئے وہ حضرت عمرؓ کے پھر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان پر کیا الزام ہو سکتا ہے۔
علی رضا:- بھائی خاص خاص باتیں ہر ایک کی بہت ہیں مگر اس میں طول ہونے کا خوف ہے اور میں چند اں اس کی بھی ضرورت نہیں دیکھتا ہوں کیونکہ تمہارا جواب ایک خیالی حکایت کے ذریعہ سے ابھی دیتا ہوں نقل ہے کہ یزید خداوند عالم کے سامنے لایا گیا اور اس سے سوال ہوا کہ تو نے حسین کو کیوں قتل کیا اس نے کہا کہ ہم کا ہیکو ان کو قتل کریں گے ہم نے تو ان کو دیکھا بھی نہیں ان کو قتل کیا ہوگا تو ابن زیاد نے یا عمر ابن سعد نے جب ابن زیاد سے سوال ہوا تو اس نے کہا ہم تو بالکل بے قصور ہیں یزید نے حکم دیا ہم نے بموجب حکم اسکے ابن سعد کو بھیجا۔ پس مجرم ہیں تو وہ دونوں جب ابن سعد سے سوال ہوا تو اس نے کہا کہ ابن زیاد نے حکم دیا شمر نے قتل کیا گنہگار ہیں تو وہ دونوں ہم تو بالکل بے جرم ہیں جب شمر سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ ہم تو سب سے زیادہ بے قصور ہیں نہ یہ لوگ حکم دیتے ہیں نہ میں مرتکب ایسے امر عظیم کا ہوتا۔ پس اگر قصوروار ہیں تو وہ تینوں ہم تو بالکل بے جرم ہیں!! پس بھائی تم اپنا جواب اسی حکایت سے قیاس کر لو العاقل تکفیۃ الاشارہ علاوہ اس کے ایک بات اور سن لو کہ پینل کوڈ میں ہے کہ جب پانچ آدمی مل کر کسی خاص مقصد کے لئے جماعت ناجائز قائم کر کے کچھ فساد کریں تو اس مقصد کے حاصل کرنے میں ہر ایک شخص جو کام کریگا اُسکے سب ویسے ہی مجرم ہوں گے کہ گویا خود ان لوگوں نے اس فعل کو کیا پس تمہارے جواب کے لئے تو اسی قدر کافی ہے لیکن اتنا اور یاد رکھو کہ حضرت علیؑ کے تخت پر فرضی الیکشن کے ذریعہ سے حضرت ابوبکر کا بطور ناجائز بیٹھنا اور حضرت عثمان کا غصبی خلافت کے ذریعہ سے معاویہ کو قوت دینا جو سارے جو سارے فسادات دنیا کا باعث ہوا کیا کم الزام ہے؟ جو اس مقام پر ایک امر عرض کرنا غالباً بے موقع نہ ہوگا کہ جس طرح پر حضرت عمرؓ نے اپنے کانشنس یعنی علم و یقین کو بالائے طاق رکھکر انواع و اقسام کی پالیسیوں سے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا اس احسان کو حضرت ابوبکر مرتے مرتے دم تک نہ بھولے۔ یعنی آپ نے بھی اسی طرح عقبیٰ کی جواب دہی اپنی گردن پر رکھ کر حضرت عمرؓ کو اپنا خلیفہ اور نائب اور جانشین مقرر فرمایا اور اس طرح احسان کا بدلا احسان کیا تم کو یاد ہوگا کہ قبل انتقال جناب حضرت سرور کائنات صلعم کے حضرت عمرؓ نے بڑے سول سرجن بن کر حضور اقدس کو ہدایت نامہ لکھنے نہ دیا اور بعد انتقال آنحضرتؐ کے پہلے تو آپ مجذوب از خود رفتہ ہو کر تلوار کھینچکر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ آنحضرتؐ نے انتقال ہی نہیں کیا ہے بعدہ آپ بڑے مدبر الممالک بنکر سقیفہ پہنچ کر اپنی کرڈکٹی اور مسلمانوں کے دلوں کو بلانے والی آواز سے حضرت ابوبکر کو خلیفہ رسول بنایا بعدہ آپ بڑے جرار سپاہی بنکر جناب فاطمہ زہرا کے گھر میں آگ لگانے اور حضرت علی مرتضیٰ کو بجبر

گرفتار کرنے کے لئے مستعد ہو گئے اور ان تدبیروں سے حضرت ابوبکر کو مسند خلافت پر قائم فرمایا۔ حضرت ابوبکر نے چاہا کہ میں بھی اسی طرح احسان کا بدلا احسان کروں لیکن ان بیچارے سیدھے سادھے آدمی کو اس قدر چال اور گھات کب آتی تھی اس لئے آپ نے غور فرمایا کہ میری تخت نشینی کے وقت میرے ساتھ حضرت عمر سا ہوشیار اور چالاک ذہین ہتین قوت بازو موجود تھا جس نے میرے لئے کوئی دقیقہ پالیسی کا اٹھا نہ رکھا اور مجکو میری خوش نصیبی سے یہ مبارک موقع مل گیا تھا کہ علی مرتضیٰ جناب رسول مقبول کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے تھے اب اس طریقے سے میرے قوت بازو کو میرے بعد خلافت ملنا غیر ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے کیونکہ میری تجہیز و تکفین سے علی مرتضیٰ کو کیا مطلب اور میرے قوت بازو (حضرت عمر) کو اس کے ایسا ہوشیار چالاک مجلس کا گو بجانے والا اور مسلمانوں کے دلوں کو ہلانے والا قوت بازو کہاں مل سکتا ہے کہ علی مرتضیٰ کے مقابلہ میں پلا بیجائے اور اس کو تخت خلافت پر بٹھائے اس لئے اب الیکشن کی سہی نہیں ہے ہر روز عید نیست کہ حلوا خورد کسے! اب اپنی ہی تدبیر سے احسان کا بدلا احسان کرنا چاہئے۔ اس لئے حضرت ابوبکر نے الیکشن کے اصول کو جڑ سے کاٹ کر پھینک دیا اور نامینیشن یعنی نامزد کرنے کی کارروائی کو مستحسن سمجھ کر حضرت عمر کو اپنا خلیفہ اور جانشین نامزد کر دیا اور اعلان کر دیا ہے کہ میرے بعد میرے نائب اور جانشین عمر ابن خطاب ہیں الغرض جس طرح حضرت عمر نے خلافت غصب کر کے حضرت ابوبکر کو دی تھی اسی طرح حضرت ابوبکر نے اس کو حضرت عمر کے حوالہ کی اور عطائے خواجہ بلقائے خواجہ کر دیا اور مطلق خیال نہ کیا کہ اگر بروز محشر جناب رسول خدا صلعم نے یہ سوال کیا کہ میں نے علی مرتضیٰ کو من کنت مولاہ فعلی مولاہ کس دن کے لئے کہا تھا۔ اور آیا النظر الی علی عبادۃ تمہارے سامنے نہیں کہا تھا (دیکھو فتوحات اسلام محاربہ صدیقیہ صفحہ ۱۳) پھر علی مرتضیٰ کے ہوتے تم نے عمر ابن خطاب کو کیوں اور کس استحقاق سے اپنا جانشین کیا تو کیا جواب ہوگا!!! بعض حضرات اہل سنت جماعت جو غالباً غدیر کی کارروائی سے ناواقف ہیں بڑے جوش میں آکر جناب رسول مقبول صلعم کی مدح میں ایک بات بول اٹھتے ہیں کہ سبحان اللہ ہمارے رسول خدا صلعم کی کیا ذات پاک تھی کہ آپ نے اپنی حیات میں کسی کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر نہ فرمایا اور امر خلافت کو پبلک کی رائے پر چھوڑ دیا۔ اب کہاں ہیں یہ حضرات ذرا ابوبکر کی کارروائی کو ملاحظہ فرمائیں۔ کہ آپ نے اس اصول مفروضہ کو مسترد کر دیا اور بذریعہ نامینیشن کے حضرت عمر کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا اب یہ حضرات دیگر علماء سنت جماعت سے پوچھیں تو حضرت ابوبکر نے کس استحقاق سے حضرت عمر کو اپنا خلیفہ نامزد کر دیا؟ اور حضرت ابوبکر کو کب اور کس نے ایسا اختیار دیا تھا؟ اور حضرت ابوبکر نے پبلک کے حق کو کیوں چھین لیا؟

جہاں تک واقعات پر غور کیجئے تو سب کا جواب ایک معلوم ہوتا ہے۔ یعنی بعد انتقال جناب سرور کائنات صلعم کے اصل الاصول یہ قائم ہوا کہ حضرت علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا علیہما السلام کے حقوق تلف اور غصب کرنے میں اور ان کے مدارج کے گھٹانے میں نہ کسی قانون کی ضرورت تھی اور نہ کوئی قاعدہ درکار تھا اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے جو کارروائی ہو جائے وہی قانون ہے اور جو فقرہ چل جائے وہی قاعدہ ہے اور اس میں جس قدر مکر و زور دغا فریب سنگدلی بے رحمی بے مروتی خانہ بر اندازی کی جائے سب جائز اور مباح ہے!! الامان الحفیظ!!!

جو ذکر کے دیکھ لو کہ بار اول تو حضرت علیؓ سے خلافت المانعوچی طور سے یعنی بذریعہ انتخاب مضحکہ انگیز کے چھین لی گئی اب اس مرتبہ جب دیکھا گیا کہ اس کا موقع نہیں ہے تو بطور آفت بالائی بالا بالا کارروائی کر کے خلافت حضرت ابوبکر سے حضرت عمر پر اچھال دی گئی جس میں بیچارے حضرت علی کو یا دوسرے کسی مسلمان کو زبان ہلانے تک کا موقع نہ دیا گیا!!! لاحول ولا قوۃ الا باللہ!!!

محی الدین - لیکن ایک بات میں نے عجیب سنی ہے کہ آپ لوگوں کو حضرت فاروق سے بڑی نفرت ہے۔ بس جب آپ کہتے ہیں کہ سب خلفاء نے حضرت علی کی حق تلفی کی تو بیچارے حضرت عمر نے کیا قصور کیا ہے کہ آپ لوگ ان سے اس قدر برہم ہیں۔

علی رضا :- بھائی ہم سادات کے لئے یہ ترکہ موروثی ہے۔

محی الدین :- یہ کیا؟

علی رضا :- آپ کی مستند کتابوں میں ہے کہ جب بعد وفات جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے لوگوں کے رخ حضرت علی سے پھر گئے۔ تو آپ نے حضرت ابوبکر کو تنہا بلوا بھیجا اور چونکہ حضرت علیؑ کو حضرت عمر کی صورت سے کراہت تھی اس لئے کہلا بھیجا کہ آپ کے ساتھ کوئی دوسرا نہ آئے چنانچہ صحیح مسلم کی یہ عبارت ہے فارسل الی ابی بکر رضی اللہ عنہ ان ائتنا ولا یاتنا معک لہ بہ کراھۃ محضر عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال عمر لابی بکر رضی اللہ عنہما واللہ لا تدخل علیہم وحدک یعنی حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کو بلوا بھیجا کہ آپ آیئے لیکن عمر ابن الخطاب کی حضوری (یعنی صورت) سے کراہت ہونے کی وجہ سے کہلا بھیجا کہ آپ کے ساتھ کوئی دوسرا نہ آوے تب حضرت عمر نے ابوبکر سے کہا کہ واللہ آپ تنہا ان لوگوں کے پاس نہ جایئے علی ہذا القیاس تاریخ طبری میں ہے فارسل الی ابی بکر ان ائتنا ولا یاتنا احد معک وکرہ ان یاتیہ عمر یعنی ابوبکر کو کہلا بھیجا کہ آپ آیئے اور آپ کے ساتھ کوئی نہ آئے اور کراہت کی عمر کے آنے سے۔

بھائی محی الدین جب حضرت علی اور حضرت عمر کا باہم کر ایسا خیال تھا کہ جناب امیر کو حضرت کی صورت سے نفرت تھی اور حضرت عمر کو حضرت علی سے مہمان کشی کا شک تھا تو پھر یہ کہنا کہ یہ دونوں حضرات بڑے قلبی دوست تھے کچھ آپ ہی لوگوں کا یا آپ کے علماء کا کام ہے! کیا واقعی آپ کے علماء کا یہ خیال ہے کہ جو بات وہ کہیں گے وہ کیسی ہی خلاف عقل یا خلاف قیاس کیوں نہ ہو آج کل کے منصف مزاج لوگ ضرور مان لیں گے اور طرفہ یہ کہ طرفین کی ایسی فیلنگ حضرت عمر کے مرتے مرتے دم تک باقی رہی۔ کتاب تاریخ اعثم کوفی چھاپہ دہلی مطبع یوسفی کے صفحہ ۲۱۱ میں دربیان حال انتقال حضرت عمر کے لکھا ہے کہ بوقت انتقال حضرت عمر کے حضرت علی وہاں موجود تھے لیکن جب حضرت عمر نے انتقال کیا تو افلح نے غسل و کفن و حنوط دے کر لاش کو تختہ پر رکھ دیا۔ بعدہٗ صہیب بن سنان کی طرف رخ کر کے بولا آگے بڑھ اور نماز جنازہ پڑھو کیونکہ تجھی کو نماز پڑھانے کی وصیت تھی اس نے نماز پڑھی۔

اب اس مقام پر یہ امر نہایت غور طلب ہے کہ جمہور اسلام میں ہر شخص کی فطرتاً خواہش ہوتی ہے کہ اس کے جنازہ کی نماز جناب رسول مقبول کے خاندان کا صالح ترین شخص پڑھائے اس لئے اس جگہ یہ بات کھٹکتی ہے۔

کہ جب اس خاندان میں اس وقت ایسا شخص موجود تھا جس کو رسول مقبول صلعم نے انا وعلی من نور واحد اور انا مدینۃ العلم وعلی بابہا اور النظر الی علی عبادۃ فرمایا تھا اور جس کو خود حضرت عمر نے بروز غدیر بخ بخ یا علی انت مولای ومولیٰ المومنین کہا تھا اس کے ہوتے ہوئے صہیب بن سنان کو نماز جنازہ پڑھانے کی کیوں وصیت کی یہ امر دو حال سے خالی نہیں یا تو حضرت فاروق کو یقین تھا کہ حضرت علی اُن کے جنازے کی نماز ہرگز نہ پڑھائیں گے جیسا کہ سابق کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے یا یہ کہ حضرت عمر کے نزدیک حضرت علی کی وقعت صہیب ابن سنان کے بھی برابر نہ تھی برائے خدا تم خود غور کرو کہ تمہارا کیا خیال ہوتا ہے اگر پہلی بات مانو تو حضرت علیؑ کی نفرت حضرت عمر سے حضرت عمر کے مرتے دم تک معقولہ فریقین ہو جاتی ہے۔ یعنی حضرت علی نے حضرت عمر کی سیرت اور آپ کے اسلام کو کچھ ایسا ہی پایا تھا کہ حضرت کو اس معمولی امر خیر یعنی نماز جنازہ پڑھانے میں بھی تامل ہوتا اور بحالت ثانی حضرت عمر کا حضرت علی کو اپنا مولیٰ اور مولائے مومنین کہنا بالکل بناوٹ تھا اور رسول خدا صلعم کی حدیثوں کو آپ بالکل غلط اور بے معنی سمجھتے تھے اور اس پر مطلق اعتقاد یا اختیار نہ کرتے تھے۔

اب میں تم ہی سے پوچھتا ہوں کہ جس کو میرے آقا ایسا مکروہ سمجھیں یا جو میرے آقا کو ایسا بے وقعت سمجھے اس کو ہم کیا سمجھیں؟ خیر بہر کیف مجھے اس سے کیا مطلب کوئی کچھ سمجھے میں تم سے دریافت کرتا ہوں کہ جس شخص کی صورت سے ہمارے آقا اور ہمارے جد کو اس قدر کراہت ہو کہ اس کا اپنے سامنے آنا گوارا نہ کریں یا جو شخص میرے آقا مولائے مومنین ومومنات کو ایک معمولی شخص جیسا صہیب ابن سنان سے کم سمجھے اس شخص سے بمقتضائے فطرت انسانی اور جوش حزن کے ان حضرت کی سعید اولاد کو کیا کرنا چاہیے؟ کیا ممکن ہے کہ وہ تعظیم کر سکے؟ ہم تو سمجھتے ہیں کہ جس سید کے دل میں یہ فیلنگ (خیال محکم) نہ ہو اسکی رگ ہاشمی میں غالباً اس مقدس خون کا کوئی چھینٹا بھی نہیں ہے۔ اولاد تو اولاد ذرا خیال کر کے غور کرو کہ جس شخص کی صورت سے آقا کو کراہت رہتی ہے اس سے فرمانبردار اور نمک حلال نوکر اس سے خلا ملا رکھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

علاوہ اس کے اپنے سب سنی بھائیوں سے جو مرید ہو چکے ہیں پوچھ دیکھو کہ جس شخص سے ان کے حضرت صاحب یعنی پیر و مرشد کو نفرت یا کراہت رہتی ہے اس سے اُن کے دل کا خود کیا عالم رہتا ہے؟ کیا وہ اس کی تعظیم کر سکتے ہیں؟ کیا اسکی صورت سے ان کو نفرت نہیں ہوتی؟ پس بھی اسی سے خیال کر لو کہ جس شخص سے میرے آقا نے نفرت کی اسکی طرف ہم نمکخوار غلام ہو کر کیونکر رغبت کر سکتے ہیں؟ ہماری تو وہی راہ ہے جو ان بزرگوار کی راہ تھی اور ہم تو وہی چال چلتے ہیں جو ہمارے آقا اور ہمارے پیشوا چلے۔

اس مقام پر مجھے حضرت عمر کے بارے میں ایک عجیب و غریب بات یاد آئی یعنی یہ عجیب اتفاق ہے کہ حضرت کی شان میں جملہ کتب حدیث و تواریخ فرقہ سنت والجماعت میں ایک ایسا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جسکو ہندوستان کے جملہ ہندو مسلمان شیعہ سنی۔ شیخ سید مغل پٹھان سب کے سب نہایت مکروہ اور نجس سمجھتے ہیں۔

محی الدین یہ کیا؟ ذرا میں بھی سنوں وہ کون سا لفظ ہے۔

علی رضا:۔ معاذ اللہ! میں تو اس کو زبان پر لا نہیں سکتا کیونکہ اگر زبان پر لاؤں تو تم یقیناً خفا ہو جاؤ گے

محی الدین۔ اگر میری مستند کتابوں میں وہ لفظ ہے تو میں خفا کیوں ہونے لگا؟ لیکن اگر معمولی قصہ فسانہ

ہی میں وہ لفظ ہے تو میں ہرگز اجازت نہ دوں گا۔

علی رضا:- قصہ فسانہ سے کیا واسطہ وہ لفظ تاریخ خمیس صفحہ ۲۶۹ اور تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۶۳ میں مندرج ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عمر کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کیا اس پر جملہ سرداران فرقہ سنت والجماعت مثل طلحہ و زبیر وغیرہ کے بول اٹھے کہ ہو فظ غلیظ ہم لوگ اس کو اپنا افسر بنانا نہیں چاہتے حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ وہ فظ غلیظ یعنی درشت مزاج اسی وقت تک ہے جب تک میں زندہ ہوں میرے بعد وہ نرم دل ہو جائے گا۔

افسوس ہے کہ حضرت ابوبکر کا یہ خیال بھی غلط ٹھہرا حضرت عمر اپنے عہد خلافت میں بھی فظ غلیظ ہی رہے چنانچہ آپ کی لاالف میں لکھا ہے کہ آپ صبح و شام تازیانہ لیکر بازاروں اور گلیوں میں پھرتے تھے اور جو شخص کچھ بھی خلاف شرع کرتا تھا اس کو کوڑے رسید کرتے تھے ایسی حرکت کسی خلیفہ نے نہ کی المختصر یہ بھی حضرت عمر کے مقسوم کی بات ہے کہ ان کے تابعین عرب نے ان کی شان میں ایسا لفظ استعمال کیا کہ جس کو ہندوستان کا ہر شخص بجس ترین سمجھتا ہے اور ان کی غلظت سے ان کے احباب ہی ان سے پناہ مانگتے تھے اس لئے میں کہتا ہوں کہ ہم لوگوں کی نفرت حضرت عمر سے بمقتضائے فطرت انسانی ہے اور اس میں مطلق تعصب نہیں ہے تم خود غور کرو کہ کس فرد بشر کو غلیظ مزاج سے نفرت نہ ہو گی۔

محی الدین:- اس کا تو میرے پاس کچھ جواب نہیں اور نہ اب میرے ذہن میں کوئی اعتراض باقی ہے۔

علی رضا:- تو اب کہو کہ تمہارا ایمان کیا کہتا ہے اس قدر تو ظاہر اتمہارا مقولہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہر طرح پر افضل صحابہ تھے اس لئے حضرت مستحق خلافت بلا فصل کے تھے امدیہ الیکشن جائز طریقہ اور نیک نیتی سے ہوا اور اس سے حضرت علی سخت ناراض ہوئے۔

محی الدین بھائی اسکا جواب کل عرض کروں گا۔

اس گفتگو کے بعد صحبت برخواست ہوئی لیکن شب کے وقت جب محی الدین آرام کے لئے گیا تو اسکو یہ سماں نظر آیا۔

شہزادہ نور ایمان:- پانچوں کھائیاں پھاند کر قلعہ کے دروازے پر موجود ہے اور دبی زبان سے کہتا ہے کہ پھاٹک کھول

حضرت دل (شہزادے کو جھروکے سے دیکھکر) خیر مقدم۔ اہلاً و سہلاً۔ بیا بیا کہ نماندہ است تاب مہجوری۔

تعصب زبان کی طرف:- ہے ہے غضب ہو گیا اب تو وہ در قلعہ تک پہنچ گیا حضرت دل تو اور اس کو بلا رہے ہیں! ہائے ہم کیا کریں! اس وقت اماں جان بس آپ ہی کا سہارا باقی ہے جان بچائیے ورنہ ہم تو بے موت مرتے ہیں!

زبان ہر چند وقت بہت برا آ گیا مگر تم گھبراؤ نہیں میں قفل ہی نہ کھولونگی۔ پس یہ بانکے حضرت آ بیگے کیونکر

دوسرے دن جب صبح ہوئی محی الدین علی رضا کے مکان پر آیا بعد صاحب سلامت و مزاج پرسی

علی رضا:- کہو بھائی اب تمہاری کیا رائے ہے۔

محی الدین: - بھائی تم ٹھیک کہتے ہو سب ٹھیک مگر ہم کو سوائے خموشی کے جائے دم زدن نہیں یہ رسولؐ کے داماد وہ لوگ حضرت کے صحابہ ہم کیونکر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ چھوٹا منہ بڑی بات اس وقت میرے لئے سکوت ہی مناسب ہے

علی رضا: - تو آخر تمہارا ایمان کیا رہا؟ ایمان تو قلب سے ہے۔ زبان سے لاکھ کہو۔ مذہب تو وہی ہے جو دل میں ہے یعنی جس کا اعتقاد اور یقین کامل ہے

محی الدین: - میں کہتا ہوں کہ یہ فعل اُن کا ایک عصیان تھا اس سے بالکل بے ایمان تو نہیں ہو گئے اور حضرت رسول خدا صلعم کے وقت کا ایمان بیسوں برس کا اس سے مٹ تو نہیں جائے گا۔

علی رضا: - حدیث میں ہے کہ جس نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو رنج دیا اس نے رسول خدا کو رنج دیا اس نے خدا کو رنجیدہ کیا اور جس نے خدا کو رنجیدہ کیا وہ کافر ہے دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۵۳۴ جلد اول چھاپہ میرٹھ۔ مشکوٰۃ المصابیح - سوانحعمری حضرت علیؑ مؤلفہ مولوی عبداللہ صاحب صفحہ ۳۱۲ وصفحہ ۳۹ ۶ لغایت ۶۴۴ اور رسولوں کے ایذا دہندگان کے بارے میں سورۂ احزاب پارہ ۲۲ میں خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا یعنی جو لوگ اللہ اور رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے عذاب سخت مقرر کیا ہے۔

محی الدین تو اصحاب ثلثہ نے حضرت فاطمہ زہرا کو کہاں رنج دیا۔

شیخین نے جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کیساتھ کیا سلوک کیا؟

علی رضا: - صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۵۳۴ و جلد دوم صفحہ ۹۹۰ چھاپہ میرٹھ اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۵ چھاپہ کلکتہ میں یہ حدیث ہے کہ جب حضرت فاطمہ زہرا نے اپنا حق طلب کیا تو خلفاء نے انکار کیا اس سے جناب فاطمہ زہرا نہایت ناراض ہوئیں اور بعدہ مدت العمر ان سے کلام نہ کیا اور وصیت کی کہ وہ لوگ میری نعش کے پاس نہ آئیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بضعۂ رسول کی تجہیز و تکفین و تدفین کے وقت اصحاب ثلثہ میں سے کوئی نہ تھا اور آپ کو پہلوئے پدر بزرگوار میں جگہ نہ ملی اس لئے آپ گورستان بقیعہ میں دفن ہوئیں۔

اب یہ امر قابل غور ہے کہ مسجد نبوی میں خلفاء ثلثہ کو تو جگہ ملے لیکن پارۂ جگر رسول مقبول یعنی حضرت سیدۃ النساء العالمین گور غریبان میں دفن ہوں اسکا کیا باعث ہے اگر خلفاء وقت کے دل میں محبت اور ذلت جناب فاطمہ زہرا کی ہوتی تو نہایت تعظیم اور اکرام سے اس معصومہ غریب کا لاشہ اٹھتا - حضرات خلفاء ثلثہ جو خدمت آخری جناب رسول مقبول سے بوجہ کارروائی سقیفہ کے مجبور رہ گئے تھے اسوقت اس کی پوری تلافی کرتے - کیونکہ اس وقت کوئی امر مانع نہ تھا خود بنفس نفیس شریک ہوتے اور اپنے کاندھوں پر اس معصومہ کی نعش مبارک کو لاکر پہلوئے رسولؐ مقبول میں دفن فرماتے۔ لیکن واقعہ ٹھیک اسکا اُلٹا ہے۔ یعنی جناب سیدہ شب کو دفن ہوئیں اور اُنکی میت پر خود جناب امیر علیہ السلام نے نماز پڑھی اس سے یہ امر صاف ثابت ہے کہ حضرات خلفائے ثلثہ کو جناب فاطمہؑ اور حضرت علیؑ سے عداوت تھی اور کم سے کم طرفین کی ایسی حالت تھی کہ ایک دوسرے کی روح سے نفرت تھی -

محی الدین:- البتہ یہ بات تو نامناسب ہوئی - لیکن کوئی علمی ظلم تو جناب سیدہ پر ہوا
علی رضا:- واہ میں نے تو اس کو پانچویں کھائی کے مثیل میں بیان کیا ہے شاید آپ بھول گئے۔
محی الدین:- اس میں تو آپ نے ان جفاؤں کا بیان کیا ہے جو لشکر یزید نے امام حسین علیہ السلام کے اہلبیت اطہار پر کیا تھا -
علی رضا:- نہیں اس کو بھی میں نے بیان کیا تھا - لیکن اس کی تصریح زیادہ کی تھی اور اسکو مجمل کہا تھا اس لئے آپ کو خیال نہیں ہے - بہرکیف اب قبل اس کے کہ میں آپ سے عملی ظلم کا حال بیان کروں ایک سوال کرتا ہوں -
محی الدین:- فرمایئے -

جو شخص جناب رسولخدا صلعم کی التجا کے برعکس کارروائی کرے وہ کیسا ہے؟

علی رضا:- میں پوچھتا ہوں برائے خدا بتلایئے کہ اطاعت خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مسلمان پر فرض ہے یا نہیں -
محی الدین:- بیشک فرض ہے حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم
علی رضا:- بہت خوب تو جس کام کے لئے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم دیں اس کا بجالانا فرض ہے یا نہیں؟
محی الدین:- بیشک فرض ہے -
علی رضا:- اور اگر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی امر کی التجا کریں تو اس کا بجالانا کیسا ہے؟
محی الدین:- تب تو اور بھی بڑا بھاری فرض ہے -
علی رضا:- اور اگر اسکو کوئی بجا نہ لائے تو کیا ہوگا - ؟
محی الدین:- بیشک وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا
علی رضا:- اور اگر کوئی اس التجا یا اپیل کے برعکس کرے یعنی جناب رسولؐ فرمائیں دیکھو بھائی ذرا میرے مکان کی حفاظت کرنا اور وہ شخص برعکس اس حکم کے حضرت کے مکان میں آگ لگا دے تو اس کا کیا مآل ہوگا -
محی الدین:- بیشک وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا -
علی رضا:- اور اگر جناب رسولخداؐ کو کسی امر کی کمال خواہش ہو اور پروردگار عالم بھی اسکو منظور کر کے آنحضرت سے فرمائے کہ ہاں میرے حکم سے تم اپنا مدعائے دلی ظاہر کردو - پھر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دلی مدعا کو ظاہر فرمائیں اور اپنی امت سے اسکی اپیل یعنی التجا کریں تو میں پوچھتا ہوں کہ ایسی التجا کو سنکر اگر کوئی شخص اس التجا کے برعکس یعنی الٹی کارروائی کرے تو تم اسکو کیا کہوگے
محی الدین:- میں تو بلا تامل کہوں گا کہ اس کے کافر ہونے میں ہر کہ شک آرد ——————

علی رضا:۔ (بات کاٹکر) ہاں میرے شیر اتنی جلدی نہ کرو۔ ذرا اپنے مولوی صاحب سے پوچھ لو۔

محی الدین:۔ تو کیا میرے مولوی صاحب کہیں گے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اپیل (التجا) کی رسپانس (جواب) میں اگر کوئی شخص اس التجا کے برعکس کارروائی کرے تو بھی مسلمان بنا رہے گا۔

علی رضا:۔ اپنے مولوی صاحبوں کی بے تکی کو نہ پوچھو ہم کو تم کو تو وہ کوٹ پتلون پہننے اور چرٹ پینے اور فروعی مسائل کے اختلاف میں کافر بنا دیں گے۔ لیکن جب واقعات ماسبقہ سے گفتگو کی جائے گی تو وہ لوگ نفس رسول یعنی حضرت علیؑ سے ستر ستر لڑائی لڑنے والے کو خدا کا دوست کہدینگے حالانکہ اسکے بھی قائل ہیں کہ جناب رسولخداؐ نے فرمایا تھا کہ جو علیؑ کا دشمن وہ میرا دشمن اور جو میرا دشمن وہ خدا کا دشمن اور جو خدا کا دشمن ہو وہ کافر ہے۔ خیر بہرکیف ان لوگوں کی باتوں کو جانے دیجئے اصل مطلب کی بات سنیے کہ حضرات پنجتن پاک مقبول ترین بارگاہ احدیت تھے اور پروردگار کے نزدیک اہلبیتؑ طاہرین یعنی حضرت خاتون جنت اور ان کے شوہر بزرگوار اور ان کے فرزندانؑ علیہم السلام کی بڑی عظمت اور وقعت تھی اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بھی دلی خواہش تھی کہ حضرت کی کل امت بلکہ جمہور اسلام ان بزرگوں کی عزت و توقیر تعظیم کریں اور ان سے محبت و مودت رکھیں اس لئے پروردگار عالم نے حکم دیا کہ ہاں اے محمد قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ یعنی اے محمد تم سبھوں سے کہدو کہ ہم نے جس قدر تمہارے لئے صعوبت اٹھائی اور جس قدر اجرائے احکام پروردگار عالم میں محنت و جفاکشی کی اس کا اجر ہم کچھ نہیں چاہتے ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ میرے قربا کے ساتھ مودت رکھو یہ آیہ کریمہ سورۂ شوریٰ پچیسویں پارہ میں موجود ہے۔ سبحان اللہ زبان قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے اور نثار جناب رسول مقبول کی پاکیزہ نفسی اور غیرت و حیا کے کہ آپ نے اپنی صعوبت اور محنت کا اجر نہ چاہا۔ لیکن لیکن صرف ذکر کردیا اور یاد دلا دیا۔ لیکن کیا صاحبان بصیرت و علم و کمال اس نکتہ کو سمجھ نہ جائیں گے اور کیا ہم لوگ امتیوں کو واجب و لازم نہیں ہے کہ اس حکم کی تعمیل کو اپنے اوپر ایسا فرض گردانیں کہ گویا آنحضرت نے اپنے احسانات کا عوض طلب کیا تھا؟ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی غور کرقابل ہے کہ یہ حکم جناب رسول مقبول نے فقط اپنی ذاتی اور فطرتی خواہش سے جاری نہیں کیا بلکہ یہ حکم شاہنشاہ عالم مالک حقیقی کی طرف سے صادر ہوا ہے ورنہ عام اولاد کے لئے تو جناب سرور کائنات نے خود فرمایا ہے اکرموا اولادی الصالحین للہ و الطالحین لی۔ ظاہرا اس اہتمام کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہلبیت طاہرین علیہم السلام یعنی جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام اور حضرت علی مرتضیٰ و حسنینؑ علاوہ فرزندان رسول ہونے کے خود بھی مقبول بارگاہ خداوند عالم جل جلالہ و عم نوالہ تھے جن کی تعظیم و تکریم ہر مسلمان کے لئے ضرور تھی اور جن سے مخالفت کرنا باعث ناخوشنودی پروردگار عالم تھا اس لئے غالبًا اس خیال سے کہ ایسا نہو کہ بعد انتقال جناب سرور کائنات کے آپ کی امت یہ سمجھ کر کہ رسالت تو ختم ہو گئی اب اہل بیت طاہرین علیہم السلام کا کیا فایدہ۔ حضرت کے اقربا سے بے اعتنائی کرے اور اس وجہ سے مورد عتاب حضرت شاہنشاہی ہو اور مغضوب ہو جائے اس لئے دربار عالی سے فرمان عالی صادر ہوا کہ سب لوگ واقف ہو جائیں کہ اقربائے رسول بھی قابل تعظیم و تکریم بلکہ واجب الاطاعت ہیں اور ان سے مودت رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے تاکہ کوئی حجت باقی نہ رہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ کارروائی اور یہ اہتمام حقیقتہً امت ہی کے نفع کے لئے کیا گیا تھا ورنہ یہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی مودت کرنے سے حضرات اہلبیت طاہرین کا درجہ ایک انچ نہ بڑھا اور نہ کسی کی مودت

نہ کرنے یا ایذا دینے سے ایک انچ گھٹا - یہ حضرات جیسے نورانی خلقت پیدا ہوئے ویسے ہی پاک اور معصوم رہے - اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ جس بات کے لیے جناب حضرت خیر المرسلین خاتم النبیین محسن عالم فخر بنی آدم اپنی امت سے التجا کریں اور یہ التجا پروردگار عالم کے حکم سے ہو اور اس کے پیش کرنے میں آپ اپنی صعوبات اور احسانات کو یاد دلائیں باوجود اس کے اگر کوئی شخص بجائے مودت کے حضرت خاتون جنت علیہا السلام کو ستائے یا ایذا دے یا ان کے گھر میں آگ لگا دے یا آگ لگانے کا اقدام کرے وہ شخص کیسا ہے ؟ کیا ایسا شخص ابولہب وغیرہ سے جنہوں نے خود حضرت کو ستایا بال بھر کم ہے ؟ تم خود غور کر کے دیکھو کہ اگر ایک شخص بظاہر حضرت کے دندان مبارک کو شہید کرتا اور دوسرا شخص حضرت کے سامنے آپ کی نور دیدہ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کا گھر جلاتا اور لات مار کر دروازہ کا پٹ اس معصومہ پر گراتا جس سے اس مظلومہ کو ضرر شدید پہنچتا تو حضرت کو کس کے فعل سے زیادہ صدمہ پہنچتا ؟ یا یہ کہ ایک شخص حضرت کی طرف ڈھیلا پھینکتا اور دوسرا شخص آپ کے سامنے حضرت خاتون جنت کا گھر جلانے کے لیے لکڑی اور آگ لئے ہوئے آتا تو ان دونوں میں سے کس کی حرکت سے جناب رسالتمآبؐ کو زیادہ ایذا پہنچتی ؟ کیا کوئی شخص جس میں ذری سیادت کو بو ہے اپنی بیٹی کی ہتک حرمت کو اپنی جسمانی ایذا سے کم سمجھے گا - ہرگز نہیں جناب رسول مقبول تو جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کو نور دیدہ اور پارہ جگر سمجھتے تھے اور بار بار فرماتے تھے کہ جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے عداوت رکھی اور جس کو مجھ سے عداوت ہے وہ خدا کا دشمن ہے -

محی الدین - لیکن آیہ کریمہ میں لفظ سوال کا ہے پھر بار بار جو آپ لفظ التجا کا استعمال فرماتے ہیں یہ تو بالکل عبارت آرائی ہے - التجا کا لفظ تو قرآن میں نہیں نہیں

علی رضا :- میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں کہ اس لفظی گرفت سے آپ نے مجھے زیادہ موقع دیا کہ میں اُس لفظ کی زیادہ شرح کروں -

یہ معلوم ہے کہ بڑا شخص اپنے چھوٹوں کو مثلاً بادشاہ اپنی رعیت کو جب کچھ کہتا ہے یا حکم دیتا ہے تو اُسے فرمان کمیشن حکمنامہ - آرڈر - پروانہ وغیرہ کہتے ہیں اور جب چھوٹا بڑے سے کچھ کہے تو اسکو سوال درخواست استدعا عرضی وغیرہ کہتے ہیں - اب یہ بات تمہارے بلکہ سارے مسلمانوں کے غور کرنے کی ہے کہ مودت اقربا کے لئے علاوہ اس اہتمام سے جو میں نے ابھی ذکر کیا حضرت رسول خدا اور کیا کرتے ہیں اس کام کے لئے وہ بادشاہ کو نین جو عرش اعظم پر نعلین پہنے پہرا اور جس سے اعلیٰ حضرت جل شانہ سے صرف دو کمان کا فرق رہ گیا وہ عالی جاہ اس کام کے لئے ایسی پستی اور عاجزی کی جگہ اختیار کرتا ہے کہ اپنے کو سائلوں میں داخل کرتا ہے اور سوال کرتا ہے !!! اور کس سے ؟ اپنی امت سے جن کا کل بار ایک روز اپنی گردن مبارک پر بھی اٹھانے کو موجود ہے اللہ اکبر - اللہ اکبر آپ خود فرمایئے کہ ایسے شاہنشاہ کا اپنے کو ایسی عاجزی میں ڈالنا اور سائل بن کر اپنے غلاموں سے سوال کرنا کیا التجا سے کم ہے ؟ التجا پھر اور کس کو کہتے ہیں اس لئے میں کہتا ہوں کہ میں نے ہرگز عبارت آرائی نہ کی بلکہ آپ خود لفظی گرفت کرتے ہیں اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ شرعاً - عرفاً اخلاقاً تہذیباً جب ایسا مربی اور محسن اپنی حیثیت سے اتر کر اپنے غلاموں سے کسی امر کا سائل بنے تو کیا غلاموں کو لازم و واجب و فرض نہیں ہے کہ اس کی بجا آوری میں اپنی جان کو جان اور مال کو مال نہ سمجھیں ؟ میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص اپنے

ایسے آقا کے ایسے سوال کی تعمیل نہ کرے یعنی حضور کے اقربا سے مودت نہ رکھے وہی بڑا نالائق کم بخت بدنصیب ہے اور ہرگز وہ بروز محشر جناب رسول مقبول سے امید شفاعت رکھ نہیں سکتا اور جو شخص کہ اس سوال کے برعکس کرے یعنی حضور اقدس کے اقربا کو ایذا دے اس کا کیا حشر ہوگا اور کیونکر وہ مسلمان کہا جاسکیگا میری سمجھ سے باہر ہے خداوندعالم فرماتا ہے کہ خانہ کعبہ ایک مقدس جگہ ہے اس کی تعظیم کرو اور طواف کرو لیکن ایک شخص زبان سے تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا جاتا تھا اور خود حضرت پر ڈھیلے اور پتھر مارتا تھا تو کیا بوجہ اس کلمہ پڑھنے کے وہ مسلمان تھا؟ اسی طرح ایک شخص نعرہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھر کر حضور اقدس کی نور دیدہ جناب فاطمہ زہرا علیہ السلام کے گھر میں درآنہ چلے آئے اور اس معصومہ پر دروازہ کا پٹ گرا کر مجروح کرے جس سے اس معصومہ کو سخت ایذا پہنچے تو کیا وہ اس نعرہ بھرنے سے مسلمان باقی رہا؟ کیا اس وقت اس کے دل میں حضرت رسول خدا کی ویسی وقعت تھی جیسی سب مسلمانوں کو چاہیئے؟ کیا بروز محشر وہ رسول مقبول کو منہ دکھانے کے قابل ہے؟ کیا رسول خدا اس سے راضی ہوں گے۔ اس وقت لاہور کی شاہی مسجد میں تبرکات موجود ہیں جن کی بسنت یہ اعتقاد ہے کہ آنحضرت کے وقت کی ہیں منجملہ اُن کے ایک حضرت کی نعلین مبارک ہے اور ایک جانماز حضرت خاتون جنت کی ہے ان چیزوں کے ساتھ جو محض اعتقادی ہیں اگر کوئی بےحرمتی کرے تو مجھے مطلق شک نہیں کہ لاہور کے کل مسلمان چہ شیعہ و چہ سنی اس کی حفاظت میں اپنی جان دیدیں گے اور کل علماء شیعہ و سنی بےحرمتی کرنے والوں پر کفر کا فتوےٰ دیدیں گے تب یہ کون مسلمانی میں مسلمانی ہے کہ جسکی فرضی یا اعتقادی نعلین پاک کی بےحرمتی سے تو آدمی کافر ہوجائے۔ لیکن اس کی نور دیدہ اور لخت جگر کو جس کی مودت کے لیئے آپ سوال کرجائیں اگر کوئی ایذا دے تو وہ مسلمان قائم رہے!! جس کی فرضی اور اعتقادی جانماز کی بیحرمتی سے تو آدمی دایرہ اسلام سے خارج ہو۔ لیکن جو اس کے گھر کو آگ لگائے وہ مسلمان ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کا رہبر اور پیشوا اسے دین ہوا!! نعوذ باللہ من ذالک

یاد رکھو کہ جو شخص احکام خدا اور رسول بجانہ لائے وہ گنہگار ہے۔ لیکن یہ مسئلہ متفق علیہ درمیان شیعہ و سنی کے ہے کہ جو شخص اُن احکام کی توہین یا تحقیر کرے وہ ایک دم دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مثلاً خدا نے حکم فرمایا ہے کہ تم نماز پڑھو اس لیے جو نماز نہیں پڑھتا ہے وہ گنہگار ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کہے کہ نماز کی اٹھ بیٹھ واہیات ہے۔ عربی میں سورہ پڑھنا مہمل ہے ہم بیٹھے بیٹھے آنکھ بند کئے اپنے خالق کی عبادت دل میں کریں گے اور نماز کبھی نہ پڑھیں گے تو یہ شخص ایک دم کافر ہے اسی طرح بعد نزول آیہ لا اسئلکم الی آخرہ کے جو شخص مودت قربائے رسول نہ کرے وہ گنہگار ہے بلکہ بڑا گنہگار ہے۔ لیکن جو شخص کہے کہ یہ حکم واہیات ہے رسول خدا نے اپنے سلف و ذاتی غرض سے ایسا حکم جاری کرایا ہے تو وہ ایک دم کافر ہے اور جو عمل درآمد خلاف اس سوال کے کرے یعنی بجائے مودت کے اہلبیت کو ایذا دے اس کے لیے ہم کیا کہیں تم خود کہہ چکے ہو کہ اس کے کفر میں جو شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ ہر کہ شک آرد۔۔۔۔۔

محی الدین اب تو میری عقل دنگ ہے۔ اب میرے دل میں مطلق شک نہیں کہ جناب سیدہ کو ایذا دینے والا بہت بڑا شخص ہے۔ کیونکہ قطع نظر آیت قرآنی یہ امر صاف ظاہر ہے کہ یہ کون آدمیت یا انسانیت ہے کہ جس گھر سے اسلام پلیں اور ساری نعمت پائیں اور پھر اسی گھر کو جلائیں۔ یہ تو بالکل نمک خوردن و نمکدان

راشکنن ہے۔ مگر آپ اس قدر تمہید کر رہے ہیں آخر یہ تو بتلایئے کہ واقعہ کیا ہے۔ جناب سیدہ پر عملی ظلم کیا ہوا

احراق خانۂ پاک جناب حضرت فاطمۂ زہرا علیہا السلامؑ

علی رضا:- ہائے افسوس عملی ظلم تو ایسا ہوا کہ جس کے بیان میں میری زبان کانپتی ہے یعنی حق تعالےٰ نے فرمایا ہے لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم اور یہ کہ و اذا سالتموھن متاعًا فاسئلوھن من ورا حجاب ذالکم اطہر لقلوبکم وقلوبھن وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ پارہ بیست ودوم سورۂ احزاب اور گھر حضرت کا ایسا پاک تھا کہ ملائکہ مقربین بھی بلا اجازت کے نہیں جاتے تھے مگر ہائے افسوس اس گھر کی یہ خرابی ہوئی کہ بعد الیکشن مذکورۂ بالا اور تخت نشینی حضرت ابوبکر کے جب حضرت علیؑ نے بیعت سے انکار کیا تو یہ امر حضرت عمر کو نہایت ناگوار گذرا حضرت علی محض کمزور خانہ نشین ہو چکے تھے اور حضرت عمر کی پارٹی (جماعت) قوی ہوگئی تھی اس لئے حضرت عمر زبردستی حضرت علی کو پکڑ لا کر بیعت کرانے کے لئے مستعد ہوگئے چنانچہ اس ارادہ سے ایک چھوٹی فوج اور ہاتھوں میں لکڑی اور آگ لیکر دروازے پر آئے اور حضرت علی کو للکارا کہ گھر سے نکلو جب حضرت علی باہر نہ آئے تو آگ لگانیکا قصد کیا اور پکار کر کہا کہ اگر نہ نکلو گے تو گھر میں آگ لگا دیں گے (معاذ اللہ معاذ اللہ) کہ سب بے سمجھ مرد گئے اس وقت کا انتشار حضرت علیؑ کا اور بیقراری حضرت فاطمہ زہرا کی بیان سے باہر ہے قابل خیال ہے۔ کیسا صدمہ ان معظمہ کو ہوا ہوگا۔ جس وقت یہ خیال فرماتی ہونگی کہ ابھی چند روز کی بات ہے کہ میرے باپ کے وقت میں یہ لوگ دانت کاٹی روٹی کھاتے تھے۔ ملائکہ میری ڈھوڑی پر پہرہ دے رہے تھے اور آج میں اس حالت کو پہنچ گئی کہ محاصرہ میں ہوں اور وہی نمک خوار میرا گھر جلانے آئے ہیں حضرت کے صدمہ کا حال کچھ حضرت ہی کے شعر سے ظاہر ہے۔

صبت علی مصائب لو انھا　　صبت علی الایام صرن لیالیا

یہ شعر جناب فاطمہ زہرا کا مشہور ہے ترجمہ یہ ہے کہ واقع ہوئیں مجھ پر وہ مصیبتیں کہ اگر وہ مصیبتیں روز روشن پر پڑتیں تو وہ (یعنی دن) شب دیجور ہوتا!! اللہ اکبر کیسا جگر خراش مضمون موزوں ہوا ہے۔ پس کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ بوقت موزوں فرمانے اس شعر کے حضرت سیدہ کے سامنے یہ واقعہ سجا نگاہ پیش نظر نہ تھا؟ اور بھائی میرے دل سے تو یہ بات اٹھتی نہیں ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے حسنؑ اور حسینؑ اس وقت کیسے مضطرب اور بیقرار ہوئے ہوں گے کہ ہائے ہمارے بابا کو سب پکڑنے آئے ہیں کہاں لیجائیں اور کہاں چھپائیں اور اے واے کہ گھر میں آگ لگا رہے ہیں۔ کدھر چھپیں، کہاں بیٹھیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر الغرض جب دروازے میں آگ لگانے چلے (اور بقول اکثر واقعی آگ لگا دی)، تو حضرت فاطمہؑ زہرا خود دروازے کے پاس تشریف لائیں اور فرمایا مجھے کیوں ستاتے ہو میں صرف چند دن کی مہمان ہوں۔ اسپر لوگوں نے دروازے پر لات ماری کہ بقولے وہ دروازہ حضرت سیدہ پر گرا اور حضرت مجروح ہوئیں آخر جناب امیرؑ خود باہر نکل آئے۔ ہائے افسوس کہاں تھے اس وقت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ دیکھتے کہ جس شخص کی عزت افزائی کے لئے آپ نے یہ اہتمام فرمایا تھا کہ لق ودق میدان میں ستر ہزار آدمیوں کے مجمع میں فرمایا تھا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اسکو

لوگوں نے یوں ذلیل کیا اور جس لوزدیدہ کو حضور نے پارۂ جگر قرار دیا تھا اور جس کی عزت اور حرمت کو حضور نے جمہور اسلام کے سپرد فرمایا تھا اور اسکی مودت رکھنے کی التجا کی تھی وہ یوں حقیر کی گئی اور اسپر ایسی سختیاں ہوئیں کہ چھ مہینے بھی بعد آپ کے چین سے رہنے نہ پائی۔ حیف صد ہزار افسوس!!! بھائی محی الدین جناب فاطمہ زہرا کے مدارج کون نہیں جانتا۔ اُن کے ساتھ جب یہ سلوک ہوا تو اس سے زیادہ اور عملی ظلم کیا ہوتا؟ اسی انقلاب کو جناب میر انیس مرحوم نے کیا خوب نظم کیا ہے ؎

ماں باپ پہ واجب نہیں فرزند کی تکریم اس امر میں زہرا کو ہے ہر خلق پہ تقدیم
لکھا ہے کہ جب جاتی تھیں زہراؑ اپے تسلیم خود اُٹھ کے رسولِ عربی کرتے تھے تعظیم

اخلاق محمد ہوں یہ جس باب کرم پر
دروازہ گرائیں اسی بی بی کے شکم پر

محی الدین:۔ یہ واقعہ تو البتہ ہولناک معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس کی سند کیا ہے۔

علی رضا:۔ اس کی سند ہم اپنی کتابوں سے کیا دیں یہ قصہ تو ایسا مشہور ہے کہ انگریزی مورخوں نے بھی واقعہ خلافت کے ساتھ یہ سارا قصہ لکھا ہے۔ دیکھو (۱) گبن صاحب کی تواریخ عروج و زوال سلطنت روم صفحہ ۲۹ و (۲) اسپرن صاحب کی تواریخ خلفاء واقعہ خلافت خلیفہ اول (۳) آئرونگ صاحب کی تواریخ خلفاء صفحہ ۴۸ (۴) ہسٹورینس ہسٹری جلد ۸ صفحہ ۴۶ علاوہ اس کے تمہاری مستند کتابوں میں یہ واقعہ بتصریح درج ہے (۵) تاریخ ابوالفدا چھاپہ مصر صفحہ ۱۶۳ (۶) تاریخ طبری (۷) تاریخ واقدی (۸) کتاب المرتضیٰ (۹) کتاب سقیفہ تصنیف ابوبکر جوہری (۱۰) کتاب الامامۃ والسیاسۃ وغیرہ وغیرہ۔

محی الدین نے دو روز میں ان کتابوں کو (جس قدر لائبریری میں ملیں) دیکھا تو سارا قصہ موجود پایا اور نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ خلفاء ثلثہ سے دل میں کمال برہم ہوا تیسرے دن کالج میں علی رضا سے ملاقات ہوئی بعد صاحب سلامت کے۔

علی رضا۔ کہو بھائی کتابیں دیکھیں۔ میں نے جو کہا تھا صحیح تھا یا غلط۔

محی الدین۔ بھائی میں نے کتابیں دیکھیں۔ لیکن میرا دل اب گھبراتا ہے اور تم سے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا نہ معلوم کس ساعت میں ہم سے اور تم سے یہ باتیں شروع ہوئی تھیں کہ میرے دل کی الجھن روز بروز بڑھتی جاتی ہے

علی رضا (دل میں) بارساعت تو ایسی اچھی تھی کہ اب خدا چاہتا ہے تو عنقریب دو نوجہان میں تمہارا بیڑا پار ہوتا ہے خدا تیرا رحم کرے

علی رضا (زبان سے) آخر ہوا کیا کتابیں دیکھیں یا نہیں۔

محی الدین:۔ بھائی سب کتابیں تو لائبریری میں ہیں نہیں۔ لیکن جس قدر ملیں اور دیکھیں ان کی حقیقت کہنے کو دل نہیں چاہتا ہے۔

علی رضا:۔ بھئی تمہیں واللہ سچ کہنا کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں یہ عبارت لکھی ہے یا نہیں۔

ان ابا بکر تفقد قوما تخلفوا من بیعتہ عند علی فبعث الیہم عمر ابن الخطاب فجاء وناداہم وہم فی دار علی فابوا ان یخرجوا فدعی عمر بالحطب وقال والذی نفس عمر بیدہ لتخرجن او لاحرقن علیکم علی ما فیہا فقیل یا ابا حفص ان فیہا فاطمۃ فقال وان فخرجوا فبایعوا الا علیا فانہ زعم انہ قال حلفت ان لا اخرج ولا اضع ثوبی علی عاتقی حتی اجمع القرآن فوقفت فاطمۃ علی بابہا فقالت ترکتم جنازۃ رسول اللہ بین ایدینا وقطعتم امرکم بینکم لم تستامرونا ولم تردوا لنا حقا فاتی عمر ابا بکر فقال لہ الا تاخذ ہذا المتخلف عنک بالبیعۃ فقال ابو بکر لقنفذ وہو مولی لہ اذہب فادع علیا قال فذہب قنفذ الی علی فقال ما حاجتک قال یدعوک خلیفۃ رسول اللہ قال علی لسریع ما کذبتم علی رسول اللہ فرجع قنفذ وابلغ الرسالۃ قال فبکی ابو بکر لقنفذ عد الیہ عمر فقال امیر المومنین یدعوک لتبایع فجاء قنفذ فادی ما امر بہ فرفع علی صوتہ فقال سبحان اللہ لقد ادعی ما لیس لہ فرجع قنفذ فابلغ الرسالۃ فبکی ابو بکر طویلا ثم قام عمر فمشی معہ جماعۃ حتی اتوا باب فاطمۃ (صلوات اللہ علیہا) فدقوا الباب فلما سمعت اصواتہم نادت باعلی صوتہا یا ابت یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ماذا لقینا بعدک من ابن الخطاب وابن ابی قحافۃ فلما سمع القوم صوتہا وبکاءہا انصرفوا باکین وکادت قلوبہم تتصدع واکبادہم تتفطر وبقی عمر ومعہ قوم فاخرجوا علیا ومضوا بہ الی ابی بکر فقالوا لہ بایع فقال ان انا لم افعل فمہ قالوا اذا واللہ الذی لا الہ الا ہو نضرب عنقک قال اذا تقتلون عبد اللہ واخا رسول اللہ قال عمر اما عبد اللہ فنعم واما اخو رسول اللہ فلا وابو بکر ساکت لا یتکلم فقال عمر الا تامر فیہ بامرک فقال لا اکرہہ علی شیء ما کانت فاطمۃ الی جنبہ فلحق علی بقبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو یبکی وینادی یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی

(ترجمہ) جب ابوبکر نے ان لوگوں کو جنہوں نے بیعت کرنے سے اختلاف کیا تھا غیر حاضر پایا تو عمر ابن خطاب کو ان لوگوں کے پاس بھیجا جبکہ وہ لوگ علیؑ کے مکان میں تھے۔ پس عمر آئے اور سب کو بلایا جب ان لوگوں نے باہر نکلنے سے انکار کیا تو عمر نے لکڑی مہیا کی اور کہا کہ قسم ہے اس شخص کی جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے۔ ہم ان لوگوں کو ضرور نکالیں گے یا جلا دیں گے کہ سب کے سب جل مریں۔ پس کسی نے کہا کہ اے ابا حفصہ (عمر) اس میں تو فاطمہ بھی ہیں انھوں نے (عمر) نے کہا کہ ہوں تب لوگ نکل آئے اور بیعت کی لیکن علی نہ نکلے عمر نے خیال کیا کہ علی نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ ہووے گا میں گھر سے نہ نکلوں گا اور نہ ردا دوش پر رکھوں گا (اس لیے باہر نہ آئے) بعدہ جناب فاطمہ دروازے کے پاس کھڑی ہوئیں اور فرمایا کہ تم لوگوں نے جنازہ رسول کا چھوڑ دیا اور اپنے کام میں مصروف ہوگئے اب ہم پر تحکم کرنے کے لئے آئے ہو ہمارے حقوق کا کچھ خیال نہیں کرتے اس کے بعد عمر ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ کیا آپ اس مخالف (علیؑ) سے بیعت نہ لیں گے؟ ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ سے کہا کہ جا اور علی کو بلا لا تب قنفذ علی کے پاس گیا آپ نے پوچھا تو کیا چاہتا ہے۔ قنفذ نے کہا آپ کو خلیفہ رسول بلاتے ہیں علیؑ نے فوراً کہا کہ کس قدر تم لوگ رسول کی تکذیب کرتے ہو۔ اس پر قنفذ پھر گیا اور پیغام سنا دیا اس پر ابوبکر دیر تک روئے تب عمر نے ابوبکر سے کہا کہ تم اس مخالف بیعت (علیؑ) سے بیعت نہ لوگے

تب ابوبکر نے قنفذ سے کہا کہ جاکر یہ کہہ کہ امیرالمومنین بیعت کے لئے بلاتے ہیں۔ تب قنفذ آیا اور جو حکم لایا تھا کہہ سنایا حضرت علیؑ نے باآواز بلند غضبناک ہوکر فرمایا سبحان اللہ کیا اچھا دعوےٰ ہے جس کا مطلق حق نہیں اسپر پھر قنفذ آیا اور پیغام کہدیا ابوبکر بہت رونے لگے تب عمر اٹھے اور ان کے ساتھ ایک جماعت بھی چلی یہاں تک کہ جناب فاطمہ کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹ کھٹایا جب حضرت فاطمہؑ نے ان کی آواز سنی تو بہت زور سے چلانے اور واویلا کرنے لگیں کہ اے بابا اے رسول اللہ (اپنی بیٹی کی خبر لیجیے) یہ ہم بعد آپ کے ابن خطاب (عمر) اور ابن ابی قحافہ ابوبکر کے ہاتھ سے کیا تماشہ دیکھ رہی ہیں۔ پس جب وقت قوم نے حضرت فاطمہ کی فریاد وزاری سنی روتے ہوئے پھر گئے درحالیکہ دل ان کے دکھتے تھے اور جگر ان کا پارہ پارہ ہوتا تھا۔ لیکن عمر مع ایک جماعت کے ٹھیرے رہے اور علیؑ کو نکالا اور ابوبکر کے پاس لے گئے اور کہا کہ بیعت کرو حضرت علی نے کہا کہ اگر میں بیعت نہ کروں تو کیا ہو؟ جواب دیا کہ قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں کہ اس حالت میں ہم لوگ تمہاری گردن کاٹ دیں گے آپ نے فرمایا کیا ایک بندۂ خدا اور رسول اللہ کے بھائی کو قتل کروگے عمر نے کہا کہ بندۂ خدا تو خیر مگر رسول کا بھائی غلط اس وقت ابوبکر ساکت تھے اور کچھ بولتے نہ تھے تب عمر نے ان سے کہا کہ اپنے کام کے لئے ان سے نہیں کہتے ابوبکر نے کہا کہ جب تک فاطمہ ان کے پہلو میں ہے میں کسی بات پر جبر نہیں کرسکتا اس کے بعد حضرت علیؑ قبر رسولؐ اللہ پر تشریف لائے اور نالہ و فریاد و بکا کرکے کہنے لگے اے ابن عم (میری خبر لیجیے) قوم نے مجھے بہت ضعیف بنادیا اور میرے قتل کو آمادہ ہے"

اور گبن صاحب کی تواریخ۔ عروج و زوال سلطنت روم میں جو عبارت ہے اس کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے یا نہیں گبن صاحب لکھتے ہیں "صرف بنو ہاشم نے بیعت سے انکار کیا اور ان کے افسر علی نے چھ مہینے سے زیادہ تک اپنے مکان میں صبر و سکوت اختیار کیا اور عمر کی دھمکیوں کی بھی جس نے چاہا کہ پیغمبر خدا کی بیٹی کے گھر کو جلا کر خاک سیاہ کردے کچھ پروا نہ کی۔ لیکن فاطمہ کے انتقال اور اپنی جماعت کے ضعف نے علی ستم رسیدہ کو مجبور کردیا انھوں نے یہ کسرشان گوارا کی کہ امیرالمومنین (ابوبکر) کو سلام کرنے لگے اور ان کی مجبوریوں کے عذر کو قبول کرلیا اور نہایت عقلمندی سے ان کی اخلاقی (زبانی) خواہش کو بنسبت چھوڑ دینے تخت خلافت کے نامنظور کیا۔

محی الدین:۔ بھئی ایمان ہے تو سب کچھ ہے یہ عبارت اس کتاب میں لفظ بلفظ مندرج ہے اسی نے تو مجھے اسقدر الجھن میں ڈال رکھا ہے۔ بااین ہمہ میرا خیال یہ ہوتا ہے کہ حضرات شیخین ایسے بزرگ دین پرست والہ و شیدائے خاندان رسالت تھے ان کی ذات بابرکات سے ایسی امید نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ لوگ ایسی بے ادبی بلکہ بے رحمی کریں اس سے میرے دل پر یہ خیال جمتا ہے کہ ہو نہ ہو کسی شیعہ نے اتنی عبارت بڑھادی ہے۔

علی رضا:۔ بھائی اگر یہ رنگ تقریر کا ہے تو دروازہ مناظرہ کا بند ہوجاتا ہے جو بات میرے موافق تمہاری کتابوں میں ہو اس کو تم لکھو کہ شیعوں نے بڑھادی ہے اور جو میری کتاب میں تمہارے موافق ہو اسکو ہم کہیں کہ سنیوں نے بڑھادی ہے تو پھر گفتگو ہو نہیں سکتی۔ سنیوں کی کتابوں میں شیعوں کے بڑھائے ہوئے جملوں کا اتنے دنوں تک قائم رہنا برائے خود خلاف قیاس ہے۔ علاوہ اس کے یہ واقعہ تو آپ کے علماء متاخرین تک کا مقبول ہے جیسا مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں اور شاہ ولی اللہ صاحب اس

واقعہ کو قبول فرماکر اس کی تاویل کرتے ہیں۔ لیکن کسی عالم نے آج تک یہ الزام نہیں لگایا ہے کہ یہ عبارت کسی شیعہ نے بڑھادی ہے۔ متاخرین میں جناب مولانا شبلی صاحب نے بھی اس واقعہ کو قبول کیا ہے مگر اس مقام پر ان کی حالت سانپ چھوندر کی ایسی ہو لی ہے کہ نہ نگلتے چین نہ اگلتے چین اگر پوری طرح سے قبول کرتے ہیں تو حضرت عمر اہل بیت کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اگر قبول نہیں کرتے ہیں تو فرض واقعہ نویسی کے خلاف ہوتا ہے اس لئے جناب مولنا بہت کچھ پیچ وتاب کے ساتھ اس واقعہ کو یوں تحریر فرماتے ہیں۔ صرف بنو ہاشم اپنی ادعا پر رکے رہے اور حضرت فاطمہ کے گھر میں وقتاً فوقتاً جمع ہو کر مشورہ کرتے تھے۔ حضرت عمر اُن سے بزور بیعت لینی چاہتے تھے۔ لیکن بنو ہاشم حضرت علی کے سوا اور کسی کے آگے سر نہیں جھکاتے تھے۔

ابن ابی شیبہ نے مقتل میں اور علامہ طبری نے تاریخ کبیر میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ یا بنت رسول اللہ خدا کی قسم آپ ہمکو سب سے زیادہ محبوب ہیں تاہم اگر آپ کے ہاں لوگ اس طرح مجمع کرتے رہیں گے تو میں ان لوگوں کی وجہ سے گھر میں آگ لگا دوں گا۔ اگرچہ سند کے اعتبار سے اس روایت پر ہم اپنا اعتبار ظاہر نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اُسکے رواۃ کا حال ہمکو معلوم نہیں ہوا تاہم درایت کے اعتبار سے اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں اس عبارت کو پڑھ کر پڑھنے والے کو جناب مصنف کی بیکسی اور بے بسی پر حسرت ہوتی ہے اور مثال اسکی یہ ہوتی ہے کہ کسی مریض کے سامنے کوئی کڑوی دوا مثل افسنتین وغیرہ کے ایک قدح میں لائی جائے پہلے تو اس قدح کو دیکھتے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تب وہ ذائقہ بدلنے کے لئے کچھ گلاب اور کچھ پیپرمنٹ ملا دیتا ہے پھر آنکھ بند کر کے اس قدح کو جو پیتا ہے تو زبان اور حلق کی تلخی سے بری حالت ہوتی ہے۔ ناک بھوں سکڑ جاتی ہے چہرہ بگڑ جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ دوا کو پھینکدے۔ لیکن دوا حلق تک پہنچ چکی ہے پھینکے تو کیونکر پھینکے۔ آخر دم سادھنے سے کچھ دوا تو اچھو ہو گئی اور کچھ حلق کے اندر فرو ہو لی۔ تب کلی کر لی بعدہ کہتا ہے اہاہا یعنی مصنف کو واقعہ نگاری کا مرض تھا اس میں واقعہ ہولناک احراق خانہ جناب زہرا کا آپ کے سامنے آیا اتنا تو آپ ضرور جانتے تھے کہ رسول خدا نے فرمایا تھا کہ جس نے فاطمہ زہرا کو ایذا دی اُسنے مجھے ایذا دی اس لئے پہلے تو آپ گھبرائے۔ لیکن واقعہ تھا سچ کیونکہ چھوڑ سکتے تھے تب اس میں گلاب یہ ملایا کہ حضرت عمر نے کہا کہ خدا کی قسم آپ ہمکو سب سے زیادہ محبوب ہیں اور پیپرمنٹ یہ ملایا کہ میں ان لوگوں کی وجہ سے آگ لگا دوں گا اور بعد اس کے علامہ طبری ایسے مستند مورخ کی سند پر واقعہ کو مجبوراً لکھدیا تب دوا کی تلخی معلوم ہوئی یعنی یہ سمجھا کہ اس عبارت سے تو واقعہ ہولناک کا اقرار ہو جاتا ہے تو چاہا کہ اسکو منہ سے پھینکدیں یعنی لکھا کہ سند کے اعتبار سے اس روایت پر ہم اپنا اعتبار ظاہر نہیں کرتے مگر دوا حلق تک جا چکی تھی یعنی علامہ طبری کی سند موجود تھی تب دم بخود ہونے سے کچھ دوا اچھو ہوئی یعنی لکھا کہ اسکی رواۃ کا حال ہمکو معلوم نہیں اور بقیہ دوا حلق سے فرو ہوئی۔ یعنی لکھا کہ تاہم درایت کے اعتبار سے اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے اور کلی کرنے کے بعد کہا کہ اہاہا یعنی حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں ہے۔ مگر بھائی افسنتین پھر افسنتین ہے گلاب ڈالنے یا پیپرمنٹ ملانے سے کیا ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر نے جناب فاطمہ زہرا

علیہا السلام کو محبوب یہی سمجھا کہ اُن کے گھر میں آگ لگانا انھوں نے کوئی بڑی بات نہ سمجھی اور بنی ہاشم کی وجہ سے ہو یا کسی کی وجہ سے ہو حضرت عمر نے اپنے نزدیک اصل مجرم تو جناب فاطمہ ہی کو ٹھہرایا اور سزا انہیں کی کہہ سنائی یعنی گھر جلتا تو حضرت فاطمہ کا نقصان ہوتا۔ بنو ہاشم کا کچھ نہ بگڑتا۔ اس لیے بنو ہاشم کی وجہ سے کا جوڑ لگانے سے بات وہی رہی کہ حضرت عمر نے خانہ جناب فاطمہ کو جہاں ملائکہ مقربین بے اجازت نہ آتے تھے محض بے حقیقت سمجھا۔ اگر صرف بنو ہاشم سے حضرت فاروق کو مخاصمہ ہوتا تو وہ لوگ جب باہر آتے تب انہیں منع کرتے یا دھمکی دیتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمر کو صرف جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام اور ان کے شوہر بزرگوار علیہ السلام سے لاگ تھی اور ان کی توہین و تذلیل اور ایذا پر تلے ہوئے تھے۔ اگر دیگر بنی ہاشم سے مخاصمہ تھا تو ان کے گھر وہیں چڑھائی کرتے حضرت فاطمہ زہرا علیہ السلام کے خانہ پاک نے کیا قصور کیا تھا جو اس تعذیر کا مستحق سمجھا گیا۔ علاوہ اس کے ایک دن تو حضرت عمر اس طرح پر کہہ گئے اگر بعد اس کہنے کے بھی پھر بنو ہاشم اس مکان میں جمع ہوئے ہوں گے تو حضرت عمر کے غصہ کا ٹمپریچر تو اور بھی بوائلنگ پوائنٹ تک پہنچ گیا ہوگا۔ اس لیے حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے مطلق بعید نہیں ہے کہ آپ نے اپنے دست مبارک سے جناب فاطمہ کے گھر کو آگ دی ہو اور دروازے پر لات مار کر اس کا پٹ حضرت فاطمہ پر گرا دیا ہو جس سے اس معصومہ کو ضرر شدید پہنچا ہو کیونکہ یہ فطرتی بات ہے کہ جب مغرور مزاج آدمی کی بات مانی نہیں جاتی ہے تو وہ آگ ہو جاتا ہے اس لیے جیسے حضرت رسول خدا کے انتقال کے بعد آپ کو جوش سودا سے جنون ہو گیا تھا (جس کو خود مولانا شبلی صاحب قبول کرتے ہیں) ویسا ہی اس وقت جوش صفرا سے آپ ہمہ تن شعلہ جوالہ بن گئے ہوں گے اور یہ جو مولانا شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ اسکی رواۃ کا حال مجھے معلوم نہیں اس سے روایت کا کیا قصور جو لوگ مولانا سے کم علم ہیں وہ اتنا بھی نہیں جانتے مگر یہ وہ روایت ہے کہ علامہ طبری سے مستند محقق مورخ نے اس کو قبول کیا ہے اور وہ سنی المذہب تھے اگر اس روایت میں ذرا بھی شک و شبہہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ وہ ایسی بات کو جس سے درمیان اہل بیت اور خلفا کے عناد پایا جائے لکھتے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ان کے وقت میں ایسا شائع و ذائع تھا کہ اس کے لکھنے کے لئے مجبور ہو گئے ۱۸۹۷ء میں ایک ذی علم و محقق کامل چنانچہ حافظ عبدالرحمٰن صاحب حنفی المذہب نے کتاب المرتضیٰ تصنیف فرمائی ہے (یہ کتاب بعد طبع اول نور ایمان کے جو ۱۸۹۰ء میں شائع ہوئی تھی چھپی ہے) اس میں ذی علم مصنف نے اس واقعہ کو محض تھوڑے سے فروعی اختلاف کے ساتھ بہ صفحہ ۸۵ یوں تحریر فرمایا ہے۔

"علی العباس والزبیر فقعدوا فی بیت حتی فبعث الیہم ابوبکر عمر ابن الخطاب لیخرجہم من بیت فاطمۃ وقال لہ ان ابوفقاتلہم فاقبل یقبس من نار علی ان یضرم علیہم الدار فلیقیتہ فاطمۃ فقالت یا ابن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال نعم او تدخلوا فیما دخلت فیہ الامۃ فخرج علی حتی دخل علی ابابکر فبایعہ ترجمہ علی مرتضیٰ حضرت عباس و زبیر بی بی فاطمہ کے گھر میں ہو بیٹھے ابوبکر صدیق نے عمر فاروق کو ان کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ ان کو بی بی فاطمہؑ کے گھر سے نکال دیں اور یہ کہہ دیا کہ اگر ان کو نکلنے سے انکار ہو تو ان سے لڑائی کرو۔ عمر فاروق تھوڑی سی آگ بھی گھر پھونکنے کے ارادہ سے ہمراہ لے گئے۔ اسی اثنا میں

بی بی فاطمہ نے راستہ میں اُن سے مل گئیں اور پوچھا کہ اے خطاب کے بیٹے کہاں جاتا ہے کیا ہمارا گھر پھونکنے آیا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں ورنہ جس بیعت میں تمام امت داخل ہوئی ہے تم بھی داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ علی مرتضیٰ باہر نکلے اور ابوبکر صدیق سے آکر بیعت کی مورخ ابو الفدا کے نزدیک بھی یہ روایت مسلم ہے) جناب مصنف نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ یہ روایت کسی شیعہ نے لگادی ہے اور کیونکر ایسا کہہ سکتے تھے کیونکہ کوئی شیعہ بیعت کا اقرار نہیں کرتا اور اس روایت میں بیعت کا بیان ہے۔ بلکہ جناب مصنف یوں تحریر فرماتے ہیں" تینوں روایتیں اگرچہ باہم مختلف ہیں مگر یہ امر خاص تینوں میں مشترک کہ علی مرتضیٰ بیعت کے مجمع میں شامل نہیں ہوئے اور آخر کار ابوبکر صدیق کو صحابۂ کرام کے ذریعہ سے انہیں طلب کرنا پڑا جو حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں علی مرتضیٰ کی بیعت کی ہے وہ روضۃ الاحباب کی روایت کی موید معلوم ہوتی ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بیعت حضرت بی بی فاطمہ صلوات اللہ علیہا کے انتقال کے بعد عمل میں آئی جو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھ ماہ کے بعد کا واقعہ ہے اور جمہور کا اس پر اتفاق ہے۔

علاوہ اسکے ایک بات اور یاد رکھو کہ جب کسی واقعہ کی نسبت صدق وکذب کی بحث ہو تو اسکی جانچنے کا ایک اچھا طریقہ یہ ہے کہ پہلے واقعات معقولہ اور مسندی کو خیال کرو اور پھر دیکھو کہ یہ واقعہ مختلفہ ان واقعات معقولہ سے موافق فطرت انسانی اور عادت بشری کے موافق ہے یا مخالف اگر عقلاً موافق پاؤ تو سمجھو کہ واقعہ سچ ہے ورنہ غلط اب ایسے قاعدے سے اس روایت کو جانچو کہ آیا یہ روایت صحیح ہے یا غلط۔ ہم دیکھتے ہیں کہ زمانہ خلافت کے قریب قریب ماقبل ومابعد کے واقعات معقولہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) بمقام خم غدیر جناب سرور کائنات نے حضرت علیؑ کو مولائے مومنین قرار دیا (۲) لیکن سقیفہ میں حضرت ابوبکر جس وقت حضرت علیؑ رسول مقبول کی تجہیز وتکفین میں مشغول تھے خلیفہ بنائے گئے (۳) حضرت علی کا سقیفہ میں نام تک نہ لیا گیا گویا حضرت کا وجود ہی نہ تھا (۴) بعد خلافت کے حکم دیا گیا کہ اب جو کوئی ایسا کرے اسکو قتل کرو (۵) حضرت علیؑ نے چھ مہینہ تک بیعت نہ کی۔ جناب فاطمہ نے انتقال کیا تو آپ شب کے وقت گورغریباں بقیعہ میں دفن ہوئیں اور بوقت دفن کے خلفاء ثلثہ میں سے کوئی نہ تھا (۷) حضرت عمر بڑے درشت مزاج تھے یہاں تک کہ حضرت علیؑ کو ان کی صورت سے کراہت تھی اور بیرحمی اور سخت مزاجی میں ان کو بڑی قابلیت حاصل تھی حتی کہ جب ایک خیال بندھ گیا تو اپنے بیٹے اور بہن کو ایذا دینے میں ان کو کوئی تردد نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ ان کی بیرحمی اور سنگدلی اور انتہاد رجہ کی گستاخی کا وہ واقعہ کہ جب بعد انتقال حضرت رقیہ کے جناب سرور کائنات صلعم افسردہ اور غمگین بیٹھے تھے اور گھر کی سب عورتیں حضرت رقیہ کے لئے رو رہی تھیں اس وقت حضرت عمر آئے اور بیچاری غمزدہ ضعیف الخلقت عورتوں یعنی اہلبیت نبی صلعم کو حضور اقدس کے سامنے مارنا شروع کیا ہم بیان کر چکے ہیں۔ دیکھو پہلی کھائی کتاب ہذا وکتاب اخبار صفحہ ۸۲۔

بس جب بمقابلہ نبی اکرم صلعم کے حضرت عمر کو آنحضرت کے اہل بیت اور دردمند عورتوں کو مارپیٹ کرنے میں کوئی تامل نہوا تو آنحضرت صلعم کے انتقال کے بعد حضرت عمر کو آنحضرت کی بیٹی کے مکان میں آگ لگانے یا ان کو ایذا دینے میں کیا خوف ہو سکتا تھا مخصوص جب ان کے دماغ میں یہ دھن سمائی ہوئی تھی کہ

جس طرح ممکن ہو حضرت ابو بکر کی خلافت قائم اور مستحکم ہو جائے۔ حضرت عمر کے مزاج کی یہ خصوصیت کہ جدھر موج آئی بس ادھر ڈھل گئے مشہور عام ہے۔ چنانچہ غالباً اسی وجہ سے مولانا شبلی صاحب نے فرمایا ہے کہ حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں ہے۔ (۸) شیخین کے دلوں میں یہ خیال محکم پیدا ہوا تھا کہ علی کی بیعت لینی ضروری ہے اور جب تک وہ بیعت نہ کریں گے تب تک خلافت مستحکم نہ ہو گی۔ ان سب واقعات معقولہ اور فریقین کے فیلنگ کو جو اس وقت میں تھی یہ خیال کرکے اگر اس روایت پر غور کرو گے تو کوئی کارروائی خلاف عقل یا خلاف قیاس یا خلاف سیرت شیخین کے نہ پاؤ گے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ کل واقعات جو اس روایت میں درج ہیں خود قریب قریب معقولہ ہیں۔ پس اس روایت کو شیعوں کی طرف سے بڑھا دینے کا گمان کسی طرح جم نہیں سکتا اس لئے یہ جواب تو کافی نہیں مگر ہاں ہمکو کچھ کھلاؤ تو ہم تم کو ایک جواب بتاویں جو تمہارے علماء کا بہت کھنڈا ہے۔

محی الدین:۔ برائے خدا کہو وہ کیا ہے۔

علی رضا (مسکرا کر) تم کہہ دو کہ یہ خطائے اجتہادی تھی حضرت عمر نے اس خیال سے کہ جو خلیفہ زمان کی بیعت نہ کرے اسپر ہر قسم کی سختی جائز ہے اس لئے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو یوں ستایا۔

محی الدین:۔ آبدیدہ ہو کر۔ نہیں بھائی یہ کیا کہتے ہو یہ جواب تو ہم کو شب کے وقت خود خیال آیا تھا مگر جس وقت جناب فاطمہ زہرا کا استغاثہ اور نالہ و فریاد یاد کرتا ہوں کلیجہ کانپنے لگتا ہے اور ہمارے قلب کا عجیب عالم ہو جاتا ہے اور یہ استغاثہ جناب سیدہ کا کہ اے بابا اے رسول اللہ ہم اس وقت ابن خطاب اور ابن ابی قحافہ سے کیا پا رہے ہیں میرے دل پر وہ چوٹ دے رہا ہے کہ جو اس ٹھکانے نہیں ہیں نہ معلوم اس وقت روح رسول مقبول کا جن کے انتقال کو صرف دو چار ہی دن گذرے تھے کیا عالم تھا؟ نہ معلوم عرش اعظم پر ملائکہ مقربین کی اس صدا کے سننے سے کیا حالت ہوئی تھی؟ مجھے حیرت ہے کہ آسمان کیوں نہ پھٹ پڑا؟ اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ ہو گئے؟ کیوں بھائی اس بحث میں اور آپ کی یہ توجیہ!! جناب فاطمہ کے دل کا دکھانا اور خطائے اجتہادی!! جناب رسولخدا صلعم تو مودت اقربا کے لئے التجا کریں اور حضرت عمر بجائے مودت کے آنحضرت صلعم کی پیاری بیٹی کو ایذا دیں!!! اسکو تو کسی سنی نے خطائے اجتہادی کہکر جائز قرار نہیں دیا ہے اور اگر وہ جائز بھی قرار دیں تو میں اسکو کب مانتا ہوں میرے دل میں تو یہ بات کھٹک رہی ہے کہ میرے علماء جو کچھ کہیں اگر خود آنحضرت صلعم اس واقعہ کو دیکھتے یا سنتے تو کیا کرتے یا کیا کہتے۔

علی رضا:۔ خدا کا ہزار شکر ہے کہ تمکو جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام سے ایسی ہمدردی ہے اور اگر تمہارا یہ خیال ہے تو اور سن لو۔ اسی کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں اس روایت کے بعد یہ روایت ہے کہ حضرات شیخین نے کہا کہ ہم لوگوں نے جناب فاطمہ کو غضبناک کیا ہے چل کر ان کی تالیف قلب کرنا چاہئے۔ جب یہ لوگ حضرت کے مکان پر پہنچے اور اجازت ملاقات کی چاہی تو حضرت فاطمہ نے اجازت نہ دی تب حضرت علی آئے اور اندر لے گئے اور جب وہ لوگ اندر گئے تو جوں ہی جناب فاطمہ زہرا کی نظر آپ لوگوں پر پڑی معصومہ نے منہ اپنا دیوار کی طرف پھیر لیا اور جب آپ لوگوں نے سلام کیا تو جناب فاطمہ نے سلام کا جواب نہ دیا بعدہ آپ لوگوں

نے بہت کچھ تالیف قلب کی حتیٰ کہ ابوبکر نے کہا کہ تم مجھے میری بیٹی سے زیادہ عزیز ہو مگر حضرت فاطمہ زہرا کو کچھ ایسا
ہی صدمہ پہنچا تھا کہ حضرت نے کچھ نہ سنا اور مطلق باور نہ کیا۔ یہاں تک کہ جب حضرت ابوبکر نے کہا کہ ہم نے خلاف
حکم رسول کے کچھ نہیں کیا ہے تو حضرت فاطمہ نے کہا نشدتکما باللہ الم تسمعا من رسول اللہ یقول رضا
فاطمۃ من رضائی و سخط فاطمۃ بنتی سخطی فمن احب فاطمۃ فقد احبنی ومن ارضی فاطمۃ فقد ارضانی
ومن اسخط فاطمۃ فقد اسخطنی قالا نعم سمعنا رسول اللہ قالت فانی اشہد اللہ وملٰئکتہ انکما اسخطتمانی
وما ارضیتمانی ولئن لقیت النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لاشکونکما الیہ فقال ابوبکر
انا عائذ باللہ تعالےٰ من سخطہ وسخطک یا فاطمۃ ثم انتحب ابوبکر یبکی حتیٰ کادت نفسہ ان تزہق
وھے تقول واللہ لادعون اللہ علیک فی کل صلوٰۃ اصلیہا ترجمہ میں قسم دیتی ہوں تم لوگوں کو خدا
کی کہ آیا تم نے رسول اللہ سے نہیں سنا کہ آپ فرماتے تھے" رضا فاطمہ کی میری رضا ہے اور سختی فاطمہ کی عین سختی
میری ہے پس جو شخص فاطمہؑ سے محبت رکھے اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جو فاطمہ کو خوش کرے اس نے مجھے
خوش کیا اور جو فاطمہ پر سختی کرے اس نے مجھ پر سختی کی دونوں نے کہا کہ ہاں ہم نے ایسا سنا ہے تب جناب
فاطمہؑ نے فرمایا میں خدا اور ملائکہ کو گواہ رکھتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھ پر سختیاں کیں اور مجھ کو رضامند نہ رکھا
اور جب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کروں گی تو ضرور تم دونوں کی شکایت حضرت سے کرونگی تب
ابوبکر نے کہا کہ میں پناہ مانگتا ہوں خدا سے اے فاطمہؑ کہ تیرا یا نبیؐ پر سختی کروں یہ کہکر ابوبکر رونے لگے یہاں
تک کہ دم بند ہو گیا۔ لیکن جناب فاطمہ کہتی ہیں کہ قسم ہے خدا کی میں ہر نماز میں جو پڑھوں گی تمہارے لئے بددعا
کرتی رہوں گی اور صحیح مسلم صفحہ ۹۳ میں یہ عبارت ہے فابوبکر رضی اللہ عنہ ان یدفع الی فاطمۃ رضی اللہ
عنہا منہا شیئًا فوجدت فاطمۃ رضی اللہ عنہا علے ابوبکر رضی اللہ عنہ فی ذالک فہجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت
وعاشت بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ستۃ اشہر دفنہا زوجہا علی ابن ابی طالب کرم اللہ
وجہہ لیلًا ولم یؤذن بہا ابابکر رضی اللہ عنہ وصلے علیہا علی یعنی جب حضرت فاطمہ نے اپنی میراث طلب
کی تو ابوبکر نے کچھ دینے سے انکار کیا تب خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور جب اپنا
حق نہ پایا تو محروم واپس گئیں اور پھر ان سے بات نہ کی تا آنکہ آپ (جناب فاطمہ نے) انتقال فرمایا اور حضرت فاطمہ
بعد رسول خدا کے صرف چھ مہینے زندہ رہیں۔ پس جب آپ نے انتقال کیا تو آپ کو علی مرتضیٰ نے شب کے وقت دفن کیا
اور حضرت ابوبکر کو شرکت تجہیز و تکفین کی اجازت نہ ملی اور خود حضرت علی نے جناب فاطمہ کے جنازے کی نماز
پڑھی۔ اور یہی روایت تاریخ طبری بصفحہ ۱۸۲۵ مندرج ہے اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
کہ بروایت صحیح تا فاطمہ زندہ بود بیعت نکرد چہ خاطری غبار یافتہ بود لو اسطہ آنکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ زہم خلافت
و بیعت گرفتن از مردم تا حیر نکرد تا وے حاضر شود و با وے دراں امر مشاورت نماید و اکثر بنی ہاشم با علی
اتفاق نمودہ بیعت نہ کردہ و جمعے از قریش مثل زبیر و طلحہ و خالد بن سعید العاص و گروہے از انصار توقف و تعلل
کردند و عاقبت بعد ازاں بہ چند روز متابعت نمودند" برائے خدا پھر جا کر لائبریری میں یہ تینوں کتابیں دیکھ لو
محی الدین۔ بھائی میں دیکھ چکا ہوں۔ آخر دو دن لائبریری میں بیٹھا کیا کرتا تھا۔ میں یہ دیکھ چکا ہوں

ملکہ نوٹ کر چکا ہوں ہر ایک لفظ صحیح ہے۔

بعد احراق خانہ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام حضرات شیخین کا آل محمد پر نماز و بمنیں درود بھیجنا کیا فعل تھا؟

علی رضا۔ ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے ذرا غور تو کرو کہ میری بات صحیح ہے یا نہیں یعنی جس روز حضرت عمر نے لکڑی اور آگ لیکر حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے مکان پر آکر فرمایا تھا کہ "قسم ہے اس شخص کی جس کے ہاتھ عمر کی جان ہے۔ ہم ان لوگوں کو ضرور نکالیں گے یا جلادیں گے کہ سب کے سب جل مریں اس پر ایک شخص نے کہا کہ یہیں تو فاطمہ بھی ہیں آپ نے حضرت عمر نے کہا کہ ہوں اس روز آپ نے صبح اور مغرب کی نماز تو ضرور پڑھی ہو گی اور نماز میں درود شریف اللھم صل علی محمد و آل محمد تو ضرور پڑھا ہو گا اب ذرا غور تو کرو کہ اس روز حضرت عمر کے قول اور فعل کے ملانے سے درود شریف کے یہ معنی ہو گئے یا نہیں کہ خدایا تو محمد اور آل محمد صلعم پر درود بھیج اور میں (عمر) ان کے گھر میں آگ لگاؤں کہ وہ جل مریں ؟!!!

ماشاء اللہ اس روز حضرت عمر کے قول اور فعل میں کس قدر مطابقت تھی!! زبان سے تو درود بھیج رہے ہیں اور ہاتھ کو آل رسول کو ایذا دینے کے لئے تیار ہیں!!!۔ بھتیں واللہ ذرا غور تو کرو اس روز حضرت عمر کے نزدیک درود شریف کے الفاظ "آل محمد" کچھ بھی معنی یا وقعت رکھتے ہوں گے ؟ کیا جملہ اللھم صل علی محمد کو بھی اس وقت اپنے خلوص دل سے پڑھا ہو گا یا مجرد رسما اور محض زبانی ؟ کیا آنحضرت پر صدق دل سے درود بھیجنا اور حضرت کے اس پارہ جگر کے گھر میں (جس سے مودت کے لئے آپ بحکم خدا جمہور اسلام سے التجا کر گئے تھے) آگ لگانے کا اقدام کرنا کسی مسلمان کے دماغ میں یک وقت سما سکتا ہے۔ کیا درود پڑھ کر خانہ پاک جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کو آگ دینے کی تیاری کرنا یا بہترین آل محمد صلعم کے گھر کو جلا دینے اور ان کو بجبر گرفتار کرنیکا اقدام کرکے درود شریف پڑھنا حقیقتہً ان کلمات پاک کے ساتھ استہزا ہے یا نہیں ؟

بھئی محی الدین تمہیں واللہ مصنفین کتاب سیرۃ الفاروق و الفاروق سے پوچھو کہ اگر یہ بات اچھی ہے اور سچے مسلمان ایسا اجتماع نقیضین کر سکتے ہیں تو آپ لوگ بھی ایسا کرتے یا نہیں ؟ اگر وہ حضرات فرمائیں کہ ہاں اس میں کیا مضائقہ ہے ہم بھی ایسا کر سکتے تھے تو ان کو لکھو کہ آیندہ ایڈیشن میں اپنی کتاب کے اس صفت خاص کو اپنے ہیرو کی ضرور درج فرمائیں۔ تاکہ غیر مذہب والے دیکھیں اور سمجھیں کہ مذہب اسلام فرقہ سنت جماعت کا ایک مذہبی پیشوا اور بڑا عالی وقار ہیرو ایسا تھا کہ صبح کو اپنے رب کی عبادت میں اپنے نبی کی آل پر درود بھیجتا تھا اور دن کو انہی کے مکان میں آگ لگانے کا اقدام کرتا تھا اور ان کو بجبر و قہر گرفتار کرنا چاہتا تھا اور شام کو پھر ان پر نماز میں درود بھیجتا تھا۔ یہ کیریکٹر حضرت عمر کا ایسا ہے کہ تواریخ میں تو اس کا جواب نہیں میں کہتا ہوں کہ ناولوں میں بھی شاید ہی کہیں اس کی نظیر ملے پس ایسی صفت سے صفحات سیرۃ الفاروق یا الفاروق کا خالی رہنا حضرت عمر کی ہنر پوشی ہے۔

محی الدین:۔ میں ان لوگوں کو کیوں کہنے لگا ؟ کیا وہ حضرات خود اسکو نہ سمجھتے ہوں گے ؟ یہ تو واقعہ تاریخی

ہے اور جناب مولانا شبلی صاحب تو خود فرما چکے ہیں کہ درایت کے اعتبار سے اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی کی وجہ سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں ہے۔

علی رضا:۔ ایک بات اور یاد آئی یعنی بروز غدیر جناب رسولخدا صلعم نے جب حضرت علی علیہ السلام کو من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا تھا تو حضرت عمر نے کہا تھا کہ بخ بخ یا علی انت مولای و مولیٰ کل مومن و مومنۃ اب ذرا غور تو کرو کہ جس وقت حضرت عمر نے بعد خلیفہ ہو جانے خلیفہ اول کے حضرت علی سے یہ کلام کیا تھا کہ تم حضرت ابوبکر کی بیعت نہ کرو گے تو خدا کی قسم کہ ہم لوگ تمہاری گردن کاٹ لیں گے تو اس وقت حضرت عمر کو یہ یاد تھا یا نہیں؟ اگر یاد تھا کیونکہ تین مہینے بن الیسی مہتم بالشان کارروائی کا اور ایسے جوشیلے کلمہ کا اگرچہ زبانی ہی سہی بھول جانا محض خلاف قیاس ہے تو غور کرو کہ اس وقت سے آجتک تیرہ سو برس گذر گئے اس اثنا میں سوائے حضرت عمر کے دنیا میں کوئی ایسا بشر نہیں گذرا ہے جسنے تین مہینے کے اندر اپنے مولا ملکہ رسول کے قائم کیے ہوئے مولائے مومنین و مومنات کی گردن کاٹنے کا اقدام کیا ہو!!! اس وجہ سے بھی حضرت عمر یگانۂ روزگار ہو گئے!!! حق یہ ہے کہ حضرت عمر بھی کیا ایکریکٹر ہو گئے اور کیا کیا کہہ گئے اور کیا کیا کر گئے جس کا دنیا کی تاریخ میں جواب نہیں!!! جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی!!!

محی الدین:۔ میرا قلب تو تمہاری پہلی باتوں سے کانپ رہا ہے واقعی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص حضرت فاطمہ زہرا کے گھر کو آگ دے گا وہ صدق دل سے رسول مقبول اور ان کی آل پاک پر درود کیا بھیجیگا!!! اور جب صدق دل سے درود نہ بھیجیگا تو اسکی نماز کیا ہوگی؟ اور اسکا اسلام کس قدر وقعت کا ہوگا۔؟؟

فرقہ شیعہ کے یقینی جنتی ہونیکا قطعی اور لاجواب ثبوت

علی رضا:۔ جزاک اللہ فی الدارین جیز اتو اب دیکھنا چاہیے کہ ان روایتوں سے کیا کیا نتیجے نکلتے ہیں میرے نزدیک نتایج ذیل بدیہی ہیں (۱) حضرات شیخین نے جناب فاطمہ پر سختیاں کیں اور حضرت فاطمہؑ کے قلب کو ان لوگوں کے شدائد سے سخت ایذا پہنچی (۲) حضرت فاطمہ ان لوگوں سے نہایت ناراض اور غضبناک رہیں اور نفرت و کراہیت کرتی رہیں (۳) اسی حالت رنج و تعب و ناراضمندی میں جناب فاطمہؑ زہرا نے انتقال کیا (۴) جب اس غریب معصومہ نے انتقال کیا تو دونوں جہان کے بادشاہ کی بیٹی کی لاش پہلوئے پدر بزرگوار میں دفن نہ ہوئی بلکہ مدینہ کے گورغریباں میں دفن ہوئی (۵) سردار کونین کی غریب بیٹی کا جنازہ شب کو اٹھا اور خلفائے ثلثہ میں سے کوئی شریک نہ تھا یہاں تک کہ خود اس غریب مرحومہ معصومہ کے شوہر نے نماز میت پڑھی۔

محی الدین:۔ ظاہرا تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

علی رضا:۔ تب اس میں شک نہیں رہتا کہ جناب فاطمہ زہرا شیعہ تھیں اور اسی مذہب پر انتقال فرمایا یعنی حضرت کے اعتقادات وہی تھے جو شیعوں کے ہیں کیونکہ مذہب شیعہ کا ایمان بعد اعتقاد وحدانیت اور عدالت و نبوت کے علی اور انکی اولاد سے محبت رکھنا اور ان کے دشمنوں سے بیزاری رکھنا ہے یہ دونوں باتیں جناب فاطمہ زہرا میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں یعنی حضرت علی اور اپنی اولاد سے محبت تھی اور ...

اور آپ کے دشمنوں سے اس سے زیادہ بیزاری اور نفرت کیا ہوگی کہ ان کے منہ پر کہدیا کہ میں تمہارے لئے ہر نماز میں بد دعا کروں گی اور یہی ہر شیعہ کا بھی اعتقاد ہے۔ پس ہم سادات بنی فاطمہ کے لئے تو یہ سند کافی ہے۔ مطلق ضرورت طول کلام کی نہیں ہم لوگوں کا مذہب وہی ہے جو ہماری جدۂ ماجدہ معصومہ طاہرہ علیہا السلام کا مذہب تھا اور ہم لوگوں سے اگر بروز محشر سوال ہوگا کہ تم لوگ شیعہ کیوں تھے اور کیوں خلفاء ثلثہ سے ناراض تھے تو ہم لوگ کہدیں گے کہ خدایا ہمارا مذہب وہی ہے جو تیرے حبیب پاک کی بیٹی سیدہ معصومہ کا مذہب تھا اور ہم خلفاء سے اس لئے ناراض رہے کہ وہ معصومہ ناراض رہیں اس مذہب کی حقیقۃ ان معصومہ سے پوچھ لی جائے جو جواب اُن کا ہے وہی جواب ہم لوگوں کا ہے کیونکہ ان معصومہ نے تو سب سیرت اصحاب ثلثہ کو بچشم خاص ملاحظہ فرمایا تھا۔ جب ان معصومہ نے ان کی اچھی بری باتوں کو دیکھ کر ان کی پیروی نہ کی بلکہ ناراض رہیں اور اسی حالت میں انتقال فرمایا تو ہم لوگ جو بارہ سو برس کے بعد پیدا ہوئے ان سے زیادہ کیا جواب دے سکتے تھے الغرض ہم لوگوں کی برات تو اسی طرح پر انشاء اللہ تعالیٰ یقینی ہے کیونکہ جب باوجود نفرت رکھنے اصحاب ثلثہ سے جناب خاتون جنت علیہا السلام سیدۃ النساء اہل جنت ہیں جیساکہ بخاری شریف میں مندرج ہے تو ہم لوگ کیوں اسی فعل کی وجہ سے بہشت سے نکالے جائیں گے۔ کیونکہ خداوند عالم عادل ہے اور عادل کی عدالت سب پر یکساں ہوتی ہے۔ علاوہ اس کے ان واقعات مقبول سے ایک بڑا مسئلہ اہم ابھی حل ہوتا ہے یعنی ایک حدیث مشہور متفق علیہ یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میری امت کے بہتر فرقے ہونگے منجملہ اُن کے ایک ناجی ہے اور باقی سب ناری اور اس حدیث کی بنا پر ہر فرقہ یہ کہہ رہا ہے اور زعم کر رہا ہے کہ ہمارا فرقہ ناجی ہے اور بقیہ سب ناری ہیں۔ اب یہاں پر میں جو عوض کرتا ہوں تو یہ مسئلہ اس طرح پر حل ہو جاتا ہے کہ جس فرقہ کا ایک شخص بھی بقول جملہ فرقوں کے جنتی ہوا تو بیشک وہ فرقہ جنتی ہوگا کیونکہ جب ایک شخص باوجود اختلاص مختلف فیہ اعتقاد کے جنتی ہوا تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ دوسرا شخص اس اعتقاد والا جنتی نہو باقی ہر شخص کی دیگر اعمال وافعال وہ امر دیگر ہے اور وہ تو ہر فرقہ میں ہے۔ بعد اسکے یہ بات فوراً ذہن میں آتی ہے کہ ایک شخص شیعوں کا اعتقاد رکھنے والا یعنی اہلبیت سے محبت رکھنے والا اور خلفا سے نفرت کرنے والا یقیناً جنتی ہے بلکہ اس سے جنت کی زینت ہے اور اسکو جنتی نہ کہنا یا نہ سمجھنا باعتقاد جملہ فرقہ اسلام کے کفر ہے یعنی جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام باوجود نفرت رکھنے ساتھ اصحاب ثلثہ کے صرف جنتی نہیں ہیں بلکہ سردار زنان جنت ہیں۔ پس یہ بات مثل بدیہیات کے ثابت ہوئی کہ اصحاب ثلثہ سے نفرت کرنے والا فرقہ بوجہ اس اعتقاد کے ناری ہو نہیں سکتا کیونکہ جب ایک فرد یقینی جنتی ہوا تو دوسرے افراد اسی اعتقاد والے ناری کیوں ہونے لگے اس لئے نتیجہ یہی ہوا کہ فرقہ شیعہ یقینی ناجی ہے باقی تو دانی عندا وند۔

محی الدین:۔ لیکن اس میں ایک بات کہی جا سکتی ہے کہ جناب سیدہ سے یہ ایک گناہ کیا لیکن ان کی اور خوبیوں نے اس عیب کو ڈھانپ دیا اور حق تعالےٰ نے معاف کیا اور اس لئے حضرت فاطمہ جنتی ہوئیں مگر آپ لوگ اس رحمت ایزدی کے مستحق نہیں ہیں۔

علی رضا:۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ حضرت فاطمہ اور گناہ!! توبہ توبہ! اور گناہ بھی کیسا کہ خلیفہ وقت سے نفرت کرنے کا جس کے لیے آپ کے علماء کفر کا فتویٰ دینے کو تیار ہیں۔

بھائی محی الدین تم نے حضرت فاطمہؑ کو سمجھا ہی کیا ہے وہ بڑے باپ کی بیٹی تھیں ان کی نسبت یہ کہنا کہ انھوں نے گناہ کیا اور اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم کے خلاف کیا یہ اسے خود گناہ ہے اور کم سے کم اس حالت میں وہ معمولی عورت ہو جائیں گی سیدۃ نساء العالمین اور سیدۃ نساء اہل الجنۃ کیونکر ہو سکتی ہیں الغرض ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا۔ تب اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ حضرات شیخین ہرگز خلیفہ اولی الامر تھے اور ان سے نفرت کرنا کوئی بڑا کام نہ تھا اور یہ جو کہتے ہو کہ حق تعالے نے بوجہ دوسری خوبیوں کے ان کی یہ خطا معاف کر دی تو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کی سیرت کو خیال کر کے ذرا غور کر کے کہو تو کہ حضرت فاطمہؑ خود تو خلفا سے نفرت کرنے پر بھی جنت چلی جائیں اور ہم لوگ اپنے خاص غلاموں کو جو صرف ان کی وجہ سے محض نیک بنتے ہیں وہی اعتقاد رکھیں اور وہی کام کریں جو خود وہ جناب فرماتی تھیں یعنی نماز دن میں بد دعا کرتی تھیں دوزخ جاتے ہوئے دیکھیں اور کچھ نہ بولیں!! کیا ایسا ممکن ہے؟ اگر خدانخواستہ ایسا ہی ہونا ہے تو ہم لوگ اس بارگاہ خداوندی میں ضرور عرض کریں گے کہ خدایا ہم لوگ تو جہنم میں جاتے ہیں مگر ہم سب لوگ اس طرف سے بھیجے جائیں جدھر حضرات پنجتن پاک علیہم السلام کرسیوں پر جلوہ افروز ہوں اور اس وقت ہم لوگ چلائیں۔

بجرم عشق تو ام میکشند غوغائیست تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست

کیا حضرت سیدہ کا ہم لوگوں کو دیکھکر دل نہ بھر آئے گا؟ کیا وہ جناب اپنے پدر بزرگوار سے یہ نہ فرمائینگی کہ بابا یہ لوگ میرے غلام ہیں؟ میں جو اصحاب ثلثہ سے بعد آپ کے ناراض ہو گئی اس کو ان لوگوں نے کہیں سن لیا تھا اس لئے صرف میری خاطر سے ورنہ ان لوگوں کا خلفا نے ذاتی کچھ نہ بگاڑا تھا شیخین سے بہت برہم ہو گئے اور جیسا میں نفرت کرتی تھی اس سے بھی زیادہ بمقتضائے جوش غلامی نفرت کرتے رہے۔ کیوں بابا یہ لوگ دوزخ میں جائیں اور میں منہ دیکھوں یا حضور ان کی فریاد نہ سنیں؟ بابا ان میں بہت سی میری اولاد بھی ہے۔ کیا حضور کی شفاعت میں ان بد نصیبوں کا کچھ حصہ نہیں ہے؟ بھائی محی الدین میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس التجا کے بعد جناب رسول مقبولؐ ہم لوگوں کی شفاعت نہ فرمائیں گے؟ کیا خود بارگاہ احدیت کو ہم غریبوں کے حال پر رحم نہ آئے گا!؟ الغرض انشاء اللہ تعالے سنیوں کا ہر حالت میں بیڑا پار ہے اور یقینی یہی فرقہ ناجی ہے۔ پھر پوچھتا ہوں کہ جناب فاطمہ زہرا نے جو امت کی بخشائش کے لئے اپنے پیارے فرزندان حسن و حسین علیہما السلام کی شہادت گوارا فرمائی وہ ہم لوگ دردمندوں کے لئے تھیں یا ملکہ ان لوگوں کے لئے جن لوگوں نے ان کے ایذا رسانوں کو اپنا پیشوا اور بزرگ دین سمجھا ہے کیا حضرت فاطمہ میدان محشر میں جب ایک ہاتھ پر دندان مبارک رسول خدا اور ایک ہاتھ میں عمامہ خون آلود علیؑ مرتضیٰ اور دوش پر عبائے خون آلود شہید کربلا لئے ہوئے تشریف لائیں گی اور پایہ عرش ہلا کر ... کریں گی اور اس وقت بارگاہ رحمت سے ان کو شفاعت کا حکم ہو گا تو وہ معصومہ چن چن کر صرف ان لوگوں کی شفاعت کریں گی جو ان کے دشمنوں کو اپنا رہبر اور پیشوا سمجھتے تھے اور ہم لوگوں کو فرمائیں گی کہ تم لوگ دور ہو جاؤ جہنم میں جاؤ؟ اور یہ عتاب کس بات پر؟ صرف اس بات پر کہ ہم لوگوں نے بتقاضائے انکی اطاعت اور فرمانبرداری کے صرف وہ کام کیا جو خود حضرت فرماتی تھیں!!! ایسا خیال کرنا تو میری

مخدومہ کونین جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کی سیرت کو ٹھیک الٹا سمجھا ہے ۔ ان معظمہ معصومہ کی ذات پاک سے یہ خیال کرنا کہ ان کے لیے قوم کی قوم دوزخ میں جھونکی جائے اور ان کو جنت میں قرار آئے دن کو رات کہنا ہے اور ہم تو کہتے ہیں کہ اگر ان ان معصومہ کی یہی خوشی ہو تو خیر ہم لوگوں کے لیے ان کی راہ میں دوزخ بھی بہشت ہے ہم لوگ تو ہر وقت دل و جان و ہر رگ و پے سے دعا کرتے ہیں کہ خدایا ہم لوگ تیرے حبیب کی بیٹی اور انکی اولاد پاک کے غلام ہیں اور انکی راہ پر چلتے ہیں اور جو انکی رضا ہے وہ ہمارا فرض ہے جن سے ان بزرگوں نے محبت رکھی ان کے ہم غلام ہیں اور جن سے انھوں نے نفرت رکھی ان سے ہم بھی نفرت رکھتے ہیں پس خدایا ہم کو ان بزرگواروں کی راہ پر چلا اور روز محشر ان ہی کے سایۂ عاطفت اور دامان رحمت میں پناہ دے اگر تمہارا جی چاہے تو کہو کہ خدایا ہم ان لوگوں کو جنھوں نے تیرے حبیب کی بیٹی کو ایذا دی ۔ جن کو ان معظمہ نے نمازوں میں بد دعا کی جن سے بعد ایذا دہی کے مدت العمر بات نہ کی اور جن کو اپنے جنازے کے پاس آنے نہ دیا ان لوگوں کو دنیا میں ہم اپنا پیشوائے دین سمجھتے رہے بروز محشر بھی ہم کو انہی لوگوں کے ساتھ محشور کر اور انہیں کے سایہ میں رکھ !!!

الغرض نتیجہ آخر تو بروز قیامت معلوم ہو گا اس وقت یہ امر صاف ظاہر ہے کہ ہم شیعوں کا مذہب اور اعتقاد وہی ہے جو جناب سیدۃ النساء العالمین کا تھا اب تم کو غور کرنا چاہیے کہ آیا تمہیں جناب سیدہ کے مذہب پر رہنا مناسب ہے یا اس جماعت کے مذہب پر جس نے جناب رسول مقبول کی نعش مبارک کو بے دفن کفن چھوڑا اور حضرت کی تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہوئے اور جنھوں نے جناب سیدہ کو ایذا دی اور ناراض رکھا ۔

محی الدین :۔ بھائی اس کا جواب کل عرض کروں گا ۔

علی رضا :۔ بلکہ ایک ہفتہ کے بعد اور اپنے علماء سے خوب تحقیق کر کے لیکن اپنے علماء سے اسقدر ضرور دریافت کیجیو کہ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کا کیا مذہب تھا اگر حضرت سنیہ تھیں اور خلیفہ اول سے راضی نہیں تو ان کے شوہر علی علیہ السلام نے ان کی حیات تک بیعت کیوں نہ کی اور اگر وہ جناب شیعہ تھیں یا شیعوں جیسا اعتقاد رکھتی تھیں تو ہم ان کی پیروی کریں یا آپ کی ؟ کیا صراط مستقیم ان کے قدم کے پیچھے ہے یا حضور کے ؟

محی الدین :۔ اس کا جواب دیا جا سکتا ہے کہ آپ جناب فاطمہ کی پیروی کیوں کیجیے ۔ حضرت علی کی پیروی کیوں نہ کیجیے ۔ ؟ حضرت علی نے آخر بیعت کی اس لیے انہیں کی راہ آپ اختیار کیجیے ۔

علی رضا :۔ تو کیا ہم اگر فاطمہ زہرا علیہا السلام کا مذہب اختیار کریں تو وہ باطل ہو گا یا نعوذ باللہ ہم ناری ہوں گے ؟ بھائی ہم نے جناب فاطمہ زہرا کا نام اس سے لیا کہ جناب فاطمہ کی ناراضی بقول فریقین ہے اور حضرت علی کی رضامندی بقول فریقین نہیں ہے اور میرا تو ایمان ہے کہ ان دونوں بزرگواروں کا ایک مذہب تھا آج تک کسی عالم نے یہ نہیں لکھا ہے کہ شیعہ سنی کے امر متنازع میں حضرت فاطمہ کا مذہب کچھ تھا اور حضرت علی کا مذہب کچھ تھا ۔ کیا تمہیں خیال نہیں کہ حضرت علی علیہ السلام اس الیکشن سے ہمیشہ ناراض رہے اور برابر اپنے حقوق کا اعلان کرتے رہے ۔ تمکو جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے استغاثہ اور فریاد و زاری نے شب بھر بے چین رکھا ۔ لیکن تمہیں کیا یاد نہیں کہ اسی روایت میں چند سطر کے بعد ہے کہ جناب علی مرتضیٰ نے

قبر رسولؐ پر جا کر نالہ و زاری کی ہے اور استغاثہ کیا ہے کہ یا ابن عم یا رسول اللہ میری خبر لیجیے۔ قوم مجھ کو ضعیف کر رہی ہے اور میرے قتل کے درپے ہے اور فی الحقیقت خود جناب فاطمہ علیہا السلام کو اس کا بھی بڑا صدمہ تھا کہ ان کے شوہر علی علیہ السلام پر جبر و قہر کیا جاتا تھا اور ہر طرح پر مجبور کیے جاتے تھے اس لیے میں کہتا ہوں کہ اس بارے میں دونوں بزرگواروں کا ایک خیال تھا اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ جناب سیدہ نے صرف نفسانیت سے بطمع جاہ و جلال اپنے شوہر بزرگوار کو خلیفہ برحق کی بیعت سے ایک منٹ کے لیے بھی روکا ان معظمہ صاحب تطہیر کو زینت دنیا سے ایسی نفرت تھی کہ خود چکی پیس کر اپنی اوقات بسر فرماتی تھیں اور حضرت کی چادر پاک میں جا بجا پیوند ہوتے تھے اور حضرت کا زہد و تقویٰ تو ایسا تھا کہ خود جناب سرور کائنات مفخر موجودات کو اس کا فخر تھا اور اس لیے جناب سیدہؑ کی تعظیم فرماتے تھے اور جملہ احکام شرعی کی تعلیم فرماتے تھے۔ ایسی خاتون معظمہ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ حضرت آیۂ کریمہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم سے بالکل ناواقف رہیں۔ میرے نزدیک چاند پر خاک ڈالنا اور دن کو رات کہنا ہے تب سوائے اس کے کوئی دوسرا نتیجہ نہیں نکلتا جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ الیکشن بھی ناجائز اور بے وقعت تھا اور ہرگز خلفا ثلثہ اولوالامر نہ تھے پس میرے نزدیک تو جناب سیدہ علیہا السلام کی معقولہ کارروائیوں سے شیعہ سنی کے جھگڑے کا فیصلہ ہے ہٹ دھرمی کا جواب نہیں۔ تم خود کہو کہ تمہارا دل کیا کہتا ہے کیا اب بھی فرقہ شیعہ کے ناجی ہونے میں تمہیں شک ہے۔

محی الدین بھائی علی رضا میرے مولوی لوگ جو کچھ کہیں لیکن یہ بات تو میرے دل پر نقش کالحجر ہو گئی ہے کہ آپ لوگوں کا اعتقاد صحیح ہو یا غلط آپ لوگ جنتی یقینی ہیں۔ میرے دل سے آپ کی وہ بات اٹھتی نہیں کہ واقعی آپ لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ صرف بخاطر جناب فاطمہؑ اور ان کے شوہر بزرگوار کے کیونکہ آپ لوگوں کا سوائے اس کے اصحاب ثلثہ نے کچھ بگاڑا نہیں ہے تب یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ رحمۃ للعالمین کی بیٹی خود جنت میں چلی جائیں اور آپ لوگوں کو طوفان محشر کے عین منجدھار میں چھوڑ دیں اور وہ بھی کس قصور پر؟ صرف انہیں حضرت کو ساتھ ہمدردی کرنے اور ان کی پیروی کرنے کے قصور پر!! یہ تو ہو نہیں سکتا۔

دوستاں را کجا کنی محروم　　　تو کہ با دشمناں نظر داری

میں ضرور اپنے مولوی صاحب سے پوچھوں گا کہ جب جناب فاطمہ زہرا نالاں و گریاں باحال پریشاں اُتتان غاصبی کے بجستجو انکو میدان حشر میں اس حالت سے جیسا کتابوں میں لکھا ہے تشریف لائیں گی تو کیا وہ صرف چن چن کر آپ لوگوں کی شفاعت کریں گی اور سنیوں کے حق میں جو ان کے لیے تباہ ہو گئے کچھ نہ فرمائیں گی۔ اگر مولوی صاحب ذرا بھی بولے کہ ہاں میاں وہ صرف ہماری تمہاری شفاعت کریں گی سنیوں کی طرف وہ ہرگز توجہ نہ کریں گی تو ہم ضرور کہدیں گے کہ ہاں حضور چور کا منہ چاند ایسا!!۔

علی رضا:۔ ہاں ہاں ایسا نہ کہنا وہ خفا ہو جائیں گے۔

محی الدین:۔ خفا ہوں یا کچھ کریں بعد ان روائیتوں کے پڑھنے کے جو ابھی مذکور ہوئیں اب ہم لوگوں کا جناب فاطمہ زہرا کی شفاعت کی امید رکھنا حوصلہ باطل ہر حق یہ ہے۔ اس شعر کے پڑھنے کا حق صرف آپ لوگوں کو حاصل ہے باقی بالکل ہوس ہے

اگر دعوتم رد کنی در قبول　　　من و دست و دامان آل رسولؐ

لیکن ایک بات ابھی رہ گئی کہ تم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے طریقہ پر کیوں چلو تم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے طریقہ پر کیوں نہ چلو حضرت علیؑ نے تو آخر حضرت خلیفہ اول کی بیعت کی

کیا حضرت علیؑ نے خلیفہ اول کی واقعی بیعت کی ؟

علی رضا :- حضرت علی کی بیعت کرنے سے بالکل انکار ہے ۔ ہماری کتابوں میں حضرت علی علیہ السلام کا بیعت کرنا کہیں ثابت نہیں لیکن اگر تم اپنی کتابوں کی روایات پر اس بیعت کو بیعت کہتے ہو تو مجھے ہنسی آتی ہے ۔ کیوں بھائی ۔ اگر اس وقت کوئی شاہ صاحب بڑے مقدس ایسا کسی کے پاس اپنے خدمتگار کو بھیجیں کہ جا فلاں شخص کو پکڑ لا کہ وہ آکر میرا مرید ہو تو تم کو تعجب ہوگا اور ہنسی آئے گی یا نہیں ؟ کیا تم یہ نہ کہو گے کہ واہ واہ مرید کرنے میں جبر و قہر کیسا ؟ مرید ہونا تو دلی اعتقاد اور خشوع و خضوع قلب سے ہوتا ہے پھر یہ دھر پکڑ کیسی ؟ ہم تو سمجھتے ہیں کہ اگر کسی شاہ صاحب کا خدمتگار تم کو مرید ہونے کے لئے پکڑنے کو آئے تو تمہیں غصہ آ جائے اور یقیناً اسے بد اخلاق سمجھا اور مزاحمت سمجھا اور جبر مجرمانہ کا مقدمہ چلاؤ ۔ یہ بات کہنے کی نہیں ہے عیاں را چہ بیاں کہ جب کوئی آدمی مرید ہوتا ہے تو اپنے پیر کو خوب سمجھ لیتا ہے اور ان کو خدا رسیدہ سمجھ کر ان کا معتقد ہوتا ہے جب مرید ہوتا ہے اور مرید ہونے کے لئے خود رغبت تمام بسر و چشم حضور قلب سے حاضر ہوتا ہے اور ان بزرگ کی خاکپا سے کے برابر اپنے کو سمجھتا ہے اور جب زیارت سے مشرف ہو کر مرید ہوتا ہے تو اپنے کو نہایت ہی خوش نصیب سمجھتا ہے ۔ چنانچہ اس وقت بھی اپنے پیروں کے پاس سینکڑوں کوس سے جوق جوق لوگ آتے ہیں اور مثل غلاموں کے بخشوع قلب جبہہ سائی کرکے دست بیع ہوتے ہیں اور اپنا فخر سمجھتے ہیں ۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام کے خود ساختہ پیر کچھ عجیب پیر تھے کہ مرید کو خدمتگار اور ایک جماعت سے پکڑوا منگواتے ہیں اور جب مرید حاضر ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں خود مسند خلافت کا مستحق ہوں اور ہر بات میں تم سے افضل ہوں تب اس سے کہا جاتا ہے کہ اگر تم مرید نہ ہو گے تو تمہاری گردن کاٹیں گے ۔ تب وہ بیچارہ کہتا ہے کہ اچھا جب تمہاری یہی رائے ہے تو تم کو یہ تخت مبارک ہو ۔ ہم گھر جاتے ہیں اور خانہ نشین ہوتے ہیں ۔
کیوں بھائی محی الدین تم اسکو بیعت کہتے ہو ؟ اگر کوئی شاہ صاحب تم کو اس طرح پر اپنا مرید بنائیں تو ان کو تم کیسا سمجھو گے اور تمہارے لڑکے کیا کہیں گے ؟ کیا وہ ایک منٹ کے لئے اس بیعت کی تعظیم یا قدر کریں گے ہرگز نہیں ہم تو ہرگز ایسی بیعت کو بیعت نہ کہیں گے بلکہ اس کو جبر و قہر یا صلح یا صبر ۔ بطور لکم دینکم ولی دین سمجھیں گے
محی الدین تو حضرت علیؑ نے جبراً ہی خلیفہ اول کی خلافت کو کیوں قبول کیا کیوں آپ نے جدال و قتال اور مثل امام حسین رضی اللہ عنہ کے لڑ نہ مرے ؟
علی رضا :- اس کا جواب ہم دوسری کہانی میں دے چکے ہیں بخیال سوء ادب اسکا اعادہ نہیں کرتے ہیں خیال نہیں کہ تم نے خود کہا تھا کہ ایسا اعتراض حقیقۃً حضرت ابوبکر کے ساتھ سوء ادب ہے ۔
محی الدین :- ہاں ٹھیک ہے اب یاد آگیا ۔
علی رضا :- اب تمہارا کوئی اعتراض باقی نہ رہا اب کہو تمہاری آخر کیا رائے ہے ۔

محی الدین :- میں حوض غور کرکے انشاء اللہ تعالیٰ کل جواب دوں گا۔

علی رضا :- حوض غور کرنا ملکہ ایک بات اور سن لو کہ میں نے شب گذشتہ کو حضرات خلفاء ثلثہ مخصوص حضرات شیخین کے افعال وکردار کی نسبت جو غور کی اور خیال کیا کہ اگر جناب رسول مقبول صلعم روز محشر حضرات موصوفین سے دربارہ ان معاملات اور سلوکات کے جو ان حضرات نے جناب فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ علیہما السلام کے ساتھ کئے تھے سوال کریں گے تو یہ حضرات کیا جواب دے سکتے ہیں تو گھنٹوں غور کرتا رہا مگر کوئی ایسا جواب خیال میں نہ آیا کہ جس سے ان حضرات کی صفائی ہو آخر جب بہت مجبور ہوا تو حضرات شیخین کے حال پر تاسف کرکے علماء سنت جماعت سے حضرات موصوفین کی سعی کرتا ہوں کہ یہ لوگ سوچ سانچ کر ایسے جواب تیار کرکے شائع فرمائیں جو واقعات سے صحیح اور ہر شخص کے دلنشین ہوں اور جن کو حضرات شیخین بکشادہ پیشانی بحضور سرکار اقدس بارگاہ رسالت میں پیش کرسکیں جہاں تک میں نے خیال کیا سچے جواب تو یہی ہیں جن کو میں لکھتا ہوں کیونکہ معرکہ محشر میں بات بنانے یا معمولی تاویلات سے کام نکلنا محال ہے جہاں ہر مجرم کے ساتھ دو فرشتے مثل دو سپاہی کے گرز آتشین لئے ہوئے کھڑے ہونگے وہاں جھوٹ بات کس کے منہ سے نکل سکتی ہے میں خوب سمجھتا ہوں کہ میرے جواب تمکو یا علماء سنت جماعت کو پسند ہونگے۔ لیکن تم ان سے کہنا کہ اگر یہ جواب غلط ہیں تو آپ سچے جواب جس سے حضرات شیخین کی برأت ہو سکے لکھ دیجئے فقط اسقدر ملحوظ خاطر ضرور رکھئے کہ جواب ایسے ہوں کہ ان سے صرف آپ یا آپ کے حاشیہ نشینان خوش نہوں ملکہ جناب رسول خدا صلعم اور جناب فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ علیہما السلام خوش ہو جائیں یا کم سے کم اتنا تو ہو کہ جناب رسول خدا صلعم آپ کے جواب کو قابل تشفی سمجھکر اپنے الزامات کو اٹھالیں تاکہ حضرات شیخین کی مواخذہ حشر سے بالکل برأت ہو جائے۔

مکالمہ جناب رسول خدا صلعم با حضرات شیخین بروز محشر

جناب حضرت رسول خدا صلعم :- کیوں جناب (۱) مینے تو دربار غدیر خم میں جس میں ستر ہزار آدمیوں سے زیادہ لوگ جمع تھے علیٰ رؤس الاشہاد آپ لوگوں کو کہدیا تھا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی مولیٰ ہے۔ چنانچہ آپ (حضرت عمر) نے قبول کیا بھی تھا کہ حضرت علی میرے ملکہ جمیع مومنین و مومنات کے مولیٰ ہیں۔ پھر یہ کیا کہ آپ (حضرت ابوبکر) تخت خلافت پر بیٹھ کر مولائے مومنین بن کر علی مرتضیٰ کے بھی افسر بن گئے ؟

(۲) میں نے تو آپ لوگوں سے کہا تھا کہ آپ لوگ میری عترت سے تمسک کیجئے پھر یہ کیا کہ آپ نے علی مرتضیٰ سے بزور چاہا کہ وہ آپ سے تمسک کریں یعنی بیعت کریں ؟ (۳) مینے تو بحکم خدا آپ لوگوں کو کہدیا تھا کہ میرے اقربا سے مودت رکھنا۔

پھر یہ کیا کہ میری عمزدہ بیٹی کے گھر پر آپ (حضرت عمر) آگ اور لکڑی لیکر گئے کہ اگر لوگ یہاں سے نہ نکلیں تو میں آگ لگادوں گا انہیں جو کچھ ہو جائے ؟ (۴) مینے تو کہا تھا کہ قرآن اور میرے اہل بیت برابر ساتھ رہیں گے یعنی یہ لوگ رموز قرآنی اور حقائق شریعت کے عالم ہوں گے۔ پھر یہ کیا کہ ادنیٰ فدک کے واسطے آپ نے میری نور دیدہ فاطمہ زہرا کے دعوے کو دروغ سمجھا اور میرے معزز داماد اور پیارے نواسوں

کی گواہی کو یاد نہ کیا؟

کشف یعنی خود اقرار جرم خلفائے کرام حضرت عمر کی زبانی

حضرت عمرؓ - جناب عالی! یہ روز قیامت ہے آج سوائے سچ بولنے کے بات بنانے سے کچھ نفع نہیں اسلئے ہم لوگ سچی بات عرض کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگ مکہ سے مدینہ اسلئے ہجرت کر کے آئے کہ مکہ میں رہنے سے ہم لوگ اپنی جان و مال کا خطرہ دیکھتے تھے علاوہ اسکے ہم لوگ یہ امید کرتے تھے کہ آپ یوماً فیوماً ترقی کر رہے ہیں ہم لوگوں نے سمجھا کہ ایسے ہونہار با وقار شخص کا ساتھ دینے سے ہمارا دنیاوی اقتدار بڑھتا رہے گا اور ہر طرح کا عروج ہوگا اس لئے ہم لوگ آپ کے ساتھ ہو گئے سوائے اس کے اسلام سے ہم لوگوں کو کچھ مطلب نہ تھا اور نہ آج کے روز کا یقین تھا اسی لئے ہم لوگ برابر اپنی جانوں کی حفاظت کرتے ہوئے آپ کا ساتھ دیتے رہے اسلئے خادموں کے جسم پر کبھی انگلی ختم کیا معنی خدا کی راہ میں ایک پھول کی چھڑی تک نہ پڑی نہ ایک قطرہ خون کا نکلا بروز جنگ احد جب معاملہ دگرگوں نظر آیا اور آپ کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو ہم لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور مستعد ہو گئے کہ اپنے دین آبائی پر لوٹ جائیں مگر خدا کی قدرت سے آپ صحیح و سالم بچ گئے اس لئے ہم لوگ پھر جٹ گئے اس کے بعد جیسے جیسے آپ کو ترقی ہوئی - ہم لوگوں کا اعزاز دنیاوی بڑھا اور بنظر استحکام اپنے مدارج کے ہم لوگوں نے اپنی بیٹیاں حضور کے حرم میں پہنچا دیں جس سے ہم لوگوں نے یقین کیا کہ آپ ہم لوگوں کا بڑا پاس فرمائیں گے - لیکن خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم - پہلے تو ہماری بیٹیوں کی شان میں آیات زجر و توبیخ نازل کرائے مثلاً عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجاً خیراً منکن مسلمات مومنات قانتات الی آخرہ (ترجمہ قریب ہے کہ نبی کا رب تم لوگوں کو طلاق دے کر اسکے لئے بدلے میں دیگر زوجات جو مسلمہ اور مومنہ اور پاک نہاد ہوں بھیجے) دیکھو قرآن مجید سورہ مریم پارہ ۲۸ پھر ہم لوگوں نے جہاں تک دیکھا آپ کی شفقت اپنی بیٹی اور داماد کی طرف روز افزوں پائی لیکن ہم لوگوں نے اسکو اس امید پر طرح دی کہ آپ آخر میں ہم لوگوں کو اپنا قائم مقام بنائیں گے چنانچہ جب یہ معلوم ہوا کہ آپ کا زمانہ وصال قریب ہے تو ہم لوگوں کو بڑی خوشی ہوئی کہ عنقریب ہم لوگ عرب و عجم اور شام کی فرمانروا ہوں گے - لیکن بمقام غدیر خم تو آپ نے غضب ہی کر دیا اور ہم لوگوں کی امیدوں پر چھری پھیر دی یعنی علی مرتضیٰ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا - اس کارروائی سے ہم لوگوں کی ساری آس ٹوٹ گئی اور بالکل مایوس ہو گئے اسپر نمک بر جراحت یہ ہوا کہ آپ نے فرمایا کہ حقتعالے کا فرمان آیا ہے کہ الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوھم واخشون یعنی آج مایوس ہوئے وہ لوگ جنہوں نے تمہارے دین سے کفر کیا پس ان سے مت ڈرو بلکہ مجھسے (خدا سے) ڈرو دیکھو سورہ مائدہ پارہ ششم جہاں اس آیت کے چند سطر بعد آیہ اکملت لکم دینکم آیا ہے چونکہ سچا واقعہ یہ ہے کہ اس روز ہم لوگ مایوس ہوئے تھے اس لئے کوئی شک نہیں کہ اس آیت کا اطلاق ہم لوگوں پر ہوتا ہے اسپر مستزاد یہ ہوا کہ علی مرتضیٰ کی جانشینی کے بعد آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا حکم آیا ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (یعنی آج ہم نے کامل کیا تمہارا دین اور تمام کی اپنی نعمت تمپر اور راضی ہوئے تمہارے اسلام سے - الغرض واقعہ غدیر نے ہم لوگوں کو

رہی سہی امید جاتی رہی اور دنیا اندھیر ہو گئی اس لیئے ہم لوگ بھی مستعد ہو گئے کہ جس طرح ممکن ہو خلافت کو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہیئے۔ تاکہ عمر بھر کا ریاض اکارت نہ ہو یاد ہو میں نے علی مرتضیٰ کو جو اس روز مبارکباد دی تھی اس کو میرا دل جانتا ہے کہ میرے دل میں کیا بات تھی اور زبان پر کیا بات تھی میرا تو خیال ہے کہ علی مرتضیٰ نے میرے بشرے سے سمجھ لیا ہوگا کہ میری مبارکباد بالکل اوپر کے دل سے تھی دل میں تو شعلہ بھڑک رہا تھا۔ اس کے بعد آپ علیل ہوئے جس سے ہم لوگوں کے دن پھرے۔ مگر اس عالم میں بھی آپ نے یہ غضب کیا کہ دوات قلم کاغذ طلب کیا میں سمجھ گیا کہ ہم لوگوں کی امیدوں پر تقریری چھری چل چکی ہے اب یہ تحریری چھری کی تیاری ہے۔ اس خیال سے میں نے آپس میں نزاع اور آپ کو تحت دست تنا کر کچھ لکھنے نہ دیا یہاں تک کہ آپ ناراض ہو گئے اور آپ نے ہم لوگوں کو اپنے پاس سے نکلوا دیا اور خود راہی خلد بریں ہوئے۔ بمقام حدیبیہ ہم لوگ آپ کی رسالت پر شک کر ہی چکے تھے اب یقین ہو گیا کہ آپ حقیقتاً کچھ نہ تھے اور قیامت وغیرہ سے جو ڈراتے تھے وہ بالکل ایک فسانہ تھا اور ہم لوگوں کو کبھی اس کا گمان نہ تھا۔ کہ ہم لوگوں کو پھر کبھی آپ سے مقابلہ ہوگا یا ہم لوگوں سے ہمارے افعال و کردار کی کبھی باز پرس ہوگی اس لیئے ہم لوگ جان پر کھیل کر مستعد ہو گئے کہ تخت خلافت بزور شمشیر حاصل کیا جائے۔ چنانچہ میں بحیلۂ صدمہ انتقال حضور کے تلوار کھینچ کر کھڑا ہو گیا مگر اسی اثنا میں مجھے خبر ملی کہ علی مرتضیٰ حضور کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہیں اور سقیفہ میں خلافت کا قضیہ درپیش ہے اس لیئے ہم لوگ فوراً وہاں پہنچ گئے۔ اور میں نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا اور اپنا کام نکال لیا۔

یوں تو ہم لوگ مجرم ہیں جو چاہے سزا دلوایئے۔ لیکن اگر غور کیجیئے تو ہم لوگوں نے آپ کے خاندان کے ساتھ وہی کیا جو آپ نے ہم لوگوں کے ساتھ کیا۔ جس طرح آپ نے ہم لوگوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا یعنی اپنے داماد کو اپنا جانشین بنا کر ہم لوگوں کو بالکل علیحدہ کر دیا اسی طرح ہم لوگوں نے آپکی لاش کو خس کی برابر نہ سمجھا اور آپکی تجہیز و تکفین کی مطلق پروا نہ کی اور اس طرف سے بالکل علیحدہ رہے جس طرح آپ نے ہماری چھوٹی بیٹی داماد کی خاطر سے خاک میں ملانا چاہا اسی طرح ہم لوگوں نے آپکے گھر کو خاک سیاہ کر ڈالنا چاہا۔ آپ نے ہم لوگوں کی معزز بیٹیوں کا جو آپکے حرم میں تھیں مطلق خیال نہ کیا خلاف اس کے ہم لوگوں کو یہ پاس نہ تھا اپنے کم عمر بیٹی داماد سے نسک کرنے کو کہا ہم لوگوں نے بیٹیاں آپ کو اس لیئے نہیں دی تھیں کہ آپ کے کمسن بیٹی یا داماد کی لونڈی باندی بنی رہیں۔ لیکن جب آپنے ایسا نصد کیا تو ہم لوگ بھی مستعد ہو گئے کہ آپ کی نسل ہی منقطع ہو جائے۔ چنانچہ اسی خیال سے آگ اور لکڑی لیکر آپ کے گھر پر چڑھائی کی اور چاہا کہ سارے گھر کو آگ لگا دیں اور عملاً ایک ایسی تدبیر کی کہ چھ ہی مہینے کے بعد آپ کی صاحبزادی دنیا سے رخصت ہو گئیں!!!

ایک بات قابل غور ہے کہ آپنے باغ فدک اپنی بیٹی کو دیدیا۔ بھلا خیال تو کیجیئے کہ جب وہ باغ ہمارے قبضہ سے نکل جاتا تو ہمارے لڑکے بچے کہاں سے پھل کھاتے اس غرض سے اگر ہم لوگوں نے آپ کی صاحبزادی کے ہاتھ سے سند لیکر چاک چاک کر دی تو کیا برا کیا۔ ؟ لیکن آپ کی صاحبزادی نے ہم لوگوں کو برا انگیختہ کیا اور بد دعائیں کرنے لگیں اور بوقت وفات اپنے وصیت کی کہ ہم لوگ ان کے جنازے کے نزدیک نہ جائیں اس خبر کو سنکر ہم لوگوں کو غصہ تو ایسا ہوا کہ چاہا کہ اسی وقت اسکی نسل کو منقطع کر دیں لیکن

کچھ سونچکر ہم لوگ اُس وقت ساکت ہوگئے اور دل کی آگ دل میں رہنے دی اسپر بھی باوجود اس علم کے کہ ابوسفیان آپ سے برابر لڑتا رہا اور اُس کے بیٹے معاویہ کے دل میں اس گھر سے غبار بھرا ہوا ہے میں نے اس کو شام کا گورنر مقرر کیا جس سے رفتہ رفتہ اسکو بڑی تقویت ہوئی اور آپ کے خاندان سے اس کو دلی غبار نکالنے کا موقع ہاتھ آگیا جس کو اُس نے ہاتھوں سے کر دکھایا اس کے علاوہ خادم نے اپنی وفات کے وقت ایک ایسی تدبیر نکالی کہ بھائی عثمان میرے بعد خلیفہ ہوجائے اور میری بدنامی بھی نہ ہو جس میں بنی امیہ کا زور بڑھے اور بنی ہاشم تباہ ہوجائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ معاویہ نے علی مرتضیٰ کو خوب خوب زک دی اور حضور کے بڑے نواسے کو اُس نے بالکل خانہ نشین نظر بند کر رکھا۔

المختصر جب اصول اسلام کو خادم نے اس طرح درہم و برہم کر دیا اور حضور کے خاندان کی تباہی کا پورا سامان درست ہوگیا تو واسطے تالیف قلوب مسلمانان کے اور واسطے نمائش اسبات کے کہ میں بڑا مذہبی شخص ہوں فروعات شریعت میں بڑی سختی شروع کی روز صبح شام کوڑے لیکر نکلتا تھا اور جو شخص خلاف شریعت کے کرتا تھا اسکو کوڑے مارتا تھا حضور نے تراویح صرف ایک بار پڑھی اور بعدہ یہ کہکر کہ ایسا نہو کہ میری امت اسکو فرض کرلے ترک کر دی لیکن خادم نے اس کا ایسا رواج دیا کہ کل بلاد اسلام میں ہزاروں برس میرے تابعین اسکو بطور فرض ادا کرتے رہے۔ حضور نے متعہ کو حلال کیا تھا مگر خادم نے اسکو حرام مطلق کر دیا تاکہ ظاہر میں عوام الناس سمجھیں کہ میں تہذیب و اخلاق کا بڑا ریفارمر ہوں حضور نے اپنی بیٹی اور داماد کی خاطر سے میری بھتیجی عائشہ سے بڑی بے اعتنائی کی اس کا داغ اس کے دل سے نہ مٹا چنانچہ مقام بصرہ حضور کے داماد سے جنگ کی اور حضور کے نواسے کی لاش پر تیر برسائے۔ میرا جو مقصد دلی تھا اسکو معاویہ نے پورا کیا کہ آپ کے داماد اور نواسے کو مجبور کرکے خانہ نشین بنا دیا اور خود سارے ملک عرب و عراق و شام کا مالک ہوگیا اور جو میری خواہش ابتدا میں ہوئی تھی (آج کیونکر چھپاؤں) کہ آپ کی نسل دنیا میں باقی نہ رہے اسکو معاویہ کے بیٹے یزید نے پوری کر دی یعنی میدان کربلا میں آپ کے سارے ہرے بھرے خاندان کو تہ تیغ کردیا صرف خدا کی قدرت تھی کہ جیسے بروز احد آپ بچ گئے اسی طرح آپ کا پوتا زین العابدین بچ گیا ورنہ آپ کے خاندان کا تو بالکل خاتمہ ہوگیا تھا۔ بس اگر آپ غور کیجئے تو جیسا آپ نے ہم لوگوں کے ساتھ کیا ویسا ہم لوگوں نے آپ کے ساتھ کیا۔ عوض معاوضہ گلہ ندارد۔ اسپر بھی اگر ہم لوگ آپ کے نزدیک مجرم ہیں تو معاف کیجئے اور حق تعالےٰ سے ہم لوگوں کی شفاعت فرمایئے۔ اس سے زیادہ اب ہم لوگوں کو طاقت بیان نہیں ہے شب کو محی الدین آرام کے لئے گیا تو اس کو یہ حالت نظر آئی۔

شہزادہ نور ایمان نے سورہ انا فتحنا دم کرکے در قلعہ پر جو ایک عصا مارا تو فوراً دروازہ کھل گیا پھر تو شہزادہ اسپ سبک سیر پر سوار خراماں خراماں بڑی سڑک کی راہ سے ایوان قیصری میں پہنچا راہ میں دورویہ خیر مقدم کی صدائیں بلند ہوئیں یعنی ہر رگ و پے میں ایمان سرایت کر گیا جب قریب تخت طاؤس پہنچا تو حضرت دل نے استقبال کرکے کہا ع کرم نماؤ فرود آ کہ خانہ خانہ تست ۔ یہ کہکر شہزادہ کو تخت پر لائے اور سر پر گلاب چھڑکا اور دعا کی کہ خدایا جب تک آسمان و زمین و لوح و قلم و عرش و کرسی جن و انس رہیں اس شہزادہ کا بلند

اقبال کا بول بالا رہے اور اسکی شاہی اس قلمرو میں جاوید ہوجائے یہ کہکر شہزادہ کو تخت پر بیٹھایا اور بعدہ نجف اشرف کی طرف رخ کرکے دونوں مل کر لحن داؤدی میں کہنے لگے۔

السلام اے سایہ ات خورشید رب العالمین — آسمان عز تمکین آفتاب داد و دیں
مفتی ہر چار و فتر خواجہ ہر ہشت خلد — داور ہر شش جہت اعظم امیر المومنین
مقصد تنزیل بلغ مظہر اسرار غیب — مطلع بتلوہ شاہد مقطع حبل المتین
صاحب یوفون بالنذر آفتاب انما — قرۃ العین لعمرک نازش روح الامین
از عطائے دست فیاض تو دریا مستفیض — وز ریاض نکہت طبع تو رضوان خوشہ چیں
کاتب دیوان امرت موسی دریا شگاف — پردہ دار بام قصرت عیسیٰ گردوں نشیں
نقشبند کاف و نون از بدو فطرت تا کنوں — ناکشیدہ چوں مہ رخسار تو نقش مبیں
عالم علم لدنی شہ سوار لو کشف — ناصر دیں نفس پیغمبر امام المتقین
صورت معنی فطرت باعث ایجاد خلق — بہترین نسل آدم نفس خیر المرسلین
در جہاں از روئے حشمت چوں جہانی در جہاں — بر زمیں از روئے رفعت آسمانے بر زمیں
ناشنیدہ از زمان مہد تا پایان عمر — بے رضائے حق ز تو حرفے کراماً کاتبین

زائران روضہ ات را بر در خلد بریں
میرسد آواز طبتم فادخلوہا خالدیں

اس صدا کے سنتے ہی سارے شہر میں امن ہوگیا اور ہر شخص نے شہزادہ کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کی نذریں گذرنے لگیں۔ حی علیٰ خیر العمل کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اور طرفہ یہ کہ نہ کہیں خون ہوا نہ خطرہ ہوا یکبیک چاروں طرف نور پھیل گیا۔ اور ہر طرف سے بوئے بہشت آنے لگی۔ یہ سامان دیکھ کر

زمانہ نے تعصب سے:۔ بیٹا میں نے تیرے لئے تو بہت کچھ فکر کی۔ اب تو میرا کچھ بس نہیں بس بہتر ہے کہ تو کہیں دوسرے دیس چلا جا۔

تعصب:۔ جی ابھی میں کہاں جگہ چھوڑتا ہوں۔ جب تک دم ہے آپ کی چوکھٹ کے پاس پڑا رہوں گا۔

شب بھر محی الدین کو بےچینی رہی اور اُٹھ اُٹھ کر دعائیں مانگتا رہا کہ خدایا مجھے راہ راست دکھا جب صبح ہوئی تو بعد نماز صبح خود علی رضا کے مکان پر جاکر بعد صاحب سلامت معانقہ کیا۔

علی رضا:۔ کچھ خیر تو ہے آج یہ معانقہ کیسا؟

محی الدین:۔ بھائی آج میرے لئے روز عید ہے یعنی آج میری زندگی تازہ ہوتی ہے اور آج میں نئی دنیا میں آتا ہوں۔ لو میں اقرار بالقلب و باللسان کرتا ہوں کہ بیشک حضرت علیؑ نائب برحق و وصی مطلق خلیفہ بلا فصل حضرت رسولؐ کے تھے اور بیشک الیکشن محض ناجائز اور فریبی تھا۔ اور ہرگز اصحاب ثلثہ دوست حضرت علی علیہ السلام کے نہ تھے اور یہ آخر کی حرکت خلیفہ دوم کی صرف ظالمانہ نہ تھی بلکہ نہایت ہی نامردی اور بیرحمی کی! کیونکہ قطع نظر اس کے کہ اس گھر میں بیٹی رسول اللہ کی تھیں اگر کسی غیر کا بھی گھر ہوتا تاہم یہ کیسی خلاف مروت کیا معنی

خلاف انسانیت بات ہے کہ جہاں ایک غمزدہ عورت اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے موجود ہوں اس گھر میں آگ لگائی جائے یا اقدام کیا جائے؟ معاذ اللہ من ذالک۔ پس اب میں کمترین غلام حضرت علی علیہ السلام کا ہوں اور ان لوگوں سے مجھے کچھ مطلب نہیں۔ ان لوگوں کی آخر کی بے اعتدالی سابق کی ایمانداری کے مجرا مجری کرنے سے واصل باقی ہو گئی ہے نہ یہ اچھے رہے نہ برے رہے۔

علی رضا:۔ مبارک ہو کہ تمہیں راہ راست مل گئی اور نجات کی کشتی پر آ گئے خداوند عالم تمہیں ولائے اہلبیت میں کامل کرے۔

محی الدین:۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ میرا تو یہ قول ہے۔

اگر دعوتم رد کنی ور قبول   من و دست و دامان آل رسول

علی رضا:۔ میاں جو تم نے دل میں باقی لی اس سے تو مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے جناب فاطمہ زہرا کے گھر جلنے کو اور ان کے معصوم بچوں کی بیقراریوں کو اپنے جواب میں کاغذ جلنے سے کم سمجھا تمہیں یاد نہیں ہے کہ میں نے کہا تھا کہ اگر کوئی شخص تمہارے جواب کا کاغذ پرنسل کے جس سے نکال کر جلادے تو اس دن تم نہیں یا بیٹھے نہیں وہ بھی تو آخر مسلمانوں ہی کا تھا اس نے کہیں تو آخر ایک مسجد جلوائی تھی۔ یاد رکھو کہ عترت اطہار علیہم السلام کا وہ درجہ ہے کہ آنحضرت جب حق تعالیٰ جل شانہ نے سورۂ شوریٰ حم پارہ ۲۵ میں فرمایا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ یعنی اے محمد تم لوگوں سے کہدو کہ ہم اپنی رسالت اور پیغمبری کا اجر تم لوگوں سے نہیں چاہتے سوائے اسکے کہ میرے عزیز و قریب سے مودت رکھو اور تفسیر بیضاوی میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ حضور کے عزیز و قریب جن کا ذکر اس آیت میں ہے کون ہیں آپ نے فرمایا علیؑ اور فاطمہؑ اور ان کے دونوں صاحبزادے فقط

پس بھائی محی الدین جس اعزہ و قریبہ کے لئے اتنا بڑا رسول (افضل المرسلین خاتم النبیین) اپنی تمام عمر کے ریاض کا اجر بجز مودت ذکر نہ کرے صرف بحکم خدا ولائے اہلبیت یعنی صرف مودت کا سوال کرے اس کا جواب یہ ہوا ہو کہ اس کے انتقال کے دو چار ہی روز بعد اسکی پیاری بیٹی کے گھر میں لگائی یا آگ لگانے کا اقدام کیا جائے!! حیف صد حیف!! کیا کسی لغت میں مودت کے معنی آگ لگانا لکھا ہے۔

محی الدین:۔ لیکن یہاں خلفاء ثلثہ کا بیان سابق اور صحبت رسول اللہ انکی بڑی محافظ ہوتی ہے۔

اہلبیت علیہم السلام کا ایذا دہی والا زیادہ تر وہ شخص قابل الزام ہے جو ان حضرات کے مدارج سے واقف تھا

علی رضا:۔ یہ تو بالکل خلاف ہے اگر جاہل مسئلہ کوئی فعل خلاف شرع کرے تو اس سے اس قدر بازپرس نہیں ہوتی جس قدر عالم مسئلہ سے پس اس جگہ غور کرو کہ اصحاب ثلثہ رتبہ اہلبیت علیہم السلام سے بہ نسبت شام کے جاہل اور کوفہ کے صحرائی کے بہت زیادہ واقف تھے ان کے سامنے بروز مباہلہ حضرت رسول مقبول نے ان کو ابناءنا و نساءنا و انفسنا کہا ان کے جانتے ان حضرات پر آیہ تطہیر نازل ہوئی

ان کے علم میں ان حضرات نے یتیم و مسکین و اسیر کو سیر کیا اور خود فاقہ کش رہے اور خود [illegible] سوچتے لائق
ہدایت کی اور تاکید کی کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ [illegible]
شیعوں جمہور اسلام حضرت نے التجا کی تھی کہ لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ یعنی میں [illegible]
چاہتا میں صرف اپنے اقربا کی مودت چاہتا ہوں ۔ پس اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اہلبیت کو ایذا دینے میں
یہ لوگ زیادہ مجرم ہوں گے یا ایک شخص امریکہ کا یا چین کا جو رتبہ اہل بیت سے بالکل ناواقف تھا؟ کیا ان لوگوں
سے (علاوہ اسکے کہ نافرمانی صریح حکم رسول کی ہوئی) دوسرے عرب وحشی خیال کو یہ سبق نہیں ملتا ہے کہ اہلبیت
طاہرین قابل عظمت نہ تھے؟ کیا کفار کوفہ و شام کو ان کی دختر معظمہ کے خیمے جلانے میں سابق کی ایک بھی
نظیر نہیں ملی؟ بلکہ نعوذ باللہ اگر گھر جلانا جناب فاطمہؑ کا بڑے آدمی کا کام ہے تو ابن سعد کی اسی وقت برات ہے [illegible]
اے بھائی گھر جلنے سے تم فقط یہ سمجھو کہ دو روپے کا شہتیر اور پانچ روپیہ کے کواڑ جلے ۔ اُسکے اثر پر زیادہ غور کرو
کہ اس فعل کا اثر عوام کے دلوں پر کیسا ہوا اور اس گھر کا جہاں ملائکہ مقربین بے اذن نہیں آتے تھے کیسا استخفاف
ہوا ۔ پس اس فعل سے تو ظاہر ہے کہ یا اہلبیت طاہرین قابل تعظیم نہ تھے یا اصحاب ثلثہ کا مطلق ایمان نہ تھا ۔ اگر
مسلمان خانہ کعبہ ڈھا کر دعوائے مسلمانی کرے اگر مسلمان نبی کا گھر جلا کر مسلمان رہ سکتا ہے تو شکوہ یزید کیوں
اسلام سے خارج ہو؟ اور اگر سابق کا ایمان بعد بے ایمانی اللہ کے محافظ ہوتا ہے تو شیطان اب تک
مورد لعنت کیوں ہے ۔

محی الدین :۔ ایمان سے تو بحث نہیں مگر میں صرف یہ کہتا ہوں کہ خلفا ثلثہ کی حالت ناگفتہ بہ ہے

علی رضا :۔ بھائی اس بارہ میں حکم ربانی نہایت سخت ہے حق تعالیٰ جل شانہ سورۃ آل عمران پارہ تلک الرسل میں
فرماتا ہے ۔ کیف یہدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانہم وشہدوا ان الرسول حق وجاءہم البینت
واللہ لا یہدی القوم الظالمین اولئک جزاؤہم ان علیہم لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین
خالدین فیہا لا یخفف عنہم العذاب ولا ہم ینظرون **ترجمہ** ۔ کب ہدایت کرے گا اللہ اس قوم کی
جس نے کفر کیا بعد ایمان کے یعنی جبکہ گواہی دی کہ رسول برحق ہیں اور ان کے پاس نشانیاں خدا کی آئیں اللہ
نہیں ہدایت کرے گا قوم ظالمین کو جزا انکی یہی ہے کہ ان پر لعنت خدا اور ملائکہ اور آدمیوں کی ہوا کرے گی اور
وہ داخل رہیں گے دوزخ میں ہمیشہ اور نہ کم کیا جائے گا ان کا عذاب اور نہ کوئی نظر کرے گا (توجہ کرے گا) ان
کی طرف سورۃ بقر پارہ دوم میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو
کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون ترجمہ
اور جو لوگ تم سے مرتد ہو جائیں اپنے دین سے اور بحالت کفر مر جائیں پس ضائع ہونگے اعمال اُن کے دنیا اور آخرت
میں اور وہ لوگ ہوں گے اصحاب جہنم سے اور وہیں ہمیشہ رہیں گے ۔ پس ایمان کے بعد بے ایمانی تو قبیح ہے پس
اب آپ فرمایئے کہ آپ کی وہ صلیاتی کیا ہو جاتی ہے؟ میں کہے دیتا ہوں کہ جس سے تبرا کرنا ہو
اس سے دنیا ہی میں کر لو ورنہ جب آنکھ بند ہوئی تو کچھ کام نہ آئے گا اور حسرت ہی رہ جائے گی ایسا
نہو کہ خدانخواستہ بروز محشر تم مثل ان لوگوں کے ہو جن کا ذکر خداوند عالم نے قرآن مجید سورۃ بقر پارہ

سیقول میں فرمایا ہے اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا و را والعذاب وتقطعت بہم الاسباب وقال الذین اتبعوا لوان لنا کرۃ فنتبرء منہم کما تبرء وا منا کذالک یریہم اللہ اعمالہم حسرات علیہم وما ہم بخارجین من النار۔ خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ جب بروز محشر وہ لوگ جو پیشوا سمجھے جاتے تھے اپنے چیلے چانٹوں کو چھوڑ دیں گے اور دونوں پر عذاب شروع ہو جائے گا اور سب امیدیں ساقط ہو جائینگی تو وہ چیلے چانٹے کہیں گے کہ اگر کوئی زندگی دوبارہ ملے تو ہم ان لوگوں سے ایسا تبرا کریں جیسا اس وقت ہم سے یہ لوگ منہ پھیرتے اور تبرا کرتے ہیں۔ لیکن یہ بات بگڑا ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ اس طرح پر ان لوگوں کو دیکھا دے گا کہ ان کے اعمال کس قدر انہیں کے لئے باعث افسوس و حسرت ہوئے اور ہرگز وہ لوگ اس جہنم سے نجات نہ پائیں گے پس کیا تم بھی روز محشر تک حالت منتظرہ میں پڑے رہو گے۔

محی الدین :۔ بھائی اس کا جواب کل عرض کروں گا۔

شب کو جو محی الدین آرام کے لئے گیا تو اس کو یہ سمان نظر آیا کہ شہزادہ نور ایمان نہایت رجوع قلب سے سورہ برات تلاوت کر رہا ہے اور حضرت دل چپکے سن رہے ہیں اور یاد الٰہی میں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں جس وقت شہزادہ نے یہ آیت پڑھی وقاتلو المشرکین کافۃ کما یقاتلو نکم کافۃ یعنی قتل کرو مشرکوں کو ہر حال میں جیسا کہ وہ لڑے تم سے ہر حال میں تو حضرت اپنے جوش میں اٹھے اور پھاٹک کے پاس جو پہنچے تو دیکھا کہ تعصب بیٹھا ہوا اپنے زعم میں کچھ اول فول بک رہا ہے آپ کو اور کچھ نہ سوجھی فوراً جیب سے دیا سلائی نکال کر پھاٹک کے کواڑ میں رگڑ کر تعصب کے دامن میں لگا دی ایک منٹ میں بھبھر۔ وعائیں۔ دعائیں تعصب خاک سیاہ ہو گیا تب تو زبان ڈری اور ہاتھ جوڑ کر کہا کہ آپ کیوں خفا ہیں میں تو آپ کی لونڈی ہوں جس کام کے لئے حکم ہو گا جان و دل سے بجا لاؤنگی دل نے اس شرط پر زبان کو امان بخشی اب تو محی الدین کا قلب سارے تعصب سے پاک و صاف ہو گیا۔ پھر تو تارے گنتے رات کٹی جب صبح ہوئی نماز پڑھ کر غسل مستحب کیا اور لباس فاخرہ پہن کر عطریات مل کر بطور روز عید علی رضا کے گھر پر گیا علی رضا کو تعجب ہوا۔

علی رضا ۔ کیوں بھائی خیر تو ہے آج تو آپ بہت پھڑکے ہوئے ہیں۔

محی الدین :۔ کیوں نہ ہو سبحان اللہ آج میرے لئے عجب روز سعید ہے۔ یعنی آج میں بہ نشوع قلب اپنے لئے وہ لقب پاک حاصل کر رہا ہوں جو حق سبحانہ عز شانہ نے حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کو بخشا تھا وان من شیعتہ لابراہیم پارہ بست و سوم سورۂ والصافات یعنی ابراہیم میرے شیعوں میں سے ہے پس آج میں بفرحت تمام بجشادہ پیشانی کہتا ہوں کہ میں شیعہ اثنا عشری ہوں اس کا میں بلا خوف اعلان کرتا ہوں۔ چنانچہ آج والد ماجد کو بھی میں نے خط لکھ دیا پس بھائی تم گواہ رہو کہ میں بصدق دل اقرار با لقلب و باللسان کرتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ و وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمد عبدہ و رسولہ اللہم صل علی محمد و آل محمد

علی رضا ۔ بارک اللہ و جزاک اللہ خیرا جمیلا۔ لیکن آج روز جمعہ ہے بہتر ہے کہ کسی عالم با عمل کے سامنے آپ

اعتقادات بیان کرو اور اس کے پیچھے نماز جمعہ پڑھو۔

محی الدین:۔ بہت ہی خوب ابھی تیار ہوں چلئے دیر نہ کیجئے۔ گیارہ بج گئے دونوں صاحبزادے گاڑی میں سوار ہو کر عظیم آباد جامع مسجد پہنچے اور جناب منبع فیض آب ہادی دارین قبلہ کونین جناب مولانا حجۃ اللہ شاہ صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور علی رضا نے ساری حقیقت بیان کی اور محی الدین نے اس کی تصدیق کی اور اکبار پھر کلمہ طیب و شہادت پڑھا جناب مولانا نے دعائیں دیں۔

محی الدین:۔ قبلہ و کعبہ حضور مجھے راہ ہدایت تلقین فرماویں۔

جناب مولانا حجۃ اللہ شاہ صاحب:۔ بھائی تم تو ماشاء اللہ خود ذہین ہو کوئی احتیاج تعلیم و تلقین کی نہیں مگر ہاں ہمہ یاد رکھو کہ اصول دین پانچ ہیں۔ پہلے وحدانیت یعنی خدا ایک ہی دوسرے عدالت یعنی خدا عادل ہے یعنی بروز حساب جمیع مخلوق کا حساب لیگا جو نیک ہوں گے ان کو داخل بہشت کرے گا اور جو بد ہوں گے انکو داخل دوزخ کرے گا۔ تیسرے نبوت یعنی حق تعالیٰ جل شانہ نے واسطے ہدایت انسان کے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور رسول بھیجے سب سے آخر ہمارے پیغمبر آخر الزمان افضل المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ نبی برحق اور رسول مطلق ہیں آپ نے شاہد خدا ہیں اور جو ہدایت آپ نے کی اور جو حکم صادر فرمایا اس کی تعمیل ہم پر واجب ہے۔ چوتھے امامت یعنی بعد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان کے نائب اور جانشین اور خلیفہ بلا فصل حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام بعد ان کے امام حسنؑ بعد ان کے حضرت امام حسینؑ بعد ان کے امام زین العابدین بعد ان کے امام محمد باقرؑ بعد ان کے حضرت امام جعفر صادقؑ بعدہ انکے حضرت امام موسیٰ کاظم۔ بعد ان کے امام علی رضاؑ۔ بعد ان کے حضرت امام محمد تقیؑ۔ بعد ان کے حضرت امام علی نقی بعد ان کے حضرت امام حسن عسکری بعد ان کے حضرت امام مہدی علیہ السلام جو بحکم خدا زندہ ہیں اور ہم لوگوں کی نظروں سے بمصلحت خدا غائب ہیں۔ یہ بارہ امام معصوم ہیں اور حکم ان کا بھی مثل حکم جناب رسول خدا واجب الاطاعت ہے۔ پانچویں معاد یعنی قیامت برحق ہے۔ بروز حشر خداوند عالم سب مخلوقات کو زندہ کر کے حساب لیگا اور موافق اعمال کے جزا و سزا دے گا اور اس کے ضمن میں یہ بھی یاد رکھو کہ قرآن مجید کلام خدا ہے اور حق ہے اور ملائکہ برحق ہیں اور انبیا و مرسلین برحق ہیں اور موت برحق ہے اور سوال کرنا منکر و نکیر کا قبر میں برحق ہے اور ہم لوگوں کا بروز قیامت بعد موت کے زندہ ہونا برحق ہے اور فروع دین چھ ہیں۔ روزہ نماز۔ خمس۔ زکواۃ۔ حج۔ جہاد۔ اس کے اکثر اصول سے تم واقف ہو تفصیل کی احتیاج نہیں۔

محی الدین (کھڑے ہو کر) قبلہ و کعبہ حضور اور سب مومنین گواہ رہیں کہ میں جملہ اصول اور فروع پر بصدق دل ایمان لایا ہوں اور سب کو سچ جانتا ہوں۔ آپ لوگ دعا فرمائیں کہ حقتعالیٰ مجھے میرا ایمان میں کامل رکھے۔ اور بروز محشر جناب رسول مقبول صلعم اور ان کے اہلبیت طاہرین کا اور میرا ساتھ ہو۔

جمیع حضار:۔ آمین ثم آمین۔

اس کے بعد نماز جمعہ و عصر ہوئی اور خطبہ ہوا بعدہ سب مومنین نہایت گرمجوشی سے محی الدین سے ملے پھر یہ دونوں صاحبزادے بانکی پور واپس آئے۔ راہ میں۔

علی رضا:- لو مبارک ہو ع بگڑے بنجاتے ہیں جب فضل خدا ہوتا ہے۔
محی الدین:- آبدیدہ ہوکر- بھائی تمہارا احسان تو قیامت تک نہ بھولوں گا کہ اس وقت مجھ کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ع عرش سے فرش تلک نور نظر آتا ہے۔
علی رضا:- ماشاء اللہ تمہارا کیا کہنا- اب جو عقائد تمہارے قائم ہوئے ہیں وہ بہت صیقل ہوکر ظہور میں آئے ہیں اور حق یہ ہے کہ تمنے کوئی دقیقہ اپنے مذہب سابقہ کی تائید میں اٹھا نہیں رکھا- اس سے زیادہ اور کوئی کیا کہہ سکتا ہے مگر پھر حق حق ہے خوش نصیبی تمہاری کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے دل میں انصاف دیا ہے اور ہر جگہ صداقت اور انصاف کی بڑی وقعت ہے
محی الدین:- اس میں کیا شک اب یہ بتلاؤ کہ اعمال وغیرہ کے لئے کون سی کتاب کا مطالعہ میرے لئے مناسب ہوگا
محی الدین:- اعمال کے لئے کتاب ذخیرۃ المعاد جس میں مسائل دستخطی جناب مولانا شیخ زین العابدین علیہ الرحمۃ مندرج ہیں دیکھتے رہو اور مناظرہ میں جناب مولانا شیخ احمد صاحب دیوبندی کی کتاب انوار الہدیٰ وغیرہ کا مطالعہ مناسب ہے- جو مطبع یوسفی دہلی میں ہے۔
محی الدین:- جزاک اللہ فی الدارین خیرا-
چند روز تک محی الدین کے مکان پر احباب و اقراں کا ہجوم رہا سبھوں نے بہت سمجھایا- اسنے کہا کہ اگر آپ میری باتوں کا جواب دیجئے تو میں ابھی اپنے مذہب سابقہ پر آتا ہوں مگر کہاں چھ مہینے کی صیقلی باتیں اور کہاں ہٹ دھرمی سب کے سب منہ کی کھاکر کنارے ہوئے اور مولوی برکت اللہ صاحب بھی سنکر خاموش ہو رہے جب محی الدین مکان پر گیا تو برادری والوں نے مولوی صاحب کو ابھارنا چاہا انھوں نے اس حد تک برہمی دکھائی کہ اگر کسی طرح سے محی الدین نے مذہب جدید اختیار کیا ہے تو باز آجائے- مگر اصل تو یہ تھی کہ چھ مہینہ کی سرگردانی کے بعد اس کو نور ایمان ہاتھ آیا وہ کب بند رہتا دلیلیں معقول جو دیں تو مولوی صاحب بھی مرد معقول تھے مان گئے اور لوگوں سے کہدیا کہ ایمان اور اعتقاد کو دل سے تعلق ہے جب اسکو یہی راہ پسند آئی تو ہم کیا کر سکتے ہیں اور ہم کیوں مزاحم ہوں- عزیز و اقارب نے بھی دیکھا کہ اب اس سے جھگڑنا فضول ہے ع طبیعت بچۂ معزول کی جدھر آئی ادھر آئی- اس خیال سے رفتہ رفتہ سب کے سب ساکت ہوگئے اور ایک مہینہ کے بعد ہر شخص سے جو خلا ملا محی الدین کو تھا قایم ہو گیا اور وہ علانیہ صوم و صلوٰۃ بطور شیعیان ادا کرنے لگا- ایک مہینہ کے بعد پھر بانکے پور واپس آیا اور ایک روز علی رضا کے مکان پر جاکر بعد صاحب سلامت -
محی الدین:- بھائی علی رضا صاحب میں آپکا بہت شکر گذار ہوں کہ آپ کی ہدایت سے میں نے راہ حق اختیار کی اور یہ بڑا احسان آپ کا میرے سر پر ہے ہر چند میرے اعتقادات میں اب مطلق کلام نہیں مگر چند مسائل اس مذہب کے ایسے ہیں جن کو ہمیشہ ہم لوگ بنظر تحقیر دیکھتے تھے اور ان پر اکثر تمسخر کرتے تھے اگر آپ مہربانی فرماکر ان مسائل میں میری تشفی کردیں تو میں آپ کا تا زیست ممنون رہوں
علی رضا:- اس میں احسان کی کوئی بات نہیں ہے- آپ کے انصاف نے آپ کو راہ حق دکھائی اب میں سنوں وہ کون سے مسائل ہیں جن پر آپ تمسخر کرتے ہیں -

محی الدین :- اس کا لطف اسی وقت ہو جب میں اسی طرح بیان کروں کیونکہ جنتاک کوئی شخص دل کھول کر صاف صاف باتیں نہیں کرتا تب تک باتوں میں صفائی نہیں ہوتی اور نہ شکوک رفع ہوتے ہیں۔
علی رضا :- ضرور اسی زبان میں فرمائیے۔

مسئلۂ متعہ

محی الدین :- تو اب چند منٹ کے لئے بفرض محال آپ فرض کیجئے کہ میں اپنے مذہب سابق پر ہوں اور اس حیثیت سے پوچھتا ہوں کہ آپ اس قدر تہذیب انسانی کی لے رہے تھے۔ پھر آپ کے مذہب میں جو مسئلہ متعہ ہے اس کی کیونکر تائید کر سکتے ہیں؟ معاذ اللہ یہ کوئی مذہب ہے؟ جس میں رنڈی بازی جائز ہو توبہ توبہ!!
علی رضا :- متعہ رنڈی بازی کیونکر ہے؟
محی الدین :- رنڈی بازی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ ایک رنڈی کو بلایا اسکی خرچی مقرر کر کے حوالہ کی دو چار کلمے بڑبڑائے بعدہ اس کو لے کر پڑ رہے۔ بھلا اب رنڈی بازی میں کیا بات ہوتی ہے؟
علی رضا :- اگر کوئی شخص بڑی بھاری برات جمع کرے جس میں اونچی اونچی رنڈیاں اور بڑے بڑے رقاص جیں آرائش خوب ہو چوک سے گذری تک روشنی کا ایک تختہ معلوم ہو اور بعدہ ایک مکان میں برات اترے تب ایک بڑے عمامے والے قاضی صاحب آئیں اور صیغہ متعہ پڑھائیں تو یہ جائز ہوگا یا نہیں؟ اس میں تو رنڈی بازی معلوم نہ ہوگی؟
محی الدین :- اس میں تو صورت جواز کی معلوم ہوتی ہے بشرطیکہ شرعاً جائز ہو۔
علی رضا :- پس معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک جواز یا عدم جواز کا دار و مدار اسی ڈھوں دھوں۔ پوں۔ پوں پر ہے تو میں اب آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص سنی المذہب ایک رنڈی بلائے اور اسی طرح اس کی خرچی (جس کو ہم مہر کہتے ہیں) مقرر کرے اور اسی طرح دو گواہ کے سامنے کچھ بڑبڑائے (جس کو ہم صیغہ نکاح یا ایجاب و قبول کہتے ہیں) اور بعدہ اسکے خلوت صحیحہ کرے اور سوائے اسکے اور مطلقاً کچھ تکلف نہ ہو تو آپ کے اعتبار سے اگر متعہ چند روزہ رنڈی بازی ہے تو نکاح دائمی رنڈی بازی ہو جاتا ہے۔
محی الدین :- یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ اس حالت میں تو وہ ہمیشہ کے لئے اسکی زوجہ ہو گئی۔ اور دوسرے پر حرام ہوئی۔ طرفین میں حقوق زن و شوہر کے جاری ہوئے اور ایک واسطہ شرعی پیدا ہو گیا۔
علی رضا :- مگر طریقہ شرعی اور رفارم دونوں کا تو ایک تھا۔ پھر اب طریقہ اور رفارم پر تو نہ ہو گئے۔ بھائی شرعاً اور موافق رواج عام جملہ شائستہ قوموں کا دار و مدار ازدواج تو اسی بڑبڑانے (یعنی ایجاب و قبول) اور اسی خرچی (یعنی مہر) پر ہے۔ سوائے اس کے تو اور سب زوائد میں داخل ہیں۔ اگر یہ نہ ہو اور عورت و مرد ہم بستر ہوئے تو مار دو کا لٹھ نکالو۔ ذات سے خارج کر دو کی صدائیں بلند ہوئیں اور اگر وہی فعل بڑبڑانے اور تعیین کرنے خرچی کے (یعنی ایجاب و قبول و تعیین مہر) کے بعد ہوا تو پیچھے رنگ ہی اور ہے۔ یہ داماد کہلائے وہ بہو کہلائی ان کی اولاد نواسے اور ان کے نبیرے کہلائے اور باہم ایسا اتحاد ہوا جسکا جواب نہیں۔

محی الدین:- واقعی تعصب بھی کیا بد بلا ہے جب ہم اپنے مذہب پر تھے تو مجرد طریقے پر کیا کچھ ہنستے نہ تھے مگر اب صاف معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اور متعہ میں صرف یہ فرق ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے ہوتا ہے اور یہ موقت ہوتا ہے۔ لیکن ہاں ایک بڑا بھاری فرق یہ ہے کہ اس میں حقوق پیدا ہوتے ہیں واسطہ پیدا ہوتا ہے اور ہمیں یہ سب کچھ نہیں۔

علی رضا:- متعہ میں بھی واسطہ پیدا ہوتا ہے اور حقوق پیدا ہوتے ہیں اگر زمان متعہ میں حمل واقع ہوا اور اس سے اولاد پیدا ہو تو وہ اولاد بجنسہ ویسی ہی وارث ہوگی جیسی زن منکوحہ کی اور اسی واسطے متعہ کی بہت سی شرائط مقرر ہیں تاکہ تعین اولاد میں کوئی شبہ نہ رہے اور اسی وجہ سے زنان بازاری سے متعہ مکروہ ہے۔ اور اگر کوئی عورت کسی مرد سے ہم بستر ہوئی تو تا زمان عدہ یعنی طہر کے متعہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس حالت میں اگر حمل رہ جائے اور اولاد پیدا ہو تو شبہ رہ جائے گا کہ یہ کس باپ کی اولاد ہے حالانکہ مقصد شارع کا یہ ہے کہ جو اولاد زن ممتوعہ سے ہو وہ ترکہ پاوے۔ پس اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ جس طریقہ ازدواج سے اس قدر حقوق و فرائض شرعی پیدا ہوں اس کو زنا کاری کہنا کیسا ہے؟

محی الدین:- مجھے یہ مطلق معلوم نہ تھا کہ اولاد متعہ میں بھی توریث ہے پس جب ایسا ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ فارم رسوم شرعی دونوں کے ایک ہیں یعنی مہر و ایجاب و قبول تو اب میرے نزدیک سوائے فرق زمانہ کے اور کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ پس یہ فعل قابل تمسخر تو البتہ نہ تھا مگر باایں ہمہ موقت ہونا اس کا سخت اعتراض کے قابل ہے۔

علی رضا:- اگر کوئی شخص نکاح کرے اور بعد کسی زمانہ کے طلاق دیدے تو نکاح اور متعہ میں فرق کیا ہے؟

محی الدین:- بظاہر یہ فرق ہے کہ متعہ میں ابتدا ہی سے توقیت کی نیت رہتی ہے اور نکاح میں ابتدائً دوام کی نیت رہتی ہے۔

علی رضا:- تو اب غور کرو کہ نکاح اور متعہ میں صرف نیت کا فرق ہے ورنہ نکاح کر کے طلاق دینے میں اور متعہ میں کچھ فرق نہیں ہے۔ پس میری سمجھ میں مطلق نہیں آتا کہ جو شرع یا قانون کسی معاہدہ کی شکست کرنیکا ربین کو آسان اختیار دیوے تو وہ شرع یا قانون کسی معاہدہ کے ابتدا ہی میں موقت ہونیکے خلاف ہوگا۔ بلکہ حالت اول میں دھوکا کھانے کا احتمال ہے اور دوسری میں مطلق نہیں۔ کیونکہ فریقین اپنے اپنے زمانہ کو اور اپنے اپنے معاہدہ کو بخوبی جانتے ہیں۔ فرض کرو کہ کسی شہر کا دستور ہے کہ مسافر گاڑی دن بھر کے لئے بھی کرایہ لے سکتا ہے اور ہمیشہ کے لئے بھی لیکن حالت آخر میں عاقدین کو اختیار ہے کہ جب چاہیں معاہدہ شکست کردیں۔

اب ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ مسافر اور گاڑی والے کے لئے دونوں کے واسطے یہ اچھا ہے کہ ابتدا ہی میں زمانہ مقرر کرلیں یا یہ کہ ابتدا میں تو ہمیشہ کے لئے کرایہ کرلیں۔ اور اسی خیال سے سفر اختیار کریں۔ لیکن جب نصف راہ طے کرلیں تو اس وقت یکایک اس معاہدے کو حسب اختیار اپنے شکست کرڈالیں؟ غور تو کرو کہ جس فریق کے خلاف یہ معاہدہ شکست ہوگا اس غریب کی مسافرت کے عالم میں کیا حالت ہوگی؟ افسوس ہے کہ ہم نے گاڑی کی مثال ناحق دی۔ اگر کشتی کی مثال اختیار کرتے تو اور مزا ہوتا ہے کہ عین منجدھار میں معاہدہ شکست ہوتا اور اس وقت کشتی پر سوار رہنے والے حضرت کا مزاج شریف پوچھا جاتا۔

محی الدین:- تو ان مثالوں سے تم کیا ثابت کرتے ہو؟-

علی رضا:- میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مذہب سنت جماعت میں طلاق اس قدر آسان ہے کہ اگر کوئی زوجہ منکوحہ کو درشتی سے کہے کہ چلی جا یا تجکو میں نہیں چاہتا تو طلاق ہو جاتی ہے۔ اس لئے طلاق کی آسانی نکاح دائمی کو متعہ سے طے پرنے آتی ہے۔ دیکھو ہدایہ جلد اول صفحہ ۲۴۵ اور کتاب مذکور کے صفحہ ۲۱۱ میں ہے کہ اگر کوئی شخص حالت نشہ میں طلاق دے تو جائز ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۴۹ میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زوجہ سے کہے کہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے اور اس سے تین طلاق مقصد کہتا ہو اور عورت کہے کہ میرے لئے ایک پسند ہے تو اس سے تین طلاق ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ اگر ایک شخص غیر کہے "زید کی زوجہ کو طلاق دی گئی" اسپر زید کہے کہ ہم نے اجازت دی" یا ہم رضامند ہیں" تو اس سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ فتاوائے عالمگیری صفحہ ۴۹۵۔

شاماچرن ٹاگور لائیکچر ۱۸۷۳ء صفحہ ۴۱۲ و ۴۱۳ میں بسند ہدایہ وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت مرقوم ہے (۱) حساب کر (۲) اپنا رحم پاک کر (۳) تو تنہا ہے (۴) تو جدا ہوئی (۵) تو قطع ہوئی (۶) تو منع کی گئی (۷) تیری لگام تیرے گلے میں پھینکی گئی (۸) اپنے لوگوں میں جا مل (۹) تو بیکار ہوئی (۱۰) میں تجکو تیرے خاندان میں دیتا ہوں (۱۱) میں تجکو آزاد کرتا ہوں (۱۲) تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے (۱۳) تو آزاد ہے (۱۴) اپنے کو چھپا (۱۵) پاک ہو (۱۶) چلی جا (۱۷) وہاں جا (۱۸) جا (۱۹) اٹھ (۲۰) اپنا آشنا ڈھونڈھ ہر ایک ان سب الفاظ کے استعمال سے طلاق ہو جاتی ہے دیکھو ہدایہ جلد ا صفحہ ۲۳۶ برخلاف مذہب شیعہ کے کہ اس میں شرائط طلاق اسقدر مشکل ہیں کہ طلاق اس مذہب میں قریب قریب محال کے ہو گئی ہے۔ یعنی اگر مرد بحالت صحت ذات و ثبات عقل بخوشی و رضا۔ بلا غم و غصہ۔ عادلین کے سامنے صیغہ طلاق۔ زبان عربی میں جاری کرے تو طلاق ہو گی ورنہ اگر ان سات شرطوں کے ایک میں بھی نقص پایا گیا تو طلاق باطل اور کالعدم ہے پس میرے نزدیک تو سنت جماعت کے مقابلہ میں مذہب شیعہ عورتوں کا زیادہ محافظ ہے کیونکہ عورتوں کے لیے مذہب شیعہ کا استحکام نکاح قطعی یا جواز متعہ سنی مذہب کے خوفناک اور متزلزل نکاح دائمی سے بہت اچھا معلوم ہوتا ہے اور مردوں کو شیعہ کے متعہ اور سنی کے نکاح دائمی باختیار طلاق میں آزادی برابر ہی ہے۔

محی الدین:- بایں ہمہ جب قرآن نے چار نکاح کی اجازت دی تو کیا ضرور ہے کہ تم ایسا فعل کرو جس کی صورت ظاہرا مکروہ ہو اور غیر مذہب والے اسکو رنڈی بازی سمجھیں؟

علی رضا:- آجکل اس ملک میں جہاں اس قدر فسق و فجور جاری ہے اور اسکی دنیاوی کوئی سزا نہیں جس قدر کہ تم کہتے ہو صحیح ہے بلکہ اگر یورپ کے بعض ملکوں میں جاؤ تو وہاں نکاح کرنا بھی بے وقوفی ہے بایںہمہ شرائط متعہ اس قدر ہیں کہ اگر اس وقت ہم یا تم متعہ کرنا چاہیں تو گول گھر سے چوک تک ہزاروں رنڈیاں ہونگی۔ مگر کوئی قابل متعہ نہیں ٹھہرے گی۔ کیونکہ اولاً تو میری شریعت نے امر خلاف زی کو مکروہ قرار دیا ہے اور رنڈیوں کے کوٹھے پر جانا عیب اور خلاف زی ضرور ہے۔ اس لیے ہم تم انکے کوٹھے پر جا ہی نہیں سکتے ثانیاً رنا کاری ان کا پیشہ ہے اور زانیہ سے متعہ مکروہ ہے ثالثاً جب تک کہ ایام عدت کے گذر نجائیں متعہ جائز نہیں۔ پس زنان بازاری کا تمہارے وعدے پر مدت عدہ تک بیکار رہنا ممکن ہی نہیں تب باوجود اس قدر سخت شرائط کے متعہ کو رنڈی بازی کہنا تہمت متعصبانہ ہے یا نہیں؟ اور غیر مذہب والے یا غیر قوم سے یہاں بحث نہیں وہ تو محض شرعی طور پر (جیسا کہ ہم نے سابقاً بیان کیا) نکاح کرنے اور طلاق دینے کو بھی برا سمجھیں گے۔ اور برات اور

آرایش اور آتشبازی اور ناچ اور جامے اور سہرے کے ساتھ متعہ ہو تو اسکو جائز سمجھیں گے۔

محی الدین:- اس کہنے سے تمہارے مجھے متعہ برا نہیں معلوم ہوتا اور جس قدر اس کا متنفر کرتے تھے وہ سہل نظر آتا ہے۔ لیکن ابھی تک اچھا بھی نہیں معلوم ہوتا ہے۔ اس کی ترغیب انسانی تہذیب کو خراب کرنے والی ہے۔

علی رضا:- میں نے کہا نہ کہ اس ملک میں جہاں قانون شرع برتا نہیں جاتا جو کچھ کہو وہ صحیح ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے شارع علیہ السلام نے اس قاعدہ اور مسئلہ کی تجدید میں ہزاروں مخلوق خدا کی جان بچائی اور سینکڑوں عصیان سے ان کو محفوظ رکھا۔

محی الدین:- یہ کیونکر؟

علی رضا:- تم جانتے ہو کہ زنا کے لئے تمہاری شرع میں کیا سزا مقرر ہے۔

محی الدین:- اس وقت تو خیال نہیں۔

علی رضا:- عام زنا کے لئے تو عورت و مرد دونوں کو سو سو کوڑے اور زنا محصنہ یعنی شوہر دار عورت کے ساتھ زنا کرنے میں سنگسار۔ پس اب غور تو کرو کہ آج اگر یہ قانون پٹنہ اور بانکی پور میں جاری ہو تو کل کتنے آدمی عدم آباد تشریف لیجائیں اور اگر ایک مہینہ تک یہ قانون جاری رہے اور اس کا عمل درآمد پورے طور سے ہو تو مہینہ بھر کے بعد مردم شماری میں پٹنہ کی کیا حالت پہنچے اور ست گھروا اور گور ہٹہ کیسا پامال ہو جائے۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ شہوت انسانی عجب بلا ہے روکے سے نہیں رکتی۔ سرکار انگریزی سے زنا بالجبر کے لئے جو ایک خاص قسم کا زنا ہے حبس دوام یا دس برس قید کی سزا مقرر ہے تاہم شاذ ہی کوئی دورہ زنا بالجبر کے مقدمہ سے خالی جاتا ہو گا۔ اسپر کہ اکثر بیہودہ گنوار ایسے جرائم محض کم سن چھوکریوں کے ساتھ کرتے ہیں زیادہ سن والیوں کی نسبت تو ان کی اجازت مخوائے قیاس کرکے مقدمہ چلایا ہی نہیں جاتا۔

محی الدین:- میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ قانون اس شہر میں ایک مہینہ برتا جائے تو یا تو میرا شہر بہشت بریں ہو جائے یا لنفعت غائب اور چونکہ عورتوں کے لئے بھی کوڑے ہیں اس لئے ست گھروا اور گور ہٹہ تو دو ہی دن میں پاک صاف۔ لیکن اس بارے میں حکم شرع کو بھی دیکھنا ضرور ہے۔ کیا علمائے اہل سنت قبول کرتے ہیں کہ حضور رسول کے وقت میں متعہ جاری ہوا تھا۔

علی رضا:- ہاں دیکھو صحیح مسلم وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت و جماعت جس میں یہ قول حضرت عمر کا مندرج ہے۔ متعتان کانتا علی عہد رسول اللہ وانا احرمہما یعنی دو متعہ حضرت رسول کے زمانہ میں تھے ایک متعۃ الحج اور ایک متعۃ النساء مگر میں دونوں کو حرام کرتا ہوں۔ دیکھو سیرۃ الفاروق صفحہ ۲۱۷۔

محی الدین:- جب حضرت رسول اللہ کے وقت میں متعہ جاری تھا تو حضرت عمر نے کس اختیار سے اسکو حرام کر دیا؟ کیا کوئی آیت صریح اس کے خلاف میں ہے؟

علی رضا:- کوئی آیت اس کے خلاف میں نہیں مگر علمائے اہلسنت کہتے ہیں کہ متعہ حضرت رسول اللہ نے ایک مرتبہ جہاد میں جائز کیا تھا اور پھر حضرت نے اسکی ممانعت کی تجدید کی۔

محی الدین:- اس کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت رسول اللہ نے اپنے وقت میں ممانعت فرمائی تھی۔

علی رضا:- مجھے مطلق معلوم نہیں یہ تو علمائے اہل سنت جانیں
محی الدین:- مگر بھائی ایسا ازدواج موقت تو کسی شائستہ قوم میں جاری نہیں انکو کیا جواب دو گے۔
علی رضا:- نہیں معلوم اس مقام پر شائستہ قوموں سے تم کون سی قوم مراد لیتے ہو اگر تم کسی قوم کی تخصیص کرتے تو میں دیکھتا کہ اس قوم میں زنا سے کس قدر احتراز کیا جاتا ہے۔ اور عورتوں کی آزادی کیسی ہے۔ اگر اس قوم میں زنا جاری ہے تو ہم اس سے کہیں گے کہ جو کام ہم کرتے ہیں وہی کام تم کرتے ہو۔ فرق اتنا ہی کہ ہم ایسے اصول کے ساتھ کرتے ہیں جس کو ہماری شرع نے روا رکھا ہے اور اسی اعتبار سے ہمارا اعتقاد اسکو جائز سمجھتا ہے اور تم ایسا کرتے ہو جس کو تمہاری شرع اور تمہارا دل دونوں برا جانتے ہیں ہاں میرے اس طریقہ پر اس ملک کا آدمی البتہ طعن کر سکتا ہے جہاں زنا مطلقاً نہ ہوتا ہو اور ایک بی بی چھوڑ کر دوسری عورت کو ہر فرد بشر ماں اور بہن سمجھتا ہو۔ مگر ایسا ملک جہاں تک میں جانتا ہوں اس کرہ ارض میں تو نہیں ہے۔ شاید کرہ مریخ وغیرہ میں ہو۔ بایں ہمہ اس خیالی ملک والے سے میں کہوں گا کہ طریقہ اور اصول ازدواج میں ہر قوم نے دوسری قوم کے طریقہ کو اس کے لئے جائز تسلیم کر لیا ہے جیسا مسلمانوں نے ہندوؤں کے طریقہ ازدواج کو ان کے لئے۔ عیسائیوں نے مسلمانوں کے طریقہ ازدواج کو ان کے لئے۔ یہودیوں نے عیسائیوں کے طریقہ ازدواج کو ان کے لئے۔ پس ہم اسی طرح اس فرشتہ خصال خیالی شخص سے کہیں گے کہ شیعوں کا یہ طریقہ ازدواج ان کے مذہب میں جائز ہے آپ کو اس میں کلام کی جگہ نہیں ہے۔ چنانچہ اسی اصول پر اس طریقہ ازدواج کو سرکار انگریزی نے صحیح مانا ہے اور کلکتہ کے ہائیکورٹ میں چند مقدمے فیصل ہوئے ہیں اور سب میں مذہب شیعہ کے مسائل شرعی پر استدلال کیا گیا ہے۔
محی الدین:- مگر تم پر ایک بڑا بھاری اعتراض ہوتا ہے یعنی تمہارے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے شارع علیہ السلام نے طریقہ متعہ کو مصلحتاً جاری کیا اور نعوذ باللہ خداوند عالم کے احکام میں غلطی نکال کر اس میں اصلاح دی یعنی باوجودیکہ حق تعالے جل شانہ زور شہوت انسانی سے واقف بلکہ اسکا خالق تھا تو بھی زنا کی ایسی سخت سزا مقرر کی جس سے قوم کی قوم نیست و نابود ہو جائے اور اس غلطی کو (نعوذ باللہ) تمہارے شارع نے دفع کیا۔
علی رضا:- ہمارے شارع نے کلام ربانی یا احکام خداوند عالم میں مطلق دخل نہیں دیا ہے کیونکہ خود پروردگار عالم نے متعہ کے لئے قرآن میں اجازت دی ہے شروع پارہ پنجم سورہ نسا میں یہ آیت موجود ہے فما استمتعتم بہ منہن فاتوھن اجورھن فریضۃ ولاجناح علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضۃ (ترجمہ) پس وہ عورتیں کہ متعہ کیا ہے تم نے ساتھ ان کے ان عورتوں میں سے پس دو تم مہر ان کا درحالیکہ وہ مہر ادا کرنا تم پر فرض ہے۔ پس میری شریعت اور میرے اصول کی رو سے تو احکام خداوند عالم بہت صحیح اور نہایت معقول معلوم ہوتے ہیں یعنی حق تعالے نے زور شہوت انسانی کو دیکھ کر چار نکاح اور علاوہ اس کے متعہ کی اجازت دی کہ یہ محض نعمت الہی ہے پس اس نعمت کو چھوڑ کر اگر کوئی دیدہ و دانستہ بدکاری کرے اور عدہ وغیرہ شرائط متعہ کا تحمل نہ کرے یا پرائے شخص کی زوجہ کے ساتھ بدفعلی کرے تو بیشک وہ واجب التعزیر ہے اور اگر کوئی

شخص ایک نعمت کو چھوڑ کر خواہ مخواہ بدکاری کرے تو ایسے آدمی کے دنیا میں رہنے سے دنیا کا کوئی نقصان نہ ہوگا خلاف اسکے اگر متعہ ناجائز کر دیا جائے تو حقیقتہً علمائے اہل سنت کو تمہارے سوال کا جواب بہت ہی مشکل ہوگا بشرطیکہ وہ ایک منٹ کے لئے بھی فرض کر لیں کہ ہر زانی وزانیہ کے ساتھ ہر اقلیم و ملک میں تعذیر شرعی کا پورا عملدرآمد ہو رہا ہے دوسرے مذہب والے تو یہ کہکر نکل جائیں گے کہ ہمارے مذہب میں ایسی سخت سزا مقرر نہیں ہے۔

محی الدین:۔ تو اس میں کیا مضائقہ کہ حق تعالیٰ متعہ کا حکم نہ دیتا اور سزا کم مقرر کرتا

علی رضا:۔ اس حالت میں زنا زیادہ ہوتا اور یہ قبیح ہے۔

محی الدین:۔ یہ نہیں تو نکاح کی تعداد بڑھا دیتا۔

علی رضا:۔ معاذ اللہ ایک بی بی کا بار تو پورا اٹھ نہیں سکتا۔ اسپر بھی چار کی اجازت ہوئی۔ اگر اس سے زیادہ کی اجازت ہوئی تو چالیس پچاس منکوحہ بیبیوں کا بار کون اٹھاتا اور کہاں تک گلے کا ہار بناتا اور (العاقل تکفیہ الاشارہ) کیونکر عدل کرتا۔

محی الدین:۔ اس کی تو نوبت ہی نہ آتی۔ کیونکہ طلاق مذہب سنت جماعت میں بہت آسان ہے نکاح کرتے اور جب تعداد بڑھتی طلاق دیتے۔

علی رضا:۔ اس کارروائی سے تو متعہ کو ہم گاڑی والی مثال میں بہتر ثابت کر چکے ہیں۔

محی الدین:۔ علمائے اہلسنت وجماعت آیہ فما استمتعتم بہ الی اخرہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور اسکی کیا تاویل کرتے ہیں۔

علی رضا:۔ علمائے مستند اہل سنت وجماعت مثل قاضی بیضاوی وعلامہ زمخشری وفخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ یہ آیت متعہ کے باب میں نازل ہوئی تفسیر کبیر صفحہ ۲۸۶ چھاپہ کلکتہ میں عبارت یہ ہے والقول الثانی ان المراد بھذہ الایۃ حکم المتعۃ وھی عبارۃ ان یستاجر الرجل المراۃ بمال معلوم الی اجل معین فیجامعھا واتفقوا علی انھا کانت مباحۃ فی ابتداء الاسلام یعنی مراد اس آیت سے حکم متعہ ہے اور متعہ عبارت ہے اس سے کہ ایک مرد ایک عورت کو زمانہ معین کے لئے مہر معلوم پر اجارہ لے اور بعدہ اس سے ہم بستر ہو اور اسپر علماء کا اتفاق ہے کہ ابتدائے میں یہ جائز تھا ملکہ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ متعہ تا قیام قیامت حلال ہے دیکھو ہدایہ۔ لیکن دیگر علماء اس کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہاں پر استمتاع سے جماع مراد ہے۔ یعنی جماع کرو تو ان کا مہر ادا کرو۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اگر قول آخر صحیح ہو تو رسول اللہ کا قول ان کے ایک مرتبہ اجازت متعہ دینا جس کو سب علماء اہل سنت وجماعت قبول کرتے ہیں بلا اجازت ربانی ہو جاتا ہے اور یہ محال ہے اگر استمتاع سے جماع مراد ہو تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بلا جماع کے ادائے مہر فرض نہیں ہوتا مگر طرفین میں مسلم الثبوت ہے کہ نصف مہر بمجرد نکاح فرض ہو جاتا ہے عام اس سے کہ جماع واقع ہو یا نہ ہو پس یہ تاویل بالکل غلط ہو جاتی ہے۔

محی الدین:۔ یہ تاویل تو بالکل مہمل ہے پس اب مجھے مطلق شک نہیں اور میں صدق دل سے اقرار کرتا ہوں

کہ متعہ ایک بڑی نعمت الٰہی ہے اور یہ ہم لوگوں کی ایک بڑی غفلت ہے کہ اس نعمت کو چھوڑ کر بدکاریوں میں پھنستے ہیں جس سے دنیا اور عقبیٰ دونوں کی بُرائی ہے اور عقلاً اور شرعاً متعہ کسی طرح نکاح سے کم نہیں۔ حقیقتاً کسی سنی نے آج تک اس مسئلہ پر غور ہی نہیں کی ہے۔ اور نہ اس کی حقیقت اور مصالح کو سمجھا ہے۔

اَعمالِ مُحرّم

امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر رونا کیسا ہے؟

محی الدین:۔ حضرات سنت وجماعت کا اعمال محرم پر پہلے یہ اعتراض ہے کہ آپ لوگ غم حسینؑ میں جو اسقدر روتے پیٹتے ہیں یہ سب داخل عیب ہے اور اصول اسلام کے خلاف ہے کیونکہ اسلام کے اعلیٰ اصولوں میں سے صبر ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ مع الصابرین۔ پس آپ اس واقعہ پر صبر کیوں نہ کیجیے جو بیفائدہ ہر سال ہائے وائے کیا کرتے ہیں

علی رضا:۔ رونے اور گریہ وزاری کو تو آج تک کسی قوم نے عیب میں داخل نہیں کیا ہے بلکہ مقام غم والم میں گریہ وزاری ہر قوم میں جاری ہے اور خود جناب باری نے قرآن میں فرمایا ہے فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا اور موقعہ محل مناسب حتیٰ کہ فراق وطن یا فراق عزیزان میں رونا تو انبیائے اولوالعزم کی سیرت میں داخل ہے جیسا حضرت آدم علیہ السلام مفارقت بہشت سے بہت روئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام تو حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں اس قدر روئے کہ روتے روتے آپ کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وابیضت عیناہ اور خود ہمارے سرور کائنات اکثر روئے ہیں پس نہ معلوم کہ رونے کو آپ کس دلیل سے داخل عیب ٹھیرا کر انبیائے سلف پر داغ لگاتے ہیں؟ کیونکہ اگر رونا داخل عیب ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی نبوت پر نعوذ باللہ دھبہ لگ جاتا ہے؟ کیونکہ اگر رونا داخل عیب ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی نبوت پر نعوذ باللہ دھبہ لگ جاتا ہے اور جو آپ کہتے ہیں کہ رونا اصول اسلام کے خلاف یا منافی صبر ہے اس سے مجکو ہرگز اتفاق نہیں مجھے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ صبر اسلام کے اعلیٰ اصولوں میں سے ہے اور انبیا اور اوصیا اور آئمہ ہر مصائب میں صبر کرتے چلے آئے ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ رونا صبر کے خلاف ہے کیونکہ قانون فطرت پر اگر لحاظ کیجیے تو مصائب میں پریشان حال ہونا فطرتی معلوم ہوتا ہے۔ اگر اس وقت آپ کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے تو بیساختہ آہ آہ کیجیے گا اور اگر آپ کے دامن میں آگ لگ جائے تو بیساختہ ادھر ادھر مضطربانہ دوڑیے گا اور آگ بجھایئے گا یہ باتیں فطرتی ہیں اور رونا اس سے بھی زیادہ فطرتی ہے یعنی رونا خلقت انسانی کے لیے گویا لازم وملزوم ہے مشہور ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے دنیا میں قدم رکھا تو روتے آئے اور جب لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ تو روتا پیدا ہوتا ہے بس اس سے بڑھ کر فطرتی بات اور کون سی ہو سکتی ہے کہ از آدم تا ایندم انسان جو پہلا کام کرتا ہے وہ رونا ہے پس رونے پر تو خلقت انسانی کا دارومدار ہے اور رونا داخل خلقت انسانی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بشر کیسا ہی سنگدل کیوں نہ ہو جب ان کے دل پر کوئی صدمہ پہنچتا ہے تو ضرور آنسو نکل آتے ہیں اب اگر صبر کو آپ اس حد تک لے جایئے کہ وہ

ہر ابتدائی و عام فطرت انسانی کو خلاف فطرت عمل کرنے کیلئے مجبور کرے تو آپکو ماننا ہوگا کہ اصول فطرت کے مخالف ہی مگر میں جہاں تک دیکھتا ہوں ہر اصول میں اسلام نے فطرت کا بڑا ہی لحاظ رکھا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا فرمایا ہے پس جب حق سبحانہ عز شانہ نے وسعت انسانی سے زیادہ تکلیف نہیں دی ہے تو یہ کہنا کہ اسی پروردگار عالم نے اسلام کے اصول ایسے قائم کر دیئے ہیں جو اسی خلاق عالم کے بخشے ہوئے فطرتی اصول کے مخالف ہیں نہایت خلاف عقل معلوم ہوتا ہے اسی خلاق عالم نے باپ کے دل میں بیٹے کی محبت عطا فرمائی ہے۔ اسی کی دی ہوئی فطرت سے بیٹے کی مصیبت پر باپ کا دل دکھتا ہے۔ پھر اگر اسی کا حکم یہ ہو کہ تم بیٹے سے محبت نہ رکھو یا اسکی مصیبتیں دیکھ کر دردناک نہ ہو دل پر صدمہ نہ لاؤ آنسو نہ گراؤ بڑی بھاری فرمائش معلوم ہوتی ہے۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ‌ای   باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

اور کم سے کم لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا سے بہت زیادہ ہے میرے نزدیک اسلام کے اصول اس قدر مخالف فطرت کے ہو نہیں سکتے کیونکہ جہاں تک میں خیال کرتا ہوں اسلام ہمیشہ فطرت کی تائید کرتا ہے اور اس سے موافقت رکھتا ہے اسی وجہ سے جب کسی شخص نے خلاف فطرت عمل کرنے کا قصد کیا ہے روکے گئے ہیں جیسا کہ مشہور ہے کہ بعض صحابیوں نے بخیال ہر ج عبادت کے ازدواج سے انکار کیا تھا لیکن یہ بات انکی آنحضرت جل شانہ کو پسند نہوئی اور انلوگوں کو نکاح کر لینے کا حکم ہوا۔ ہاں اس قدر البتہ ہے کہ اصول فطرت کے سوشل قواعد سے محدود کر دیئے گئے ہیں اور چونکہ ہر ملک اور ہر مقام کی سوشل قواعد منضبط نہیں ہیں اس سے اسلام نے اکثر اصول کو پابندی اصول فطرت میں موقع وقت و مقام پر چھوڑ دیا ہے۔ اگر کوئی شخص ستر برس کا ضعیف آدمی اپنی ضعیفہ بی بی کے مرنے پر منہ پیٹے ماتم کرے تو جوان لوگ ضرور اسپر مسکرائیں گے خلاف اسکے اگر کسی کا نوجوان بیٹا مر جائے اور وہ اسکی نعش نکلنے کی وقت شطرنج کھیلتا رہے یا اپنی زمینداری کے حساب کتاب جانچنے میں مصروف رہے تو اسکو لوگ بضرور شقی القلب کہیں گے تب دیکھنا چاہیے کہ صبر کیا چیز ہے۔ میرے نزدیک صبر سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ دل پر صدمہ بھی نہو یا آنسو جاری نہوں کیونکہ اگر صدمہ نہو تو صبر کی کچھ قیمت نہیں ہے۔ میرے نزدیک صبر کا یہ مطلب ہی کہ صدمہ ہونے پر بھی بدلا نہ لے اور سب بات کو حوالہ بخدا کرے اور اگر قدرت ہونے پر بدلا نہ لے اور سکوت کرے تو اس کو صبر جمیل کہتے ہیں اس لئے ہم صابر اور مستقل اسی کو کہیں گے کہ جسکے دل پر صدمہ ہو اور اسکے چہرے سے آثار حزن و ملال پیدا ہوں اشک رواں ہوں اسپر بھی راضی برضا رہے اور جب کچھ کہے تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہے اور خدا کا شکر بجا لائے اس لئے میرے نزدیک رونا یا اپنے دل یا جسم پر صدمہ پہنچنے دینا ہرگز خلاف صبر نہیں ہی چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ خود جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت حمزہ علیہ السلام کی خبر شہادت سنکر بہت روئے ہیں اور متواترات سے ثابت ہے کہ جب آنحضرت کو خبر شہادت امام حسینؑ دی گئی تو آپ بہت روئے ہیں اس مقام پر صرف دو حدیثیں جو کتاب سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام میں صفحہ ۳۶۰ و ۳۶۲ مرقوم ہیں لکھتا ہوں عن ام الفضل بنت الحارث قالت دخلت علی رسول اللہ یوما بالحسین فوضعتہ فی حجرہ ثم حانت منی التفاتۃ فاذا عینا رسول اللہ تھریقان فقال اتانی جبرئیل فاخبرنی ان امتی تقتل ابنی ھذا فاتانی بہ تربتہ من تربتہ حمراء اخرجہ الحاکم والبیہقی

ام الفضل بنت حارث کہتی ہیں کہ میں جناب امام حسینؑ کو لیے ہوئے ایک دن آنحضرتؐ کے حضور میں گئی اور میں نے اُن کو حضور کی گود میں رکھ دیا۔ پھر مجھے ایک کام پیش آگیا جب اس سے فارغ ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ حضور کی چشم مبارک اشکبار ہے۔ پس آنحضرتؐ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور خبر دی ہے کہ میرے اس بیٹے کو میری امت قتل کرے گی اور مجھکو وہاں کی سرخ مٹی لاکر دکھائی ہے عن الشعبی قال مرّ علی بکربلا عند مسیرہ الی صفین وحاذی بنینوی قریۃ علی الفرات فوقف وسأل عن اسم ھذہ الارض فقیل لہ کربلا فبکی حتی بل الارض من دموعہ ثم قال دخلت علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو یبکی فقلت ما یبکیک قال کان عندی جبرئیل انفا واخبرنی ان ولدی الحسین یقتل بشاطی الفرات بموضع یقال لہ کربلاء ثم قبض جبرئیل قبضۃ من تراب شمنی ایاھا (اخرجہ احمد) شعبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ صفین کی طرف جاتے ہوئے جناب امیرؑ قریہ نینوا کے مقابل فرات کے کنارے گذرے اور استادہ ہوکر پوچھا کہ اس زمین کا نام کیا ہے لوگوں نے کہا کربلا۔ آپ رونے لگے یہاں تک کہ آپ کے اشکوں سے زمین تر ہوگئی۔ پھر فرمایا کہ میں ایک دن جناب رسول خداؐ کی خدمت میں گیا حضور رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ جناب کیوں گریہ کر رہے ہیں حضرتؐ نے فرمایا ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس آئے تھے مجھ سے کہنے لگے کہ میرا بیٹا حسینؑ فرات کے کنارے پر شہید کیا جائے گا جس مقام کا نام کربلا ہے۔ پھر جبرئیل نے وہاں کی مٹی مٹھی بھر کر مجھے سنگھائی باوجود اس قدر صدمہ والم کے بھی جناب رسول خدا وعلی مرتضیٰ نے شہادت حضرت امام حسینؑ کو لطیب خاطر قبول فرمایا ہے اور راضی برضا رہے ہیں۔ پس ان حضرات کے رونے سے ہرگز ایسا نہ سمجھنا چاہیے کہ ان حضرات نے صبر نہ کیا یا رضائے پروردگار عالم سے ناراض ہوئے۔ اسی طرح جب ہم لوگ رضائے پروردگار عالم سے ناراض ہیں ہرگز نہیں۔ ہم لوگ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کے مرنے پر نہیں روتے کیونکہ ایک روز تو حضرت کے لیے انتقال فرمانا ضرور تھا ہم لوگ حضرت کے مصائب پر روتے ہیں اور وہ مصائب ایسے ہیں کہ از آدم تا ایندم کسی پر نہوئے اس لیے ہمکو اس کا صدمہ ہوتا ہے۔ اور بوجہ اس پر صدمہ کے ہم سمجھتے ہیں اور حضرت کے مصائب کو یاد کرکے حضرت کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں اور اس میں اپنا انتہائے جوش خلوص وجوش محبت ظاہر کرتے ہیں پس میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم جو اپنی آنکھ سے روتے ہیں اپنے ہاتھ سے ماتم کرتے ہیں اور اس ذریعہ سے اپنی ہر رگ وپے سے حضرت کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں اس میں کسی کا کیا بگاڑتے ہیں اور جب یہ امر اصول فطرت اور سیرت نبوی کے موافق ہے اور اس سے کسی دوسرے کا مطلق ضرر نہیں تب اسلام اس کو کیوں ناجائز قرار دے گا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا

عزاداری عام طور پر مجالس میں کرنا کیسا ہے؟

محی الدین۔ بھلا یہ تو میں نے مانا کہ جب آپ پر کوئی صدمہ پڑے اور آپ رو دیئے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور نہ یہ بات منافی صبر ہے پس جب آپ کو از خود واقعہ کربلا یاد آجائے اور رو دیجیے تو مجھ کو کوئی اعتراض نہیں لیکن بارہ سو تیرہ سو برس کے بعد امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر گریہ کرنے کے لیے مجلس عزا برپا

سلسلہ کے لئے صفحہ ۳۰۰ کے ساتھ ذیل کے دو اضافہ شدہ مضامین کو پہلے مطالعہ کیجئے

اضافہ بر صفحہ ۳۰۰ سطر ۶ - بعد الفاظ رضائے پروردگار عالم سے ناراض ہوئے"۔ علاوہ اسکے اولاد اور احباب
ہونے پر رونا تو جناب رسول مقبول کی خصوصیات میں داخل تھا۔ مسٹر امیر علیصاحب اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام کے صفحہ ۵۶ و ۵۷
تیاری جنگ بدر کے یوں تحریر کرتے ہیں۔ "وہ شخص یعنی آنحضرت صلعم) جسنے عمر بھر کسی حربہ کا استعمال نہ کیا۔ جسکے دل پر ہر
تکلیف یا ایذا سے سخت تکلیف ہوتی تھی اور چوٹ پڑتی تھی - وہ شخص جو خلاف قانون مردانگی عرکے اپنی اولاد اور احباب کے تلف
پھوٹ پھوٹکر روتا تھا جو شخص فطرتاً و طبیعتاً ایسا رحمدل اور رقیق القلب تھا کہ اسکے اعدا اسکو زنانہ خصال کہتے تھے - اب یہی شخص
مجبوریوں سے اپنی عادت و طبیعت کے خلاف دشمنوں کے حملے روکنے کے لئے حربہ و سلاح سے کام لیتا ہے اور اپنی جا
حفاظت خود اختیاری کے لئے مستعد کرتا ہے - شکر خدا کا ہے کہ آج تیرہ سو برس گذرنے پر بھی یہ خاصہ حضور اقدس
کا حضور کی اولاد میں تھوڑا بہت ضرور پایا جاتا ہے - یہ بات محتاج بثبوت نہیں (عیاں راچہ بیاں) کہ سادات کرام
ہر وقت رحمدل اور رقیق القلب پائے جاتے ہیں لیکن جب کوئی معرکہ پیش آجاتا ہے تو وہاں بڑی بہادری سے کام کر
اور جانکو جان نہیں سمجھتے اور مقام صبر و رضا میں کمال استقلال سے راضی برضا رہتے ہیں - اس لئے جب غم امام حسینؑ میں ہم لو
ہیں تو اس سے ہرگز یہ سمجھنا نہ چاہیئے کہ ہم لوگ نعوذ باللہ رضائے پروردگار عالم سے ناراض ہوتے ہیں ہرگز نہیں۔

اضافہ بر صفحہ (۳۰۰) سطر ۱۸ - بعد الفاظ

"میری سمجھ میں نہیں آتا" جناب مسٹر امیر علیصاحب اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام کے صفحہ ۱۰۹ میں لکھتے ہیں کہ جب زمانہ آنحضرت
(صلعم) کے وصال کا بہت قریب پہنچا اور ضعف بہت طاری ہوا تو اس عالم میں بھی ایک روز آدھی رات کے وقت حضو
اُسجگہ (یعنی اس گورستان کی طرف) تشریف لے گئے جہاں آنحضرت صلعم کے احباب موت کی گہری نیند میں آرام کر
اُن کی قبروں کے قریب جاکر حضور اقدس بہت روئے اور ان احباب خفتگان خواب راحت کے حق میں حق تعالے
دعا کی"

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ انتہا کی ہٹ دھرمی بلکہ ضد بلکہ ظلم ہے یا نہیں کہ اگر ہم جناب امام حسینؑ کے ساتھ ہمدردی
میں وہی کام کریں جو خود حضور اقدس جناب سرور کائنات فرماتے تھے یعنی اپنے احباب کی قبروں پر جاکر روتے تھے تو ہم مو
الزام ہوں اور گناہ کبیرہ کے مرتکب قرار دئے جائیں ؟!! نعوذ باللہ من ذالک - ہر مذہب والے کہتے ہیں کہ اپنے پیشوا کی
کرو اس کی تاسی کرو مگر افسوس کہ مسلمانوں کا ایک فرقہ ایسا ہے جو دوسرے فرقے کو اپنے رسول مقبول کی پیروی کرنے
فقط روکتا ہی نہیں بلکہ جنگ و جدال کو مستعد ہو جاتا ہے !! الامان الحفیظ - اور وہ بھی کس بات میں ؟ اسی رسول مقبول صلعم
[illegible] اور محبوب نواسے کے ساتھ ہمدردی کرنے میں !!!

کرنا اور اس میں لوگوں کا بلانا اور گریہ و ماتم کرنا تو بالکل بناوٹ معلوم ہوتا ہے - اب رونے سے کیا فائدہ ہے
رونے سے کچھ حضرت امام حسین علیہ السلام زندہ ہو جائیں گے اور نہ انکی مصیبت کم ہو جائے گی بلکہ سب مسلمانوں
کو یہ خیال کرنا چاہیئے کہ بوجہ شہادت کے حضرت امام حسین علیہ السلام کو بڑا درجہ ملا ہے - اسلئے بوجہ اس
درجہ ملنے کے خوشی کرنا چاہیئے نہ کہ غم و الم۔

علی رضا - یہ ظاہر ہے کہ بندے کے لئے مالک کی یاد سے بڑھکر کوئی چیز نہیں اور یہ بھی بدیہی ہے کہ

جس شخص سے تمکو محبت ہوگی اسکا ذکر خیر سے تمہاری رُوح کو راحت ملے گی اور اس کے ساتھ ہمدردی کرنیکو تم اپنا فرض عین سمجھو گے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک اپنے محبوب کے حالات اور کمالات سے واقفیت نہو تب تک تمہارے دل میں اسکی سچی محبت نہیں ہو سکتی اور اگر تمہارے دل میں کسی کی سچی محبت ہے تو لاکھ کوئی منع کرے تم ہر وقت اسی کا نام لو گے اور اسی کا دم بھرو گے اور اسی کو اُٹھتے بیٹھتے یاد کرو گے تب یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کسی شخص سے تم سچی محبت کرنا چاہتے ہو تو اسکے فضائل اور کمالات کا ہر وقت ذکر خیر کرتے رہو۔ بلکہ یہی مشغلہ رکھو۔ رفتہ رفتہ جب تمہارے دل پر اسکے فضائل اور کمالات جم جائیں گے تو خود بخود محبت پیدا ہو جائے گی اور خود ہر وقت اسی کا دم بھرتے رہو گے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ امام حسینؑ سے محبت رکھنا موجب خوشنودی خدا و رسول ہے یا نہیں اور اگر ہے تو آپ کے فضائل اور کمالات کا ذکر کرنا محبت حاصل کرنے کے لئے ذریعہ معقول ہے یا نہیں میں سمجھتا ہوں کہ علمائے سنت وجماعت اس سے انکار نہ کریں گے کہ امام حسین علیہ السلام سے محبت رکھنا کم سے کم اچھی بات ہے کیونکہ رسول مقبولؐ نے بحکم خدا اس بارے میں عجیب التجا کے ساتھ نہایت موثر الفاظ میں استدعا فرمائی ہے یعنی حضرتؐ نے فرمایا ہے لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربٰے یعنی میں اپنی رسالت میں جو کچھ تمہاری بھلائی کے کام کئے ہیں انکا کچھ اجر میں نہیں چاہتا ہوں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگ میرے عزیز قریب سے محبت رکھو۔ ہم لوگ بوجہ اس التجا کے محبت اہلبیت کو فرض جانتے ہیں لیکن بنظر رفع نزاع لفظی ہم نے محبت اہلبیت کو صرف اچھی بات کہا ہے کہ غالبًا اس میں کسی کو عتراض نہو گا۔ الغرض جب حضرت امام حسین علیہ السلام سے محبت اچھی بات ہے تو خود دیکھ لو کہ جب تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے لیئے حضرت امام حسینؑ نے اپنا گھر بار لٹا دیا بھوکے پیاسے شہید ہوئے اور عالم غربت میں اپنے سب عزیز و اقارب کا داغ دل پر سہا اور اسیر بھی راضی برضا رہ کر آخر وقت تک یعنی جس وقت گلوی مبارک آپ کا زیر خنجر تھا تمہارے لیئے دعا مغفرت کرتے رہے تو تمہارے دل کا کیا عالم ہوگا؟ کیا تمہارے دل میں حضرت کے ساتھ محبت نہ رہے گی؟ کیا تمہارا دل نہ چاہیئے گا کہ جیسی حضرت نے میرے لیئے گھر بار لٹا دیا ہم بھی کچھ ہو تو حضرات پر فدا ہو جائیں؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص جناب میر نفیس صاحب اعلی اللہ مقامہ کا ایک بند سن لے تو اس کے دل سے قیامت تک جناب امام حسین علیہ السلام کے احسانات محو ہوں گے اور نہ وہ شخص ایسے محسن عالم کے حلقہ اطاعت سے کبھی باہر ہو جائے گا ؎

سر دیا سبط پیمبر نے تمہارے ہی لئے | جان دی شہ کے برادر نے تمہارے ہی لئے
گھر کو لٹوا دیا سرور نے تمہارے ہی لئے | برچھی کھائی علی اکبر نے تمہارے ہی لئے

حد نہیں جسکی وہ احسان سخنداتم پہ کیا
دودھ پیتے ہوئے بچے کو فدا تم پہ کیا

تم خود دیکھو کہ ان اشعار کے سننے سے تمہارے دل کی اس وقت کیا حالت ہے تمہارا دل نہیں چاہتا کہ جس بزرگوار نے تمہارے لیئے اسقدر کیا اسکے بندہ بے درم ہو جاؤ اور مرتے دم تک اسی کا دم بھرتے رہو؟ پس جب محبت امام حسینؑ اچھی بات ہے اور اذکار فضائل و مصائب سے ازدیاد محبت ہوتا ہے اور ہمدردی

بڑھتی ہے تو ایسا ذکر تو جہاں تک ہو اکرے اور جس قدر لوگ واقف ہوں بہتر ہے پس بجائے اس کے کہ ہم اور تم کسی کوٹھری میں بند ہو کر حضرت امام حسینؑ کے فضائل و مراتب کو بیان کریں۔ اگر ہم ایک مجلس نام قائم کریں جس میں لڑکے جوان بوڑھے پڑھے لکھے۔ ان پڑھ سب قسم کے لوگ شریک ہوں اور اس مجلس میں حضرت کی فضائل و مصائب و مراتب و احسانات کو بیان کریں تو کیا مضائقہ ہے بلکہ اس کا نفع ظاہر ہے کہ ہر کس و ناکس کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوئی اور بڑھتی جائے گی اور اسکی تکمیل ہوتی رہے گی۔ بلکہ تم تو کہتے تھے کہ چونکہ امام حسین علیہ السلام نے راہ خدا میں ایسے کارنمایاں کئے ہیں جن کا دنیا کی تاریخ میں جواب نہیں اس لئے عجب نہیں کہ ان حالات و واقعات کو سن کر دیگر قوموں کی نگاہ میں بھی حضرت کی عظمت اور وقعت بڑھے اور اسلام کی رونق زیادہ ہو جیسا کہ خدا کے فضل سے محرم کے زمانہ میں ہوتی ہے۔ الغرض جب امام حسینؑ سے محبت رکھنا باعث خوشنودی خدا و رسول ہے اور حضرت کے ساتھ ہمدردی کرنا اور ہر وقت آپ کا ذکر کرنا باعث ازدیاد محبت ہے تو اس کار خیر کو مجالس میں بجالانا ہرگز نامناسب نہ ہوگا بلکہ مطابق اصول اسلام کے ہوگا کیونکہ اسلام نے اچھے کاموں کا جماعت کے ساتھ بجالانا بہت ہی مناسب سمجھا ہے جیسے احکام حج و نماز جمعہ و جماعت وغیرہ پس جو شخص یہ کہے کہ امام حسینؑ کے حالات کو اکیلے پڑھو اور تنہا رو لو مجلس قائم کرنا بیکار ہے اور وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ خدا کی پرستش دل کے متعلق ہے اپنے گھر میں بلکہ کوٹھری میں بند ہو کر چپکے سے نماز ادا کر لو۔ جماعت کی بھیڑ بھاڑ میں شریک ہونے کی ضرورت کیا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ دونوں اعتراض غلط ہیں۔ نماز جماعت سے شوکت اسلام بڑھتی ہے اور مسلمانوں کو کار خیر کی رغبت ہوتی ہے اسی طرح مجالس عزا قائم کرنے سے رونق ایمان بڑھتی ہے اور مومنین کا رجوع قلب طرف مودت اقربائے حضرت رسول مقبولؐ کے زیادہ ہوتا ہے اور کار خیر کی رغبت بڑھتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص آج شام کو مجلس عزا میں ہمیں بلائے تو ہم وہاں جائیں گے اور حضرت کے فضائل مصائب کا حال سنکر حضرت کے ساتھ ہمدردی کریں گے برخلاف اس کے اگر کہیں مجلس میں نہ جائیں تو اپنی اوقات یوں ہی گپ شپ میں بسر کریں گے۔ تب یہ بات قابل غور ہے کہ آیا یاد فضائل و مصائب فرزند رسول میں اوقات صرف کرنا اچھا ہے یا مجرد گپ شپ یا دنیاوی کاموں میں۔ پس جس طرح نماز جمعہ و جماعت کی اٹھا دینے میں خوف اس بات کا ہے کہ رفتہ رفتہ نماز پڑھنا چھوٹ جائے اسی طرح مجلس عزا کے اٹھا دینے میں خوف ہے کہ رفتہ رفتہ ذکر امام حسینؑ کے فضائل و مصائب و مراتب کا اٹھ جائے اور اسلئے لوگوں کے دلوں میں حضرت کی مودت کم ہو جائے۔ پس میں نہیں سمجھتا کہ اچھے کام کو یعنی ذکر فضائل و محاسن حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کو اور ان کے ساتھ ہمدردی کرنیکو جماعت کر کے ساتھ کرنے میں کیا برائی ہے اور اگر اسکو آپ بناوٹ اور بیکار کہیں تو نماز جمعہ و جماعت کو بھی بناوٹ اور بیکار کہیے لیکن میں دونوں کو اچھا سمجھتا ہوں اور جو آپ کہتے ہیں کہ اب بارہ تیرہ سو برس کے بعد اس ذکر کا کیا فائدہ تو میں کہتا ہوں کہ جس قدر زمانہ بڑھتا جائے اسی قدر اور ذکر زیادہ ہونا چاہیے کیونکہ جیسے جیسے زمانہ گذرتا ہے ویسے ویسے لوگوں کو سہو کرنے اور بھولنے کا زیادہ موقع ملتا ہے۔ بعد شہادت حضرت کے سال دو سال تک ہر دیار و امصار میں یہ واقعہ مشہور تھا اور ہر فرد بشر واقف تھا۔ لیکن اب وہ بات نہیں ہے کیونکہ اب فقط کتابوں کے پڑھنے سے حالات معلوم ہوتے ہیں

پس جیسے جیسے زمانہ گذرتا جاتا ہے ویسے ویسے ان کتابوں اور مراثی کے پڑھنے کی ضرورت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ تاکہ ہر شخص مصائب اور مراتب واحسانات حضرت امام حسینؑ علیہ السلام سے واقف رہے اور دل وجان سے حضرت کے ساتھ مودت رکھے اور یہ جو آپ کہتے ہیں کہ رونے سے کیا فائدہ رونے سے امام حسین علیہ السلام زندہ ہو جائیں گے نہ آپ کی مصیبت کم ہوگی اس کا جواب یہ ہے کہ ہم لوگ امام حسین علیہ السلام کی وفات پر نہیں روتے اور نہ اس نیت سے روتے ہیں کہ آپ زندہ ہو جائیں گے۔ ہم لوگ آپ کی مصیبتوں کو یاد کرکے روتے ہیں اور اس کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں اور یہ کار خیر اپنے فائدے اور اپنے انجام بخیر کے لئے کرتے ہیں کیونکہ ہم لوگوں کو یقین ہے کہ جس وقت جناب رسول مقبول کو معلوم ہوگا کہ یہ لوگ حضور کے فرزند دلبند کی مصیبت کا حال سنکر اس قدر غم والم کرتے تھے کہ دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ مصیبت خود ان لوگوں پر پڑی ہے تو ضرور حضرت ہم لوگوں سے راضی ہوں گے کیونکہ قریب قریب یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اپنے پیارے کے پیار کرنے والوں پر ضرور پیار آتا ہے۔ اگر جناب رسولخدا کے نزدیک ہم لوگ بوجہ اس کار خیر کے پیارے ٹھہرے تو انشاء اللہ دونوں جہان میں بیڑا پار ہے اور یہ جو کہتے ہو کہ بوجہ شہادت کے حضرت امام حسینؑ کو بڑا درجہ ملا ہے اسکی خوشی کرنا چاہئے کہ غم والم اس کا جواب ہمارے مذہب کے ایک بگڑے دل پہلے ہی دے چکے ہیں معاف فرمایئے اسی کو عرض کر دیتا ہوں کہ اس بگڑے دل مومن نے یہ سوال سنکر کہا کہ بھائیو ہر شخص کا حشر اسکے ساتھ ہوگا جو اسکے ساتھ ایسا فعل کرے۔ پس بعد شہادت حضرت امام حسینؑ کے جب لٹا ہوا قافلہ اسیر ہو کر کوفہ پہنچا تو امام زین العابدینؑ اور دیگر اہلبیت طاہرین با حال پریشان گریہ وزاری کرتے تھے اور کوفی وشامی خوشی کرتے تھے پس ہم لوگوں کا حشر جو باحال پریشان گریہ وزاری کرتے ہیں امام زین العابدین کیساتھ ہوگا اور خوشی کرنیوالوں کا حشر کوفیوں اور شامیوں کے ساتھ!! ہر چند یہ جواب ترکی بہ ترکی ہے۔ لیکن اگر کوئی غور کرکے دیکھے تو اس میں متانت بھی بھری ہے۔ یعنی اگر واقعہ شہادت امام حسین علیہ السلام خوشی کرنے کے قابل تھا تو پہلے آپکے فرزند ارجمند یعنی امام زین العابدین کو اسکی خوشی ہوتی اور آپ عید کرتے اور تب اور لوگ آپ کی پیروی کرتے۔ لیکن واقعہ ٹھیک اسکا الٹا ہے یعنی جناب امام زین العابدین کی لائف پڑھ کر دیکھ لیجئے کہ حضرت عمر بھر رویا کئے اور بعد واقعہ کربلا کے کبھی آپ مجلس عیش وسرور میں شریک نہ ہوئے چنانچہ یہ مشہور ہے کہ چالیس برس پدر کو روئے سجاد اسپر بھی یہ کہتے تھے بہت کم روئے۔ بھائی اصل یہ ہے کہ ہم لوگ حضرت کی مصیبتوں پر روتے ہیں اور جو مدارج آپ کو ملے اس پر بیشک فخر ومباہات کرتے ہیں۔ چنانچہ جملہ مجالس عزا میں آپ کے فضائل ضرور پڑھے جاتے ہیں مگر آپ کے مصائب ایسے شدید ہیں کہ فضائل سننے سے بھی ہر شخص کو بڑی رقت ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص حضرت کے مصائب سنکر بوجہ درجہ ملنے حضرت کے نہ روئے تو اسکو اس وجہ سے ضرور رونا چاہئے کہ افسوس کہ ہم لوگ کیسے کم بخت ہوئے۔ کہ ہم لوگوں کی وجہ سے فرزند رسول پر کیسی کیسی سختیاں ہوئیں کیونکہ حضرت کی شہادت ہم عاصیوں کی نجات کے لئے ہوئی ہے۔ پس نہ ہم کمبخت ایسے عاصی ہوتے نہ حضرت پر ایسی مصیبت پڑتی اگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت رونے کے قابل نہیں ہے تو ہماری خود حالت رونے کے قابل ہے۔

حال اضطراب اسیری اہلبیت مجالس میں پڑھنا کیسا ہے؟

محی الدین:- ان لوگوں کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ آپ لوگ مجالس میں پڑھتے ہیں کہ اہل بیت طاہرین علیہ السلام نے یعنی مخدرات حرم نے مصائب میں اپنا حال پریشان کیا یعنی سر پیٹا بال کھولے مضطرب ہوئیں یہ سب نہایت خلاف شان ہے۔ ممکن نہیں کہ ان حضرات نے مصائب میں جزع وفزع کیا ہو اور صبر نہ کیا ہو۔

علی رضا:- میں ثابت کر چکا ہوں کہ مصیبت میں مضطر ہونا یا رونا یا دل وجسم پر صدمہ ہونے دینا منافی صبر نہیں ہے۔ علاوہ اس کے ایک بات اور قابل غور ہے کہ ہم اصول فطرت کی طرف جو دیکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورتیں بہ نسبت مردوں کے فقط ضعیف الجسم ہی نہیں ہوتیں۔ بلکہ رقیق القلب بھی ہوتی ہیں اور ان پر مصائب کا اثر بہ نسبت مردوں کے زیادہ پڑتا ہے اسی وجہ سے ہر قوم کے سوشل اصول نے عورتوں کو اظہار غم میں زیادہ وسعت دی ہے مثالیں تو بہت ہیں مگر ہم سادات بنی فاطمہؑ کے لئے قول و دل یہ مثال کافی ہے۔ کہ جناب سیدہ خاتون جنت علیہا السلام کو اپنے پدر بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کا ایسا صدمہ ہوا کہ حضرت شب و روز رویا کرتی تھیں اور جب رونا حضرت کا بڑھ گیا تو اہل مدینہ کو خواب و خور دشوار ہوا یہاں تک کہ ان لوگوں نے جناب امیر علیہ السلام سے کہا کہ یا حضرت آپ جناب سیدہ کو سمجھایئے کہ اگر حضرت دن کو روئیں تو شب کو خاموش رہیں اور اگر شب کو روئیں تو دن کو خاموش رہیں کیونکہ ان کے رونے سے ہم لوگوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ پس جب جناب امیر علیہ السلام نے یہ بات جناب سیدہ سے کہی تو آپ نے فرمایا کہ میرا رونا غم فراق پدر میں کم نہ ہوگا مگر میں اپنے ہمسایوں کی تکلیف نہیں چاہتی ہیں مجھے ایک مکان بنوا دیجئے کہ وہاں جا کر رویا کروں چنانچہ ایک مکان گورستان بقیعہ میں بنوا دیا جو اب تک موجود ہے اور جس کو بیت الحزن کہتے ہیں۔ اس مکان میں حضرت رویا کیں تا آنکہ چھ مہینہ کے بعد اپنے پدر بزرگوار سے جا ملیں اس بات کی تصدیق محض آسان ہے آپ حاجیوں سے جو بقیعہ کی طرف تشریف لے گئے ہوں پوچھ لیجئے کہ وہاں کوئی مقام بیت الحزن ہے یا نہیں اور اگر ہے تو اس کا یہ نام کیوں ہے؟۔

الغرض بکا کرنا جناب سیدہ کا فراق پدر بزرگوار میں اظہر من الشمس ہے اور جب یہ بات صحیح ہے تو یہ کہنا کہ جناب سیدہ علیہا السلام نے جن کا صبر و شکیب ضرب المثل ہے خلاف اصول اسلام کارروائی فرمائی نہایت سوء ادب ہے یاد رکھنا چاہئے کہ جناب سیدہ علیہا السلام دنیا بھر کی عورتوں سے افضل تھیں اور خوبیوں میں اپنے پدر بزرگوار سے بہت مشابہ تھیں اور ہم لوگوں کا اعتقاد ہے کہ حضرات پنجتن پاک علیہم السلام نور محمد سے پیدا ہوئے تھے تب ان حضرات کی نسبت یہ گمان کرنا کہ ان حضرات میں سے کسی نے اصول اسلام کے احاطے سے باہر نکل کر کارروائی کی عصیان سے خالی نہیں۔ اگر نعوذ باللہ رونا غم فراق میں عصیان ہوتا تو جناب سیدہ جنھوں نے صبر و شکر سے اپنے پیاروں کی شہادت گوارا فرمائی ہرگز رونے کا نام نہ لیتیں مگر بات یہ ہے کہ رونا ہرگز منافی صبر و شکیب نہیں ہے اسلئے حضرت نے جہاں صبر و شکیب کا کام تھا وہ کارروائی فرمائی جو دنیا بھر کی کسی عورت نے نہ کی اور جو امر مقتضائے فطرت انسانی تھا اس کو باوجود لوگوں کی شکایت کے ترک نہ کیا یاد رکھیے کہ حضرات پنجتن پاک علیہم السلام وہ تھے جن پر گویا قرآن نازل ہوا۔ وہ لوگ نکات قرآنی اور اوامر و نواہی سے جس قدر واقف تھے کوئی شخص ایسا واقف نہیں ہو سکتا۔ پس ان کے قول و فعل کے مقابلہ میں کسی عالم یا محدث کا

ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے۔ اُنھوں نے اصول اسلام کو اپنی جان بیچکر قائم و مستحکم کیا ہے ان کی نسبت یہ کہنا کہ وہ اصول اسلام سے واقف نہ تھے یا یہ کہ اُنھوں نے ان اصولوں کو خود اپنے فعل سے منہدم کر دیا بالکل دیوانہ پن ہے ہمیں امید ہے کہ اس تقریر کے بعد آپ غالباً ہم سے اتفاق کریں گے کہ مصائب میں رونا اور اپنا حال پریشان کرنا عورتوں کے لئے خلاف اصول اسلام نہیں ہے تب یہ بات قابل غور ہے کہ جب حضرت سیدہ علیہا السلام نے اپنے پدر بزرگوار کے انتقال میں جو صرف مشیت ایزدی سے وقوع میں آیا تھا اپنا ایسا حال کیا کہ ہمسایہ والے شاکی ہوئے تو جناب زینب وام کلثوم علیہا السلام کی کیا حالت ہوئی ہوگی جب پرائے دیس میں آپ کے بیٹے بھتیجے بھائی قتل ہوئے تھے اور سب کے لاشے خیمہ مبارک میں یکے بعد دیگرے آتے گئے تھے۔ اب خوب غور کیجیے کہ حضرات اہلبیت کی کیا حالت ہوئی ہوگی جس وقت حضرت زینب کے بیٹوں کی لاشیں خیمہ میں آئی ہونگی اور ان کے بعد قاسم ابن حسن اور اُن کے بعد حضرت عباس ابن امیرالمومنین اور ان کے بعد حضرت علی اکبر جن کو خود حضرت زینب نے اپنی آغوش میں پالا تھا شہید ہوئے ہونگے غور تو کیجیے کہ جس وقت ان عزیزوں کی لاشیں حضرت کے سامنے آئے ہونگے اس وقت حضرات اہلبیت کی کیا حالت ہوئی ہوگی ان سب کے بعد میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب اس عالم غریب الوطنی میں جہاں سوائے ایک بیمار و علیل فرزند کے کوئی مددگار نہ تھا۔ جس وقت مولائے دوجہان سردار کون و مکان جناب امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آپ کا گھوڑا خالی زین در خیمہ پر آیا ہوگا۔ میری کتابوں میں تو ہے کہ اس وقت موافق قانون فطرت و مطابق سیرت جناب سیدۃ نساء العالمین کل اہل حرم با حال پریشاں نالاں و گریاں خیمہ سے باہر نکل آئے اور گھوڑے کی گردن اور پاؤں سے لپٹ گئے اور بزبان حال فریاد کرتے تھے کہ اے گھوڑے اپنے آقا شہسوار دوش نبوی کو کیا کیا اور جناب فاطمہ زہرا کی کمائی کو کہاں چھوڑ آیا۔ اگر آپ کے نزدیک یہ بات خلاف اصول اسلام معلوم ہوتی ہے تو برائے خدا آپ ہی بتلائیے کہ واقعی ان موقعوں پر حضرات اہلبیت طاہرین نے کیا کیا ان واقعات کا ہونا تو مقبولہ فریقین ہے۔ تب اگر میری بات غلط ہے تو آپ فرمائیے کہ واقعی حضرات اہلبیت طاہرین علیہم السلام کی ان موقعوں پر کیا حالت ہوئی تھی۔ اگر آپ کو کتابوں کے دیکھنے کی فرصت نہ ہو اور قیاسات عقلی سے جواب دینے کا قصد کیجیے تو میں چند سوال کرتا ہوں۔ برائے خدا فطرت انسانی اور سیرت خاندانی کا لحاظ کر کے جواب دیجیے۔

واقعات حضرات اہلبیت کی کیا حالت ہوئی ہوگی

(۱) غور کیجیے کہ جب بعد شہادت امام حسینؑ کے اشقیا واسطے غارتگری خیمہ مبارک کے خیمہ میں دھنس آئے تھے تو اس وقت حضرت زینب وام کلثوم و دیگر اہلبیت طاہرین علیہم السلام کا کیا حال تھا؟۔

(۲) جناب امام حسین علیہ السلام کی ایک چھوٹی صغیر سن لڑکی تھی جس کا نام سکینہ تھا اس لڑکی کو حضرت امام حسین علیہ السلام بہت پیار کرتے تھے اور ہمیشہ اپنی چھاتی پر سلاتے تھے۔ چنانچہ جب میدان جنگ میں تشریف لے جانے لگے تو اس لڑکی کو جناب زینب علیہا السلام کے سپرد کر کے فرمایا کہ بہن اسکی بڑی حفاظت اور دلدہی کرنا مگر لمے غضب کہ بعد شہادت جناب امام حسینؑ کے جب شمر لعین خیمۂ مبارک میں آیا تو اُس لڑکی کو طمانچہ مارا اور اس زور سے گوشوارہ اس معصومہ کا چھین لیا کہ اُسکے کان مجروح ہو گئے۔ اور وہ معصومہ منہ کے بل گر پڑی اور چلائی کہ پھوپھی جان خبر لیجیے اور میری جان بچائیے۔ ذرا غور تو کیجیے کہ اس وقت

اہل بیت کی کیا حالت ہوئی تھی۔

(۳) پھر غور تو کیجئے کہ اہلبیت طاہرین علیہم السلام کا اس وقت کیا حال تھا جب ملاعین نے خیمہ مبارک میں آگ لگا دی تھی حالانکہ اسوقت خیمہ مبارک میں کل اہلبیتؑ اور امام زین العابدینؑ بستر علالت پر موجود تھے آپ اپنی کتابوں کو دیکھ کر فرمایئے کہ اگر میری کتابیں غلط ہیں تو آپ کون سی صحیح بات بیان فرماتے ہیں جو اصول فطرت اور اصول اسلام کے موافق ہو اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرات وہابیہ کو حضرات اہلبیت طاہرین علیہم السلام سے کوئی تعلق نہیں اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ سب مسلمان خدانخواستہ انہیں کے سے ہو جائیں۔ جب انھوں نے دیکھا کہ بوجہ اعمال محرم کے شیعہ و سنی سب اہل بیت کی طرف رجوع کرتے جاتے ہیں اور ہر سال اُن کی یاد اُن کے دلوں میں گھر کرتی جاتی ہے تو ایسے ایسے اعتراض نکالے جو ظاہراً صحیح معلوم ہوں۔ لیکن اگر ذرا بھی غور کیا جائے تو سارا اعتراض کافور ہو جائے اور ساری غرض ان اعتراضات سے یہ ہے کہ لوگ جناب امام حسینؑ اور اُن کے مدارج سے بالکل ناواقف ہو جائیں اور یہ بھی نہ جانیں کہ حضرت کس درجہ کے آدمی تھے اور آپ نے خدا کی راہ میں کیا کیا ہے اس مطلب حاصل کرنے کے لئے پہلے تو یہ فتوے دیا کہ جو بات رسول اللہ کے وقت میں نہ ہوئی تھی وہ سب بدعت ہے۔ اس لئے تعزیہ بدعت۔ علم بدعت۔ یہ بدعت وہ بدعت۔ حالانکہ اگر کوئی انہیں عالم صاحب کی روزمرہ کارروائیوں کو دیکھے تو بتا دے کہ آپ خود شب و روز بقول اپنے ہزاروں بدعت کیا کرتے ہیں ہماری التجا سب مسلمانوں سے یہ ہے کہ اگر تمہیں عشق امام حسینؑ ہے تو ان کے متعلق جتنے امور جو صدق دل سے براہ تعظیم ہوں انکی عظمت کرو اور اگر یہ نہ ہو سکے۔ تو خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کرو یہ کیا ظلم ہے کہ عیبوں کو شائع کر کے مسلمانوں کو اس کار خیر سے پھیر دو اور ان کے ہنروں اور منافعوں سے بالکل چشم پوشی کرو۔ ہماری یہ بھی استدعا ہے کہ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اہلبیت طاہرین علیہم السلام کو ہمیشہ یاد رکھے اور ان کے مصائب میں ہمیشہ ہمدردی کرے اور بجائے اعتراض کرنے کے خود اپنے اعمال کو درست کرے تاکہ بروز محشر جناب رسول مقبول اس کو اپنے پیاروں کا شریک رنج سمجھیں۔

محی الدین:۔ دوسرا اعتراض ان لوگوں کا نسبت اعمال محرم کے یہ ہے کہ اگرچہ امام حسین علیہ السلام کا غم کرنا اور اُن کے مصائب پر آنسو بہانا باعث ثواب ہو تاہم اسقدر افراط و تفریط جو اس کے اعمال میں کی گئی ہے اُس سے بڑی قباحت لازم آتی ہے۔ علاوہ اسکے امام حسینؑ اور ان کے انصار کی شکست اور ان کے اہلبیتؑ کی اسیری کا حال بیان کرنا کب مصلحت ہے اس سے تو صاف حضرت کی توہین ہوتی ہے۔ آپ ہی غور کیجئے کہ اگر کوئی آپ کے ماں باپ بھائی بہن کا ایسا حال بیان کرے تو آپ کو ناگوار ہو گا یا نہیں؟ پس ایسی باتوں کو حتی المقدور چھپانا چاہیئے نہ کہ اسکو ہر سال اعلان کرنا چاہیئے۔

علی رضا:۔ قبل اسکے کہ میں تمہاری ہر بات کا جواب دوں اس بات کو ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں نے ایسے اعتراضات نکالے ہیں ان کا اصل مقصد کیا ہے اور اگر ان کی بات مان لیجئے تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ اب فرض کرو کہ حسب خواہش معترضین اگر اس سال تعزیہ دوسرے سال علم تیسرے سال مجلس عزا ہوتے ہوتے دس برس میں کل اعمال محرم موقوف کر دئے جائیں تو کیا اسکے چند برس کے بعد عوام الناس شہادت امام حسین علیہ السلام

اور ظلم لشکر یزید سے بالکل ناواقف ہو جائیں گے؟ پس میں تم سے ایجاناً پوچھتا ہوں کہ مسلمانوں کو یزید کے نام سے جو اس وقت نفرت ہے وہ باقی رہے گی اور لوگ اس کو عموماً دیسا بُرا جانیں گے جیسا کہ جانتے ہیں؟

محی الدین:۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ کوئی نام تک نہ لے گا۔

علی رضا:۔ غضب تو یہ ہے کہ باوجود اس اعلان کے بھی بعضے یہ بول اُٹھتے ہیں کہ یزید کو امام زین العابدینؑ نے نماز غفیلہ بتائی اور اس نے توبہ کی اس لیے مجرم نہ تھا اور بعضے کہتے ہیں کہ دو شہزادے آپس میں لڑے ایک نے شکست پائی۔ دوسرے کی فتح ہوئی اس میں مضائقہ کیا اور بعضے کہتے ہیں کہ یزید نے اگر بیعت کیا تو گناہ کیا خاطی ہوا ایمان تو اس کا کہیں نہیں گیا۔ اے توبہ! جو شقی دختران جناب فاطمہ زہراؑ کو مثل بندیان ترک و دیلم اپنے سامنے کھڑا ہوا دیکھے اور فرزند رسولؐ کے سر بریدہ کے لب و دندان پر چھڑی لگائے اور پھر وہ مسلمان باقی رہے استغفر اللہ! پس غور کرو کہ اگر اعمال محرم اٹھا دیئے جائیں اور پچاس برس کے بعد یہ سب باتیں فراموش ہو جائیں تو یزید کے پہلے لفظ حضرت اور بعدہ الفاظ امیر المومنین کیوں لگا دیئے نہ جائیں گے؟ مجرد لڑائی تو کوئی چیز نہیں پس کیا اس اعتراض سے اصل محرکین کا دلی مقصد یہ نہیں ہے کہ پہلے مظلمہ اسیری اہلبیتؑ اور شدائد شام سے جو اسکی آنکھوں کے سامنے ہوئے شہزادہ یزید کو بچا لو۔ پھر جنگ کربلا کے مظلمے سے اسکو بری الذمہ کر دینا تو بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ جب جنگ صفین کی ستر ستر لڑائیوں کو ہم خطائے اجتہادی پر ٹال دیتے ہیں تو جنگ کربلا کو جو پایہ تخت یزید سے ایک مہینہ کی راہ پر واقع ہوئی مجرد شہزادہ کی لاعلمی یا اتفاق وقت پر چٹکیوں میں اُڑا دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ پس اصل مقصد تو امیر معاویہ کے صاحبزادے کو حضرت بنانا ہے تب اس کی تمہیدیں کی جاتی ہے کہ بیان اسیری اہلبیتؑ میں توہین اہلبیتؑ ہوتی ہے اور اگر فرض بھی کیا جائے کہ اُن کا مقصد ایسا نہیں ہے تو کیا عقلاً ان اعمال حسنہ کے ترک کرنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے۔

محی الدین:۔ بھلا یہ تو آپ اصل معترضین کے مقصد کو بیان کرتے ہیں مگر یہ تو فرمائیے کہ آپ خود ان اعتراضات سے کیوں کر بچتے ہیں؟

خاصان خدا کے مدارج اُن کے تکالیف اور مصائب کی بیان سے زیادہ معلوم ہوتے ہیں یا انکی شان و شوکت کے بیان سے

علی رضا:۔ استغفر اللہ یہ بھی کوئی اعتراض میں اعتراض ہے! کیا مرسلین و انبیاء و اولیا و آئمہؑ کی تعریف یوں ہوتی ہے کہ فلاں رسولؐ نے کیسا اچھا تخت طاؤس بنوایا تھا یا فلاں نبی کے تاج میں وہ ہیرا کیسا چمکتا تھا یا فلاں امام کیسے خوش غذا تھے کہ شیرمال اور باقرخانی کے سوا کوئی غذا نوش نہ کی۔ یا فلاں ولی کیسے آرام طلب تھے کہ فرش مخمل میں اگر ذرا بھی گرد ہوتی تھی تو اُن کو خواب نہ آتا تھا؟ یا اس میں کہ فلاں رسول نے چالیس برس تک فرش خاک پر جبہہ سائی کی اور اس کو زینت دنیا وی سے ایسی نفرت تھی کہ اسکی پیاری بیٹی کی چادر میں جا بجا لیف خرما کے پیوند ہوتے تھے یا فلاں نبی ایسے تھے کہ جن کا سارا جسم پاک زخموں سے بھرا ہوا تھا اور اس میں کیڑے پڑ گئے تھے اس پر بھی جب کیڑے گرتے تھے تو اُن کو اٹھا کر وہ اپنے مقام پر رکھ دیتے تھے یا فلاں امام نے عمر بھر سوائے

نانِ جویں کے اور کسی نعمت دنیا کی طرف رغبت نہ کی اور اس پر بھی اگر سائل نے سوال کیا تو روٹیاں اُس کو بخش دیں اور خود فاقہ سے رہ گئے یا فلاں نبی نے کوئیں اور محبس میں یادِ خدا نہ بھلائی؟ پس میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا دنیا میں سوائے معترضین کے کوئی بھی ایسا شخص ہو سکتا ہے جو کہے کہ غارِ حرا میں ہمارے رسول پاک نے فرشِ خاک پر عبادت کرنے سے یا جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے خود چکی چلا کر آٹا پیسنے اور اُسکی روٹیاں پکا کر سائل و مسکین کے دینے سے یا حضرت ایوب کے جسم پاک کے زخمی رہنے سے یا حضرت علیؑ کی فاقہ کشی سے یا حضرت یوسف کے قید ہونے سے ان بزرگواروں کی توہین ہوتی ہے؟ کیا ان بیانات سے ان خاصانِ خدا کی بڑی عظمت نہیں معلوم ہوتی؟ کیا انہیں باتوں نے ان کو خدا کا پیارا اور مقرب بارگاہ نہیں بنایا ہے؟ تو اب میں پوچھتا ہوں کہ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کے بھوکے پیاسے شہید ہونے سے کیا حضرت کے مدارج اعلیٰ اور ارفع نہیں معلوم ہوتے؟ کیا حضرت سید الساجدین امام زین العابدین کے قید ہونے اور خارزار پر پیادہ چلنے سے ان کی شان حضرت یوسف علیہ السلام سے دو بالا تصور نہیں کی جاسکتی؟ کیا صراطِ مستقیم حضرت کے پائے مبارک کے نیچے نہیں پائی جاتی؟ کیا امام زمان ہو کر ماں بہنوں کی قید پر حضرت کا اُف نہ کرنا بلکہ راضی برضا رہنا حضرت کو اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ پر نہیں پہنچاتا ہے؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ جس وقت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور اس آخر وقت میں بھی ہم لوگوں کے لیے دعائے مغفرت کرنے کا حال پڑھا جاتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو اس طرح رتبہ معراج ملا ہے اور رحمۃ للعالمین کی اولاد بھی یوں قاب قوسین تک پہنچی ہے اور علیٰ ہذا جس وقت کہ امام زادہ اور امام زادیوں کی قید کا حال پڑھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے رسول پاک خود اور بذریعہ اپنی آل کے انبیا و سلف سے درجہ صبر و رضا میں بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں۔

محی الدین:۔ بعض لوگ جناب امام حسین علیہ السلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت نے دیدہ و دانستہ اپنی کو ہلاکت میں ڈالا اور اسلئے نعوذ باللہ حکم خدا لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کی نافرمانی کی اور بعض کہتے ہیں کہ آپ بطمع خلافت کوفہ گئے اور وہاں فوج مخالفین میں گھر گئے۔ اور نعوذ باللہ اپنی سزائے اعمال کو پہنچے

کیا یہ بات صحیح ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے کو آپ تہلکہ میں ڈالا

علی رضا:۔ سبحان اللہ جناب امام حسین علیہ السلام کی کیا شان پاک ہے کہ دشمنان کتنا ہی خاک اُن کے نور پاک پر ڈالیں حضرت کا نور چمکتا ہی جائے گا۔ اب انہیں اعتراضات کے جواب سنئے کہ حضرت نے از ابتدا تا انتہا حکم حاکم حقیقی اور رضائے پروردگار عالم کا اس قدر خیال فرمایا ہے کہ طاقت بشری سے باہر ہے اور اسمیں قیل و قال کی کہیں جگہ باقی نہیں ہے پہلے اعتراض کی نسبت ذرا واقعات پر غور کیجیے بکمال اختصار عرض کرتا ہوں یعنی جب یزید بماہ رجب ۶۰ھ ہجری شام میں تخت پر بیٹھا تو اس نے حاکم مدینہ کو لکھا کہ حسین ابن علی سے میری بیعت لو اور اگر وہ بیعت نہ کریں تو اُن کا سر کاٹ کر بھیجدو۔ تواریخ سے ثابت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ بعد شہادت حضرت علیؑ و حضرت امام حسن علیہما السلام کے امیر معاویہ

تمام ملک شام و حجاز و کوفہ و عراق و موصل کے بادشاہ ہو گئے تھے تمام پر ان کا عمل بیٹھ گیا تھا اور ہر جگہ ان کا سکہ و خطبہ جاری تھا اور بعد انتقال حضرت امام حسن علیہ السلام کے دس برس میں سلطنت ان کی کمال مستحکم ہو گئی تھی اس نے جب یزید تخت پر بیٹھا تو ساری سلطنت اس کے ہاتھ آ گئی سب ملک اسکا لشکر اسکا خزانہ اس کا ہو گیا اور سب صوبے گورنر اس کے ماتحت ہو گئے ایسی حالت میں کوئی شک نہیں کہ بیعت سے انکار کرنے کی حالت میں حضرت امام حسینؑ کی جان ملکہ سارے کنبے کی جان معرض ہلاکت میں پڑ جاتی اس لئے ظاہر ہے کہ اس وقت مدینہ حضرت کے لئے محل خوف ہو گیا تھا۔ لیکن مکہ معظمہ وہ جگہ ہے جہاں بحکم شریعت پشہ کو ستانے کا حکم نہیں ہے اس خیال سے حضرت نے پناہ حاصل کرنے کے لئے اپنے اعتقاد کے موافق مدینہ سے مکہ کی طرف ہجرت فرمائی پس حضرت نے مدینہ سے مع فرزندان و عزیزان و اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے جو مکہ کی طرف ہجرت فرمائی تو کوئی شک نہیں کہ آپ محل ہلاکت سے محل امن کی طرف گئے اس لئے یہ الزام کہ حضرت نے اپنے کو آپ ہلاکت میں ڈالا شروع بسم اللہ ہی غلط بلکہ قضیہ برعکس ہو جاتا ہے۔ پھر خیال کیجئے کہ جب مکہ میں آپ پہنچے تو حج کا زمانہ آ گیا آپ کو خبر ملی کہ فوج یزید شام سے حاجیوں کے بھیس میں آئی ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ حضرت کو عین حرم پاک میں گرفتار کرے یا قتل کرے۔ یزید کو جس قدر پاس شریعت تھا ظاہر ہے اس لئے اس خبر کے باور نہ کرنے کی حضرت کو کوئی وجہ نہ تھی آپ نے خیال فرمایا کہ اگر حرم اقدس میں میری ایسی بیحرمتی یا خونریزی ہو گی تو حرم اقدس کا بڑا استخفاف ہو گا اور بڑی توہین ہو گی بہتر ہے کہ کوفہ چلوں جہاں کے لوگ میرے لئے تمنائیں کر رہے ہیں۔ یہاں پر بھی اندک غور سے واضح ہو گا کہ اب اس وقت مکہ معظمہ حضرت امام حسینؑ کے لئے محل خوف ہو گیا تھا اور کوفہ محل امن سمجھا گیا تھا۔ مگر چونکہ کوفیوں پر آپ کو پورا بھروسہ نہ تھا اسلئے آپ نے پہلے اپنے چچا زاد بھائی مسلم علیہ السلام کو اس طرف بھیجا اور پھر خود روانہ ہوئے اسوقت بھی کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ حضرت نے اپنے کو ہلاکت میں ڈالا۔ بلکہ ہر منصف مزاج یہ کہے گا کہ اس وقت بھی آپ محل ہلاکت سے محل امن کی طرف گئے بعد اس کے رفتہ رفتہ آپ نواح عراق میں پہنچ گئے اور حضرت حر علیہ السلام اور ان کے لشکر سے جن کو ابن زیاد گورنر کوفہ نے حضرت کی راہ روکنے کے لئے بھیجا تھا ملاقات ہوئی حضرت حر نے کہا کہ سارا کوفہ آپ کے خلاف ہو گیا اب کوئی آپ کا معین و مددگار نہیں ہے آپ کے بھائی مسلم علیہ السلام عالم غربت میں شہید ہوئے ان کے دو معصوم بچے نہایت بیرحمی سے قتل کئے گئے شام سے فوج پر فوج آ رہی ہے اور ابن زیاد کا حکم ہے کہ حسینؑ ابن علی جہاں ملیں ان کو گرفتار کر و یا قتل کرو۔ حضرت حرؑ جن کا قلب پاک نور ایمان سے بھرا ہوا تھا اس وقت فوج مخالف میں تھے مگر تولائے اہلبیت دل میں چٹکیاں لے رہی تھی اس لئے آپ نے رائے دی کہ اب حضور کا کوفہ جانا مصلحت نہیں ہے۔ اور مدینہ واپس جانے کا حکم نہیں ہے اس لئے بہتر ہے کہ حضور کسی دوسری طرف تشریف لیجائیں حضرت نے اس رائے کو پسند کیا اور کوفہ سے عنان عزیمت موڑی اور شب کے وقت کوچ کیا کہ جدھر اللہ لے چلے ادھر توکل بخدا چلے چلو۔

یہاں بھی غور کیجئے کہ حضرت نے حفاظت جان کی بڑی کوشش کی اور محل خوف یعنی کوفہ کی طرف رخ نہ کیا اور نئی راہ اختیار کی آخر تیسری محرم کو زمین کربلا پر پہنچ گئے۔ لیکن ہزار افسوس کہ یہاں تعاقب میں ابن زیاد کی فوج پہنچ گئی اور آخر افواج کوفہ و شام کی اس قدر کثرت ہوئی کہ حضرت بالکل محاصرہ میں آ گئے اور اب آپ کو

کسی طرف جانے کی اجازت یا مہلت نہ ملی۔ اب غور کیجیے کہ از ابتدا تا انتہا جناب امام حسینؑ نے جان بچانے کی انتہائی کوشش کی یا نہیں؟ اور جہاں ذرا بھی خوف ہلاکت یا خونریزی پایا گیا وہاں سے کوچ کر کے محل امن کی طرف روانہ ہوئے یا نہیں؟ پس باوجود ایسی کوشش بلیغ حفاظت جان کے آپ پر یہ الزام دینا کہ آپ نے اپنے کو ہلاکت میں ڈالا کس قدر لغو اور بے بنیاد ہے حق یہ ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی شان عالی انتہائے قیاس سے اعلیٰ ہے یعنی حضرت نے جو کام کیا ہے اسکو انتہا کر کے دکھلایا ہے جہاں حفاظت جان کی کوشش کی شرعاً ضرورت تھی وہاں ایسی کوشش فرمائی کہ جس سے بڑھ کر کوشش ممکن نہیں اور جہاں پروردگار عالم نے راضی برضا رہنے کا وقت آیا وہاں ایسے صبر و استقلال سے کار روائی کی کہ دنیا کی تاریخ میں اس کا جواب نہیں ہو سکتا ہو کہ جس صبر و استقلال سے حضرت سید الشہدا علیہ السلام نے عالم غربت میں اپنے بیٹے، بھائی بھتیجے، بھانجے کی شہادت گوارا فرما کر خود شربت شہادت نوش فرمایا ہے اس کے مقابل میں کوئی واقعہ کسی ملت و مذہب کا پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے اب میں دوسرے اعتراض کا جواب شروع کرتا ہوں۔

وہ کونسی بات تھی جس نے حضرت سید الشہدا علیہ السلام کو مصائب میں اس قدر مستقل رکھا

اور وہ کونسی شے عزیز تر آپ کے سامنے جلوہ ظہور دکھاتی تھی جس کے مقابلہ میں آپ اپنے عزیزان اور نور دیدگان کے تلف ہونے کو دھیان میں نہ لائے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ جب یزید تخت پر بیٹھا تو اس نے امام حسینؑ سے بجبر بیعت لینے کا حکم صادر فرمایا۔ جن الفاظ میں اس کی بیعت کی جاتی تھی ان کو شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رسالہ تکمیل الایمان میں یوں لکھتے ہیں کہ بیعت کرنے والوں سے اقرار لیا جاتا تھا کہ یزید چاہے ہم کو مثل غلاموں کے سر بازار فروخت کرے یا آزاد رکھے خدا کی عبادت کا حکم دے یا اس سے روک دے۔" دیکھو فلسفہ شہادت صفحہ ۹ اعمال و افعال اس کے ایسے قبیح تھے کہ جس کی تصریح میں طبیعت کو نفرت اور کراہت ہوتی ہے مختصر یہ کہ شریعت میں جتنے امور حرام ہیں وہ اسکے حکم سے حلال ہو گئے اور کل احکام خدا اور رسولؐ طاق نسیاں پر رکھ دئے گئے۔ زنا و محصنہ لواطہ شراب بخواری۔ قمار بازی وغیرہ گناہان کبیرہ اس کے شریعت سے عیب ندارد میں داخل ہو گئے۔

اب ایسا فاسق و فاجر شخص امام زمان فرزند رسول سید شباب اہل الجنۃ سے بیعت کا خواستگار ہے حضرت نے خیال فرمایا کہ ایسے مرتد کی بیعت کرنا منہیات کی رغبت دلانا بلکہ اسکی حمایت کرنا ہے اور اس میں اسلام کا خون ناحق ہے۔ یعنی جس اسلام کو آپ کے جد بزرگوار نے سخت مصائب اور کڑیاں جھیل کر قائم فرمایا تھا اس کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا اور قوم کو ایام جاہلیت سے بھی زیادہ جاہل۔ شقی۔ مرتد۔ بیدین بنانا ہے۔ اس لیے آپ نے بیعت سے صاف انکار کر دیا۔ لیکن چونکہ انکار میں خوف جان و عزت و آبرو سب کچھ ہے اسلئے حتی الامکان اپنی جان اور اپنے عزیزوں کو اعدائے دین کے شر سے بچاتے رہے اور ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھرے جیسا کہ میں بھی کہہ چکا ہوں۔ لیکن جب اتفاقات زمانہ سے اعدائے دین کے بالکل محاصرے میں آگئے اور کوئی جگہ امن و امان کی نہ ملی تب ہر طرح کی صعوبت اور شدت اور تکلیف اور ایذا گوارا کی۔ لیکن بیعت یزید سے

ہمیشہ کنارہ اور متنفر رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب عزیز و اقارب کٹ گئے۔ بیٹے بھائی، بھتیجے۔ بھانجے فدیہ راہِ خدا ہوئے۔ حضرت علی اکبر کو برچھی لگی۔ حضرت عباس کے شانے قلم ہوئے۔ حضرت علی اصغر کے گلوئے نازنین پر تیرِ ستم لگا آپ خود نہایت بیکسی سے شہید ہوئے۔ خیمہ مبارک لوٹا گیا اس میں آگ لگائی گئی حضرت سید الساجدین قید ہوئے اہلبیت دیار بدیار پھرائے گئے درباروں میں اُن کا جائزہ لیا گیا۔ یہاں تک کہ خاندان ہاشم ایسا اجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا مگر بیعت یزید کی نہ کی۔

اب میں جملہ مذاہب شیعہ۔ سنی۔ ہندو۔ نصاریٰ۔ یہودی۔ بدھ۔ برہمو وغیرہ کے عقلا اور اہل الرائے سے مشورہ طلب ہوں۔ سب غور فرمائیں کہ وہ کونسی شے عزیز تھی جس کے مقابلہ میں حضرت سید الشہداء نے ایسے داغ اپنے عزیزوں کے گوارا کئے اور وہ کونسی بات تھی جس کے مقابلہ میں حضرت اپنے خاندان کے تباہ و برباد ہونے کو مطلق دھیان میں نہ لائے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کل مصائب کا ٹال دینا حضرت کے اختیار میں تھا یعنی اگر آپ یزید کی بیعت کر لیتے تو کچھ نہ ہوتا۔

کیا کربلا کی کارروائی امام حسین علیہ السلام نے بطمع خلافت فرمائی تھی؟

اس کے جواب میں معاندین تو بیشک یہی بول اُٹھیں گے کہ حضرت نے بطمع خلافت یہ کارروائی کی۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کو طمع خلافت ہوتی تو مدینہ سے سیدھے کوفہ چلے جاتے۔ کیونکہ نقشہ عرب دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ مدینہ سے مکہ چوبیس دن کی راہ پر بجانب جنوب واقع ہے اور کوفہ مدینہ سے بھی بجانب شمال ہے اس لئے مکہ سے جانب شمال مائل بمشرق ڈیڑھ مہینہ کی راہ پر واقع ہے اس لئے بحالت طمع خلافت آپ کا چوبیس دن تک بجانب جنوب تشریف لے جانا بعدہ جنوب سے شمال کی جانب پھر لوٹنا اور ایک مہینہ کے قریب دھاوے کا سفر کرنا بالکل بیکار معلوم ہوتا ہے۔

غور تو کیجیے کہ اگر لکھنؤ سے کسی شخص کو دارجلنگ میں کوئی مہم پیش ہو تو وہ سیدھا دارجلنگ چلا جائے گا۔ لکھنؤ سے حیدر آباد اور پھر حیدر آباد سے دارجلنگ کیوں جانے لگا؟ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ایک شہر سے دوسرے شہر صرف بنظر حفاظت جان و خوف بیعت یزید کے جاتے تھے سوائے اس کے اور کوئی دوسرا مقصد نہ تھا کہ اگر بطمع خلافت جاتے تو سیدھے مدینہ سے کوفہ تشریف لے جاتے مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کوفہ پھیر کھا کر جانے کی کیا ضرورت تھی۔ علاوہ اسکے اس خیال فاسد کا (یعنی حضرت کو طمع خلافت ہونے کا) وہیں پر خاتمہ ہو جاتا ہے جب حضرت حر سے آپ کی ملاقات ہوئی اور معلوم ہوا کہ سارا کوفہ آپکی مخالفت پر کمر باندھے ہوئے ہے حضرت مسلم شہید کئے گئے۔ اُن کے دو معصوم بچے بیرحمی سے قتل کئے گئے اب اس کے بعد آپ کس بھروسہ پر خلافت کی طمع کرتے یا کوفہ کی طرف جاتے چنانچہ کوفہ نہ گئے بلکہ متوکل بخدا جہاں خدا نے چلائے اُدھر گئے اور آخر جاتے جاتے میدان کربلا میں پہنچ گئے اور فوج کثیر کے محاصرے میں آگئے اس کے بعد تو جتنی کارروائیاں حضور نے نہایت صبر و استقلال سے کیں اور سخت ترین مصائب برداشت کئے اُن کو تو عاقل بطمع خلافت کرنے کا گمان تک نہیں کر سکتا۔ بلکہ اگر آپ کو طمع خلافت ہوتی تو آپ فوراً یزید کی

بیعت کر لیتے کیونکہ اس حالت میں یقین کے ساتھ امید کی جا سکتی تھی کہ یزید آپ کو کوفہ یا مدینہ کا حاکم مقرر کر دیتا اس لیئے اب اس بات میں کوئی شک نہیں رہتا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا کی کارروائی ہرگز ہرگز بہ طمع خلافت نہیں کی تھی۔

کیا امام حسین علیہ السلام ایک ضدی شخص تھے کہ آپ نے اپنی ضد سے اپنا اور دوسروں کا ضرر کیا؟

لیکن اگر کوئی مخالف یہ کہے کہ نعوذ باللہ امام حسینؑ ایک ضدی شخص تھے کہ اپنی ہٹ دھرمی سے خود بھی تباہ ہوئے اور دوسروں کو بھی تباہ کیا تو اندک غور سے یہ اعتراض بھی محض غلط اور تمام تر باطل ٹھیرتا ہے۔ کیونکہ ضدی سرپھی سودائی اس بیوقوف ضدی شخص کو کہتے ہیں جو کسی کی بات نہ سنے اور نہ کسی کا کہا مانے اور نہ اپنی کہے اور نہ اپنے دعوے کی دلیل پیش کرے بلکہ محض اپنی ضد میں اپنا ضرر کرے اور دوسروں کو ضرر پہنچائے۔ امام حسینؑ ہرگز ایسے نہ تھے آپ ہر شخص کی بات کو بغور سنتے اور ہر ایک نیک و بد کو میزان عقل میں تولتے تھے اور جو صلاح نیک ملتی تھی اسکو اختیار کرتے تھے اور جس بات کا خود دعوےٰ کرتے تھے اس کی برابر معقول دلیل دے کر سب کو قائل کرتے تھے۔ اس کو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ فرزندان اور عزیزان اہلبیت آپ کے آپ کو نہایت ہی عزیز تھے۔ ہر شخص آپ کی آنکھوں کا تارا اور جگر کا ٹکڑا تھا۔ آپ نے اپنے بچوں کی حفاظت میں کوئی دقیقہ کوشش کا اٹھا نہیں رکھا اور جہاں ذرا خوف جان یا فساد کا احتمال ہوا وہاں سے فوراً عزیزوں کو ساتھ لے کر نکل گئے مدینہ سے نکل جانا آپ کا کسی کے خلاف نتھا بلکہ ہر شخص حضرت کے اعزا و اقارب کی جان کی حفاظت اسی میں سمجھتا تھا۔ لیکن جب آپ نے مکہ سے کوفہ کا قصد کیا تو اکثر لوگ مزاحم ہوئے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر یعنی حضرت خلیفہ ثانی کے بیٹے نے کہا کہ مصلحت یہ ہے کہ آپ یزید کی بیعت کر لیجیے اور پھر چین سے مدینہ میں قیام کیجیے (دیکھو تاریخ اعثم کوفی چھاپہ دہلی مطبع یوسفی صفحہ ۳۵۲) جناب امام حسینؑ علیہ السلام نے فرمایا بھائی یہ کیا کہتے ہو میں ہرگز یزید کی بیعت نہ کروں گا میں اپنے نانا رسولخدا کی سنت اور اپنے باپ حضرت علی مرتضیٰ کی خصلت پر رہوں گا۔ اس فرمانے سے مقصد آپ کا یہ تھا کہ اگر میں یزید کی بیعت کروں پھر اسلام کا کہاں ٹھکانا رہے گا۔ تو کیا آپ چاہتے ہیں کہ جس اسلام کو میرے جد بزرگوار نے پیٹ پر پتھر باندھ کر پالا پرورش کیا ہے اسکو میں اپنے ہاتھوں سے کھودوں اور جس اسلام کو میرے پدر عالی مقدار نے اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر پھیلایا ہے اس کو میں خود اپنی کارروائی سے ڈبودوں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر مرد معقول تھے مان گئے اور قائل ہو گئے اس کے بعد محمد حنیفہ نے جو آپ کے سوتیلے بھائی تھے منع کیا اور کہا کہ کوفی بے اعتبار ہوتے ہیں ان کے قول و فعل کا کچھ اعتبار نہیں ادھر آپ تشریف نہ لے جائیے اس طرف جانے میں احتمال ضرر ہے آپ نے فرمایا کہ اگر کوفہ جانے میں احتمال ضرر ہے تو یہاں میں کس امن و امان کی جگہ میں ہوں کوفہ کی تو ابھی تک کوئی بات خلاف معلوم نہیں ہوئی ہے۔ لیکن یہاں تو لوگ حاجیوں کے بھیس میں میرے قتل کے لیے جمع ہوئے ہیں تو کیا تم چاہتے ہو کہ مکہ معظمہ میدان جنگ اور خانہ کعبہ مقتل سادات بنی فاطمہ بن جائے؟ اس سے تو ہزار

درجہ بہتر یہی ہے کہ متوکل بخدا کوفہ کی طرف جاؤں اور وہاں جو مشیت پروردگار عالم ہو اسیر راضی برضا رہوں۔ اس سے اتنا تو ہوگا کہ حرمت حرم محترم خانہ کعبہ کی برباد نہ ہوگی۔ محمد حنفیہ اس کو مان کر کہنے لگے کہ اچھا آپ خود تشریف لے جائیے لیکن حرم محترم کو ساتھ نہ لے جائیے چونکہ حضرت محمد حنفیہ حضرت امام حسینؑ کے بھائی تھے اس لئے آپ کو مجبوری ہوئی کہ اپنے دردمند بھائی کو ایک سر مخفی سے بھی آگاہ کر دیں۔ اس لئے حضرت نے فرمایا بھائی میں اس میں بھی مجبور ہوں نانا صلعم کا یہی حکم ہے۔ یہ تو سر مخفی تھا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ باسباب ظاہر بھی غالباً کوئی عاقل اس سے اختلاف نہ کرے گا کہ جب مدینہ اور مکہ دونوں آپ کے محل خوف ہو گئے تو حضرت کا مع اہل بیت طاہرین کے کوفہ کی طرف تشریف لے جانا خلاف مصلحت نہ تھا اگر تنہا جاتے تو عیال اور اطفال کو کس پر اور کس امید پر چھوڑ جاتے جتنے فرزندان اور عزیزان حضور کے تھے سب آپ کو بہت پیارے تھے۔ اُن کو آپ اس محل خوف میں چھوڑ نہیں سکتے تھے اور وہ لوگ حضور کو تنہا کہیں نہ جانے دیتے۔ چنانچہ سب کے سب ساتھ ہوئے۔ صرف حضرت عبداللہ شوہر حضرت زینب علیہ السلام اور حضرت محمد حنفیہ بوجہ علالت کے ساتھ نہ ہوئے ان کے سوا سارا کنبہ آپ کے ساتھ تھا۔ اور آئندہ جو کچھ ہو اس وقت تو آپ کے ساتھ ایک بیادہ فوج بھی ہمراہ تھی تب ایسے قافلہ کو چھوڑ کر اہل و عیال کو دو علیل بھائیوں کی حفاظت میں چھوڑنا اور خود مدینہ سے ہجرت فرمانا ہرگز مصلحت وقت کے موافق نہ تھا۔ اس لئے محمد حنفیہ بھی راضی ہو گئے۔ پھر دیکھیے کہ جب حضرت حر نے بعد رد و بدل کے شب کے وقت تخلیہ کی ملاقات کی تو حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ یا حضرت اس وقت میرا سارا لشکر سوتا ہے آپ اسی وقت کوچ کر جائیے کہ جس میں اعداء کے شر سے نجات ملے آپ نے فوراً اس رائے کو قبول کر لیا اور اسی وقت حضرت عباس کو کوچ کا حکم دیا اور خیمہ اکھڑ گیا۔

اس مقام پر غور کیجیے کہ اگر حضرت امام حسین علیہ السلام ایک معمولی شخص جوشیلی طبیعت کے عرب ہوتے تو بمجرد سماعت اس خبر کے کہ کوفیوں نے عالم غربت میں آپ کے بھائی حضرت مسلم علیہ السلام اور انکے معصوم بچوں کو نہایت بے رحمی سے شہید کیا آپ بنظر انتقام کوفہ چلے جاتے اور کوفیوں سے مظلوم بھائی اور بھانجوں کے خون کا بدلا لیتے۔ لیکن چونکہ آپ نہایت متین سنجیدہ اور متحمل شخص تھے اس لئے آپ نے ان غصہ انگیز واقعات پر صبر کیا اور کوفہ کی طرف کا قصد نہ کیا۔ اس وقت آپ کا اپنے غم و غصہ کو منضبط کرنا بیان سے زیادہ قابل خیال ہے حضرت مسلم آپ کے حقیقی چچازاد بھائی تھے اور آپ کی اپنی سوتیلی بہن یعنی حضرت عباس علیہ السلام کی حقیقی بہن سے بیاہے ہوئے تھے حضرت کی یہ بہن یعنی زوجہ حضرت مسلم بھی اس سفر میں آپ کے ہمراہ ہیں حضرت امام حسینؑ اپنی مصیبت زدہ بیوہ بہن کی آہ و زاری نالہ و فغاں کو سن رہی ہیں۔ اور یہ بھی جانتے سمجھ رہے ہیں کہ اس غریب بھائی مسلم کی میرے لئے جان گئی مگر تاہم ضبط اور تحمل سے کام لیتے ہیں۔

یہ واقعہ ایسا جانگزا ہے کہ ہم سے سرد مزاج ضعیف القلب آدمی کی بھی رگ حمیتی کو جوش میں لا سکتا ہے ہم لوگ تو اپنے آپے میں نہ رہتے اور یہ کہکر اٹھ کھڑے ہوتے کہ ہرچہ بادا باد نتیجہ جو کچھ ہو ظالموں کو ضرور سزا لے اعمال دینی چاہیے مگر قربان ضبط و تحمل و دور اندیشی فرزند رسول صلعم کہ آپ اپنے غیظ و غضب کو ضبط کئے ہوئے ہیں اور کس فراست اور دور اندیشی سے غور فرماتے ہیں کہ اگر میں اس جماعت قلیل کے ساتھ ایک

جابر کے گورنر ظالم کے پایۂ تخت پر حملہ کروں تو نتیجہ اس کا سوائے اسکے اور کچھ نہ ہو گا ایک بھائی دو بھانجے تو قتل ہو چکے بقیہ بھائی بھتیجے بھانجے سب کو کٹوا دوں۔ لیکن اس سے نہ خدا خوش ہو گا اور نہ رسول صلعم خوش ہوں گے تب مجھے مجرد اپنی نفسانیت اور غیظ و غضب کی تشفی کے لئے ہرگز روا نہیں کہ ایسے ایسے نادر جواہرات کو یعنی عزیزان و پسماندگان کو اپنے ہاتھوں سے کٹوا دوں بلکہ مناسب وقت یہی ہے کہ اسی وقت کوچ کر جاؤں کہ جس میں میرے بقیہ عزیزوں کی جانیں بچ جائیں۔ پس حضرات ناظرین اگر آپ غور فرمائیے تو مجرد اس ایک واقعہ سے تینوں اعتراض یعنی (۱) یہ کہ حضرت نے اپنے کو آپ ہلاکہ میں ڈالا (۲) یا یہ کہ حضرت ایک ضدی شخص تھے (۳) یا یہ کہ حضرت نے یہ کل کارروائی بہ طمع خلافت کی تھی ایک دم پاش پاش اور ہوا ہو جاتے ہیں کون شخص بحالت صحت ذات و ثبات عقل ایسے متحمل۔ بردبار۔ ضابط اور کاظم الغیظ بزرگ کو ضدی یا اپنے کو آپ ہلاکہ میں ڈالنے والا کہہ سکتا ہے؟ اور بعد اس واقعہ کے کون مسلوب الحواس ایسا ہے جو یہ کہے کہ کربلا میں جناب امام حسین نے نہایت صبر و استقلال سے جو بے مثل کارروائیاں کی تھیں وہ بطمع خلافت کی تھیں؟ آخر آخر وقت تک معرکہ کربلا میں آپ نے عمر سعد کو بار بار کہا اور متواتر خطبات ارشاد فرمائے کہ اگر تم لوگ ہماری جان (اور ہمارے عزیزوں کی جان) کی امان دو تو ہم نہ مکہ جائیں گے نہ مدینہ جائیں گے نہ کوفہ جائیں گے۔ ہم یمن یا دیار ہند کی طرف چلے جائیں گے جس میں تم کو میری طرف سے کسی قسم کے ضرر کا گمان نہ ہو۔

اب آپ فرمائیے کہ اس سے زیادہ جناب امام حسین علیہ السلام اور کیا کہتے یا کیا کرتے یا کوئی دوسرا عاقل اور فرزانہ شخص کیا کرتا؟ پس ایسے شخص سخن شناس مصلحت بیں۔ صلح جو۔ امان طلب کو ضدی۔ ہٹ دھرم وہی شخص کہیگا جو خود سڑی یا سودائی ہو گا۔

کیا حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا کا معرکہ عظیمہ صرف فیملی آنر (اعزاز خاندانی) یا بقاء اسلام کے خیال سے اختیار فرمایا تھا؟

تب پھر یہ سوال ہوتا ہے۔ کہ اگر حضرت کو طمع خلافت نہ تھی یا ضدی شخص نہ تھے تو کون سی بات آپ کے دل میں ایسی تحریک کرتی تھی جس کے مقابلہ میں آپ نے بیعت یزید کا ننگ گوارا نہ کیا؟

اس کے جواب میں بعض اہل الرائے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت نے فیملی آنر یعنی عزت خاندانی کے خیال سے ایسا نہ کیا لیکن جہاں تک میں دیکھتا ہوں ساتویں محرم کو یہ بات بھی ختم ہو جاتی ہے ساتویں محرم وہ تاریخ ہے کہ تیس ہزار سے زیادہ لشکر جرار آپ کے مقابلہ کو پہنچ گیا۔ آپ چاروں طرف سے گھرے ہوئے تھے گھاٹ رک گئے۔ پانی خیمہ میں آنا بند ہو گیا۔ العطش العطش کی ہر طرف پکار ہونے لگی چاروں طرف نیزوں کی بھالیں چمک رہی ہیں۔ تابش آفتاب سے خیمہ مبارک دہک رہا ہے۔ ایسی حالت میں اگر آپ صلح کر لیتے تو سابق کی فیملی نظیروں کے خلاف نہ ہوتا کیونکہ اس سے بہت کم حالت تھی جب خود حضرت سرور کائنات صلعم نے بمقام حدیبیہ کفار قریش سے صلح فرمائی تھی۔ اس سے کم حالت تھی جب حضرت کے والد بزرگوار حضرت علی

ابن ابی طالب علیہ السلام نے جنگ صفین میں امیر معاویہ سے صلح کی تھی اس سے بہت کم حالت تھی جب آپ کے برادر عالی مقدار حضرت امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہ سے صلح کی تھی اس لئے اگر آپ صلح کر لیتے تو فیملی آنر کے خلاف ہوتا اس لئے یہ بات کہ حضرت نے محض فیملی آنر کے خیال سے اتنا بڑا معرکہ عظیمہ گوارا فرمایا اور اس صبر و استقلال سے اپنا گھر لٹا دیا دلنشین نہیں ہوتی تب دل کو تشویش ہوتی ہے کہ واقعی کیا بات حضرت امام حسین علیہ السلام کے خاطر مبارک میں تحریک کرتی تھی کہ آپ نے سب صعوبتیں گوارا کیں یزید کی بیعت نہ کی

معراج شہادت

اس کے جواب میں اہل الرائے کہہ سکتے ہیں کہ قیام و استحکام اسلام کے لئے حضرت نے یہ سب صعوبتیں گوارا کیں مجھے اس رائے کے صائب ہونے میں مطلق کلام نہیں۔ لیکن میں جہاں تک خیال کرتا ہوں نویں محرم کی شام سے جو کارروائی حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمائی اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بقائے اسلام کے علاوہ حضرت نے اپنی ذاتی ترقی اور اعلیٰ ترین مدارج پر فائز ہونیکا اہتمام آغاز فرمایا تھا۔ وہ اس طرح پر کہ حق تعالےٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے ولنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولئک علیہم صلوٰۃ من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون۔ یعنی ہم تمہارا ان پانچ چیزوں میں سے ایک چیز یعنی خوف۔ بھوک۔ نقصان مال۔ نقصان جان یا نقصان ثمرات یعنی اولاد میں امتحان لیں گے۔

قربان جمت۔ فرزند رسولؐ کہ آپ نے فرمایا خدایا لبیک یہ تیرا بندہ احقر پانچوں امور میں بلکہ ان سے زیادہ امور میں یک وقت امتحان دینے کو حاضر ہے حکم آیا بسم اللہ میدان میں آپ ہمارے فرشتے آپ کے صبر و استقلال کا موازنہ کریں گے۔ حق تعالیٰ نے اسی آیہ کریمہ میں فرمایا ہے کہ جو میرے خاص بندے صابر ہیں وہ مصیبت پڑنے کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں یعنی خدایا ہم تیرے لئے ہیں اور تیری طرف بازگشت کرنے والے ہیں۔ اس امام جلیل خلاصۂ خاندان ابراہیم و اسمٰعیل نے دل میں خیال کیا کہ فقط زبانی انا للہ وانا الیہ راجعون کہا تو کیا اگر اپنے افعال سے دکھلا دوں کہ واقعی ہم لوگ تیرے لئے (خدا کے لئے) ہیں اور تیری طرف واقعی بازگشت کرنے والے ہیں تو البتہ سند ہے اس اہتمام کے لئے حضرت نے نویں محرم کو جب ابن سعد نے لڑائی چاہی تو آپ نے ایک شب کی مہلت لی اور جب یہ مہلت منظور ہوئی تو شام کے وقت آپ نے اپنے سب انصار کو ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا کہ یہ افواج کوفہ و شام ہمارے سر کے طلبگار ہیں تم سے ان کو کوئی مخاصمہ نہیں اور جس حالت میں میں پہنچا ہوں اب اس سے میری جانبری محال ہے پس تم کیوں میرے لئے اپنی جانیں تلف کرو میں تم کو بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ تمہارا جدھر جی چاہے چلے جاؤ۔ بلکہ میں اپنی بیعت تم سے اٹھا لیتا ہوں۔ یہاں پر عرض طلب یہ امر ہے کہ اگر مقصد اقصیٰ آپ کا صرف بقائے اسلام ہوتا تو اپنی جماعت کو کم نہ کرتے کیونکہ جس قدر فوج آپ کی زیادہ ہوتی اسی قدر قوت ظاہری آپ کی زیادہ ہوتی چنانچہ یہ قاعدہ عام اب تک چلا آتا ہے کہ حالت خوف میں سردار لشکر جہاں تک ممکن ہوتا ہے اپنی جماعت کو سمیٹے رہتا ہے

بلکہ بھاگنے والوں کو گولی مارنیکا حکم دیتا ہے۔ اس لئے کوئی شک نہیں کہ اس کارروائی سے مقصد اصلی حضرت امام حسینؑ کا یہ تھا کہ اصحاب کا امتحان تو شروع ہو گیا۔ خوف چھا گیا بھوک پیاس کی شدت شروع ہو گئی اب انا للہ وانا الیہ راجعون کی عملی تیاری کرواس سے پہلے آپ نے انتخاب ان لوگوں کا کیا جو زمرۂ انا للہ میں داخل ہونیکا شرف پانے والے تھے چنانچہ بہتر بزرگوار ایسے نکلے جنہوں نے بخشوع وخضوع اس اقدس فہرست میں اپنے نام نامی لکھوائے۔ لیکن جن کی قسمت میں یہ شرف نہ تھا وہ لوگ شب عاشور ادھر ادھر چل نکلے۔

الغرض اس طرح پر حضور نے انا للہ والوں کی فہرست تیار کی اور بعدہ انا الیہ راجعون کی تیاری شروع کر دی شب بھر حضور اقدس نے عبادت خدا میں بسر کی۔ غازیان با صفا بضائے پروردگار عالم کے حصول کو یوں بے چین رہے جیسے اطفال خورد سال بہ شب عید متمنی سحر رہتے ہیں۔ اہلبیت طاہرین علیہم السلام نے اپنے اپنے خیمہ میں اپنے اپنے فرزندان کو سنوارا اور تلقین کی کہ دیکھو کل تمہارے آقا پر حملہ ہو گا ایسا نہ ہو کہ پسپا ہو جاؤ۔ یا شمشیر مخالفین سے ڈر جاؤ یا بھوک پیاس کی شدت سے تڑپنے لگو ان معصوموں نے یقین دلایا کہ اگر ہم اپنے آقا پر اپنی جانیں فدا نہ کریں تو آپ دودھ نہ بخشیں الغرض اس تیاری میں شب عاشور کٹ گئی اور صبح شہادت آئی اب یکے بعد دیگرے غازیان دین سفر آخرت کی راجعا الی اللہ تیاری کرنے لگے۔ ادھر آقا سے رخصت ملی فوراً گھوڑی اٹھا کر شادان وفرحان میدان جنگ میں گئے اور بکمال بہادری اور جانبازی دکھلا کر رحمت خدا سے جا ملے آخر نوبت عزیزوں کی پہنچی اور وہ بچھڑنے لگے۔ گودی میں جنہیں پالا تھا۔ وہ بقیہ پسران مسلم شہید ہوئے حضرت امام حسینؑ راضی برضا رہے۔ پیاری بہن زینب اپنے بیٹوں کو رخصت دلوانے کے لئے حاضر لائیں۔ قلب پر سخت چوٹ پڑتی ہے۔ بہن کی کمائی ہاتھ سے کھوئی نہیں جاتی مگر نہایت استقلال سے پیارے بھانجے میدان میں بھیجے جاتے ہیں اور جب ان کی لاشیں آتی ہیں تو صدمہ تو انتہا کا ہوتا ہے مگر جادۂ صبر واستقلال سے قدم نہیں ہٹتا۔ اب اس مصیبت کا سامنا ہے کہ تازہ داماد رخصت پر مصر ہے۔ برادر مرحوم کی نشانی ہاتھوں سے جا رہی ہے۔ بیٹی کے زندگی سالہ کا سامان ہو رہا ہے۔ مگر پھر رخصت سے انکار نہیں کیا جاتا خود اپنے تازہ ناشاد نامراد داماد کو گھوڑے پر چڑھاتے ہیں اور جب اسکی نعش آتی ہے تو خیمہ مبارک میں کہرام پڑ جاتا ہے مگر حضرت کا استقلال نہیں جاتا اور بالکل راضی برضا رہتے ہیں۔ اب یہ وقت آیا کہ برابر کا بھائی جو اشجع انام تھا جس سے ہر شخص کو بڑی تقویت تھی رخصت طلب ہے آپ کی آنکھوں میں دنیا سیاہ معلوم ہوتی ہے مایوسی چاروں طرف سے گھیر لیتی ہے۔ لیکن اپنے قوت بازو کو اجازت جنگ دیتے ہیں اور جب وہ جان نثار بھائی آواز دیتا ہے یا اخی یا مولای ادرکنی تو آپ کو صدمہ تو ایسا ہوتا ہے کہ کمر خم ہو جاتی ہے طاقت رفتار جاتی رہتی ہے اور عالم یاس میں بے چین ہو کر فرماتے ہیں الان انکسرت ظہری وقلت حیلتی یعنی اب میری کمر شکستہ ہو گئی اور ساری آس ٹوٹ گئی۔ لیکن اسپر بھی جب اس قوت بازو بہادر بھائی کی لاش مبارک پر پہنچتے ہیں تو کمال صبر واستقلال کے ساتھ خالی مشک وعلم لے کر خیمہ مبارک میں واپس آتے ہیں اور اپنے ارادے میں ویسے ہی مستقل رہتے ہیں۔ اس کے بعد اس فخر خاندان خلیل واسمعیل کے سامنے یہ مرحلہ پیش آیا کہ اٹھارہ برس کا نوجوان بیٹا ہم شکل رسول جسکی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں اور رسول خدا یاد آتے تھے رخصت طلب

ہے اور اسی میدان میں جانا چاہتا ہے۔ جہاں ابھی تک لاش حضرت عباسؑ غازی علمدار۔ شجیع الناس کی پڑی ہوئی ہے۔ اس وقت امام حسینؑ کے دل پر چوٹ تو ایسی پڑتی ہے کہ تلملا کر گر پڑتے ہیں۔ لیکن ایک ایسی چیز (رضا و رحمتِ پروردگارِ عالم) اپنا جلوۂ ظہور دکھا رہی ہے کہ اس کے پرتو سے آپ حضرت علی اکبرؑ کے مرگِ شباب کو دھیان میں نہیں لاتے حالانکہ صدمہ قلبی آپ کو ویسا ہی ہو رہا ہے جیسا کہ ہر بشر کو ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ چنانچہ منقول ہے کہ قبل شہادت حضرت علی اکبرؑ کے آپ کی ریش مبارک کے کل بال سیاہ تھے مگر بعد شہادت اس نوجوان فرزند کے زیادہ تر بال سفید ہو گئے۔ لیکن اس پر بھی آپ کے صبر و استقلال میں ذرا فرق نہ آیا اور اپنے لختِ جگر کے سینہ مبارک سے خود برچھی کا پھل نکالا اور رضی برضا رہے۔ امتحان دینا اسکو کہتے ہیں اتنے میں فضہ نے آواز دی کہ یا حضرت معصوم علی اصغرؑ پیاس کے مارے دم توڑ رہا ہے خبر لیجئے آپ اس بچہ کو ہاتھوں پر میدان میں لائے اور فرمایا کہ میرا بچہ ناقہ صالح سے کم نہیں ہے۔ ہے کوئی ایسا جو اس معصوم بچے کے حلقِ خشکیدہ تک تھوڑا پانی پہنچا دے۔ جواب میں بے رحم حرملہ نے اس بچہ کو آب تیر سے سیراب کیا اور بچہ تڑپ تڑپ کر آپ کی گود میں شہید ہوا۔ اب حضرت یکہ و تنہا رہ گئے اور خود لقاءِ پروردگارِ عالم اور جوارِ رحمت میں ملنے کو تیار ہوئے عصر کا وقت آگیا زخموں سے چور چور ہو کر گھوڑے پر ڈگمگاتے ہیں۔ جسم مبارک پر اسی سو زخم پڑ چکے ہیں تیر بدن میں پیوست ہیں۔ لیکن استقلال وہی ہے بلکہ غالباً اس خیال سے کہ اے حسینؑ جب اپنے حبیب کے پاس جاتے ہو تو سب امتحان پورا کر لو ذرا چلتے چلتے اپنی پیاری بہنوں اور بیٹیوں کو تو دیکھ لو ایسا نہو کہ کہا جائے کہ اگر ان کی مایوسانہ صورتیں تمہارے سامنے ہوتیں تو تمہارے دل پر ایسا اثر پڑتا کہ تمہارے استقلال میں فرق آتا۔ آپ فوراً در خیمہ پر تشریف لائے اس وقت حضور کے جسم مبارک میں اس قدر تیر پیوست تھے کہ اہلبیت علیہم السلام کو شناخت میں تامل ہوا جب سبھوں نے پہچانا تو سب بیبیاں آکر قدم پاک سے لپٹ گئیں اور آپنے دختر چار سالہ حضرت سکینہؑ کو سینہ سے لپٹا لیا حضرت نے اپنے فرزند علیل کو جگایا اور بعد ودیعت اسرار امامت و احکام شریعت رخصت طلب ہوئے خیمہ میں کہرام پڑ گیا۔ اس وقت کا بین بیان سے زیادہ قابل خیال ہے آپنے پہلے حضرت سکینہ کو گودی سے اتار کر حضرت زینبؑ کے حوالہ کیا اور کہا بہن یہ میری بیٹی ناز پروردہ ہے اسکی برابر خبر لیتی رہنا بعدہ بہت منت کر کے سب بیبیوں سے رخصت طلب ہوئے اور خیمہ مبارک سے باہر آکر بزبان حال یہ فرمایا ؎

یا رب یہ ہے سادات کا گھر تیرے حوالے	رانڈیں ہیں کئی خستہ جگر تیرے حوالے
بیکس کا ہے بیمار پسر تیرے حوالے	سب ہیں ترے دریا کے گہر تیرے حوالے

عالم ہے کہ غربت میں گرفتار بلا ہوں
میں تیری حمایت میں انہیں چھوڑ چلا ہوں

اب میں صحت قلیم کے اہل الرائے سے سوال کرتا ہوں خوب غور کر کے فرمائیں کہ اس وقت امام حسینؑ کے دل میں کون سی بات تحریک کرتی تھی کہ اپنے ناموس کو یوں بے سہارے چھوڑ کر میدان کی طرف جاتے ہیں اور جس وقت حضور اقدس نے حضرت سکینہ کو اپنی آغوش مبارک سے اتارا اسوقت کون سی عزیز شے آپ کی آنکھوں کے سامنے

تھی جس نے حضرت سکینہ کی صورت پر پردہ دیدیا؟ فقیر کے نزدیک سوائے اسکے اور کوئی بات معلوم نہیں ہوتی
کہ اب حضور کو درجۂ وصال ملنے والا ہے اور لقاء رحمت اپنا جلوۂ ظہور دکھا رہی ہے اسی وجہ سے اہل حرم کی بیکسی
اور بیچارگی رجوع قلب میں فرق آنے نہیں دیتی۔ اس درجہ وصال پر فائز ہونے کے لیئے یہ زینہ بڑا دشوار
گذار تھا۔ لیکن قربان ہمت فرزند رسول مقبول کہ آپ اُس زینہ سے بھی باآسانی بڑھ گئے اور اہلبیت طاہرین
علیہم السلام کو خدا کو سونپ کر میدان میں تشریف لائے۔ اب تو صرف ایک آخر کا زینہ باقی ہے یعنی حضرت گھوڑے
سے گرے شمر خنجر بکف آیا سینہ مبارک پر سوار ہوا۔ اس وقت امت عاصی کے حق میں دعا کرتے ہوئے عرش اعظم پر
پہنچ گئے اور درجۂ وصال سے مشرف ہو کر رحمت ایزدی سے مل گئے اور اپنے بے بہا صبر و استقلال سے انا
للہ وانا الیہ راجعون کے لغوی معنی پر فائز ہو کر زندۂ جاوید ہو گئے!! اللھم صل علی محمد وآل محمد
ایسے ہی بزرگواروں کی شان پاک میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا
بل احیاء ولکن لا تشعرون یعنی جو لوگ راہ خدا میں قتل ہوئے اُن کو مُردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم
کو اُن کے دیکھنے کا شعور نہیں اگر اس آیہ کریمہ کے مدارج کے قابل نعوذ باللہ حضرت شہدائے کربلا نہ سمجھے جائیں
تو دنیا کی تاریخ اُٹھا کر دیکھیے کوئی دوسرا شخص اسکا مستحق نہ ملیگا۔ الغرض اس میں کوئی شک نہیں کہ جناب
سید الشہداء علیہ السلام کی ذات بابرکات ایسی ہے کہ قطع نظر اس کے کہ آپ امام ابن امام ہیں خود آپ کی سیرت
اور آپ کے اعمال ایسے ہیں کہ ہر شخص آپ کو اعلیٰ درجہ کا بشر سمجھے گا۔ کیونکہ جو شخص واقعات کربلا کو بنظر غور اور
تعمق دیکھے گا وہ عام اس سے کہ اس کا اپنا مذہب جو کچھ ہو بلا ریب و شک کہیگا کہ حسین بن علی علیہ السلام نے
ایسے ایسے مصائب سخت اور جانگزا صرف اس وجہ سے اختیار کیے تھے کہ اُن کو اس کا کنونشن یعنی یقین کامل
ہو گیا تھا کہ جو بات میں نے دل میں ٹھان لی ہے۔ اسی میں پروردگار عالم کی خوشی ہے۔ یعنی اگر میں یزید کی
بیعت کروں تو اسلام بالکل تباہ و برباد ہو جائے گا اور باب وجد کا سارا ریاض مٹی میں مل جائے گا لیکن
اگر میں یزید کی بیعت نہ کروں تو اسلام قائم رہ جائے گا اور خداوند عالم مجھ سے راضی اور خوشنود ہو گا اور
واسطے خوشنودی اور رضائے پروردگار عالم کے سب مصیبتوں اور آفتوں کو صبر و رضا کے ساتھ برداشت
کرنا کمال عبودیت ہے اس لیئے اس مہم فی سبیل اللہ میں کسی چیز کو حتی کہ اپنے فرزندان اور جگر گوشگان کو بھی
جو میرے سرمایۂ زندگی ہیں عزیز کرنا نہ چاہیئے۔ اس لیئے کوئی شک نہیں کہ حضرت نے سب مصائب اور تباہی
اور خانہ بربادی صرف واسطے رضا و خوشنودی خلاق عالم کے گوارا فرمائی تھی پس جو شخص مجرد حق تعالیٰ
جل شانہ کی رضا اور خوشی کے لیئے اپنے بیٹے بھانجے بھائی بھتیجے کی شہادت گوارا فرما کر خود بعالم غربت
بھوکا پیاسا شہید ہوا اس کے مقبول بارگاہ احدیت ہونے میں کسکو کلام ہو سکتا ہے؟ ہاں اگر کوئی مخالف
کہہ سکتا ہے تو یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت اپنے خیال ہی میں غلطی پر تھے لیکن اسکی نسبت بھی غالباً کوئی شخص
انکار نہ کرے گا کہ یزید کے اعمال و افعال بالکل اسلام بلکہ تہذیب و اخلاق کے [illegible] لیے تھی اسلیئے اسکی
بیعت کرنے سے اسلام خاک میں مل جاتا اور انسان بہائم ہو جاتے تب یہ خیال ہرگز غلط نہیں ہو سکتا کہ حقتعالیٰ
مخرب دین اسلام اور مخرب تہذیب و اخلاق کی حمایت کو ہرگز پسند نہیں کرتا اس لیئے حضرت سید الشہداء

کا یہ کانشنس (علم و یقین) کہ خداوند عالم کی خوشی اسی میں ہے کہ میں یزید کی بیعت نہ کروں اور اسلام کو بے داغ اور بے عیب رکھوں غلط نہ تھا۔ کوئی شک نہیں کہ حضرت امام حسینؑ نے رضائے پروردگار عالم کے لئے وہ کام کیا جو آج تک کسی بشر نے نہیں کیا ہے اسلئے آپ بلاریب و شک دنیا کے ایک بڑے شخص یعنی سید الشہدا ہیں اور ہر قوم اور ملت میں قابل تعظیم ہیں اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ چنانچہ خدا کے فضل سے واقعہ بھی ایسا ہی کہ ہر ملت و مذہب والے جو حضرت کے حالات صبر و استقلال سے واقف ہیں وہ آپ کی بڑی عظمت کرتے ہیں کہ آپ زندوں کی طرح فرمانروا ہیں اور ہندوستان میں تو ہمارے ہندو بھائی حضرت کی پوری عزاداری کرتے ہیں اگر کسی کو شک ہو تو اس وقت جناب مہاراجہ صاحب بہادر گوالیار سے دریافت کرے کہ حضور کا حضرت امام حسین علیہ السلام کی نسبت کیا اعتقاد ہے اور حضور کے اسٹیٹ میں سالانہ بجٹ میں محرم شریف کا خرچ کس قدر رکھا جاتا ہے۔ جہاں تک میں خیال کرتا ہوں کسی مذہب کے پیشوا کے لئے دوسرے مذہب والے اگر بہت کرتے ہیں تو اتفاقیہ کسی کی خاطر سے کچھ بطور ڈونیشن کے دے دیتے ہیں مگر ہمارے آقا حضرت سید الشہدا کے لئے تو لاکھوں ہندو محض صدق دل اور سچے اعتقاد سے بلا کسی کی ترغیب و تحریص کے لاکھوں روپیہ ہر سال خرچ کرتے ہیں اور اس میں ترقی کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ سب اقالیم کے مورخین نے حضرت امام حسینؑ کے صبر و استقلال کی بڑی تعریف کی ہے۔ لیکن ہزار افسوس کہ جو لوگ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں وہی ان کی تحقیر و توہین کرتے ہیں اور آپ کی شان مبارک میں الفاظ کہ "اپنی سزائے اعمال کو پہنچے" استعمال کرتے ہیں شرم!! شرم!! یوں تو ہر شخص اپنے اعمال و فعل کا مختار ہے۔ لیکن ہر مسلمان کو اسقدر یاد رکھنا ضرور ہے کہ ایک روز ایسا بھی آنے والا ہے کہ انہیں خاصان خدا کے سایۂ عاطفت میں پناہ لینا ہے۔ اس لئے میں کوئی خاص فرمائش نہیں کرتا کہ ایں مکن آں کن۔ بلکہ کمال ادب و تعظیم سے چند سوال کرتا ہوں کہ براہ کرم غور فرمایئے اور دیکھ لیجئے کہ آپ کا کانشنس (علم و یقین) کیا جواب دیتا ہے۔

جمہور اسلام کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کس قدر اور کس طرح ہمدردی کرنی چاہئے

(۱) جس بزرگ کو ہم نے بحیثیت ایک بشر کے مجرد واقعات سے ایسا جلیل القدر اور عالی وقار ثابت کیا ہے اس کے ساتھ ہم لوگوں کو کسقدر اور کس طرح ہمدردی کرنی چاہیئے؟ (۲) ہماری اور جمہور اسلام کی ہمدردی اس بزرگ کے ساتھ کس قدر ہونی چاہیئے جب یہ معلوم ہو کہ یہ عالی وقار ہمارے جناب رسول مقبولؐ کا پیدا فرزند ہے جس کو آنحضرتؐ اپنے کاندھے پر چڑھاتے تھے اور اپنا سرمایۂ زندگی سمجھتے تھے۔ (۳) ہمیں اس بزرگ کے ساتھ کس قدر ہمدردی کرنی چاہیئے اور اسکے فضائل و مصائب کے یادگار قائم کرنے میں کس قدر تپاک کرنا چاہیئے جب یہ معلوم ہو کہ یہ بزرگ جنہوں نے ایسے اعلیٰ مدارج حاصل فرمائے ہیں وہ ہمارے جد امجد ہیں!! اللہ اکبر!! (۴) جمہور مسلمانان کو اس بزرگ کی کس قدر اور کس طریقے سے شکر گذاری کرنی چاہیئے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس بزرگ والا ہمم عالی وقار نے یہ سب مصائب جو بیان ہوئے اس وجہ سے برداشت کئے تھے کہ بروز محشر اسکو ایسا درجہ حاصل ہو کہ درگاہ شاہنشاہ قہار و جبار کے سامنے ہم سب گنہگاروں کی

شفاعت کا اس کو موقع ملے اور ہماری جان بچائے؟ ورنہ بذات خود اس کا بہشت میں جانا روز ازل سے معین تھا۔ جن ایام میں اس بزرگ پر ایسی ایسی مصیبتیں پڑیں کہ بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے بھوکے پیاسے سامنے قتل ہوئے۔ خود عالم غربت میں تین دن کا بھوکا پیاسا نہایت بے رحمی سے شہید ہوا۔ گھربار لٹ گیا۔ اہلبیت علیہم السلام اسیر ہوئے۔ ان ایام مصیبت میں ہم مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے جس سے بروز محشر جناب سرور کائنات سمجھیں کہ ہاں یہ لوگ البتہ میرے فرزند کے ہمدرد تھے۔؟

ایک بات اور قابل لحاظ ہے کہ حضرت سید الشہدا علیہ السلام کا سارا خاندان صبر و استقلال میں یکتائے روزگار گذرا ہے۔ اہلبیت طاہرین علیہن السلام کا تو یہ حال آپ نے سنا کہ بہ شب عاشورہ اپنے فرزندوں کو تلقین کرتی تھیں کہ آج روز جانبازی کا ہے ہرگز ہرگز قدم پیچھے نہ ہٹے۔ اب واقعات بعد شہادت کو سنئے کہ ان مخدرات نے بھی اسی صبر و رضا سے مصائب کو برداشت کیا اور خاندانی اعزاز و توقیر کو ہاتھوں سے جانے نہ دیا اور ان میں سب چھوٹے بڑے یکساں متحمل و مستقل رہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ جب اہلبیت کا لٹا ہوا قافلہ کوفہ میں داخل ہوا تو کوفی عورتوں نے معصوم فیدیوں پر رحم کھا کر روٹی اور خرمے اپنے بچوں پر تصدق کر کے معصوموں کو کھانے کو دیے جونہی معصوم بچوں نے بھوک کی شدت میں روٹیاں منہ میں رکھیں تو حضرت ام کلثوم نے فرمایا کہ ان الصدقۃ علینا حرام یعنی ہم اس خاندان پاک کے لوگ ہیں کہ صدقہ ہم پر حرام ہے قربان عترت فاطمی کے کہ یہ سنتے ہی معصوم بچوں نے باوجود دو دن کی بھوک پیاس کے روٹیاں اور خرمے منہ سے اگل دیے اور معصومہ سکینہ بنت امام حسین اپنی پھوپی کا منہ دیکھ کر ساکت رہ گئیں اس وقت معصوم بچوں کا راضی برضا رہنا اور اہلبیت علیہم السلام کا اف نہ کرنا دنیا کی تاریخ میں تو غالباً جواب نہیں رکھتا۔ اس روایت سے میرے نزدیک ان بزرگواروں کا عز و وقار پیش خداوند عالم جیسا معلوم ہوتا ہے بیان ہو نہیں سکتا۔ برائے خدا تم کہو کہ اس روایت سے اہلبیت طاہرین علیہم السلام کی عظمت معلوم ہوتی ہے یا توہین؟ جتنے مذاہب ہیں اپنے مذہبی پیشواؤں کے مصائب اور صبر و رضا پر ناز کرتے ہیں۔ پھر ہم تو بڑے فخر و مباہات کے ساتھ اس کو بیان کر سکتے ہیں کہ انبیائے سلف یا دوسرے مذاہب کے پیشواؤں نے جو مصیبتیں اٹھائیں وہ صرف اپنے نفس نفیس پر۔ لیکن ہمارے رسول پاک کا تو خاندان کا خاندان کیا مرد کیا عورت۔ کیا لڑکے کیا جوان کیا مسن اشد مصائب اٹھا کر راضی برضا رہے!!

پس کیا یہ سب باتیں عند اللہ اور عند الناس ہمارے رسول پاک اور ان کی آل اطہار کو اعلیٰ سے اعلیٰ اور ارفع سے ارفع درجہ پر نہیں پہنچاتیں؟ کیا کوئی مذہبی گروہ بردۂ زمین پر۔ ایشیا۔ یورپ۔ افریقہ۔ امریکہ میں ایسا ہے کہ تحمل مصائب و صبر و رضا میں اپنے پیشوا یا رسول کو از آدم تا ایندم ہمارے نبی آخر الزمان علیہ السلام اور ان کے اہل بیت طاہرین کے مقابلہ میں لا سکے؟ پس کیوں بھائی جو امور کہ تمہارے رسولؐ اور ان کی اولاد کو دنیا بھر کے مذہبی پیشواؤں سے ممتاز کرتے ہیں انہیں کو تم کہتے ہو کہ ہم ظاہر نہ کریں اور انہیں کا ذکر زبان پر نہ لائیں بلکہ اس کو بھلا دیں!! حیف صد حیف۔ افسوس ہزار افسوس!!۔ اور یہ جو کہتے ہو کہ تمہارے ماں باپ کا کوئی ایسا ذکر کرے تو تمہیں کیسا معلوم ہوگا؟ ہائے افسوس! یہ درجہ ہمارے ماں باپ کو

کہاں ملا ایسا مجھے فخر ہوتا اگر کوئی کہتا کہ علی رضا کی ماں حضرت زینبؑ کے ساتھ اسیر تھی یا علی رضا کا باپ امام حسینؑ کے قدموں پر تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہوا!! ہزار افسوس یہ تو ہوا لیکن اب صرف یہ دعا ہے کہ حق تعالے میرے ماں باپ کو انہیں خاصان خدا کے ساتھ محشور کرے!! الٰہی آمین۔ اور اگر مجرد نام لینے پر اعتراض ہے تو میں کہتا ہوں کہ اولاً تو عرب اور عجم وغیرہ اقالیم مغربی میں عورتوں کا نام لینا مطلق خلاف تہذیب نہیں تا نیاً اگر ہندوستان کے رواج کو لیجئے تو ذرا مہربانی فرما کر پانچوں ضلعوں کے رجسٹر داخل خارج کو دیکھئے کہ کتنی بیبیوں کا نام دفتر سرکاری میں درج کیا گیا ہے۔ پس کیا حضرات سنت جماعت اپنی بیبیوں کے نام سے جائداد نہیں خریدتے؟ کیا ان کی ماں بہنوں کا نام عدالت میں نہیں لیا جاتا؟ کیا پیادے ان کے نام کا سمن نہیں لے جاتے اور اکثر احکام کو باواز دہل مشتہر نہیں کرتے؟ پس ہم پر تو سب اعتراض اور اپنی کارروائیوں سے خبر نہیں!!۔

علاوہ مسلمانوں کی دیگر مذاہب والے اس واقعہ کو اور شیعوں کی عزاداری کو کیسا سمجھتے ہیں!

محی الدین:- وہ لوگ (سنی لوگ) یہ کہتے ہیں کہ یہ بات تو ہمارے اور تمہارے یعنی مسلمانوں کی سمجھ کی ہے نا؟ غیر مذہب والے اسکو کیا سمجھیں گے وہ تو توہین ہی سمجھیں گے نا؟

اور وہ کہیں گے کہ اتنے بڑے نبی کے نواسے یوں قتل ہوئے۔ یا یہ کہ ایسے رسول ابرار کی نواسیاں قید ہوئیں۔

علی رعنا:- ہے غضب یہ کیا بہتان ہے۔ لکھنو۔ الہ آباد۔ فیض آباد۔ بنارس پٹنہ کے رویت خاص اور یقین کامل پر تو کہہ سکتے ہیں کہ سارے ہندوستان کا تجربہ ہے کہ سوائے بعض فرقہ سنت جماعت کے کوئی فرد بشر۔ کیا ہندو کیا مسلمان۔ کیا یہود۔ کیا نصارے امام حسینؑ کی شہادت اور انکے اہلبیت کی اسیری پر سوائے افسوس اور ہمدردی کے اور کچھ نہیں کہتا اس وقت ہندوستان میں بیس کروڑ سے زیادہ مسلمانوں کے علاوہ اور مذاہب کے لوگ ہیں۔ مگر دعوے سے کہتا ہوں کہ سو میں نوے تو اس واقعہ کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور لاکھوں روپیہ صرف کرتے ہیں اور بہت سے ہندوؤں کو حضرات شہدائے کربلا علیہم السلام سے ایک خاص اعتقاد ہے اور وہ پوری عزاداری کرتے ہیں چنانچہ اسی شہر میں ایک بڑے معزز رئیس لالہ ماتا دین صاحب رائے بہادر سابق سب جج کی مجھے ایک رباعی یاد ہے ؎

خوشا وہ لوگ جو آتے ہیں بزم ماتم میں ۔۔۔ خوشا وہ ہاتھ جو پیٹے حسینؑ کے غم میں
وہ دل ہو خاک نہ ہو جس میں اہلبیت کا غم ۔۔۔ وہ پھوٹے آنکھ جو روئی نہ ہو محرم میں

پس ہزار افسوس کہ غیر مذہب والے تو اس واقعہ عظیمہ کو اس عزت کی نگاہ سے دیکھیں اور اسکی ایسی تعظیم کریں اور جو لوگ مسلمان کہلائیں وہ اسے توہین سمجھیں اور اسکے مٹانے کی فکر کریں!! کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ اس امر میں توہین اہلبیت کے ہونیکا گمان پہلے مسلمانوں ہی کے دلوں میں پیدا ہوا اور یہی لوگ غیر مذہب والوں کو ایسا سمجھنے کی تعلیم کریں؟ اور اسپر غضب یہ کہ اس تعلیم میں ناکامیاب ہوں تو بھی اپنی ہٹ دھرمی نہ چھوڑیں! حیف صد حیف!! کلکتہ میں اکثر انگریزوں اور بنگالیوں نے جن کو ان امور سے مطلق

تعلق نہیں عندالذکر میرے ساتھ موافقت ظاہری کی ہے وہ بھی اعمال جائز محرم اور واقعہ کربلا کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں انگریزی مورخوں نے ہی واقعہ کو اور شیعوں کی عزاداری کو ہمدردی کی نگاہ سے دیکھا ہے اور مسٹر جسٹس ارنالڈ صاحب نے جلد ۱۲ بمبئی ہائیکورٹ رپورٹ صفحہ ۳۴۳ میں شیعوں کے طریقہ عزاداری کی تحسین کی ہے علاوہ اسکے دیکھو گبن صاحب کی تاریخ روم صفحہ ۹۳۲ اور آیرونگ صاحب کی کتاب موسوم خلفائے پیغمبر صفحہ ۲۱۵ اور بابو شاما چرن صاحب ٹگور کا لیکچر ۱۸۷۲ء صفحہ ۸ نوٹ۔

مسٹر جسٹس ارنالڈ صاحب جلد ۱۲ بمبئی ہائیکورٹ رپورٹ میں (جو انڈین لارپوٹ بمبئی کے پہلے شائع ہوتا تھا) اپنے فیصلہ مصدورہ ۱۲ - نومبر ۱۸۷۵ء میں بصفحہ ۳۴۳ یوں تحریر فرماتے ہیں۔ "شیعہ لوگ سالانہ حسینؑ کی عزاداری برپا کرتے ہیں۔ یہ عزاداری صرف نمایشی اور ظاہری نہیں ہوتی بلکہ قلبی اور سچی عزاداری غمخواری اور صدمہ کے ساتھ ہوتی ہے" موصوف الیہ پھر تحریر فرماتے ہیں " جب دسویں محرم کی آتی ہے سارے اقلیم ایشیا میں جہاں جہاں شیعہ پائے جاتے ہیں یہ روز غم و الم و حزن و بکا اور صدمہ کے ساتھ ماتمداری کا مانا جاتا ہے"

جسٹس موصوف بعد بیان کرنے حال عزاداری اور خلوص ایرانیوں کے تحریر فرماتے ہیں " ہندوستان میں جہاں شیعوں کی تعداد ہمیشہ کم اور ضعیف رہی اور جہاں سنیوں کی تعداد زیادہ اور قوی رہی سنی لوگ محرم کو دنگا فساد اور کھیل تماشے کے ساتھ کرتے ہیں اور قسم قسم کے سوانگ جانوران درند کی کھال پہن کر نکالتے ہیں برخلاف اس کے شیعہ لوگ محزون و غمگیں اپنے گھروں یا امام باڑوں میں مجتمع ہوتے ہیں اور گریہ و بکا نالہ و افغاں کے ساتھ دردناک فسانہ امام حسینؑ کی شہادت کا سنتے ہیں اور جب کبھی کسی جلوس میں شامل ہوتے ہیں اور پولس اُن کے اعمال میں چھیڑ چھاڑ نہیں کرتی تو وہ لوگ محزون و غمناک ماتم کرتے جاتے ہیں ایک نقرہ گھوڑا بے سوار کے ساتھ رہتا ہے جو اس دلدل کی یاد دلاتا ہے جس پر امام حسینؑ سوار تھے اور جس سے اتر کر آپ نے پانی پینا چاہا تھا۔ لیکن جونہی آپ نے کوزے سے لب ملایا کہ مردود سنگدل شمر نے تیر مارا کہ آپ کا منہ والا خون اس پانی میں مل گیا۔ شیعوں کے نزدیک نواح کربلا کا وہی درجہ ہے جو سابق میں عیسائیوں کے نزدیک بیت المقدس کا تھا" جسٹس موصوف صفحہ ۳۴۴ میں یوں ختم کرتے ہیں " المختصر کل مذہبی زندگانی شیعوں کے خیالات اور عقائدات اور واقعات اور ایسے اعمال مذہبی سے بھری رہتی ہے جس کا مرکز اور مرجع ذات پاک علیؑ اور فاطمہؑ اور ان کے دونوں فرزندان حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور یہ مقدس چار بزرگوار معہ رسول خدا و پنجتن پاک یا اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے ملنے جاتے ہیں۔"

گبن صاحب مورخ بہ صفحہ ۹۳۲ کتاب عروج و زوال سلطنت روم یوں تحریر کرتے ہیں " مدت مدید اور فاصلہ بعید پر بھی مظلومانہ شہادت حسینؑ کی ایسا واقعہ ہے جو محض بے حس قلب کے سامعین کی بھی ہمدردی کو جگا دیتا ہے اسکی سالانہ یادگار شہادت میں اُس کے معتقدین پیرو ساکنان ایران اس کے روضہ پر جاکر اپنی جان و روح کو اسکی عزاداری اور غم خواری کے حوالہ کر دیتے ہیں (یعنی جان کو جان نہیں سمجھتے)۔"

پبلک مورننگ (عام عزاداری) ہر ملک میں جاری ہے

علاوہ اس کے ہر ملک اور ہر قوم میں پبلک اور پرائیویٹ مورننگ یعنی تعزیت کا طریقہ جاری ہے دیکھو ہمارے شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم صلح کل مرحوم نے بتاریخ ۶ مئی سنہ ۱۹۱۰ء اپنی دار السلطنۃ میں تخت سلطنت پر انتقال فرمایا لیکن اسکی تعزیت برس دن تک جاری رہی چھ مہینہ تک ان کی وفادار رعایا سیاہ پوش رہی اور سیاہ کریپ اپنے بازوں پر باندھتی رہی اور برس دن تک کل مراسلات سرکاری کے لفافے اور خطوط کے حاشیے سیاہ رہے اور جس وقت شاہ موصوف زیر زمین دفن ہوئے اس وقت تمامی ممالک اور اقلیم میں گورنمنٹ کا حکم تھا کہ ہر شخص اور ہر چیز عالم سکوت میں ہے چنانچہ اس وقت سارے اقلیم ہندوستان کی بلکہ تمامی سلطنت برطانیہ کی ریل گاڑیاں جو جہاں تھیں پندرہ منٹ تک وہیں ساکت رہیں - اب میں حیران ہوں کہ جب اس قسم کی عزاداری ہر ملک اور ہر اقلیم میں جاری ہے تو ہم اگر بیاد شہادت مظلومانہ فرزند رسول مقبول صلعم عزاداری کرتے ہیں سیاہ یا سبز کرتے پہنتے ہیں عالم حزن و ملال میں رہتے ہیں دنیاوی عیش ترک کرتے ہیں یوم عاشور عالم عیر و سکوت میں رہ کر سوائے غم والم کے اور کوئی دوسرا کام نہیں کرتے تو کیا برا کرتے ہیں ؟ اس مقام پر ایک بات قابل غور ہے کہ جناب شاہنشاہ ایڈورڈ ہفتم صلح کل مرحوم نے تخت سلطنت پر اپنے وطن میں اپنے عزیزوں کے سامنے فطرتی موت سے بفضلہ الٰہی انتقال فرمایا تھا اسپر بھی ان کی وفادار رعایا سارے اقلیم کی برس دن تک اُن کی عزادار رہی غور تو کیجئے یہ عزاداری کیسی ہوتی ہے اور کتنے دنوں تک رہتی ہے - اگر شاہنشاہ مرحوم بعالم غربت سوڈان میں وفات پاتے ؟ پھر غور کیجئے کہ یہ عزاداری کیسی اور کتنے دنوں تک رہتی اگر آپ بعالم غربت قتل کئے جاتے ؟ پھر غور کیجئے کہ اس مورننگ کا کتنا زمانہ ہوتا اور یہ عزاداری کیونکر ادا ہوتی - اگر آپ مع اہالی خاندان شاہی ملکہ بیگم وغیرہ عالم غربت میں ہوتے اور اسی عالم میں آپ کے سامنے آپکے سب عزیز و اقارب بیٹے بھتیجے بھانجے بھوکے پیاسے قتل ہوتے اور پھر آپ خود نہایت بیرحمی سے قتل کئے جاتے ؟

پھر غور کیجئے کہ اگر خدانخواستہ خدانخواستہ خاندان کے باقی ماندگان کے دشمنان گرفتار ہوکر قید ہوتے اور اسی حالت قید میں دیار بدیار مرا کو اور ایجیپٹ اور ابی سینیا پھرائے جاتے تو اس کی عزاداری اور مورننگ سارے ملک انگلستان بلکہ ساری سلطنت برطانیہ میں کیسی ہوتی ؟ میرا خیال یہ ہے کہ اسکی عزاداری یہی ہوتی کہ ایک انگریز بھی روئے زمین پر باقی نہ رہتا بلکہ سب کے سب اپنے شاہنشاہ کی عزیت اور بیکسی پر فدا ہو جاتے تب میں کہتا ہوں کہ امام حسین کا بعالم غربت افواج مخالف کے محاصرہ میں آجانا اہل حرم کا ساتھ رہنا پانی بند ہونا سب بیٹے بھتیجے بھانجے بھائی حتیٰ کہ شیر خوار بچے کا بھوکا پیاسا تیر ستم کھا کر شہید ہونا پھر خود آپ کا زخموں سے چور ہوکر گھوڑے سے گرنا اور پھر شہید ہونا - پھر ملاعین کا خیمہ مبارک میں آگ لگانا سب مال اسباب کا لوٹ لینا - اہل حرم کا مضطرب اور پریشان ہونا - امام زین العابدین کا بعالم بیماری قید ہونا گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیوں کا پڑنا - پھر سب بنی زادیوں کا قید ہونا اور عالم اسیری میں اپنے عزیزوں کا سر نیزوں پر دیکھنا اور پھر اسی عالم اسیری میں باحال پریشان دیار بدیار پھرایا جانا اور بعالم اسیری مانند قیدیان ترک و دیلم ان کا اس شہر کوفہ میں جہاں پچیس برس قبل خود جناب امیر علیہ السلام ان کے والد بزرگوار بادشاہ حکمران تھے اور یہی بی زادیاں شہزادیاں سمجھی جاتی تھیں داخل ہوکر -

ابن زیاد کے دربار میں جانا اور لاشہائے شہدا علیہم السلام کا بے غسل وکفن دشت کربلا میں پڑے رہنا کیا یہ واقعات نہیں ہیں جنکی ہمدردی اور عزاداری اور پبلک مورننگ تا قیامت کیجائے؟ کیا ایسے واقعات شدید کے مقابلے میں تیرہ سو برس کوئی چیز ہے؟ کیا یہ عزاداری خود جناب سرور کائنات کی تعزیت نہیں ہے؟ کیا ایسے زمانہ میں جب رسولؐ مقتول اور ان کی اولاد طاہرین پر ایسے سخت مصائب گذرے ہم کو مناسب ہے کہ اس کی یاد بھی نہ کریں؟ بلکہ اس زمانہ میں اپنے عیش نشاط کے کاروبار میں مصروف رہیں؟ کیا اس روز جس روز وہ بزرگوار بھوکے پیاسے رہے ہم ان کی تاسی میں فاقہ کریں تو کوئی گناہ کرتے ہیں؟

الغرض یہ عزاداری ایسی ہے جس کی ہر قوم اور ہر قبیلہ نے تعظیم کی ہے مگر افسوس کہ جو لوگ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں وہی اس کے خلاف ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ کلکتہ ہائیکورٹ میں یہ تحریک پیش ہوئی تھی کہ محرم میں اگر بجائے پانچ دن کے صرف تین دن تعطیل دیجائے تو یہ بات کیسی ہے۔ اس پر ہندوستان کی سب قوموں نے حتیٰ کہ ہمارے ہندو بھائیوں نے میموریل بھیجا تھا کہ اس زمانہ میں ہم لوگ عزاداری کرتے ہیں تعطیل کا زمانہ کم ہونا چاہیئے چنانچہ ہائیکورٹ نے اسی بنا پر اپنی تحریک اٹھالی اور پانچ دن کی تعطیل قائم رہی۔ لیکن ہزار افسوس کہ بہت سے حضرات سنت والجماعت اور ایڈیٹران اخبار نے ہم لوگوں کی مخالفت کی اور لکھا کہ یہ تعطیل فقط کم ہی نہ کی جائے۔ بلکہ بالکل اٹھا دیجائے اور زمانہ محرم ایک دن بھی کچہریاں بند ہوں گویا ان کے نزدیک جسدن رسولخدا کے نواسہ اور حضرت کی اولاد پر سخت مصیبتیں گذریں اسدن مسلمانوں کو سوائے عدالتوں میں جھوٹی گواہی دینا اور مزخرفات بکنے کے اور کوئی دوسرا کام کرنا ہی نہ چاہیئے؟ حیف صد حیف!!!

بھائیو دیکھو یہ ایک غریب مظلوم کی عزاداری ہے مہمل وسوسوں سے اسکے مٹانے کی کوشش نہ کرو اور اس ذریعہ سے جو بندگان خدا کو اس برگزیدہ خدا کے ساتھ جوش ولا ہوتا ہے اسیں کمی ہونے دو ورنہ یہ سمجھ لو کہ بڑے مظلوم کا غم ہے اور یہ بڑے صابر کی عزاداری ہے۔

محی الدین:۔ اللہ اکبر تم نے تو آخر میں ایسی فریاد کی ہے کہ قلب پانی ہوا جاتا ہے اور بیرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے ہر چند میں نے اپنے سوال میں معترضین کے اقوال کی نقل کی ہے تاہم ان الفاظ کو زبان پر لانے میں اپنے کو عاصی سمجھتا ہوں اسلیئے توبہ کرتا ہوں۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ

علی رضا:۔ پھر اب تو تمہیں اصول میں کوئی شک باقی نہیں رہا۔

محی الدین:۔ اصول میں تو مطلق شک نہیں مگر یہ بات باقی رہگئی کہ اعمال محرم میں افراط وتفریط بہت ہے اس کا جواب کیا ہے؟

علی رضا:۔ افراط وتفریط کی جواب دہ میری شریعت نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جہلا نے رسوم عزاداری میں افراط وتفریط کی ہے مگر اس میں بھی ایک مردم شماری کی جائے تو حضرات سنت جماعت ہی زیادہ ملیں گے جنہوں نے یہ خرابیاں ڈالی ہیں جیسا مسٹر جسٹس ارنالڈ صاحب نے بمبئی ہائیکورٹ جلد ۱۲ کے صفحہ ۲۳۲ میں تحریر فرمایا ہے۔ ملک دکن میں بھالو اور ریچھ، کی شکل بنا کر مختلف اشکال مکروہ کے سانگ نکالنا انہیں لوگوں کا کام ہے افراط تو اس قدر۔ اب بے اعتنائی کو دیکھئے کہ محرم میں بروز عاشورہ برادران سنت جماعت کو زرق

برق لباس پہنے پان کھائے۔ ہوئے ہنسی قہقہے لگاتے ہوئے کس نے نہیں دیکھا۔ ہزاروں ایسے بھی ہیں کہ اس واقعہ جانکاہ سے بالکل بے خبر اپنے دنیاوی کاموں میں مصروف ہیں گویا کہ اس روز خاندان رسالت پر کوئی صدمہ ہوا ہی نہیں!! یہاں پر اسقدر کہنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ بیشک بعض حضرات سنت جماعت جن کو اللہ نے توفیق دی ہے اور جن کے دل میں محبت اہلبیت طاہرین بھری ہوتی ہے۔ عزاداری کرتے ہیں لیکن اب ایسے لوگ کم ہوتے جاتے ہیں اور ہر حالت میں یہ اشخاص ایسے مستثنےٰ ہیں جو قاعدہ کو ثابت کرتے ہیں۔ بہرکیف ہمیں غیروں سے کیا غرض؟ میری شریعت میں جو حکم ہے اسکو مجملاً کہدیتا ہوں کیونکہ اگر ہر ہر رسم اور اعمال کو علیحدہ علیحدہ لیکر جائز اور ناجائز ثابت کرنا شروع کروں تو غالباً مہینوں بھی ختم نہ ہوں اس لیے میں اصول کی باتیں بیان کرتا ہوں یعنی عزاداری کی عظمت اور ضرورت تو اسقدر ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ من بکی علی الحسین او ابکی او تباکی وجبت لہ الجنۃ۔ یعنی جو شخص غم امام حسینؑ میں روئے یا رولائے یا غمگین صورت بنائے تو بہشت اسپر واجب ہے اور پھر حضرت نے فرمایا کہ ان من لم یحزن علی مصائبنا فلیس منا یعنی جو شخص ہماری مصیبتوں پر غمگین اور محزون نہو وہ ہم سے نہیں ہے اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے جتنے اعمال شرعاً جائز ہیں مباح ہیں ان کو بلا تامل کیجیے داخل ثواب ہوجئے اور جو امور شرعاً ناجائز یا حرام ہیں ان سے احتراز لازم ہے۔

محی الدین:- جائز اور ناجائز اور مباح کیا معنی؟

علی رضا:- انسان جس قدر کام کرتا ہے پانچ حال سے خالی نہیں۔ واجب یا حلال یعنی جس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں عذاب جیسے نماز پڑھنا (۲) حرام یعنی جس کے کرنے میں عذاب اور نہ کرنے میں ثواب جیسے شراب پینا (۳) مستحب یا سنت یعنی جس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں عذاب نہیں جیسے عموماً تلاوت قرآن (۴) مکروہ یعنی جس کے نکرنے میں ثواب ہے اور کرنے میں عذاب نہیں۔ جیسے ننگے بدن نماز پڑھنا۔ (۵) مباح یعنی کرنے یا نہ کرنے میں نہ عذاب نہ ثواب جیسے حقہ پینا یہ اصول شریعت ہیں اور اس میں کہیں فرق نہیں۔ پس جب کبھی کسی اعمال یا رسوم محرم کی نسبت تمہیں شک ہو کہ جائز ہے یا ناجائز تو اسکو قطع نظر اعمال محرم کے دیکھو کہ بجائے خود جائز ہے یا ناجائز۔ اگر شرعاً جائز ہے تو محرم میں بھی جائز ہے مثلاً مسکین کو کھانا کھلانا پیاسے کو پانی پلانا اور اگر شرعاً ناجائز ہے تو محرم میں بھی ناجائز ہے جیسے گانا بجانا لہو ولعب وغیرہ وغیرہ۔ ہاں اعمال محرم میں مباح امروں کی پوری وسعت ہے یعنی جتنے امور کہ باعث رونق اور زینت عزاداری کے ہوں اگر اور زمانہ میں صرف مباح ہوں تو محرم میں عجب نہیں کہ مستحب ہوجائیں مثلاً مکان صاف کرنا فرش بدلنا۔ روشنی کرنا اور دنوں میں مباح ہے۔ لیکن محرم میں اگر یہ امور باعث رونق اسلام اور زینت عزاداری ہوں تو کمال مطبوع ہیں ان اعمال محرم سے کس قدر رونق اسلام ہوتی ہے کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی ہر شہر اور قریہ کا رنگ بدل جاتا ہے اور ہر شخص بقدر وسعت اپنے آقا کی عزاداری میں سعی کرتا ہے۔ پس اس میں کوئی شک نہیں کہ کل اعمال حسنہ میں یہ اسباب ظاہر اعمال محرم باعث کمال رونق اسلام ہیں اگر ان اعمال سے قطع نظر کی جائے تو سوائے نماز عیدین اور محفل

میلاد شریف کے اور کوئی بات ذہن میں نہیں آتی ۔ پس کیا اچھے اعمال محرم کے ہیں جن کی وجہ سے خدا اور رسول بھی راضی اپنے آقا اور مولا کی ہر گھڑی یاد ان کی عظمت اور مدارج کے ہمہ دم معترف اور پھر دنیا میں ہم لوگ ہر وقت نیکنام اور باعث رونق مذہب اسلام ہوتے ہیں۔ ایسا ایسے اعمال حسنہ کی تو جہاں تک ممکن ہو ترقی چاہیے نہ کہ رکیک دلیلوں سے ان کے مٹانے کی کوشش! اور ہر حالت میں میں یہ پوچھتا ہوں کہ اگر امام حسینؑ سے تم کو محبت ہے تو ان کی عزاداری یا کم سے کم ان کی یاد سے غفلت کیسی ؟ اگر شبہ بدعت کرتے ہیں تم نہ کرو تم وہ کام کیوں نہیں کرتے جو تمہاری شریعت میں جائز ہیں ؟ کیوں تلاوت قرآن نہیں کرتے ؟ کیوں ذکر شہادتین نہیں کرتے ؟ پھر سوائے چیدہ اور منتخب گھروں کے مجلس عزا شہروں اور دیہاتوں سے کیوں اٹھتی جاتی ہے ؟ کیوں اس عزاداری سے اعراض کیا جاتا ہے ؟ کیا واقعی امام حسینؑ شیعوں ہی کے حصہ میں دے گئے ؟ کیا انکو کبھی منہ نہیں دکھانا ہے ؟ کیا ایرونگ صاحب نے جو اس موقع پر اپنی کتاب موسومہ خلفاء پیغمبر کے صفحہ ۲۱۵ میں لکھا ہے کہ سنی لوگ علی اور اولاد علی سے نفرت رکھتے ہیں ۔ خدانخواستہ سچ ہے ؟ قطع نظر ایمان و اسلام کے یہ کیسی انسانیت ہے کہ جو برگزیدہ خدا تمہاری نجات کے لئے کیسی کیسی مصیبتیں اٹھا کر شہید ہو یا کم سے کم یہ کہ جو بندہ اللہ عالم غربت میں بھوکا پیاسا چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہمراہ خدا کی راہ میں اپنا سر دے اور گھر بار لٹا دے ۔ اس کے ساتھ سال بھر میں دس دن بھی ہمدردی نہ کرو یا اقل درجہ اسکو بخیر یاد بھی نہ کرو! خلاف اس کے جو لوگ اس کے ساتھ ہمدردی کریں ان کے ہارج ہو! اور سامان ہمدردی اور اسکی یادگار کے مٹانے کی کوشش کرو!! افسوس صد افسوس یاد رکھو کہ ایک روز وہ دن بھی آنے والا ہے کہ جس کی یاد سے اس وقت بے اعتنائی ہے اسی کے سایہ میں اگر نصیبوں سے جگہ مل جائے تو پناہ لینا ہے ۔ پھر اگر پرسش اعمال میں یہ اعتراض ہوا تو قیامت ہے

روزہ نہ رکھا جبر کہ تھے صاحب آزار	اور دی نہ زکوٰۃ اس سے کہ تھے مفلس و نادار
حج سے رہے محروم کہ توشہ نہ تھا زنہار	بیکس کی عزا کے لئے کیا تھا تمہیں دشوار
رونے کے لئے چشم بھی کافی سو عطا کی
اس پر بھی جو گریہ نہ کیا عین خطا کی

آیا تعزیہ داری بت پرستی ہے ؟

محی الدین :- اب مجھے مطلق شک نہیں کہ مصائب امام حسینؑ پر رونا فرض عین ہے لیکن علماء سنت جماعت کہتے ہیں کہ تعزیہ داری بالکل بت پرستی ہے ۔ اور صاف صاف شرک ہے ۔

علی رضا :- بھائی بت پرستی اور شرک کہدینا تو آسان ہے ۔ لیکن بت پرستی کی صحیح جامع و مانع تعریف بیان کرکے اگر آپ کے علماء اس کو بت پرستی ثابت کریں تو میں البتہ مانوں کیونکہ اگر تعظیم کرنے کو بت پرستی کہدیں تو خود بیسیوں موقع پر مورد الزام ٹھہر جائیں اور اگر اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہیں تو اجمیر شریف

وغیرہ جگہوں میں چڑھنے نہ پائیں۔ لیکن اگر یہی تعریف کریں یعنی بت پرستی اسکو کہیں کہ کسی چیز کو، خدا سمجھ کر پوجنا یا اسکی عبادت کرنا تو سارا اعتراض کافور ہو جائے۔

محی الدین:۔ حضرات سنت جماعت یہ کہتے ہیں کہ تعزیہ کو لوگ امام حسینؑ سمجھتے ہیں اور اس لئے تعزیہ دار مشرک ہیں

علی رضا:۔ اولاً یہ بات بالکل غلط ہے کہ لوگ تعزیہ کو امام حسینؑ سمجھتے ہیں۔ ثانیاً اگر بفرض محال وہ لوگ تعزیہ کو امام حسینؑ سمجھتے ہیں تو یہ صرف اُن کی بیوقوفی ہے اس سے وہ لوگ مشرک کیونکر ہو جائیں گے۔ مشرک تو وہ ہے کہ غیر خدا کو خدا یا اس کا شریک سمجھے میں نے آج تک نہ سنا کہ غیر ذی روح کو بشر سمجھنا کسی مذہب میں شرک قرار دیا گیا ہو

محی الدین:۔ لیکن اکثر لوگ تعزیہ کو سجدہ کرتے ہیں اور اس میں عرضی باندھتے ہیں اور اسکے سامنے دعا کرتے ہیں کہ یا امام حسینؑ ہم کو اولاد دیجئے اور میری فلاں حاجت بر لائیے۔

علی رضا:۔ تعزیہ کو سجدہ کرنا بیشک حرام ہے اور عرضی باندھنا وغیرہ افعال لغو ہیں چنانچہ ہمارے مجتہد العصر والزمان جناب سرکار میر آغا صاحب مرحوم اعلی اللہ مقامہ نے ایسا ہی فتوےٰ دیا ہے جو اخبار امامیہ میں چھپ گیا ہے اور تعزیہ کو امام حسینؑ سمجھ کر تعزیہ سے کچھ مانگنا بیشک بیوقوفی ہے۔ لیکن سوائے بیوقوفی کے اور کوئی اعتراض شرعی نہیں ہو سکتا

محی الدین:۔ تو پھر تعزیہ سے کیا مطلب ہے۔ تعزیہ میں تو سوائے کاغذ اور پنھڑ کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

علی رضا:۔ تعزیہ نقل روضہ مبارک جناب امام حسین ہے اسکی غرض یہ ہے کہ چونکہ ہم لوگ روضہ مبارک سے دور رہتے ہیں اس لئے تعزیہ کے دیکھنے سے روضہ مبارک اور واقعات کربلا یاد آئیں گے اور ہم لوگ مصائب آقائے مظلوم یاد کر کے جہاں تک ہو سکیگا عزاداری اور ہمدردی کریں گے اور یہ بات ہم ثابت کر چکے ہیں کہ امام حسین کے ساتھ ہمدردی کرنا عین محبت و مودت ہے اور آپ سے مودت رکھنا باعث خوشنودی خدا و رسول ہے پس تعزیہ ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ سے ہم ایک ایسی بات حاصل کرنے پا کر سکتے ہیں جو باعث خوشنودی خدا و رسولؐ ہے اب دیکھنا چاہیے کہ تعزیہ داروں کو عموماً بوقت تعزیہ داری حضرت امام حسینؑ سے مودت ہوتی ہے یا نہیں یہ امر ایسا ہے کہ عیاں را چہ بیاں۔ ہر تعزیہ خانہ میں آپ جا کر دیکھ لیجئے کہ تعزیہ دار اس وقت امام حسینؑ کو یاد کرتے ہیں یا نہیں اور اس بارے میں جمہور عزاداران مذہب شیعہ کی حالت کیسی رہتی ہے اس کی تحقیق نہیں کہ آپ ہمیں کسی جاہل ناخواندہ جولاہے کے تعزیہ خانہ میں لیجائیے اور دکھلا دیجئے کہ وہ کچھ نہیں کرتا اور چپ چاپ بیٹھا ہے آپ کو انصافاً ضرور ہے کہ ہر قسم کے عزاخانوں میں جائیے اور دیکھئے کہ جمہور مومنین ادائے نماز شب عاشورہ تسبیح و تہلیل و عزاداری میں مصروف رہتے ہیں یا نہیں۔ بس تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اسی جاہل ناخواندہ کی حالت کو اگر آپ دیکھئے تو انصافاً آپ بے تکلف کہیں گے کہ ان پڑھے لکھے لوگوں سے جو شب عاشورہ خوب کھا پی کر مٹی ٹھٹھا کے گپ شپ کے بعد خواب غفلت میں پڑے رہتے ہیں ان سے یہ بیچارہ جولاہا اچھا ہے کہ کم سے کم نام حسینؑ تو لے رہا ہے۔

الغرض جمہوری حالت کے دیکھنے سے اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ محرم میں بوجہ تعزیہ داری کے لوگ امام حسینؑ کو بہ تعظیم و تکریم بکمال ہمدردی یاد کرتے ہیں اور اُن کے دلوں میں حضرتؑ سے جوش محبت ہوتا ہے پس جو چیز کہ ایسے امر کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہو جس کے لئے جناب رسولؐ اپنی امت سے نہایت التجا کے ساتھ

سوال کر گئے ہیں (یعنی مودت اقربا کے لئے) اس کے اچھے ہونے میں کلام نہیں سکتا اور جب یہ اچھی چیز ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر ہم اس چیز کو جس کو اپنے آقائے مظلوم کے روضہ سے منسوب کرتے ہیں تعظیم کریں تو کیا گناہ ہے کیونکہ اگر بانس اور کاغذ کے بنے ہوئے تعزیوں کی تعظیم گناہ ہے تو اینٹ اور چونا اور سرخی کے بنے ہوئے روضہ حضرت محبوب پاک اور حضرت خواجہ اجمیری کی تعظیم میں گناہ کیوں نہو علاوہ اسکے خاص مکہ معظمہ میں ایک محمل شام سے اور ایک مصر سے بنا مزد محمل حضرت رسول مقبول اور بی بی عائشہ کے آتا ہے اسکی تعظیم سارے اہل عرب کرتے ہیں اسکو ناجائز کیوں نہیں قرار دیتے ؟ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی چیز کسی متبرک چیز کی طرف منسوب کی جائے تو اسکی تعظیم نہ گناہ ہے نہ خلاف تہذیب ہی بلکہ بمقتضائے محبت اور اطاعت ہر قوم میں ایسی تعظیم جاری ہے چنانچہ ایک مرتبہ میں نے خود دیکھا کہ جناب نواب گورنر جنرل بہادر ایک شہر میں جہاں ان کی تشریف کی وجہ سے بڑی روشنی ہوئی تھی گاڑی پر سوار روشنی کا تماشہ دیکھتے جاتے تھے ایک جگہ پر ایک دوکان کے سامنے لوگوں نے ملکہ معظمہ وکٹوریہ کی تصویر لگادی تھی اسکو دیکھتے ہی جناب گورنر جنرل جنرل اور ان کے ساتھیوں نے اپنے اپنے سروں سے ٹوپیاں اتارلیں۔ اس فعل سے جناب گورنر جنرل بہادر کو کوئی شخص ملکہ پرست نہیں کہہ سکتا اور نہ کوئی اعتراض کر سکتا ہے کیونکہ نواب ممدوح جانتے تھے کہ اس تصویر میں سوائے کاغذ اور رنگ کے اور کچھ نہیں ہے۔ لیکن انھوں نے اسکی تعظیم اس واسطے کی کہ وہ ان کی رحمدل وغیرہ کی یاد دلاتی تھی اور ان سے منسوب تھی اسی طرح اگر اہل عرب محمل کی اور حضرات اہل سنت وجماعت حضرت محبوب پاک اور حضرت خواجہ اجمیری کی چوکھٹ کی جو کاٹھ کی بنی ہوئی ہے اور جو جسد شریف سے بہت دور ہے تعظیم کرتے ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے میں امید کرتا ہوں کہ میری اس تقریر سے آپ کو اختلاف نہو گا تب یہ امر قابل غور ہے کہ جب ان چیزوں کی تعظیم میں مضائقہ نہیں تو تعزیہ میں کیا مضائقہ ہے جیسے وہ کاٹھ ویسے یہ ٹھٹرا جیسے وہ اینٹ چونا ویسے یہ کاغذ اگر فرق ہے تو صرف یہ فرق ہے کہ وہ قبر شریف سے نزدیک ہی اور یہ روضہ مبارک سے دور ہے لیکن یہ فرق خیالی ہے تعظیم صرف بوجہ تعلق کے ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ آپ ان چوکھٹوں کی کیوں تعظیم کرتے ہیں تو آپ یہی کہئے گا کہ چونکہ یہ چوکھٹیں ہمارے بزرگوار کے روضہ سے متعلق ہیں اس لیئے ہم تعظیم کرتے ہیں اسی طرح ہم سے اگر کوئی پوچھے گا کہ تم تعزیہ کی کیوں تعظیم کرتے ہو تو ہم کہیں گے کہ چونکہ یہ چیز میرے آقائے کونین کے روضہ سے منسوب اور مشابہ ہی اس لئے ہم تعظیم کرتے ہیں اب آپ غور کیجیے کہ کون سا اعتراض ہے جو اسپر ہو سکتا ہے۔ اور اسپر نہیں ہو سکتا۔

محی الدین:۔ مگر وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر تعزیہ داری حقیقۃً اچھا کام بھی ہوتا ہم چونکہ اعمال اس کے خراب ہیں جس میں مشابہت بت پرستی کی ہوتی ہے اس لئے مناسب ہی کہ ترک کی جائے۔

علی رضا:۔ میں اس کے خلاف ہوں میرے نزدیک جو کام اچھا ہے وہ ہر حالت میں اچھا ہے مشابہت وغیرہ کے خیال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر ایسے ایسے خیال سے نیک کام ترک کئے جائیں تو تعزیہ داری کے پہلے حج بیت اللہ ترک کردینا ہوگا۔ کیونکہ تعزیہ داری میں تو ہر گز آپ اتنی مشابہت بت پرستی سے ثابت نہیں کر سکتے ہیں جتنی حج کو گیا سراوہ سے ہے میں اسکی تصریح کو سوئے ادب سمجھ کر ترک کرتا ہوں

آپ خود دریافت کریجئے تو کیا آپ کے علما کہیں گے کہ بوجہ شہابہت گیا سرادہ کے حج بیت اللہ ترک کردیا جائے۔

محی الدین:- تب ہم یہ کہیں گے کہ خالص شرعی طریقہ پر تعزیہ داری کرنے والے تھوڑے ہیں عوام تو اس میں بڑی افراط و تفریط کرتے ہیں اس وجہ سے اس کی اشاعت کیوں نہ روکی جائے اور نام ونشان اس کا کیوں نہ مٹا دیا جائے۔

علی رضا:- میں اس ارادے سے بھی ہرگز متفق نہیں ہوں اور نہ جمہور سنت جماعت کا اس پر عمل ہے۔ تعزیہ کے بارے میں جو کچھ کہیئے مگر اچھے کام کو عوام الناس کے برے طور پر برتنے سے کسی سنی نے ترک نہیں کیا ہے اور نہ اس کی تخریب کے باعث ہوئے ہیں اس وقت اجمیر شریف جاکر دیکھ لیجیے کہ مزار شریف پر شب و روز رنڈیاں اور گویئے اور قوال دف و ڈھولک پر گایا کرتے ہیں اور بوقت زیارت قبر شریف خدام لوگ پائین کی طرف سجدہ کراتے ہیں اور ہر طرح کی حاجتیں حضرت خواجہ سے مانگتے ہیں مگر ان وجہوں سے کسی سنی نے (سوائے فرقہ وہابیہ) درگاہ شریف کی زیارت ترک نہ کی اور نہ اس کے فروغ دینے میں کمی کی اور یہی حالت تمام درگاہوں کی مثل بہار شریف اور کچھوچھہ شریف وغیرہ کی ہے تب عوام کے افراط و تفریط سے تعزیہ داری کو جو حصول محبت و مودت جگر گوشہ رسول کا اچھا ذریعہ ہے اٹھانا میرے نزدیک محض تعصب بلکہ صریح ظلم معلوم ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی اچھے کام کو برے طور سے کرتا ہے تو اسکو وعظ و پند سے روکو اور منع کرو اس وجہ کر اس اچھے کام ہی کو ترک کرنا میرے نزدیک محض خلاف عقل اور انصاف ہے اور حقیقتہً کوئی قوم ایسا نہیں کرتی۔ تعزیہ کے مٹانے کے لیے جو نقل روضہ امام حسینؑ ہے جو کچھ فتوے دیتیجئے اس کا جواب نہیں۔

محی الدین:- سب کا جواب تو آپ نے دیا مگر اس کا کیا جواب ہے کہ لوگ تعزیہ کے سامنے کہتے ہیں یا امام حسینؑ ہم کو اولاد دیجیے یا فلاں حاجت بر لائیے اولاد دینا اور حاجت بر لانا تو صرف خدا کا کام ہے امام حسینؑ سے مانگنا تو شرک ہو جاتا ہے۔

علی رضا:- امام حسینؑ کو اگر کوئی شخص معاذ اللہ خدا سمجھ کر ان سے کچھ مانگے تو بیشک وہ مرتد اور مشرک ہے لیکن جس وقت کہنے والا امام حسینؑ کہکر پکارتا ہے تو لفظ امام سے بجائے خود یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ شخص حضرت کو خدا نہیں سمجھتا۔ بلکہ بندۂ خدا سمجھتا ہے۔ کیونکہ امام سوا بندۂ خدا کے اور کوئی نہیں ہے تو جس وقت کوئی شخص آپ کو امام سمجھ کر آپ سے کچھ مانگتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ یہ کہتا ہے کہ یا حضرت آپ میرے لیے دعا کیجیے کہ حقتعالےٰ بہ برکت آپ کے میری مراد بر لاوے یا دعا قبول کرے۔

محی الدین:- یہ تو آپ اپنے دل سے بڑھاتے ہیں نا؟ وہ غریب تو صرف یہ کہتا ہے کہ یا امام حسینؑ ہمکو فلاں چیز دیجیے۔ اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں ایک یہ کہ امام حسین علیہ السلام مردہ ہیں اس لئے ان سے حاجت طلب کرنا گناہ ہے دوسرے یہ کہ کسی چیز کا عطا کرنا یا نہ کرنا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ہم خدا سے کیوں نہ مانگیں جو امام حسینؑ سے مانگیں؟

علی رضا:- جو شخص امام حسینؑ کو مردہ کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی تکذیب کرتا ہے کیونکہ حق تعالےٰ نے قرآن مجید

پارۂ دوم میں فرمایا ہے۔ ولا تقولو لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون اسکے معنی یہ ہیں کہ "جو لوگ راہ خدا میں شہید ہوئے ہیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم لوگ ان کو دیکھنے کا شعور نہیں رکھتے۔" اس میں تو کوئی شک نہیں کہ امام حسینؑ فی سبیل اللہ قتل ہوئے ہیں تب حضرت کو مردہ کہنا صریح نافرمانی حکم ربانی ہے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ کسی چیز کا عطا کرنا یا نہ کرنا خدا کے ہاتھ میں ہے خدا سے کیوں نہ مانگیں اس میں مجھے مطلق کلام نہیں اور نہ میں آپ کو خدا سے دعا کرتے ہوئے منع کرتا ہوں بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اگر بواسطہ امام حسینؑ کے خداوند عالم سے دعا کی جائے تو احسن ہے۔

محی الدین :- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ سے کسی چیز کے مانگنے کو آپ بھی اچھا نہیں سمجھتے۔

علی رضا :- ہرگز نہیں حقیقت یہ ہے کہ اسبات میں نیت دیکھی جائے گی۔ اگر نعوذ باللہ کوئی شخص حضرت امام حسینؑ کو خدا سمجھ کر حضرت سے کچھ مانگے تو بلاشبہ وہ مرتد اور کافر ہے جیسا کہ میں کہہ چکا۔ لیکن اگر حضرت کو مقبول بندہ خدا سمجھکر کچھ مانگے تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اس حالت میں جب کوئی شخص حضرت سے کچھ مانگتا ہے تو صرف بظاہر حضرت سے مانگتا ہے فی الحقیقت وہ خدا ہی سے مانگتا ہے اور خدا ہی سے بہ برکت حضرت کے نام پاک کے پاتا ہے۔ مثلاً بلاتشبیہ اگر آپ اسوقت ڈپٹی مجسٹریٹ کی نوکری چاہیں تو درخواست اسکی جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر بنگال کے پاس بھیجینگے اور انہیں سے استدعا کریں گے اور ظاہراً وہی آپ کو عہدہ عطا کریں گے۔ لیکن حقیقۃً آپ درخواست قیصر ہند کی سلطنت میں دیتے ہیں اور وہیں سے نوکری پاتے ہیں اور اگرچہ آپ نے درخواست کے سرنامہ پر صرف نواب فلاں لفٹنٹ گورنر بنگال لکھا اور قیصر ہند کا نام تک نہ لکھا تاہم کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے قیصر ہند سے بغاوت کی یا انکی نافرمانی کی کیونکہ لفظ لفٹنٹ گورنر بنگال کے معنی یہی ہیں کہ یہ شخص حضور قیصر ہند کے نوکر ہیں اور ان کے فرمانبردار اور تابع ہیں۔ ہاں اگر آپ سرنامہ پر لکھیے کہ فلاں لفٹنٹ گورنر مستجاب زار روس تو بیشک آپ قابل ملامت ہوں گے اسی طرح بلاتشبیہ جب آپ کہتے ہیں کہ یا امام حسینؑ آپ میری فلاں حاجت بر لایئے تو ظاہراً آپ اپنی حاجت امام حسینؑ سے طلب کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت آپ اپنی التجا خدا سے کرتے ہیں اور لفظ امام کہنا کافی ثبوت اس بات کا ہے کہ آپ انکو خدا نہیں سمجھتے بلکہ انکو مقبول بندہ خدا اور اس پاک بے نیاز کا مطیع اور فرمانبردار سمجھتے ہیں اسلئے حضرت سے طلب حاجت میں آپ مجرم نہیں ہو سکتے۔

محی الدین :- جناب لفٹنٹ گورنر بہادر کے حضور میں درخواست اس وجہ سے دیتے ہیں کہ جناب قیصر ہند ملکہ ہندوستان سے بہت دور تشریف رکھتے ہیں وہاں درخواست کا بھیجنا مشکل ہے اور خداوند عالم تو ہر جگہ حاضر ہے۔ پس ہم اسی سے کیوں نہ مانگیں جو امام حسین علیہ السلام سے مانگیں۔

علی رضا :- تو خدا سے مانگنے کو کس نے منع کیا ہے ہم تو کہہ چکے اور کہتے ہیں کہ خداوند عالم سے طلب حاجت کرنا بواسطہ حضرت امام حسینؑ کے احسن ہے گفتگو تو یہاں اسپر ہے کہ امام حسین علیہ السلام سے کچھ مانگنا شرک ہے یا نہیں ہے؟

محی الدین :- وہ لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ سوائے خدا کے اور کوئی شخص کسی کو کچھ دے نہیں سکتا اس لیے بشر کو سوائے اللہ کے کسی شخص سے کچھ طلب کرنا نہ چاہیے کیونکہ اس میں شرک کا احتمال ہے۔

علی رضا:- اگر یہ اصول اسلام ہے تو کسی حاکم کے پاس درخواست دینا- نالش کرنا یا نوکری مانگنا حتیٰ کہ خدمتگار سے کھانا مانگنا حقہ مانگنا داخل شرک ہو جاتا ہے اس لئے جب آپ کو بھوک معلوم ہو تو کہیئے خدایا کھانا لا! جب پیاس ہو تو کہیئے خدایا پانی لا- جب حقہ کی خواہش ہو تو کہیئے خدایا حقہ لا وغیرہ وغیرہ بھائی یہ سب باتیں بالکل مہمل ہیں ہر بات کی ایک حد ہے اور ہر امر میں نیت دیکھی جاتی ہے الاعمال بالنیات الغرض اگر امام حسین کو ہم مقبول بارگاہ احدیت سمجھ کر کسی حاجت کے لئے خود حضرت سے بھی التجا کریں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے ہم لوگ ہمیشہ دیکھتے اور سنتے آئے ہیں کہ جب کوئی وزیر یا خازن کسی بادشاہ کا ایسا مقرب ہوتا ہے کہ جس بات کے لئے وہ بادشاہ سے کہتا ہے اسکو بادشاہ قبول ہی کرتا ہے تو عوام الناس اور حاجتمندوں کا اس کے دروازے پر ہجوم رہتا ہے اور اسی سے لوگ کہتے ہیں کہ حضور فلاں چیز مجھے دیجیے ملتے تو اکثر دیکھا ہے کہ لوگ بیرسٹروں اور وکلا کو جو زیادہ مقدمہ جیتتے ہیں کہتے ہیں کہ حضور مجھ چھڑائیے اور اس بلا سے مجھے نجات دیجیے حالانکہ ان لوگوں کو حاکم کے فیصلہ میں مطلق دخل نہیں ہوتا تو کیا آپ کہیں گے کہ اس عرض و معروض سے وہ لوگ اس وزیر یا خازن کو بادشاہ کا شریک یا بیرسٹر و وکیل کو حاکم کا شریک گردانتے ہیں؟ ہرگز نہیں اسی طرح جب ہم لوگ اس اعتقاد سے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ایسے مقبول بارگاہ احدیت ہیں کہ آپ کی دعا رد نہیں ہوتی جو کچھ حضرت سے طلب کرتے ہیں تو ہرگز حضرت کو خدا کا شریک نہیں گردانتے اور نہ نعوذ باللہ ان کو خدا سمجھتے ہیں-

محی الدین:- تب یہ بات قابل دیکھنے کی ہے کہ آیا حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام حسین علیہ السلام کو ایسا اختیار دیا گیا ہے یا نہیں-

علی رضا:- ہم لوگ روز کچہریوں میں دیکھتے ہیں کہ عوام الناس مجسٹریٹ صاحب کے حضور میں یا جج صاحب کے اجلاس میں درخواست دیتے اور استغاثہ کرتے ہیں کہ ہم بھوکوں مرتے ہیں ہم کو نوکری دیجئے- یا ہم پر فلاں شخص ظلم کرتا ہے- اس کے ظلم سے ہمکو نجات دی جائے-

اب اگر یہ جائز ہے اور شرک نہیں ہے تو بتلایئے کہ خداوند عالم نے ان لوگوں کو کہاں ایسا اختیار دیا ہے- کیا کسی آیت قرآنی سے یا کسی حدیث نبوی سے آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ فلاں جج- یا مجسٹریٹ کو خداوند عالم نے اختیار دیا ہے

محی الدین:- آیت قرآنی اور احادیث نبوی کی ایک ہی کہی- بھائی ان لوگوں کے اختیارات کے بارے میں حدیث و قرآن کی ضرورت نہیں ان لوگوں کے بارے میں اسی قدر کافی ہے کہ یہ لوگ ایک بادشاہ اولوالعزم کے نوکر ہیں اور اس بادشاہ نے ان لوگوں کو ایسا اختیار دیا ہے اور اس بادشاہ کی دنیاوی سلطنت کو خداوند عالم نے بھی برقرار رکھا ہے اور چونکہ یہ امور نظم سلطنت کے متعلق ہیں اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ ان لوگوں کو دنیاوی کاموں میں گویا منجانب خدا اختیار حاصل ہے-

علی رضا:- بہت خوب مجسٹریٹ صاحب اور جج صاحب سے ان حاجتوں کو طلب کرنیکو تو آپ جائز سمجھتے ہیں اور بادشاہ عیسائی کو صاحب اختیار سمجھتے ہیں اور جب یہی حاجت ہم اپنے آقائے دو جہان

امام حسینؑ سے طلب کرتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ یا امام ہمکو نوکری دلوائیے یا شر سے دشمنوں کے محفوظ رکھئے تو
اسکو آپ ناجائز قرار دیتے ہیں اور حضرت کو مجبور اور بے اختیار سمجھتے ہیں تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا
کی طرف سے حضرت کو اس قدر بھی اختیار حاصل نہیں جتنا معمولی ججوں اور مجسٹریٹوں کو منجانب اسی پاک بے نیاز
کے حاصل ہے۔ اگر یہ خیال حضرت سنت وجماعت کا ہے تو امام حسین علیہ السلام کی حالت قابل صد افسوس
ہے یعنی حضرت نے راہ خدا میں کام تو ایسا کیا کہ از آدم تا ایندم کسی نے نہ کیا یعنی سارا گھربار لٹا دیا۔ اور
چھوٹے چھوٹے بچوں کی شہادت گوارا فرمالی اور ہر طرح کی صعوبت اور مصیبت کے بعد شہید ہوئے۔ لیکن
ہزار افسوس کہ اسپر بھی درگاہ خدا سے ان کو اتنا بھی اختیار نہ ملا جو معمولی درجہ کے افسروں اور عہدہ داروں
کو حاصل ہے۔ اگر یہ کہئے کہ خود وہ حضرت بہشت میں جائیں گے تو میں کہتا ہوں کہ حضرت بلا شہادت بھی
بہشت میں جاتے کیونکہ یہ موعود تھا اور اگر یہ کہئے کہ آپ عقبیٰ میں ہم لوگوں کے کام آئیں گے تو میں کہتا ہوں
کہ عاقبت کے کام آنے سے دنیاوی حاجت کا برلانا آسان تر ہے اس لئے اس وقت کہ آپ بفحوائے آیہ
کریمہ زندہ ہیں سب کچھ کر سکتے ہیں۔ خیر بہرکیف یہ تو جملہ معترضہ تھا اب میں اصل مطلب پر آتا ہوں یعنی جس طرح
آپ عقلاً واقعاتِ زمانہ سے مجسٹریٹ صاحب اور جج صاحب کا اختیار سمجھتے ہیں اسی طرح ہم لوگ سمجھتے ہیں
کہ امام حسین علیہ السلام جگر گوشہ رسول مقبولؐ ہیں اور برابر دیکھا گیا ہے کہ جس امر میں آپ نے دعا کی وہ قبول ہوئی
تب ہمارا یہ سمجھنا کہ حضرت کی دعا کبھی رد نہ ہوگی کوئی برا اعتقاد نہیں ہے اور تب بوجہ مستحکم ہونے اس اعتقاد
کے خود حضرت سے کسی حاجت کا طلب کرنا ہرگز خلاف عقل نہیں ہے اور نہ کسی طرح پر اس طلب حاجت سے
شرک کا اعتراض ہو سکتا ہے جیسا مجسٹریٹ کے پاس درخواست دینے یا استغاثہ کرنے سے کوئی شخص باغی سرکار
نہیں سمجھا جا سکتا یاد رکھئے کہ بمقابلہ کل مخلوقات خدا کے یہ کرہ ارض دانہ خردل بمقابلہ ہمالہ پہاڑ کے ہے
پس اگر خداوند عالم نے ایک دانہ خردل کی پوری سلطنت یا اسکا پورا اختیار امام حسینؑ کے ایسے مقبول بندہ کو
دیا تو خدا کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں اور امام حسینؑ علیہ السلام کے مدارج سے زیادہ نہیں اس لئے ہم نے
اگر امام حسینؑ کو مقبول بارگاہ احدیت سمجھ کر کسی حاجت کے لئے کہا تو کیا مضائقہ ہے۔ ہاں اگر حضرات سنت
والجماعت امام حسینؑ کو ایک معمولی شخص سمجھیں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ بارگاہ احدیت میں ان کی کچھ وقعت نہیں
تو یہ امر آخر ہے۔ لیکن ہم اپنے اعتقاد کو کیا کریں ہمیں تو آیہ مباہلہ یاد ہے جس میں جناب رسول مقبولؐ نے
حضرت امام حسینؑ کو اپنا فرزند قرار دیا ہم کو تو حدیث حسین منی وانا من الحسین بھولتی نہیں جس میں
جناب سرور کائنات نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں حضرت امام حسینؑ کا اہل رعیت
کے لئے دعائے بارش کرنا اور فوراً ابر کا گھر آنا حضرت امام حسینؑ کا ایک شخص کے لئے دعائے اولاد کرنا
بلکہ بزبان طفولیت خود بخشنا اور خداوند عالم کا ناز فرزند رسول قبول کر کے اس شخص کو سات بیٹے عطا
فرمانا مشہور ہے۔ الغرض ایسے امام جلیل القدر کو ایسا ضعیف مثل عوام الناس کے محض بے اختیار سمجھنا
کسی کا اعتقاد ہو میرا اعتقاد نہیں ہو سکتا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے کسی حاجت کے
لئے کہنا بلا تشبیہ ایسا ہے جیسا حکام پریوی کونسل کے سامنے کسی امر کی درخواست کرنا غالباً تمہیں معلوم

ہے کہ حکام عدالت العالیہ پریوی کونسل کو ظاہراً کسی حکم کے صادر کرنیکا خود اختیار نہیں ہے بلکہ بادشاہ وقت کی حضور میں سعی کرنے کا اختیار ہے مگر چونکہ ابتدائے سلطنت سے آج تک ان حکام کی سعی بیکار ہی نہیں ہوئی یعنی ہمیشہ اس سعی کے مطابق حکم شاہی ہوتا گیا ہے اس لئے جس وقت حکام موصوف نے اپنی سعی کی رائے ظاہر کی میں فوراً مقدمہ ختم ہو جاتا ہے اور فتح و شکست کی تکمیل ہو جاتی ہے اور صرف بطور معمولی فارم کے ڈگری حضور قیصر ہند کی طرف سے موافق اس سعی کے صادر ہوتی ہے۔ بس بلاشبہ جیسا حکام پریوی کونسل کو کچھ اختیار نہیں اور پھر سب کچھ اختیار ہے۔ اسی طرح۔ امام حسینؑ کو باعتبار عبودیت کچھ اختیار نہیں اور باعتبار امامت پھر سب کچھ اختیار ہے پس اگر بسر شرائط محکمہ پریوی کونسل پر حکام پریوی کونسل سے خود کچھ استدعا کرنے پر مقدمہ بغاوت سرکار کا چلایا جا سکتا ہے تو ہم لوگ البتہ امام حسینؑ سے طلب حاجت کرنے میں مجرم قرار دئے جا سکتے ہیں اور اگر وہ ممکن نہیں تو یہ بدرجۂ اتم ناممکن ہے آخر ہم یہ بھی کہیں گے کہ بفرض محال اگر آپ امام حسین علیہ السلام کو ایک محض معمولی شخص مثل عوام الناس کے بالکل بے اختیار سمجھے تاہم حضرت سے طلب حاجت میں کوئی شخص شرک کا مجرم نہیں ہو سکتا فقط اسپر بیوقوفی کا الزام البتہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ شرک ایک قسم کی بغاوت حق سبحانہ عز شانہ سے ہے اور شخص غیر ذی اختیار سے طلب حاجت میں کوئی شخص مجرم بغاوت کا ہو نہیں سکتا۔ فرض کیجئے کہ آپ کو کسی شخص پر ہزار روپیہ کی ایک تمسکی نالش کرنی ہو اس کے عرضی دعوی کو آپ بجائے محکمہ منصفی کے محکمہ فوجداری داخل کر دیجئے تو یہ صرف آپ کی غلطی یا بیوقوفی ہوگی اس فعل سے ہرگز کوئی شخص آپ کو باغی سرکار نہ کہے گا ایک بات اور یاد گار ہے کہ ہم تو ہم خود جناب سرور کائنات کو بوقت مصیبت حضرت علی علیہ السلام سے اعانت کے واسطے ندا کرنے کے لئے درگاہ کبریائی سے ہدایت ہوئی جیسا کہ ناد علی میں ہے۔

نادِ علیاً مظہر العجائب ؛ تجدہ عوناً لک فی النوائب

یعنی اے رسول ندا کرو تم علیؑ کو کہ وہ مظہر العجائب ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ بوقت سختی تمہاری اعانت کریں گے پس بھائی جب حضرت علیؑ سے طلب اعانت کے لئے خود حضرت سرور کائنات کو ہدایت ہوئی تو ہم لوگ ان حضرت کو یا ان کے فرزند ارجمند کو وقت مصیبت کے پکاریں تو کیا مضائقہ ہے۔

محی الدین:۔ خیر بہر کیف یہ سب تو جملہ معترضہ تھا مگر پھر بات رہ جاتی ہے کہ تعزیہ داری کے ساتھ باجا اور گتکا اور پٹہ وغیرہ اسباب لہو و لعب رہتا ہے اگر اور کسی وجہ سے نہو تو اس وجہ سے تعزیہ داری ناجائز ہی علی رضا:۔ یہ عجب طرح کی بات ہے کہ آپ اچھے کام کو برے طریقہ پر کرنے سے ایک دم ناجائز کر دیتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اچھے کام کو برے طور سے کرے یا اسکے متعلق کوئی برا کام کرے تو اس میں اچھے کام کا کیا قصور اور وہ کیوں ناجائز ہونے لگا اگر اجمیر شریف میں رنڈیاں اور گویئے شب و روز طبلہ اور سارنگی کے ساتھ گاتے بجاتے ہیں تو اس میں درگاہ شریف کا کیا قصور ہے کیا حضرات سنت و جماعت کی رائے ہے کہ اس وجہ سے درگاہ شریف کی زیارت ترک کر دی جائے اگر کوئی گویا صبح کی نماز بھیرویں میں اور ظہر کی نماز سارنگ میں اور مغرب کی نماز کلیان کی دھن میں پڑھے تو کیا اس وجہ سے آپ نماز ترک کر دیجئے یا نماز کو ناجائز قرار دیجئے گا ہرگز نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ڈھول باجا اسباب لہو و لعب جو تعزیہ کے ساتھ گنوار لوگ لے چلتے ہیں۔ بیشک یہ فعل لغو ہیں آپ ایسا نہ کیجئے اور نہ کرنے دیجئے مگر اس وجہ سے تعزیہ داری کو کیوں ناجائز قرار دیجئے گا آپ خود تعزیہ داری جو کیجئے اس میں یہ سب افعال لغو ہونے نہ دیجئے۔ بلکہ نہایت تعظیم و احترام سے تعزیہ رکھئے اور اس کو دیکھ کر روضہ مبارک حضرت امام حسینؑ کو دھیان میں لائیے اور واقعہ کربلا کا خیال کیجئے اور جہاں تک ہوسکے حضرت کے ساتھ ہمدردی کیجئے ایسی تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

محی الدین:۔ واقعی اس میں تو اب سوائے اس کے کہ یہ بدعت ہے اور کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا۔

علی رضا:۔ ہر چیز کو بدعت کہہ کر ناجائز قرار دینا تو اختیاری بات ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ تعزیہ داری کی وجہ سے علاوہ رونق اسلام اور خیر و خیرات کے یہ کام نیک ہوتا ہے کہ دیکھنے والوں کو معرکہ کربلا یاد آجاتا ہے اور اس سبب سے امام مظلوم کی مصیبتوں کو یاد کر کے حضرت کے ساتھ لوگ ہمدردی کرتے ہیں اور حضرت کے ساتھ ہمدردی کرنا عین مودت ہے اور مودت کرنا نص قرآنی سے اچھا کام ثابت ہوچکا ہے اسلئے تعزیہ سے یہ ایک بڑا امر خیر جاری رہتا ہے اور اسلئے اگر تعزیہ داری بدعت ہے تو بدعت حسنہ ہے اور بدعت حسنہ کسی مذہب میں ناجائز نہیں ہے۔

آیا تعزیہ داری بدعت ہے؟

محی الدین:۔ تو کیا آپ قبول کرتے ہیں کہ تعزیہ داری بدعت ہے۔

علی رضا:۔ ہرگز نہیں۔ میں نے اسکو بدعت واسطے بحث کے تمہارے جواب کے لئے فرض کیا ہے۔ مسئلہ بدعت کے بارے میں ہمارے اصول سے اور حضرات وہابیہ کے اصول سے پورا اختلاف ہے ہم لوگوں کا اصول یہ ہے کہ سب کام مباح ہے جب تک اس کی ممانعت شرعی ثابت ہو اور ان حضرات کا اصول یہ ہے کہ سب چیز ناجائز ہے جب تک اسکی اجازت شرعی صریحی نہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہر ملت و مذہب و قوم بلکہ ہر سلطنت میں طریقہ معاشرت انسانی یہی ہے کہ جرائم یا ممنوعات کی تصریح کردی جاتی ہے اور بقیہ کل افعال مباح چھوڑ دیئے جاتے ہیں جیسا کہ پینل کوڈ وغیرہ میں مگر یہ عجیب طرح کا قانون ہے جس کی رو سے کل باتیں جن کی اجازت شرعی صریحی نہو ناجائز قرار دیجاتی ہیں اور اسپر مجھے ایک شخص کا فقرہ یاد آتا ہے کہ ایک سنی حنفی المذہب نے ایک وہابی سے پوچھا کہ بدعت کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ جو چیز رسول اللہ کے وقت میں نہ تھیں وہ سب بدعت ہیں اس نے کہا کہ تم رسول اللہ کے وقت میں نہ تھے اس لئے۔ تم مجسم بدعت ہو۔

الغرض یہ بات تمہارے خود غور کے قابل ہے کہ ان دونوں اصولوں میں سے کون اچھا ہے آیا ہم لوگوں کا اصول کہ ہر امر مباح ہے۔ جب تک کہ اس کی ممانعت شرعی ہو۔ یا وہابیوں کا اصول کہ ہر چیز ناجائز ہے جب تک اسکی اجازت صریحی نہو۔

محی الدین:۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ وہابیہ اصول سے اگر بڑے بڑے لوگوں کی کارروائی حتی کہ صحابہ و تبع تابعین کی کارروائی جانچی جائے تو ان لوگوں کو جوابدہی مشکل ہو عوام کا تو کچھ حساب ہی نہیں اور

بستیوں کا اصول ایسا ہے جو اس وقت تک ہر مذہب و اقوام اور ملک میں جاری ہے۔ الغرض اب میرے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تعزیہ پر کوئی اعتراض شرعی نہیں ہو سکتا اور بیشک اس کے ذریعے سے واقعات کربلا یاد آتے ہیں اور اس وجہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد اور محبت دل میں جگہ کرتی ہے اور اس سے رونق اسلام بھی ہے۔ لیکن وہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر اسکی جگہ محرم میں لوگ تلاوت قرآنکی عادت کریں اور خیرات کریں تو کیا مضائقہ۔

علی رضا: - اے سبحان اللہ جو شخص صدق دل سے قرآن مجید کی محرم میں تلاوت کرے حضرت کے مصائب کو یاد کرکے محزون ہو اور خیرات کرے اور حضرت امام حسین سے ہمدردی کرے تو اس کا کیا کہنا۔ لیکن اگر یہ فقرہ صرف اس نیت سے کہا جاتا ہے کہ اس ذریعے سے لوگ عزاداری ترک کردیں اور بعدہ یہ خود بخود ترک ہو جائے گا تو مجھے عذر ہے اور نیز میں یہی کہوں گا کہ جس سے یہ ہو سکے یہ کرے اور جس سے تعزیہ داری ہو سکے تعزیہ داری کرے بشرطیکہ صدق دل سے ہو میں اپنے دل کو کیا کروں میرے نزدیک ہمدردی اور خلوص دلی اور شرکت رنج اور رحت اور ایمان و اعتقاد کے لیے سب سے بڑی چیز معلوم ہوتی ہے۔ فرض کیجیے کہ آپ اپنے کسی دیہات پر گشتی میں جائیے اور ایک متمول رعیت آپ کا دس روپیہ آپ کو سلامی دے اور فرض کیجیے کہ اس سفر میں کہیں آپ گھوڑے سے گر جائیے اور آپ کا ہاتھ اکھڑ جائے اور آپ کو غش آجائے اس وقت ایک غریب آپ کا پہنچے اور پانی پلا کر ہوش میں لائے اور اپنے گھر لے جاکر برابر خدمت میں حاضر رہے اور تیمارداری کرے یہاں تک کہ آپ صحیح ہو جائیں اور تب اپنے ساتھ آپ کو آپ کے گھر تک پہنچا دے تو غور تو کیجیے کہ آپ کو اور آپ کے والد کو خیال اور لحاظ کس رعیت کا زیادہ ہوگا روپیہ دینے والے کا یا اس غریب کا؟ پھر خیال کیجیے کہ خدانخواستہ آپ پر کوئی حادثہ عظیم پڑ جائے یعنی کوئی نہایت ہی عزیز آپ کا انتقال کرے اور اس خبر کو سنکر ایک متمول دوست آپ کو صرف ماتم پرسی کا روپیہ بھیجدے اور دوسرا خود آئے اور آپ کا ہمدرد بنے اور آپ کا دل بہلانے اور ہر وقت آپ کے آرام اور دلدہی کا خیال رکھے تو غور کیجیے کہ آپ کی آنکھوں میں کس دوست کی وقعت زیادہ ہوگی اور کس کو عزیز تر سمجھیں گے؟

محی الدین: - سچائی یہ تو ظاہر ہے کہ ہمدردی کرنیوالے دوست کی وقعت آنکھوں میں بہت ہی زیادہ معلوم ہو گی اور اس روپیہ بھیجنے والے دوست کی وقعت اسقدر ہوگی کہ جب خدانخواستہ کوئی حادثہ اسکے گھر ہوگا۔ تو ہم بھی روپیہ بھجوا دیں گے۔

علی رضا: - ماشاء اللہ آپ غور تو فرمایئے کہ ایک شخص یہ شب عاشورا یہ خیال کرکے آج ہمارے آقا پر عالم غربت میں ایسی مصیبت گذری ہے کہ جو کسی پر نہ گذری یعنی ایک صحرائے لق و دق میں آپ کا خیمہ ہے جناب آپ مع اہل بیت فروکش ہیں اور چاروں طرف مخالفین کی فوج گھیرے ہوئے ہے اسوجہ سے سب عزیز یعنی بیٹے بھتیجے بھانجے کی موت نگاہ میں پھر رہی ہے اور مخدرات حرم نہایت مضطر و پریشان ہیں کہ انکی کل کیا ہوگا اور اس نئے خیمہ میں تلاطم ہے اور کسی کو قرار نہیں) خود شب بیداری کرے اور ان واقعات کو یاد کرے اور یاد دلانے والی چیزوں کو دیکھ دیکھ کر روتا رہے اور ساری رات عبادت اور گریہ وزاری میں کاٹے اور اسی طرح دن کو

نماز پڑھے اور حضرت سید الشہدا علیہ السلام اور ان کے انصار پر سلام بھیجے اور دن بھر بے آب و غذا رہ کر حضرت کے مصائب کو یاد کرے اور جیسے جیسے دن چڑھے خیال کرتا رہے کہ اس وقت فلاں بزرگ نے میدان جنگ کی رخصت لی ہوگی اور اس وقت فلاں بزرگ شہید ہوئے ہوں گے اور ان کی نعش خیمہ مبارک میں آئی ہوگی اور آج کے دن خود حضرت سید الشہدا علیہ السلام کا یہ عالم تھا ؎

کبھی لاش اٹھائی کبھی رو دیا ۔۔۔ اسی شغل میں شاہ دن بھر رہے

اور آخر یہ ہوا کہ

دوپہر میں وہ چمن باد خزاں نے لوٹا ۔۔۔ باپ بیٹے سے چھٹا بھائی سے بھائی چھوٹا
پتا پتا ہوا تاراج تو بوٹا بوٹا ۔۔۔ ابنِ زہرا کی کمر جھک گئی بازو ٹوٹا

پھر نہ یاور نہ وہ جانباز نہ وہ شیدا تھے
ظہر کے وقت حسینؑ ابن علیؑ تنہا تھے

اور بوقتِ عصر تو ایسا واقعہ عظیم ہوا کہ جس سے آسمان اور زمین کے طبقے ہل گئے ہیں یعنی

رحمۃ اللعالمین کا ذبیح دل جانی ہوا ۔۔۔ فاطمہؑ کا لال بھوکا پیاسا قربانی ہوا

الغرض ان ہی خیالات میں دن بھر حضرت سید الشہداؑ اور ان کے عزیز و اقارب کے ساتھ ہمدردی اور ان کی عزاداری کرتا رہا۔ پھر فرض کیجیے کہ ایک دوسرا مسلمان شب بھر خواب غفلت میں پڑا رہے اور اسکو یہ بھی خبر نہو کہ آج فرزند رسولؐ پر کیا گذری اور جب صبح ہو تو اٹھکر چائے پی کر اور اچھی طرح ناشتہ کرکے اپنی زمینداری کا حساب و کتاب دیکھے بعدہ خوب کھا پی کر سو رہے جب عصر کا وقت ہو تو اسوقت منہ ہاتھ دھو کر باغ کی سیر کرے اور جب وہاں کچھ شور کی آواز آئے تو پوچھے کہ آج یہ شور کیسا ہے تو لوگ کہیں کہ آج دسویں محرم کی ہے اسوقت کہے کہ آج دسویں محرم کی ہے یا! اور باورچی سے کہدو کہ دو من کا کھچڑا پکوا کر اور دو سو آبی روٹی خرید کر فقیروں کو تقسیم کردے اور حافظ جی سے کہدو کہ پندرہ بیس لڑکوں سے دو ختم قرآن پڑھوا دیں فی لڑکا دو آنہ دیا جائے اور پھر خود ایک پارہ قرآن پڑھ کر باغ کی سیر کرکے اور اٹھکیلیوں میں مشغول ہو جائے۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ برائے خدا کہو تمہاری کیا رائے ہے جس وقت یہ دونوں اشخاص جناب سرور کائنات و جناب خاتون جنت حضرت سیدہ علیہا السلام اور علی مرتضٰی علیہ السلام کے سامنے لائے جائیں گے تو یہ حضرات کس سے زیادہ خوش ہوں گے؟ کسکو اپنا اور اپنے پیاروں کا ہمدرد سمجھیں گے کس کو اپنا خادم اور اپنے پیارے کا محب سمجھیں گے اور کس کو مثل اپنے فرزند کے پیار کریں گے؟ یا درکھئیے کہ قرآن پڑھنا یا خیرات کرنا سب اسی لئے ہے ان خاصان خدا کو اسکی مطلق پروا نہیں وہاں صرف محبت اور مودت دیکھی جاتی ہے۔ اس لئے مجھے مطلق شک نہیں ہے کہ اگر دل میں محبت اور مودت اہلبیت ہے تو سب کچھ ہے ورنہ تو دانی و خدا وند آپ کے رسولؐ نے صرف ایک فرمائش کی ہے یعنی میرے اعزا سے محبت اور مودت رکھو میں سوائے اسکے اور کچھ نہیں چاہتا۔ پس اگر دل میں محبت اور مودت نہیں ہے تو اپنے کھچڑے پلاؤ کو کسی طاق پر رکھئے وہاں اسکی پروا نہیں اور اگر دل میں مودّت و محبت ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ صرف نام حسینؑ لینے سے دونوں جہاں میں بیڑا پار ہے۔

محی الدین:- ماشاء اللہ کس صفائی سے سب اعتراضوں کا جواب دیا ہے اور کس خوبصورتی سے ثابت کیا ہے کہ اصل ایمان محبت ہے۔ جس شخص کو یہ دولت مل گئی اس کو سب کچھ مل گیا بس اب کوئی مانے نہ مانے اپنا تو عمل اس مقطع پر ہے ؎

صدق دل سے ہم اسی جانب چلیں گے اے نفیس　　جس طرف آل محمد کی محبت لے چلے

مسئلہ تقیہ

محی الدین:- تیسرا اعتراض ان لوگوں کا ہے کہ شیعہ مذہب میں تقیہ کا رواج گویا کذب کی تعلیم ہے۔ پس ایسا مذہب جس میں کذب کی تعلیم ہو کب جائز ہو سکتا ہے مذہب تو وہ کہ جس میں تلوار کی دھار پر بھی امر حق زباں سے نکلے۔

علی رضا:- اگر تقیہ میں افراط و تفریط کو لیجئے تو بعض جگہ اعتراض صحیح ہے۔ لیکن شریعت اسکی جواب دہ نہیں۔ مثلاً آجکل کی سلطنت میں ملکہ معظمہ قیصر ہند کا اشتہار عام مصدرہ ۱۸۵۸ء نافذ ہے کہ امور مذہبی میں ہماری دولت کی رعایا ہر طرح پر آزاد ہے۔ کسی شخص کے مذہبی اعتقادات یا اعمال میں دوسرے کسی شخص کو دست اندازی یا تکلیف دہی کا حق نہ ہوگا۔ بلکہ ہر شخص کی بطور معقول مذہبی اصول برتتے میں ما بدولت تائید کریں گے پس ایسی بے تعصب رعایا پرور کی سلطنت میں تقیہ محض بیکار ہے۔ لیکن ہاں ایسی سلطنت میں جہاں مجرد اختلاف مذہب کھٹا کھٹ سر قلم ہوتے ہوں تو وہاں تقیہ نہ کرنا کچھ نہیں تو صریح بیوقوفی ہے۔

محی الدین:- تو آپ کے مذہب کی رو سے تقیہ کی کیا تعریف ہے؟

علی رضا:- تقیہ کی تعریف یہ ہے۔ کسی ظالم کو اس نیک ارادے سے کہ وہ ظلم کرنے سے باز رہے یا یہ کہ بے گناہ لوگ اسکو ظلم سے محفوظ رہیں کوئی بات خلاف واقعہ صراحتاً یا اشارۃً کہنا۔ اسی اصول کی بنا پر اگر ہمارا مذہب میں خوف جان یا ضرر جسمانی ہو تو میرے مذہب نے مذہب کا چھپانا جائز رکھا ہے اور اسی کو تقیہ کہتے ہیں

محی الدین تو کیا وجہ ہے کہ تقیہ شیعوں ہی کے مذہب میں ہے اور کسی مذہب میں نہیں

علی رضا:- کون سا مذہبی گروہ ایسا ہے جس میں چار سو برس کے اندر تین مرتبہ ایسا قتل عام ہوا ہو کہ اپنی دانست میں جلادوں اور ظالموں نے ایک متنفس کو چھوڑا ہو؟ پس تقیہ کی ضرورت ان بیچارے مظلوموں کو ہوگی تو کیا ان ظالموں کو؟

محی الدین:- یہ کیا۔

علی رضا:- مسٹر امیر علی صاحب شرح محمدی کے دیباچے صفحہ ۱۲ سے ۱۴ تک میں لکھتے ہیں کہ خلفائے عباسیہ و بنی امیہ کے وقت میں چند بار شیعہ اور سادات بنی فاطمہ اس قدر قتل کئے گئے کہ ظالموں کے علم میں ایک بھی پردۂ زمین پر باقی نہ رہا اب ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اگر ہم دیکھیں کہ ایک ظالم بادشاہ ہر شخص کو بلوا کر پوچھتا ہے کہ تمہارا کیا مذہب ہے؟ جواب "شیعہ" حکم ہوا "گردن مارو" اور اگر جواب دیا "سنی" حکم ہوا "رہائی"۔ اب فرض کرو پانسو آدمیوں کے بعد میری باری آئی اور مجھ سے بھی وہی سوال ہوا تو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تمہاری کیا رائے ہے ہم کیا جواب دیں۔

محی الدین: تم کہدو کہ ہیں شیعہ ہوں ہمیں جان جائے یا رہے اگر اس کہنے میں جان گئی تو شہید اُٹھے۔
علی رضا: - اور اگر ہم اس کے سامنے جانے کے قبل ہی اپنے کو رلوالور سے ہلاک کر دیں تو کیسا ہے؟
محی الدین: - معاذ اللہ خودکشی کے مجرم ہوگے۔
علی رضا: - تو اب غور کرو کہ عملاً دونوں میں کیا بال بھرسے زیادہ فرق ہے؟ دونوں حالتوں میں باسباب ظاہر اپنی سلامتی اور اپنی ہلاکت میرے اختیار میں تھی ایک میں میں نے خودکشی کی اور دوسرے میں نے اپنے کو دوسرے ہاتھ سے قتل کرایا۔ لیکن ظاہر ہے کہ دونوں حالتوں میں قصداً میں نے موت کو حیات پر اختیار کیا پس آپ یہ فرمائیے کہ اس قربانی کی مجھ کو کیا قیمت ملی۔
محی الدین: - قیمت یہ ملی کہ تم جھوٹ نہ بولے۔
علی رضا: - تو تمہارے نزدیک قتل انسان جائز لیکن انسان کو ایک لفظ جس کے حقیقۃً کچھ معنی نہوں (یعنی جب ہم نے جلاد کے سامنے سنی کہا تو سنی تو ہو نہیں گئے جیسے تھے ویسے رہے) زبان سے نکالنا جائز نہیں۔
محی الدین: - بیشک۔
علی رضا: - بہت خوب ذرا پھر غور فرمائیے کہ اگر اسی جلاد کے سامنے میرے چھوٹے چھوٹے لڑکے عورت، مرد سب لائے جائیں اور مجھ سے ان سب کے مذہب کے بارے میں سوال ہو اور فرض کرو کہ مجھے اس جلاد کی گذشتہ کارروائیوں سے یقین کامل ہو کہ اگر میں کہدوں کہ یہ سب سنی ہیں تو فوراً سبھوں کی رہائی ہو اور جو کہدوں کہ یہ سب کے سب شیعہ ہیں تو سب کے سر میرے سامنے قلم کیے جائیں اب میں پوچھتا ہوں کہ ایسی حالت میں مجھ کیا کہنا چاہیے۔
محی الدین: - اب تو گاڑی اٹک جاتی ہے۔ اس حالت کو مجھ سے کہا نہیں جاتا کہ تم کہدو کہ یہ سب شیعہ ہیں کیونکہ اگر تم نے ایسا کہا اور وہ بیچارے قتل ہوئے تو ان بیگناہوں کا خون تمہاری گردن پر بھی ضرور رہے گا۔ لیکن بھائی میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ تم جرم وکذب سے کیونکر بچو گے۔
علی رضا: - ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ کذب کی تعریف کیا ہے؟
محی الدین: - کسی بات کو اصل حقیقت کے خلاف بیان کرنا
علی رضا: - تب نوروز سنی میں جہاں تم غلطی کرتے ہو اور غلط معنی بناتے ہو جھوٹ بولتے ہو۔
محی الدین: - نہیں نہیں کذب کے معنی کسی غلط بات کو دیدہ و دانستہ غلط جان کر بطور صحیح بیان کرنا
علی رضا: - تو کیا جس وقت تمہارا لڑکا رونا ہو کہ ہم کو تارا توڑ کر لا دو اور تم اسکے بہلانے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کی مٹھی میں شیرینی کا ٹکڑا دے کر کہو کہ یہی تارا ہے اور وہ اسکو پاکر خوش ہوجائے اور رونا موقوف کر دے تو کیا تم جھوٹ بولنے کے مجرم ہوئے؟
محی الدین: - بیشک جھوٹ بولنے کا الزام تو عائد ہوگا۔
علی رضا: - ڈاکٹر جو مریضوں کی تشفی کے لیے بیسوں باتیں بناتے ہیں اور جسکی اجازت ہر ملت و ہر مذہب و ہر قوم میں ہے کیا وہ جھوٹ بولتے ہیں؟ کیا ان کی سزا ہونی چاہیے۔
محی الدین: - کیوں نہیں بیشک۔

علی رضا:- تو اب ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ فرض کرو کہ ایک مریض ایسی حالت میں ہے کہ اگر اس سے کہدیا جائے کہ تمہارے مرض نے اس قدر طول کھینچا ہے کہ مرجاؤ گے تو اس بات کا صدمہ اس کے قلب پر ایسا ہوگا کہ وہ واقعی مرجائیگا اگر ڈاکٹر کو اس بات کا یقین ہو اور اس حالت میں مریض اس سے دبی زبان سے پوچھے کہ کیوں ڈاکٹر صاحب ہم کب تک اچھے ہوں گے۔ تو کیا تم رائے دو گے کہ ڈاکٹر کہدے کہ تم تو اب چل بسے منٹ دو منٹ کے مہمان ہو؟ اگر تمہاری رائے ہو کہ ڈاکٹر یہی کہے اور اسکے کہنے سے وہ مریض اسی وقت رخصت ہوجائے تو ایسے ڈاکٹر کو کیا کہو گے کہ اس نے کیسا کام کیا۔

محی الدین:- اب تو پھر گاڑی اٹک گئی ایسی رائے تو میں کبھی ندوں گا اور نہ ایسے ڈاکٹر کو اچھا کہوں گا بلکہ یہی کہونگا کہ اس غریب کو ڈاکٹر نے دیدہ و دانستہ مار ڈالا۔ لیکن میرے دل سے یہ بات نہیں ہٹتی کہ اگر میں کسی لڑکے کے بہلانے کے لیے شیرینی کے ٹکڑے کو انار کہوں یا ڈاکٹر مریض جاں بلب کو اسکی تشفی کے لیے کہدے کہ تم جلد اچھے ہو گئے تمہاری بیماری خوفناک نہیں (تو جائز ہو یا ناجائز ہو) جھوٹ ضرور ہو گا۔ کیونکہ حقیقۃً دونو بیان واقعہ اصلی کے خلاف ہیں۔

علی رضا:- میں اسکو جھوٹ نہیں کہتا اور نہ کوئی شخص اسکو جھوٹ کہہ سکتا ہے۔ اگر اس قسم کی غلط بیانی بلا دیکھے نیت کے جھوٹ قرار دیجائے تو ملٹن اور شکسپیر جن کے قصص خیالی اور حکایات خلاف واقعہ کے دفتر کے دفتر ہیں بڑے جھوٹے ہو جائیں۔ علی ہذا القیاس مولانا روم صاحب جن کی مثنوی میں ہزاروں خیالی قصے ایسے ہیں کہ جن میں جانوروں بلکہ نباتات اور جمادات کے تکلم کلام کا ذکر ہے بڑے جرم کے مجرم قرار پائیں حالانکہ بوجہ اس تعلیم تہذیب و اخلاق کے جو انہیں خیالی حکایتوں سے دی ہوئی ہے مثنوی مذکور بڑا درجہ حاصل کئے ہوئے ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر کا قول ہے

مثنوی مولوی معنوی ہست قرآں در زبان پہلوی

لیکن تمہارے اصول میں یہ مثنوی کذب کا دفتر ہو جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس بارے میں نیت دیکھی جائے گی اگر نیت بخیر ہے اور غلط بیانی سے نتیجہ خیر نکلتا ہے تو ہرگز وہ غلط بیانی جھوٹ نہیں ہے۔ دیکھو ایک قطعہ مجھے یاد آیا جس سے نہایت معقول اور اثر دار سبق عبرت کرنے کے لیے ملتا ہے حالانکہ باسباب ظاہر اس قطعہ لفظی معنی کو دیکھئیے تو غلط ہونے میں کوئی شک ہی نہیں کہ سکتا۔ قطعہ

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آپڑا دیکھا کہ استخوان شکستہ سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر میں بھی کبھی کسی کا سر پر غرور تھا

پس کیا تم کہو گے کہ کھوپری تو بولتی نہیں اس لئے شاعر نے جو اس قطعہ میں لکھا ہے جھوٹ ہے اور اس لیے شاعر واجب التعذیر ہے۔

محی الدین:- میں تو یہ کہہ نہیں سکتا کہ ملٹن یا شکسپیر کا کلام یا مولانا روم کی مثنوی کذب کا دفتر ہے تب یہ بات قابل غور ہے کہ واقعہ میں کذب کی کیا تعریف ہے۔

علی رضا:- کذب کی تعریف یہ ہے کہ کسی خلاف واقعہ بات کو جانکر کہ خلاف واقعہ ہے کسی شخص کو دھوکہ

دینے کی نیت سے یعنی کسی کو ضرر ناجائز یا نفع ناجائز پہنچانے کی نیت سے بولنا یا کہنا۔
محی الدین:- بیشک یہ تعریف تو جامع اور مانع معلوم ہوتی ہے اور اس تعریف کی رو سے البتہ کلیات ملٹن و شکسپیر و مثنوی مولانا روم وغیرہ کذب ہونے سے محفوظ رہتے ہیں۔
علی رضا:- بس اس مثال میں جسمیں تم نے ہمکو قتل ہونے کی رائے دی تھی اگر ہم یہ کہتے کہ ہم سنی ہیں تو ہم جھوٹ نہیں بولتے۔ کیونکہ اس سے کسی کو ضرر ناجائز یا نفع ناجائز نہیں پہنچا ہے بلکہ نفع جائز دو شخصوں کو پہنچانے یعنی ایک تو اپنی جان کی حفاظت کرتے جو واجب ہے اور دوسرے اس جلاد کو جرم قتل عمد کی سزا سے دنیا اور عقبی میں بچاتے اور یہ نفع یقیناً شکسپیر اور ملٹن کی کلیات اور مولانا روم کی مثنوی کے نفع سے کم نہیں ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اگر ایسی حالت میں کوئی شخص اپنی جان بچانے کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرے جس سے کسی کا نفع نا جائز یا ضرر ناجائز نہ ہو تو وہ ہرگز جھوٹ نہیں بولتا۔ پس اب آپ فرمایئے کہ کس دلیل سے تقیہ کو کذب کی تعلیم آپ قرار دیتے ہیں۔
محی الدین:- اس تعریف سے تو بیشک تقیہ جھوٹ ہونے سے نکل جاتا ہے۔
علی رضا:- علاوہ اسکے فرض کیجئے کہ ایسا کہنا خفیف درجہ کا کذب ہے۔ تاہم استعمال اس کا ایسی حالت میں عقلاً و شرعاً جائز ہوگا۔
محی الدین:- یہ کیونکر؟
علی رضا:- میں تم سے پوچھتا ہوں کہ فرض کرو کہ تم اپنی کوٹھری میں کتاب دیکھ رہے ہو اس وقت یکایک کوئی بدمعاش تلوار کھینچے ہوئے آوے اور تم پر وار کرے اور تم اسکو اپنے رولر سے اپنی حفاظت کے لئے ہٹو کئی کا ایک ہاتھ ایسا مارو کہ کلائی کی ہڈی اکھڑ جائے اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ پڑے۔ تو تمنے کیسا کام کیا۔
محی الدین:- بہت اچھا کام کیا۔
علی رضا:- پھر فرض کرو کہ جس وقت وہ تلوار کا وار کر چکا تھا اس وقت تم نے اپنے ریوالور سے اسکا کام تمام کر دیا جس وجہ سے تم بچ گئے ورنہ تم ہی صاف تھے
محی الدین:- بہت خوب کام کیا
علی رضا:- کیوں؟
محی الدین:- اپنی حفاظت کے لئے اس کو تو بینل کوڑنے بھی جائز قرار دیا ہے اپنی پیاری جان کی حفاظت کے لئے اگر دوسرے کی جان لی تو کیا مضائقہ۔
علی رضا:- کیوں بھائی محی الدین تمہاری جان تو ایسی پیاری ہے کہ اسکی حفاظت کے لئے تم دوسرے کی جان لو تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن علی رضا کی جان ایسی کوڑیوں کے مول تھی کہ اس کی حفاظت کے لئے تمہارے نزدیک ایک بے معنی لفظ اسکو اپنی زبان سے نکالنا ناجائز! تمنے اپنی ایک جان کی حفاظت کے لئے ایک شخص کا خون کیا اور ہم نے ایک یا دو لفظ غلط کہکر دو شخصوں کی جان بچائی یعنی ایک تو اپنی جان بچائی اور دوسرے اپنے قاتل کو جرم قتل عمد سے جس کے نتیجے سے دنیا اور عقبیٰ میں اسکا سزا پانا یقینی تھا بچا لیا۔ پس جب

ایک جان کی حفاظت کے لیے ایک خون جائز ہے تو اسی حالت میں دو جانوں کے بچانے کے لئے دو چار لفظ غلط اور بے معنی کہنا کیوں نا جائز ہوگا۔؟

محی الدین:۔ البتہ یہ بات تو قابل غور طلب معلوم ہوتی ہے۔

علی رضا:۔ پھر غور کرو کہ تم دیکھو کہ پچاس ساٹھ ڈکیت مع حربہ ہتھیار ایک بستی کے لوٹنے کے لئے بحالت مقابلہ کشت و خون کرنے کے لیے چلے جاتے ہیں۔ اگر ان کو تم اس نیت سے کہ یہ لوگ ایسے ظلم عظیم سے باز آجائیں خلاف واقعہ یہ کہو کہ اس بستی میں دو روز سے خود سپرنٹنڈنٹ پولیس مع داروغہ وغیرہ موجود ہیں اور اگر تمہارے اس کہنے سے وہ ڈکیت واپس پھر جائیں اور اس وجہ سے سینکڑوں کی جان اور مال محفوظ رہے تو تم نے کیسا کام کیا آیا تم بوجہ اپنی غلط بیانی کے مورد الزام ہو گئے یا قابل انعام؟ کیا اس فعل سے تم دوسرے انعام کے مستحق ٹھہرے یعنی ایک تو کتنے بندگان خدا کی جان و مال کی حفاظت کی اور دوسرے ان ڈکیتوں کو ایسے جرم شدید سے کہ جس کی ارتکاب سے ممکن ہے کہ کتنے پھانسی پڑتے اور کتنے دائم الحبس ہونے بچالیا تو غور کرو کہ اگر تم ایسی غلط بیانی نہ کرتے تو کتنے گھر تباہ ہو جاتے اور کتنے بچے یتیم اور کتنی عورتیں بیوہ ہوتیں اور کتنے خدا کے بندے پھانسی پاتے اور کتنے جیلخانوں میں پتھر توڑ کر اور ایڑیاں رگڑ کر مرتے۔ پس کیا باوجود ایسے اچھے نتیجوں کے بھی تم اپنی غلط بیانی کو قابل الزام یا موجب التعذیر سمجھو گے۔

محی الدین:۔ بھائی یہاں تو پھر میری عقل دنگ ہوتی ہے۔ بھلا میں کس عقل سے کہوں کہ ایسی غلط بیانی قابل الزام ہوسکتی ہے۔

علی رضا:۔ اگر کوئی شخص اپنی ہٹ دھرمی سے اس غلط بیانی کو قابل الزام کہے اور حفاظت خود اختیاری میں قتل انسان جائز رکھے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جھوٹ بولنا قتل عمد سے بدتر ہے یعنی اگر ایک اپنی جان کی حفاظت کے لیے حملہ کرنے والے کا قتل جائز ہو اور اسی حالت میں سو آدمیوں کی حفاظت جان کے لیے ایک جملہ غلط کا زبان سے نکالنا ناجائز ہو تو نتیجہ صریحی ہوگا کہ غلط بیانی قتل عمد سے سو درجہ بدتر ہے مگر کیا تم انشاء اللہ تعالیٰ اگر انڈین پینل کوڈ کونسل کے ممبر ہو گے تو یہ تحریک کرو گے کہ جرم دروغ حلفی کی سزا پھانسی اور ضبطی جائداد مقرر کردی جائے۔

پینل کوڈ کا ذکر جو تم کرتے ہو تو میں یاد دلاتا ہوں کہ اسی قانون میں ہے کہ بہت بڑے نقصان یا بڑے جرم سے بچانے کے لیے یا بچنے کے لیے چھوٹے جرم کا ارتکاب جائز ہے بشرطیکہ نیت بخیر ہو۔ دفعہ ۸۱ قانون مذکور کی پہلی مثال یہ ہے۔ اگر زید کشتی دخانی جہاز کا کپتان یکایک معلوم کرے کہ میں بلا وقوع اپنی خطا یا غفلت کے ایسے مقام میں آ پہنچا ہوں کہ قبل اسکے کہ جہاز رک سکے ایک کشتی کو جسمیں بیس تیس مسافر سوار ہیں ٹکرا کر ضرور تباہ کر ڈالے گا۔ اور رخ پھیرتا ہوں۔ تو دوسری کشتی کو ٹکرا کر تباہ کرنے کا خوف ہے جسمیں صرف دو آدمی سوار ہیں اور ممکن ہے کہ جہاز اس کشتی سے نکل جائے تو اس صورت میں زید رخ پھیرے اور اسکی یہ نیت ہو کہ دوسری کشتی کو تباہ نہ کرے بلکہ نیک نیتی سے یہ غرض ہو کہ جس میں پہلی کشتی کے مسافروں کو خطرے سے بچائے تو زید اس ارتکاب میں مجرم نہیں ہے گو وہ دوسری کشتی کو ایسے فعل کے کرنے سے

تباہ کرے جس سے اسکے علم میں اس نتیجہ کے پیدا ہونیکا احتمال تھا بشرطیکہ یہ امر ثابت ہو کہ فی الواقع وہ خطرہ جس سے بچانا اس کی نیت میں تھا ایسا تھا کہ اسکے باعث سے دوسری کشتی کو تباہی کے خطرے میں ڈالنا درگذر کے قابل ہو" اس اعتبار سے ہم کہتے ہیں کہ جس حالت میں ہم تھے اس حالت میں ہمارا اپنے کو سُنی کہنا کسی قسم کا جھوٹ بھی ہو تاہم چونکہ جان سے عزیز چیز کے بچانے کے لئے نیک نیتی سے تھا کوئی گناہ نہیں ہے اس کو سعدی شیرازی نے فرمایا ہے " دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز" ذرا ایک بات اور خیال کرو ۔ فرض کرو کہ جب جناب رسولؐ بہ شب ہجرت غار میں آکر چھپے تھے اسُ وقت ایک عرب صحرائی کھڑا ہوا سب ماجرا دیکھ رہا تھا تو کیا کوئی مسلمان جو رسول اللہ سے سچی محبت رکھتا ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر کفار قریش اس عرب سے پوچھتے کہ محمدؐ کہاں ہیں اور وہ کہدیتا کہ اسی غار میں چھپے ہیں تو اچھا کام کرتا ؟ میں تو لاکھو برس اس کو اچھا نہیں کہہ سکتا ۔ کیونکہ اسکو اچھا تو وہی کہے جو شمع رسالت کو گل ہوتا پسند کرے ۔ ذرا علمائے اہل سنت سے تو پوچھو کہ ان حضرات کی اس بارے میں کیا رائے ہے ۔

محی الدین :۔ وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دوسرے کی جان بچانے کے لئے غلط بیانی جائز ہے اپنی جان بچانے کے لئے جھوٹ بولنے میں خود غرضی پائی جاتی ہے ۔

علی رضا :۔ تم ہرگز یہ نہ سمجھو کہ شرعًا یا قانونًا تم اپنی جان کے مالک ہو اگر ایسا ہوتا تو خودکشی کرنا جرم نہوتا حالانکہ خودکشی شرعًا حرام ہے اور قانونًا اقدام خودکشی واجب التعذیر ہے ۔

محی الدین :۔ واقعی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کیوں ہے ؟ ہم اپنی جان کے مالک ہیں جب تک جی چاہا دنیا میں رہے ۔ جب جی میں آیا اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنا کام تمام کیا ۔ اس میں دوسرے کو کیا ؟ اور خداوند عالم اور حاکم وقت کا خودکشی میں ہم کیا بگاڑتے تھے ؟

علی رضا :۔ حضرت آپ اپنی جان کے خود مالک نہیں ہیں یہ بڑی غلطی ہے اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے اس میں بہتو کے حقوق ہیں اوّلاً حق اللہ کا کہ جس نے تمکو بنایا ہے پس اس کی بنائی ہوئی چیز کو بلا مرضی اسکے تم مٹانے والے کون؟ اگر تم اسکی مرضی کے موافق وقت معین تک زندہ رہے تو ممکن ہے کہ تمہارے ہاتھ سے بہت سے ایسے کام نکلیں جس سے تمہارا اور خلق اللہ کا بھلا ہو بعدہ حق حاکم ہے بعدہ حق الناس ہے جسکی تفصیل اس وقت فضول ہے غرض انہیں وجوہات سے حاکم شرع اور شاہان عادل نے حفاظت جان کے لئے بڑی تاکید کی ہے ۔

محی الدین :۔ حق تعالےٰ نے حفاظت جان کے لئے کہاں فرمایا ہے ۔

علی رضا :۔ سورۂ بقر پارۂ دوم میں حقتعالےٰ نے فرمایا ہے لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ علاوہ اس کے شرعًا عبادت اور اعمال میں حفاظت جان بلکہ جسمانی تندرستی کی بڑی رعایت رکھی ہے جیسا کہ بحالت مرض روزہ ساقط اور بحالت سفر نماز قصر وغیرہ یہانتک کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا

محی الدین :۔ یہ سب تو سبکساری اور تسہیل کی مثالیں ہیں ایسا کہاں ہے کہ حفاظت جان کے لئے گناہ کبیرہ کی اجازت ہے ۔

علی رضا :۔ شراب اور میتہ اور لحم خنزیر جو اشد حرام اشیا ہیں اگر کوئی شخص بھوکوں مر رہا ہو اور طبیب حاذق

ہے کہ ان چیزوں کے کھانے سے اسکی جان بچ جائے گی اور فرض کرو کہ اس وقت اور کوئی چیز میسر نہو تو بقدر سدِ رمق یہ سب چیزیں اسپر حلال ہو جائیں گی بلکہ اس حالت میں اگر وہ شخص نہ کھائے تو عاصی ہوگا دیکھو سورہ مائدہ پارہ ششم جہاں خداوند عالم نے اس بارے میں ذکر حرمت اشیاء مذکورین فرمایا ہے فمن اضطر فی مخمصۃ غیر متجانف فان اللہ غفور رحیم (ترجمہ) پس جو شخص کہ بھوک سے بیقرار ہو اور اسکی نیت گناہ کی نہو اور بقدر سدِ رمق کھائے تو اللہ تعالےٰ بڑا بخشنے والا اور رحیم ہے۔

محی الدین:۔ سبحان اللہ رب السموات ورب الارض ورب العرش العظیم اللہ اکبر جان کی حفاظت کے لیے خلاق عالم نے اپنے بندوں کو کس قدر وسعت دی ہے۔ پس اب تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جس حالت میں بیٹے نہیں مر جانے کو کہا تھا اور درجۂ شہادت دیا تھا اگر واقعی تم ویسا کرتے تو شہادت تو درکنار معاصی ٹھہرتے۔ بس اب میں اپنی اس رائے سے توبہ کرتا ہوں۔ اب مجھے مطلق شک نہیں کہ حفاظت جان کے لیے تقیہ کرنا شرعًا وعقلاً نہایت صحیح ہے بلکہ بعض حالتوں میں تقیہ نہ کرنا صریح بیوقوفی ہے جیسا قیصر ہند کی سلطنت میں تقیہ کرنا۔

علی رضا:۔ جزاکم اللہ فی الدارین خیرًا جب عقلاً آپ مان چکے کہ تقیہ اچھی بات ہے تو میں ایک سنی مذہب کی مستند کتاب سے ثابت کر دیتا ہوں کہ جن حالتوں میں شیعہ مذہب کی رُو سے تقیہ جائز ہے انہی حالتوں میں سنی مذہب کی رو سے جھوٹ بولنا جائز ہے کتاب اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت کی عبارت صفحہ ۳۱۵ چھاپہ نولکشور سے لفظاً لفظاً نقل کرتا ہوں "اے عزیز جان تو کہ جھوٹ بولنا اس سبب سے حرام ہے کہ دل میں اثر کرتا ہے اور صورت دل کو ناراست اور تاریک کر دیتا ہے۔ لیکن جھوٹ بولنے کی ضرورت آ پڑے اور آدمی مصلحتاً جھوٹ بات کہے تو دروغ مصلحت آمیز درست ہو۔ مگر دل میں اس کی کراہت رکھنا چاہیے اور اس سے کارہ رہے تو جھوٹ حرام نہیں ہے اس واسطے کہ جب اس سے کارہ رہے گا تو دل اثر قبول نہ کرے گا اور خراب نہو گا اور جب خیر کے ارادے سے جھوٹ بولے گا تو دل تاریک نہ ہوگا اور اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی ظالم سے بھاگ جائے تو سچ بولنا نہ چاہیے کہ وہ وہاں ہے بلکہ یہاں جھوٹ بولنا واجب ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جھوٹ ناگفتنی ہے لیکن اگر سچ بولنے سے بھی کوئی شر پیدا ہو جو ممنوع ہے تو عدل و انصاف کی ترازو میں تولنا چاہیے اگر اس بات کا ہونا جھوٹ کے ہونے سے شرع میں زیادہ مقصود ہو شلاً لوگوں میں لڑائی جورو خصم میں بگاڑ۔ مال ضائع ہونا بھید کھل جانا گناہ کے سبب سے فضیحت ہونا تو اسوقت جھوٹ بولنا مباح ہے اس واسطے کہ شرع میں ان باتوں کا جھوٹ کے اثر سے بہت زیادہ ہے یہ ایسا ہے جیسا جان کے خوف سے مردار چیز حلال ہو جاتی ہے اسواسطے کہ شرع میں جان بچانا مردار کھانے سے زیادہ ضرور ہے۔

محی الدین مجھے اس مسئلہ سے مطلق واقفیت نہ تھی اس کتاب سے تو تقیہ پاک ہو جاتا ہے پھر تقیہ کو حضرات سنت جماعت کس دلیل سے اور کس منہ سے برا کہتے ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا تقیہ کسی طرح اس مسئلہ سے زیادہ نہیں ہے

علی رضا:- بھائی اگر غور کرو تو سب مذہب والے تھوڑا بہت تقیہ کرتے ہیں کسی نے اس کا نام پالسی اور کسی نے حکمت عملی اور کسی نے رمز سلطنت قرار دیا ہے۔ لیکن اظہار مسئلہ تقیہ میں سوائے شیعوں کے سب تقیہ کرتے ہیں۔ کتاب سیرۃ الفاروق صفحہ ۳۰۷ میں خود حضرت عمر کا یہ قول موجود ہے حضرت عمر نے کھڑے ہو کر ایک عظیم مجمع کو خطاب کیا اور کہا کہ اے لوگو کل جو کچھ میں نے تم سے کہا وہ صحیح نہ تھا اور وہ خدا کی کتاب اور اس کے وعدہ کے خلاف تھا۔ یہ ارشاد حضرت کا متعلق اس الیکشن یعنی واقعہ خلافت کے ہے اور جس قول کی حضرت نے تردید کی اس سے نفع ناجائز حضرت ابوبکر کا منصور تھا پس وہ قول تو میری تعریف کے رو سے کذب میں داخل ہو جاتا ہے۔ علی ہذا القیاس امیر معاویہ نے خلاف شرط صلح یزید کو اپنا جانشین بنانے کی غرض سے اپنے سب ملک والوں کو دھوکا دیا اور صاف صاف جھوٹ بولے۔ کتاب اظہار الھدے میں جو مناظرے کی کتاب ہے بہ صفحہ ۱۷و۲۷ مرقوم ہے کہ اولاً امیر معاویہ نے امام حسینؑ اور عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر و عبداللہ ابن عباس سے بیعت یزید چاہی لیکن ان لوگوں نے انکار کیا تب خلوت میں بیجا کر ان لوگوں کو طمع مال و متاع دیا لیکن اس پر بھی یہ لوگ راضی نہ ہوئے اور صاف انکار کیا جب امیر معاویہ خلوت سے باہر آئے تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات قرار پائی آپ نے مصلحتاً فرمایا کہ عبداللہ ابن عمر و عبداللہ ابن زبیر و عبداللہ ابن عباس نے خلوت میں یزید کی بیعت کی اور امام حسینؑ نے وعدہ کیا ہے کہ جس وقت عبدالرحمان ابن ابی بکر بیعت کریں گے ہم بھی بیعت کر لیں گے۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ تھا پس قابل غور ہے کہ امیر المومنین اور حاکم شرع کے لئے تو مصلحتاً جھوٹ بولنا جائز ہو۔ لیکن مظلوم شیعہ اگر اپنی جان کے بچانے کے لئے بھی تقیہ کریں تو گنہگار!!۔

محی الدین:- مگر یہ بات پھر رہ جاتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے کیوں تقیہ نہ کیا۔

علی رضا:- اس کا جواب ہم تفصیلی دوسری لکھائی والے اعتراض میں دے چکے ہیں وہی کافی ہے حضرت امام حسین علیہ السلام کو صرف زبان سے کچھ کہکر جان بچانا نہ تھا بلکہ حضرت سے بیعت طلب کی جاتی تھی اور اس کا نتیجہ ایسا خراب تھا کہ ایک عالم کا ایمان بگڑ جاتا اور شمع شریعت گل ہو جاتی۔ پس وہ ہرگز محل تقیہ نہ تھا

محی الدین:- سچ ہے اس کو تو میں مان چکا ہوں کہ سر دینا حضرت امام حسین کا اپنی جگہ پر نہایت واجب تھا

علی رضا:- حفاظت جان کی مثال میں نے مسئلہ تقیہ کی جلد میں سمجھ میں آنے کے لئے دی ہے۔ اسی سے اور تمثیلیں قیاس کرو۔ سابق مکہ معظمہ میں کوئی شخص سوائے سنی مذہب کے جا نہیں سکتا اس لئے شیعہ تقیہ کرتے تھے۔ پس کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہاتھ باندھ کر جو انھوں نے نماز پڑھی برا کیا؟ اور اسکے ذریعہ سے مشرف بہ حج ہوا تو یہ انھوں نے برا کیا؟ غور تو کرو کہ ایک اگر شیعہ یہاں سے مع عیال و اطفال براہ خشکی بمبئی جاتا اور بعدہ سابق کے بادی جہاز پر ہر طرح کی مصیبتیں جھیلتا ہوا جدہ پہنچتا اور وہاں اونٹ کی سواری پر ٹھوکریں کھاتا ہوا مکہ معظمہ میں داخل ہونا چاہتا اسوقت وہاں کے دربان کہتے کہ اگر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا قبول کرو تو جاؤ ورنہ واپس اس وقت اگر یہ شخص اپنے جوش مذہب میں حج سے محروم سیدھا گھر پھر آتا (کیونکہ غیر سلطنت میں سوائے اسکے چارہ نہ تھا) تو لوگ اسکو کیا کہتے اور تم

اس کا استقبال کیونکر کرتے۔
محی الدین:۔ ایسے آدمی کا تو سوائے پاگل خانہ کے اور کہیں گذر نہ ہوتا اور ہم اس کا استقبال بغیر اس کی پاسلیت کی قصد کے کبھی نہ کرتے۔
علی رضا:۔ یہی مسئلہ تقیہ ہے اور اسی کو لوگ اس قدر بُرا کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حفاظت جان تو ایک بہت بڑی چیز ہے خفیف درجہ کی غلط بیانی فرقہ اسلام بلکہ ہر شائستہ قوم کی تہذیب میں داخل ہے کیا علمائے سنت جماعت کے آپس کے خط و کتابت میں ڈیڑھ ڈیڑھ گز کے القاب نہیں لکھے جاتے؟ کیا بلیغ اسلفا اکمل الکملا قبلہ کونین وکعبہ دارین وغیرہ وغیرہ ہمیشہ سچ ہوتے ہیں؟ تمہیں معلوم ہوگا کہ انگریزی میں جب ایک صاحب دوسرے صاحب کو باضابطہ چٹھی لکھتے ہیں تو گو معاملہ بالعکس ہو اپنے کو یوں لکھتے ہیں "مجھے فخر ہے کہ میں آپ کا فرمانبردار ملازم ہوں۔ اسوقت اگر کوئی آپ سے کہے کہ آپ انگریزی میں بڑے فائق ہیں تو آپ براہ انکساری ضرور کہیے گا کہ نہیں حضور میں تو کچھ بھی نہیں جانتا کیونکہ تہذیب قومی اسی کی مقتضی ہے تب میں پوچھتا ہوں کہ جب بے ضرر غلط بیانی شائستہ قوموں کی تہذیب میں داخل ہے تب وہ بے ضرر غلط بیانی جس سے بچنا ہوں کی جان بچے قابل الزام کیوں ہوگی۔
محی الدین:۔ نہیں ہرگز نہیں اب مجھے اس مسئلہ کے نہایت معقول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ ابتدائے تقریر سے آپنے ہر مسئلہ متنازعہ فیہ کو آیات قرآنی سے ثابت کیا ہے کیا در بارہ تقیہ کے کسی آیت قرآنی سے تائید نہیں ہو سکتی ہے؟
علی رضا:۔ قرآنی میں تو نص صریح موجود ہے۔ لیکن آپ لوگ جنٹلمین انگریزی داں جبتک کسی مسئلہ کو عقل سے نہیں ملاتے تب تک کسی کی کب سنتے ہیں اسلئے میں نے ابھی تک اپنی تقریر کی تکمیل نص صریح سے نہ کی تھی اب آپ کی فرمائش کے بموجب عرض کرتا ہوں قبیلہ بنی مخزوم مسلمانوں کو بوجہ اسلام کے بہت ستاتے تھے۔ جناب حضرت عمار یاسر کی والدہ معظمہ کو ظالموں نے نہایت بیجرمنی سے شہید کیا اور جب حضرت عمار یاسر نے یہ حال دیکھا تو کچھ کفار نے کہنے کو کہا زبان سے کہدیا جب یہ خبر جناب رسول مقبول کو پہنچی کہ عمار یاسر کافر ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں عمار کا گوشت پوست اور خون ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ الغرض جب عمار یاسر نے کفار سے ہاتھ سے رہائی پائی تو نہایت غمناک و محزون اور شرمندہ خدمت بابرکت جناب رسولؐ میں حاضر ہوئے حضرت نے اپنے دست حق پرست سے آنسو پوچھے اور تسلی دی بیانتک کہ آپ نے فرمایا کہ اگر ایسی حالت میں پھر بھی کفار تم سے اسی طرح پیش آئیں تو تم وہی کرنا چنانچہ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت شریف نازل ہوئی من کفر باللہ بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن یعنی وہ شخص کہ بعد ایمان کے کفر کرے وہ مستوجب عذاب ہے الا وہ شخص جو ایسا امر یعنی کفر بکراہت یعنی بجبر کرے درحالیکہ قلب اس کا مطمئن ہو یعنی قلب میں پکا مسلمان قائم رہے تو وہ گنہگار نہیں ہے۔ پس جب بحالت جبر زبان سے کلمہ کفر نکالنا جائز ٹھیرا تو واسطے حفاظت جان کے کسی شیعہ کا اپنے کو سنی کہنا کیوں ناجائز ہوگا۔

محی الدین :- اس آیت سے تو سارا جھگڑا طے ہوتا ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ شیعہ دور ویٹوں کے لئے تقیہ کرتے ہیں۔

علی رضا :- مشہور تو یہی تھا کہ شیعہ جھوٹ بولتے ہیں بس جیسا کہ وہ غلط ویسا ہی یہ بھی بہتان ہے۔ شیعوں نے فقط ظالم بادشاہوں کی سلطنت میں البتہ تقیہ کیا ہے۔ تم اب سارے ہندوستان کو دیکھ لو کہ چونکہ ہم لوگ اب سلطنت عادل کے تحت حکومت میں رہتے ہیں اس لئے کوئی شیعہ کبھی تقیہ نہیں کرتا سنا جاتا ہے کہ صرف بھوپال میں شیعہ ابھی تک عالم تقیہ میں ہیں غالباً اسکی خبر حضور عالیہ جناب ہر ہائنس بیگم صاحبہ دام اقبالہا والی ریاست کو نہیں ہے ورنہ ایسی تعلیم یافتہ عالی خیال والیہ ریاست جو درباروں میں اسپیچ دیتی ہیں اور جو ہر امر میں آزادی اور بہبودی رعایا کا دم بھرتی ہیں ہرگز ایسی بدنامی گوارا نہ فرمائیں کہ ان کی ریاست میں ایک فرقہ مسلمانوں کا اسقدر محل خوف ورجا میں ہے کہ اپنے مذہب کے اظہار میں اپنی جان مال عزت و آبرو کے لٹنے کا خوف رکھتا ہے۔ المختصر بھوپال کے شیعوں کی حالت جو کچھ ہو اور کسی حصہ میں ہندوستان کے شیعہ تقیہ نہیں کرتے۔ ہاں ہندوستان میں ایسے اشخاص سیکڑوں بلکہ ہزاروں ہیں جو سنی خاندانوں میں پیدا ہوئے لیکن شیعوں کی کتابیں پڑھ کر صدق دل سے شیعہ ہو گئے ہیں مگر ماں باپ بھائی بند اور قبیلہ کے خوف سے اپنے کو شیعہ ظاہر نہیں کرتے ایسے اشخاص اب کم و بیش ہر شہر میں پائے جاتے ہیں اور خدا کے فضل سے کچھ ابھر بھی رہے ہیں حق تعالیٰ ان کو توفیق خیر عطا فرمائے اور ہمیشہ ان کا حامی و مددگار رہے۔ دور وٹیوں کے لئے یا کسی لالچ سے تقیہ کرنا کیسا میں تو کہتا ہوں کہ شرعاً تقیہ محل امن سے محل خوف و ہلاکت میں پڑ جانے سے بچنے کی لئے جائز ہے حتیٰ کہ جب محل خوف میں پڑ گئے یا مصیبت یا بلا میں مبتلا ہو گئے تو اسوقت تقیہ کرنے سے صبر کرنا اور راضی برضا رہنا احسن و انسب ہے ہمارے آقا حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے حالت اسیری میں کچھ اور دن قید کی مصیبت گوارا کی لیکن صرف اس خیال سے تقیہ نہ کیا کہ اس حالت میں حضرت کی وجاہت خاندانی اور سلف لورسپکٹ یعنی اعزاز شخصی پر دھبہ آتا تھا۔

منقول ہے کہ جب ہارون رشید نے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو مدت دراز تک قید رکھا تو اسکے وزیر یحییٰ بن خالد برمکی نے سمجھایا کہ ایسے معصوم کے بیگناہ قید رہنے سے تیری رعایا بہت بگڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے بہتر ہے کہ تو ان کو فوراً رہا کر دے ہارون نے کہا کہ بہتر میں ایک شرط پر ان کو رہا کرتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ کر اقرار کریں کہ جملہ معاملات میں جس قدر کارروائیاں ہوئیں ان سب میں وہی قصور وار تھے اور میں بالکل بے خطا تھا

یحییٰ ابن خالد برمکی عترت فاطمی اور جلالت حیدری سے بالکل ناواقف تھا اس نے سمجھا کہ امام علیہ السلام مدت دراز سے قید میں اسیری کی سختیاں کھیل رہے ہیں اس خبر کو سنکر پھولے نہ سما سکیں گے اور فوراً ہی خوش ہو کر قبول کر لیں گے اس لئے اس نے اپنے خیال میں امام علیہ السلام کو بشارت دی کہ حضور ابھی اپنے رہا ہونے میں اپنی زبان سے فقط اقرار کر دیجیے کہ جملہ معاملات میں آپ برسر خطا تھے اور ہارون

بے قصور تھا امام علیہ السلام روحی ورو حکم لہ الفدا نے فرمایا کہ بھائی میں اب چند روزہ زندگی کیلئے کیوں ایسا ننگ گوارا کروں کہ باوجود بے خطا ہونے کے اپنے کو خطاوار کہوں اور کیوں سب الزام جھوٹ اپنے اوپر لوں اس ننگ سے تو اس قید خانہ میں مرنا بہتر ہے - چنانچہ حضور اقدس نے قید خانہ میں رہنا گوارا کیا لیکن یہ ننگ گوارا نہ کیا اور اسی حالت اسیری میں انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون دیکھو کتاب علوم کاظمیہ مولفہ مولوی سید اولاد حیدر فوق بلگرامی صفحہ ۸۶ و ۸۷

محی الدین :- اللھم صل علی محمد و آل محمد! ہزار افسوس کہ جب تک میں اپنے مذہب سابقہ پر تھا ایسے امام اولوالعزم برگزیدۂ خدا آل نبی اولاد علی علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جانتا بھی نہ تھا اور مجھ پر کیا موقوف ہے کوئی سنی نہیں جانتا وہ لوگ تو صرف امام ابو حنیفہ وغیرہ کو امام جانتے ہیں اور انہیں کا اٹھتے بیٹھتے دم بھرتے ہیں اور ان آفتاب برج امامت اور قمر سپہر رسالت کا تو نام تک نہیں جانتے خیر بہر کیف اب ان کا (سنیوں کا) فقط ایک اعتراض باقی ہے یعنی وہ لوگ تمسخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ تم لوگ زیارت میں انگلی کیوں اٹھاتے ہو؟-

علی رضا :- یہ امر نہایت ہی فروعی ہے ایسے ایسے امور میں قیل وقال فضول ہے ایسے ایسے امور ہر ملت و مذہب میں ہیں - مذہب سنت جماعت میں ہے کہ اگر نمازی لنگی پہنے ہو تو اسکو چھوا کھولنا چاہیے اب میں پوچھتا ہوں کہ اگر بوقت زیارت انگلی اٹھانا بے معنی ہے تو اطاعت معبود کے وقت چھوا کھولنا چہ معنی دارد؟ ان امور کو رواج عام پر چھوڑ دینا مصلحت ہے-

محی الدین :- بھائی حق تو یوں ہے کہ نماز کے وقت چھوا کھولنے میں مجھے فطرتی شرم آتی ہے مگر حاکم شرع سے مجبور تھا - خیر وہ جو کچھ ہو سو ہو - اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ زیارت کے وقت انگلی کیوں اٹھاتے ہو-

علی رضا :- یہ ایک اعتقادی بات ہے یعنی بوقت زیارت حضور قلب کی طرف روضہ اقدس حضرت امام حسین کے رکھنا چاہیے پس اسی حضور قلب کو روضہ انور کی طرف رجوع کرنے کے لئے جب دور سے زیارت پڑھتے ہیں تو روضہ اقدس کی طرف اشارہ کرتے ہیں - چنانچہ اسی وجہ سے جب روضہ اقدس میں زیارت پڑھتے ہیں تو اسکی ضرورت نہیں -

محی الدین :- جزاک اللہ فی الدارین خیرا ماشا تمہارا کیا کہنا حق تو یہ ہے کہ دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے اور کیسے کیسے مشکل اعتراضوں کو عقلاً و نقلاً و شرعاً کس آسانی سے حل کیا ہے - خداوند عالم دونوں جہاں میں تمہیں جزائے خیر دے اور جمیع مقاصد دینی و دنیوی تمہارے برلاوے الہٰی آمین ثم آمین!

علی رضا :- میں تہ دل سے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں - لیکن جس قدر میں نے تقریر کی اس میں میری کوئی تعریف نہیں ہے - الحق یعلو ولا یعلیٰ میں نے تمہارے سامنے واقعات اصلی اور صحیح بیان کر دیئے ہیں ان میں نہ کوئی عبارت آرائی ہے اور نہ کسی قسم کا مبالغہ ہے - مجھے اسکا البتہ افسوس ہے کہ میرا پاک مذہب کس قدر جھوٹے جھوٹے اتہامات اور الزامات سے بدنام کیا گیا ہے - ورنہ اگر کوئی بغور دیکھے

توصاف معلوم ہو کہ اہل بیت طاہرین کے طریقہ پر چلنے والا شیعوں کے برابر کوئی فرقہ نہیں ہے۔ ان کے مذہب کا دار ومدار خدا اور رسول واہل بیت طاہرین علیہم الصلواۃ والسلام کے احکام واقوال پر ہے۔ مگر ایسے فرقہ کی نسبت یہ اتہام کیا گیا ہے کہ یہ فرقہ قائم کیا ہوا عبداللہ ابن سبا یہودی کا ہے!!
حضرت ابوبکر خلیفہ اول کو صرف چند ایسے خفیف الاوقات اشخاص نے جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز وتکفین کی پروا نہ کرکے فساد کرنیکو تیار تھے سقیفہ میں خلیفہ بنایا اسکو مشہور کردیا کہ یہ خلافت جمہوری تھی!! تبرا کو ہمنے ثابت کیا کہ رکن مذہب اسلام ہے اور جس لفظ کو ہم استعمال کرتے ہیں وہ لفظ قرآن میں سینکڑوں جگہ واقع ہے اسکو مشہور کردیا کہ تبرا گالی بکنے کو کہتے ہیں گویا نعوذ باللہ قرآن گالیوں سے بھرا ہوا ہے!! تعزیہ داری کو ہم نے ثابت کیا کہ ایک اچھا ذریعہ حصول مودت اہل بیت علیہم السلام کا ہے اسکو کہدیا کہ تعزیہ داری بت پرستی ہے۔ تفسیر کبیر میں صاف مندرج ہے کہ ابتدائے اسلام میں متعہ جاری تھا اسکو مشہور کردیا کہ متعہ رنڈی بازی کو کہتے ہیں۔ گویا رسول مقبول کی شریعت نے ابتدا میں رنڈی بازی کی تعلیم کی تھی!!
تقیہ کو ہم نے کس طرح عقلاً ونقلاً ثابت کیا کہ نہایت معقول اصول ہے اسکو مشہور کردیا کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں حالانکہ کیمیائے سعادت کو خود نہیں دیکھتے کہ ان کے مذہب نے خود جھوٹ بولنے کو جائز بلکہ بعض جگہ واجب قرار دیا ہے! الغرض جہاں اس قدر کذب وبہتان کا تودہ وطوفان ہے وہاں کوئی آدمی کیا تقریر کرسکتا ہے۔ یہ بالکل فضل خدا تھا کہ تمنے ہر امر کی خوب تحقیق کی اور ہر بات کے صدق وکذب کو جانچا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ راہ راست پر آگئے۔
محی الدین:۔ لیکن انصاف شرط ہے اگر وہ لوگ ایسی ایسی جھوٹی باتیں نہ گڑھیں اور بالکل سچائی پر آجائیں تو پھر مذہب کا کہاں ٹھکانا رہے مجھی کو اگر ابتدا ہی میں سچی سچی باتیں معلوم ہوتیں تو میں کبھی اس مذہب کو مانتا؟ ہرگز نہیں مگر آپ دل تنگ نہوں دروغ کو کبھی فروغ نہو گا اور آخر میں انشاءاللہ نور ایمان ہی مثل آفتاب عالمتاب کے صفحۂ روزگار پر چمکیگا اور دونوں جہاں میں انشاءاللہ تعالیٰ اسی کا بول بالا رہے گا۔ والسلام۔

مذہب سنت والجماعت کو ختم کرنے کے لئے چٹکلے پانچ سوال

علی رضا:۔ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بھئی میں سمجھتا ہوں کہ ابھی تھوڑے دنوں تک تمہیں اور لوگ دق کریں گے اس لئے میں پانچ سوال بتا دیتا ہوں جو صاحب تم سے چھیڑ چھاڑ کریں ان سے کہنا کہ جناب طول وفضول گفتگو سے کیا نفع؟ آپ پہلے میرے پانچ سوالوں کے جواب معقول واقعات سے صحیح ہوں دے لیجئے تب آگے گفتگو کیجیے گا تم دیکھ لینا کہ چونکہ ان سوالوں کی واقعی جواب وہ ندے سکیں گے اس لئے بہت پیچ تاب کھائیں گے اور ہر شخص بنا بنا جواب یعنی کوئی کچھ کوئی کچھ دیگا لیکن دل میں شرمسار سب کنارے ہوجائیں گے اور پھر تم سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کرے گا وہ سوال یہ ہیں۔

(۱) اگر حضرات خلفائے ثلٰثہ کو حضرت علی علیہ السلام سے محبت تھی اور جب حضرت علی علیہ السلام جناب رسول مقبول (صلعم) کے لائق عزیز موجود تھے اور جن میں کچھ نہیں تو یہ صفت ضرور تھی کہ بمصداق حدیث شریف من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور بموجب ایجاب صریحی حضرت عمر ابن الخطاب کے مثل رسول خدا صلعم کے تمام مومنین و مومنات و کل صحابہ کرام کے مولٰی تھے تو کیا وجہ ہے کہ حضرت خلفاء ثلٰثہ نے اسکی کوشش نہ کی کہ حضرت علی علیہ السلام خلیفہ رسول ہوں؟ اور کیوں سقیفہ میں ان حضرات میں سے کسی نے حضرت علی کو نامزد تک نہ کیا

(۲) کیوں حضرات خلفاء ثلٰثہ نے اسبات کی ذرا بھی کوشش نہ کی کہ تا تجہیز و تکفین و تدفین جناب رسول مقبول صلعم کے امر خلافت ملتوی رہے۔؟

(۳) کیوں ان حضرات نے حضرت علی علیہ السلام کو خبر نہ کی کہ یہاں (سقیفہ) میں خلافت کا مشورہ درپیش ہے آپ تشریف لائیے یا آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

(۴) جس طرح پر حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے اسکو اصولاً آپ کیا فرمائیے گا؟ الیکشن (انتخاب) یہ ہو نہیں سکتا تو ربث یہ ہو نہیں سکتی۔ نامنیشن (بذریعہ نامزد کرنے یا وصیت کرنے کے) یہ ہو نہیں سکتا تو آخر یہ معاملہ ہوا کیا؟ اس کا کیا نام رکھا جائے؟ اور کس اصول سے یہ خلافت جائز قرار دیجائے۔

(۵) جناب حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی دلی حالت مرتے مرتے دم تک حضرات خلفائے ثلٰثہ سے کیسی رہی؟ اگر آپ رضامند تھیں تو اپنے یا آپ کے شوہر بزرگوار نے آپ کی حیات تک خلیفہ اول کی بیعت کیوں نہ کی؟ اور اگر آپ آزردہ رہیں اور آپنے اس حالت میں انتقال فرمایا تو آپ کا اعتقاد مذہبی مرتے مرتے دم تک وہی رہا یا نہیں جو شیعوں کا ہے؟ اس لئے آپ شیعہ تھیں یا نہیں؟ اور اگر شیعہ تھیں تو ان کا حشر کیا ہوگا اور دوسرے شیعوں کا حشر اُن کے ساتھ کیوں ہوگا۔

مختصر فہرست کتب مطبوعہ جدید مطبع یوسفی دہلی

انوار الہدیٰ یہ کتاب فاضل اجل عالم باعمل مولانا مولوی شیخ احمد صاحب دیوبندی کی تصنیفات سے ہے۔ جناب معفور حضرات اہل سنت کے زمرہ علماء کبار میں داخل تھے مگر تائید ربانی و توفیق سبحانی آپ کا قلب باصفا نور ہدایت سے معمور ہوا اور بذوق تمام و شوق مالا کلام آپنے صراط مستقیم و مذہب حقہ امامیہ کا کھوج اپنی کتب سے نکالا بعد آپ نے مذہب اثنا عشری قبول و اختیار فرماکر اس نعمت الٰہی کے شکریہ میں یہ کتاب تحریر فرمائی تاکہ گمراہان راہ حقیقت و متلاشیان صراط ہدایت اسکی روشنی میں ضلالت سے باہر آئیں چنانچہ اکثر قصبات میں اس کتاب نے ایمان کی روشنی پھیلائی اور بار بار یہ کتاب طبع ہوکر ختم ہوئی۔ اب پھر حال میں طبع ہوکر مقبول عام ثابت ہوئی۔ قیمت ۱۲/

تحفۃ العوام جدید سندی اس کتاب فقہ کے مطالب و مقاصد کی تشریح قابل احتیاج نہیں شیعیان ہند کا بچہ بچہ اس کی ضرورت سے واقف ہے اس مرتبہ اس جدید تحفۃ العوام میں حضرت مولٰنا مولوی سید محمد ہارون صاحب قبلہ علامہ زنگی پوری طاب ثراہ نے بعض ضروری چیزیں اضافہ فرمائی ہیں اور حاشیہ پر استخارہ سجادیہ مع ترجمہ درج ہے کاغذ نہایت قیمتی چکنا سفید طباعت دلفریب قیمت ۱/

ترجمہ مقتل ابی مخنف واقعہ کربلا کے متعلق یہ وہ مقتل ہے جس کے حوالہ جات مومنین مجالس میں سنتے رہے ہیں مگر زبان عربی میں ہونے کی وجہ سے خود مطالعہ سے محروم تھے۔ بلبل بستان معانی۔ کلیم ثانی حضرت مولٰنا مولوی السید محمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے نہایت سلیس با محاورہ اور سہل ترین اردو میں ترجمہ فرماکر مطالعہ کی راہ سے وہ سنگ سخت ہٹا دیا جس کی ضرورت عام طور پر حضرات مومنین محسوس کر رہے تھے قیمت ۱۲/

سوانح عمری حضرت زید شہید حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پارہ دل۔ نور نظر اور فرزند عالی گہر کی مکمل سوانح عمری جس میں آپ کی پیدائش طفولیت اور شباب کے واقعات آپ کا واقعہ انتقام خون حسینؑ۔ اسیری۔ گرفتاری اور شہادت کے کامل واقعات ہیں قیمت صرف ۸/

تصویر غالب و مغلوب۔ فرقہ سواد اعظم کی خلافت غیر معصومہ کو مناظر شیعہ منشی سید سجاد حسین صاحب مرحوم مصنف سرمہ خاموشی و رسالہ سجادیہ نے اس کتاب میں جس جس طرح مترد کیا ہے وہ حقیقتاً غالب و مغلوب کی ایک قابل دید تصویر ہے اور الفاظ میں اس کا کھینچنا مرحوم ہی کا کام تھا ۸/

قضایائے امیر المومنین خلفائے ثلثہ کے عہد خلافت میں جو مقدمات مالاینحل ثابت ہوئے اور جناب امیر و باب مدینۃ العلم کی مدد سے طے ہوئے اسکی تفصیل اس رسالہ میں درج ہے خصوصاً ان قضیات کا ذکر ہے جن کے انفصال میں حلال مشکلات کی خداداد قوت علم کو مشاہدہ کرکے خلافت مآب خلیفہ ثانی نے ستر مرتبہ لولا علی لہلک عمر فرمایا جو الفضل ما شہدت بہ الاعدا کی زندہ مثال ہے قیمت ۸/

صحیفہ کاملہ مترجم یہ کتاب حضرت سید الساجدین جناب امام زین العابدین کی ان دعاؤں کا مجموعہ ہے جو تہجد کرنے والوں اور زینت سجادہ عبادت گذاروں کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے علمائے شیعہ کثر اللہ

مشاہیر میں اس صحیفہ مقدسہ کو زبور آل محمد اور انجیل اہل بیت کے تمام نامی اور اسم گرامی سے یاد کیا جاتا ہے ۔ تمام وہ دعائیں بخط جلی و بترجمہ بین السطور درج ہیں جن کے ایک ایک لفظ کو زبان امام کے توسط سے جامۂ قبولیت حاصل ہوتا ہے اور جو حاجات دین و دنیا میں تیر بہدف ہونے کے علاوہ شوق و ذوق عبادت کا اعلیٰ ذریعہ ہیں اور مابین خالق و مخلوق ایک رابطۂ خاص پیدا کرنے والی ہیں مولانا محمد ہارون صاحب قبلہ زنگی پوری مرحوم و مغفور نے ترجمہ بھی اس قدر موثر اور دلنشین کیا ہے کہ جس کو پڑھنے سے خضوع اور خشوع کی ایک خاص حالت طاری ہوتی ہے حواشی پر ناقابل فہم امور کی تشریح بھی کردی ہے ۔ کاغذ نہایت چکنا سفید لکھائی چھپائی دیدہ زیب قیمت صرف سے ر

لطائف الابرار یعنی ہفت سورۂ مترجم شیعہ اس مجموعہ میں سورۂ یٰسین ، فتح ، عم یتساءلون ۔ سورۂ واقعہ سورۂ ملک ۔ سورۂ رحمن ۔ سورہ مزمل مع ترجمہ و خواص و ترکیب خواندگی درج ہیں علاوہ ازیں ادعیۂ منقولہ و مشہورہ امامیہ یعنی جوشن کبیر ، جوشن صغیر ، دعائے کمیل ، دعائے مشلول ، ورد طوسی علیہ الرحمۃ دعائے توسل خمسہ جناب امیر دعائے صد سجان جلی قلم مع اسمائے اعظم مترجمہ مع اسناد درج ہیں قیمت ۸ر

لآلی مخزونہ مع اسرار مکنونہ جیسا کہ اس رسالہ کے نام سے ظاہر ہے اس رسالہ میں وہ وہ عملیات نادرہ درج ہیں جنہیں جواہر بے بہا اور خزانہ اسرار کہنا بیجا ہو گا ۔ وسعت رزق ۔ دفع فقر رد سحر ۔ دفع بلاہائے ارضی و سماوی خلاصی محبوسین اور استجابت دعا کے صدہا مجرب اور زود اثر عملیات درج کیے گئے ہیں قیمت بایں ہمہ خوبی صرف دس آنہ ۔

حرز المومنین یعنی انوار اعظم اوراد و عملیات میں ایسی نادر کتاب بزبان اردو اسوقت تک مذہب شیعہ میں شائع نہیں ہوئی ۔ اس میں خواص سورہ ہائے قرآنی مع ترکیب خواندگی و عمل دن رات کے مخصوص اوقات کی دعائیں منسوب بائمہ طاہرین و انبیائے کرام ۔ دعائے ہفت ہیکل و ہفت قاموس و سرقدسیہ جو تمام مقاصد شرعی کے لیے مجرب ہیں اور نمازہائے قضا و حاجات حرزہائے مجرب یکجنت بیضا علاوہ ازیں سب سے بڑی خصوصیت وہ مکمل اور جامع فالنامہ امام رضا علیہ السلام کی جزو میں شامل ہے جو بر ضرورت انکشاف حال میں طمانیت قلب کا ذریعہ ثابت ہوا ہے ہدیہ ۱۲ر

نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغۃ اردو کامل ۔ نہج البلاغہ جناب امیر خیبر گیر کی وہ زریں تصنیف ہے جس کے متعلق اہل سنت والجماعت کے عالم جلیل او . فاضل نبیل علامہ ابی حدید کا یہ قول کافی ہے کہ یہ کتاب کلام مجید کے بعد جملہ کتب سے افضل و برتر ہے یہ وہ گوہر بے بہا ہے جو نہاں خانہ عربی میں سے کاوش کر کے نکالا گیا ہے اور جو علم ادب اسعد کے تاج میں فی زمانہ بیش قیمت موتی ہے معرفت کا وہ ساغر جس سے سرشار ہونے کی کوئی سبیل نظر نہ آتی تھی آج وہ شراب گل رنگ لٹاتا ہوا محفل عام میں گردش کر رہا ہے جو باب مدینۂ علم جیسے ساقی کے فیض اثر ہونٹوں سے کھینچکر عربی خم میں سربند چلی آتی تھی حضرت کے تمام خطبات ، ملفوظات ، فرامین و وصایا کا تمام و کمال مجموعہ ہے جس شیعہ کے گھر میں ابھی تک یہ کتاب نہیں پہنچی وہ خواہ کیسا ہی قیمتی ، کتنا ہی مزین اور قلعہ معلی سے وسیع ہو ۔ لیکن ایسی حالت میں ہے جیسے اس کو ہر شب چراغ کی اشد ضرورت ہے قیمت للعہ ر

تاریخ اعثم کوفی جناب رسولخدا کی وفات سے اسلام میں کیسا فتنہ پڑ گیا ۔ بنی ساعدہ کا جھگڑا کیا تھا ؟ خلافت کی بابت شوری کس طرح اور کب ہوا ؟ خاتم النبیین کا جنازہ کیسے مسلمانوں کی معیت میں اٹھا ؟ خلافت خلیفہ اول

ونکر قائم ہوئی - بنی ہاشم شریک مشورہ کیے گئے یا نہیں ؟ خلافت دوم کیا چیز تھی اور اس میں کیا حالت رہی ؟ لائے غدیر مومنین و مومنات نے اپنا حق طلب کیا یا نہیں ؟ خلفائے ثلثہ اور ہوا خواہان سہ گانہ نے کیا کیا لیے خلافت سوم کا کیا رنگ تھا - بدعات و مخترعات اور خلاف ورزی احکام اسلام سے گھبرا کر آخر کس طرح مسلما کھلیں ؟ خلافت مرتضوی کس جوش و خروش سے عام طور پر تسلیم کی گئی ؟ سقیفہ بنی ساعدہ کے ر طشت از بام ہوئے اور اسکی بدولت فرزند دلبند رسول امام حسینؑ کیا کیا اذیتیں اٹھا کر حوض کوثر پر اپنے مضطرب نانا مضطر باپ - پریشان حال ماں اور حسنؑ جگر بھائی سے ملاقی ہوئے - ایسے سوال ہیں جو ہر مسلمان کے لیے قابل غور ہیں کوئی سنی مصنف نے ان تمام واقعات اس طرح روشنی ڈالی ہے کہ کہیں بھی راستی و صداقت و حق گوئی نے تعصب اور ضلالت و کذب کو ملنے نہیں دیا - شیعوں کے لیے دلیل و برہان اور ثبوت سے لبریز واحد کتاب بزبان اردو اس کے ترجمے اور چھپائی میں جو صرف زر کثیر ہوا ہے اس کے مقابلہ میں نہایت کم قیمت صرف چار روپیہ -

الفرق ہر دو جلد

شبلی نعمانی آنجہانی جیسے چالاک متعصب مورخ تھے وہ بالغ نگاہوں سے پوشیدہ نہیں نہ صرف شیعہ ملکہ سنیوں تک کے نزدیک ان کی چالاکی ان کی تاریخ نویسی پر ایک انمٹ دھبہ تھا - چنانچہ اسی طبیعت ثانیہ کے بدولت جو فیز تک ان کے ہمراہ گئی انھوں نے کتاب الفاروق میں سوانحعمری خلیفہ ثانی لکھ کر اپنے زعم ناقص میں حضرت رسولؐ اور جناب علیؑ کے تمام علوم و فضائل و کمالات خلیفہ مذکور کے پلہ میں باندھنے چاہے تھے اور بعض اوقات مدارج میں کمال غلو کے کرشمے دکھاتے ہوئے نبی اور وحی کو بھی بڑھانا چاہا تھا اور نزول وحی کو خلیفہ ثانی ہی کی رائے پر منحصر سمجھا اور سمجھانا چاہا تھا - لیکن مشہور و معروف مصنف شیعہ جناب میرزا عابد علی صاحب طبیعہ قزلباش مرحوم و مغفور اعلی اللہ مقامہ نے الفاروق کی تمام ملمع کاری الفرق کے ایک ہی چھینٹے میں سب صاف کر دی اور ثابت کر دیا کہ شبلی صاحب نے جو ساغر سفید رنگ ساغر شیر کے نام سے پیش کرنا چاہا تھا وہ محض پانی ہی پانی تھا - دودھ نام کو نہ تھا ورنہ کم از کم یہ تو کہا جاتا کہ الفرق نے دودھ کا دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا قیمت ہر دو جلد اول و دوم للعہ ر

مودۃ الاسلام

وہ مودت جو اجر رسالت قرار پایا وہ مودت جسکی چٹان پر اسلام کی بنیاد قائم ہوئی اور وہ مودت جو عنوان صحیفہ مومن قرار پائی - ایک ایسا راز ہے جسکو تمام و کمال واقعات اس کتاب میں قرآن و حدیث کے دلائل کے ساتھ بند ہیں اولاً (۵۶) آیات قرآنی فضائل و مناقب اہلبیت مع جدید تشریحات درج ہیں جن سے اطاعت رسول مثل اطاعت واجبہ فرض قرار پاتی ہے اس کے بعد وہ صدہا احادیث متفق علیہ پیش کی گئی ہیں جن کے چند عنوان مثالاً ذیل میں درج کیے جاتے ہیں - حدیث در بارہ محبت اہلبیت - حدیث حب علیؑ - حدیث جناب امیر مثال اہل سفینہ نوح - حدیث ثقلین حدیث در بارہ اتباع سنت علیؑ حکایت خارجی - حدیث در مثال علیؑ موسیٰ و ہارون - حدیث ۷۳ فرقوں کے بارے میں - حدیث دشمنی اہلبیت - حدیث علی مجھ سے ہے اور میں علی سے - دعائے رسول کہ جب تک علی کو نہ دیکھوں انتقال نہ ہو - مسجد میں سب دروازوں کی بندش سوائے دروازہ باب مدینۃ العلم حدیث در بارہ وصی و وزیر